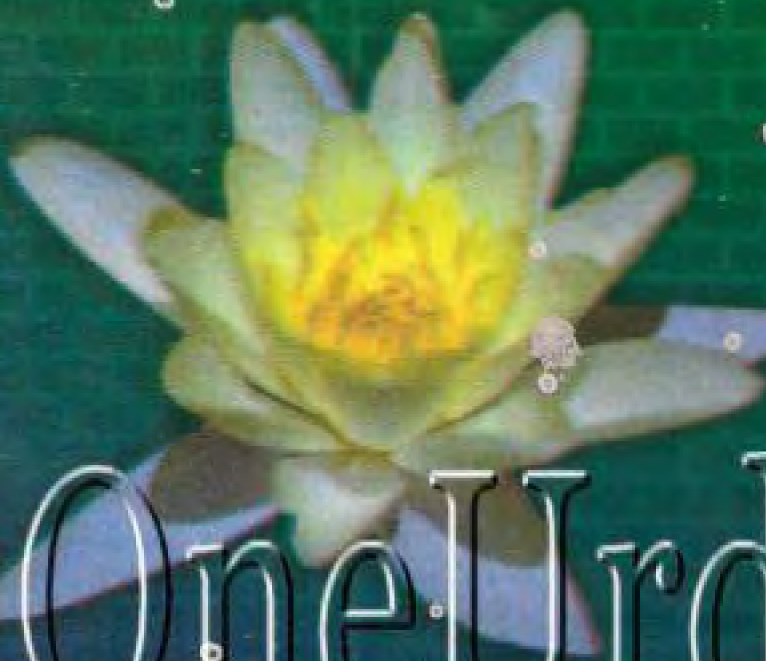
تذکرہ غوثیہ

مرتبہ

مولانا شاہ گل حسن رحمۃ اللہ علیہ



تذکرۂ غوثیہ

ملفوظات

حضرت غوث علی شاہ قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت مولانا گل حسن شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

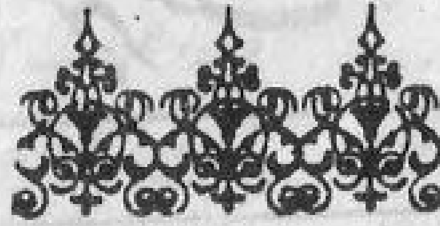
نام کتاب	--------	تذکرہ غوثیہ
ملفوظات	--------	حضرت غوث علی شاہ قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ
مرتب	--------	حضرت مولانا گل حسن شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	--------	خزینہ علم وادب' لاہور
اہتمام	--------	نذیر محمد' سعد نذیر
پرنٹر	--------	رضا پرنٹرز لاہور
بار اول	--------	2000ء
تعداد اشاعت	--------	1000ء
قیمت	--------	135 روپے=

ملنے کے پتے

- ضیاء القرآن پبلشرز گنج بخش روڈ لاہور
- اسلامی کتب خانہ 'فضل الٰہی مارکیٹ' اردو بازار' لاہور
- مکتبہ رحمانیہ' اقراء سنٹر' اردو بازار' لاہور
- مکتبہ العلم' 17 اردو بازار' لاہور ☆ چوہدری بک ڈپو' مین بازار دینہ' جہلم
- سعد پبلیکشنز فرسٹ فلور میاں مارکیٹ اردو بازار لاہور
- میاں ندیم' مین بازار' جہلم ☆ مکتبہ رشیدیہ' راجہ بازار' راولپنڈی
- کشمیر بک ڈپو' تلہ گنگ روڈ' چکوال ☆ شانی برادرز' جہلم
- مکتبہ رشیدیہ' نیو جنرل' چکوال
- عامر سٹیشنری ہول سیل' بھون روڈ' چکوال
- نفیس اکیڈمی' اردو بازار' کراچی
- مسلم بک لینڈ بینک روڈ مظفر آباد آزاد کشمیر فون: 44238-44021
- دار الادب تلمبہ روڈ میاں چنوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا من بک حاجتی و روحی بیدیک　　من غیرک اعرضت و اقبلت الیک
مالی عمل صالح استظہرت بہ　　قد جئتک راجیا توکلت علیک

حمد و ثنا سہو و خطا، شکر و سپاس وہم و وسواس، کیسی حمد اور کس کا شکر حامد کون محمود کیا شاکر کدھر مشکور کہاں، قطرہ ہے تو دریا موہوم دریا ہے تو قطرہ معدوم۔ جب تک ذرہ ذرہ ہے آفتاب نہاں ہے جب وجود آفتاب نمودار ہوا تو ذرہ کہاں ہے قطرہ امر اعتباری ہے ہر قطرہ میں دریا جاری ہے، آفتاب سے ذرہ کا وجود ذرہ آفتاب کی نمود۔ قطرہ سے دریا کا ظہور قطرہ قطرہ میں دریا معمور، لیکن نہ قطرہ نہ دریا نہ ذرہ نہ آفتاب وہ خود نیست بے خود نایاب نہ اس کا پتہ نہ اس کا ٹھکانا نہ اُس کا نشان نہ اس کا ٹھکانا نہ اس کا مکان تحریر و تقریر سے پاک خارج از فہم و ادراک جو سمجھے سو غلط جو لکھا سو خبط اور جو کہا سو جنون تعالیٰ شانہٗ عما یصفون ؎

دلبسکہ حسن فزود و غمش گداخت مرا　　نہ من شناختم او را نہ او شناخت مرا

نہیں نہیں صواب و خطا عتاب و عطا فراق و وصال وہم خیال ذکر و نسیان طاعت و عصیان، سب منظور سب مقبول سب معتبر سب معقول جب واحد و اثنین نہیں تو سوای عین العین نہیں کل شئ ہالک الا وجہہ ؎

انت پھوٹ سب ماٹی ہوئی　　لینا ایک نہ دینا دوئی

کہاں کا وہم کیسا قیاس اپنی حمد اپنا سپاس اپنی داستان اپنا بیان اپنی مقال اپنا حال خود شاکر و خود مشکور خود ذاکر و خود مذکور قطرہ میں دریا غرق دریا میں قطرہ فنا ذرہ پر آفتاب محیط آفتاب پر ذرہ حاوی دانہ میں شجر کے آثار شجر میں دانہ آشکار وجود میں شہود شہود میں وجود ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن ؎

او در دل من است و دل من بدست اوست　　چون آئینہ بدست من و من در آئینہ

نہ ہجر نہ وصال نہ اتصال نہ انفصال نہ یکی نہ دوئی نہ مائی نہ توئی نہ قرار سے سود نہ انکار

سے زباں نہ کسی سے راز نہ کسی سے نیاز نہ کچھ بُرا بھلا نہ اس کی تمنا نہ اس کی پرواہ یہ بھی درست وہ بھی بجا اطلاق سے مطلق قید سے آزاد نہ یاد سے فراموش نہ فراموشی کو یاد نہ کمی نہ حد نہ شمار نہ عدد و قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ اسم و مسمی میں تمیز نہیں لفظ و معنی دو چیز نہیں ذات سمجھو یا صفات وہی ایک بات خیال شخص ہے عمرو زید کہاں اگر ہے تو وہ ہی وہ ہے اگر نہیں تو کچھ بھی نہیں رباعی

لا آدم فی الکون ولا ابلیس   لا ملک سلیمان ولا بلقیس!
فالکل عبارۃ وانت المعنی   یا من ہو للقلوب مقناطیس

آفتاب کی دید بدون آفتاب ناپدید۔ نور آفتاب نظر میں سمایا تو آفتاب نظر آیا خود نقاب و حجاب خود ضیا خود آفتاب نور میں آفتاب مستور ما کتاب ہمہ تن نور خود ناظر خود منظور خود شاہد خود مشہود خود گویا خود گفتگو وحدہٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؎

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے   حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

حمد ہے تو غیر کا نشان نہیں شکر ہے تو کسی کا احسان نہیں خود سمیع خود بصیر خود کلام خود کلیم جو چاہا سو کہا جو چاہا سو کیا اور کر رہے نے کیا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى رباعی

از حق جز حق وگرچہ روید بابا!   از حق جز حق دگر کہ گوید بابا
در شدت این ظہور مہجور صفت   حق را جز حق دگر کہ جوید بابا

حمد عین محمود ہے اور شکر عین مشکور دریائے قدم کی موج حدوث کا او ج وجود کی نمود عدم کا شہود وحدت میں کثرت کی ترکتاز حقیقت عین مجاز مدح و ذم ہم قدم رنگ و بیرنگی باہم صورت و معنی ہم قافلہ نہ کسی سے شکایت نہ کسی کا گلہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ذات سے صفات صفات سے افعال کمال سے نقصان نقصان سے کمال آشکار ہے مسمیٰ اسے اسم روح سے جسم بلندی سے پستی نیستی سے ہستی نمودار ہے ؎

برہم لوبی کایا کی اوبی   کایا برہم بن گیا یوبی

بیت
ذات او را بی صفاتش کس ندید   ذات حق با ما کہ گفت وشنید

نعت

حسن کو پردہ میں قرار نہیں خوبی بدون اظہار نہیں معشوق کو حجاب عاشق کو تاب کہاں جمال بے تجلی اور طالب کو تسلی محال ہے

کہ حسن از پردہ عصمت برون آرد زلیخا را

حسن ذات نے حلیہ صفات میں نگار بیرنگی نے لباس تعینات میں ظہور کیا وہی روز اوّل وہی موج اوّل وہی تجلی وہی نزول وہی مرتبہ اولیٰ وہی شان آخری جو حال جو قال جو عبارت جو اشارت چاہو قرار دو اعتبار اظہار تجلی تفصیل تغیر تبدیل تصور تحقیق تشخص تعین حدوث تعلق کون فساد سب کا ایجاد اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ ؎

اے پردہ برگرفتہ ببازار آمدہ　　　خلقے دریں طلسم گرفتار آمدہ

یعنی غایت مقصود علم میں متقدم مگر ظہور میں مؤخر ہے تخم ریزی سے پہلے ثمر مد نظر ہے بعد ظہور شجر ہے شاخ و برگ و پھل پھول یہ سب اسی اجمال کی تفصیل ہے انجام کار ثمر کا اظہار ثمر میں تخم مندرج تخم کے اندر ثمر موجود خفا میں ظہور ظہور میں خفا غیب میں شہادت شہادت میں غیب ظاہر میں باطن باطن میں ظاہر ہو الاوّل ہو الآخر ؎

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد　　　دیر آمدہ زراہ دور آمدہ

صورت عابد معنی معبود ظاہر ساجد باطن مسجود شریعت احمد حقیقت احد خود وحی و خود الہام خود صلوٰۃ خود سلام خود پیمبر و خود پیام خود مرسل و خود مرسل الیہ ہے

از من بمن سلام و ہم از من بمن پیام آمد بہ سر مطلب نہ ما و من نہ کلام و سخن نہ دید و شنید نہ قریب و بعید نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ نہ شریعت نہ طریقت نہ حق نہ حقیقت وہی دائرہ وہی پرکار وہی مرکز وہی مدار ؎

پھر پھر کے دائرے میں رکھتا ہوں میں قدم　　　آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں

چیست توحید آنکہ از غیر خدا　　　فرد آئی در خلا و در ملا

وہی علم وہی ارادہ وہی ازل وہی ابد وہی دور جاری وہی ساری وہی آثار و اطوار طاری وہی سبو وہی پیمانہ وہی خم وہی خمخانہ دریا کا وہی جوش و خروش موج و حباب کی وہی آب و تاب

اسی شان بیچوں و بیچگوں بے شبہ و بے نموں نے پردۂ اسرار سے یہ تجلی نمودار کی کہ حضرت قبلہ و کعبہ شہنشاہ والا جاہ شاہباز بلند پرواز شہسوار معارک تجرید تاجدار کشور توحید مرد میدان تفرید عارف بیباک اکمل الکملا ورداء الورا واصل بے حجاب شاہد بے نقاب دریائے بے کنار بحر ذخار جہاں عرفان آفتاب حقیقت برزخ کبریٰ تارک ما سوا جہان سوز بزم افروز قلندر خانماں برباد فرد الافراد یعنی سیّد غوث علی شاہ قلندر قادری وسادہ آرائے ہدایت و ارشاد ہوئی راقم خانہ بدوش جام ارادت سے مدہوش کبھی بادیہ گردی اور صحرا نوردی کی خاک اڑاتا کبھی آستانہ علیا پر جبیں سائی کی دولت پاتا۔

اب بھی ہے درمیاں میں سایہ تری دیواروں کا

مدّت ہائے دراز یہی سوز و ساز رہا ہر روز نعمت ہم کلامی حاشیہ بوسی بساط گرامی اجلاس عام کی حضوری بزم انس کا اختصاص زیارت صبح و شام گویا شرب مدام تھا ذوق لقاء و لطف وصال میں تحریر حالات کی پروا اور تدوین نکات کا دماغ کہاں تھا اور نیز ابتدائے حال سے حضرت قبلہ عالم کو کبھی تصنیف و تالیف منظور خاطر نہ ہوئی عالم بے نشانی مد نظر رہا پابندی و تقلید سے طبع آزاد نفور تھی جو اشعار و نکات یا رموز و اسرار کہ وقتاً فوقتاً زبان فیض ترجمان پر جوشش دریائے غیب نے جاری کئے یا تعلیم و تلقین اصحاب کے اقتضائے اظہار و بیان میں آئے بعض ارادت مندوں نے تحریر و تالیف کی اجازت چاہی تو تو نہار مرضی مبارک کا میلان اس طرف نہ پایا نقش اوّل و آخر کو کف دست سے مٹایا بالخصوص آخر ایام میں اس خاکسار کو ازراہ غایت عنایت صرف اتنی اجازت حاصل ہوئی کہ اشعار و مقالات اشلوک و دوہے و چوپای وغیرہ جو ارشاد مبارک میں حسب موقع وارد ہوئے تھے یہ کمترین یادداشت کے لیے فوراً تحریر کر لیتا تھا۔ بجز اس کے کوئی حرف و حکایت یا نقل و روایت سوائے سمائے سماعت کے سپرد قلم نہیں کی گئی جب کہ اس شاہباز کنگرۂ تقدیس اور آفتاب جہان تنزیہ نے حجاب نقاب ظہور چہرۂ ذات بے نشاں سے اٹھا لیا۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

تو دل بیتاب گھبرایا وصل و ہمنشینی کا زمانہ نشاط ہمدمی کا کارخانہ یاد آیا خوش و حشت

حد سے زیادہ ہو کوئی سبیل کوئی شغل کوئی کام اس کے علاوہ ذہن میں نہ آیا کہ جس کے قرب و وصال اور لقاء و جمال میں اتنی عمر گزری بقیہ عمر بھی اسی کی یادگاری بس ہے مَنْ احب شیئًا فاکثر ذکرہ ؎

طالب حق ذکر حق دارد مدام ! ذکر غیر حق حرام آمد خرام

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

جملہ احباب نے یہ امر پسند کیا اور اظہار اشتیاق سے دل شکستہ کی ہمت کو سہارا دیا ناچار قلم اٹھایا وحشت جدائی اور غم تنہائی کو اس طرح دور کیا اگرچہ اس ہنگامہ قیامت کے بعد فراموشی کا غلبہ اور نسیان کا طغیان تھا۔ لیکن جب فکر ادھر مصروف ہوا تو عالم غیب سے وہ شاہدان سخن جو ازیاد رفتہ ہو گئے تھے جلوہ گری کرنے لگے ذرا سی بات یاد آئی اور تمام قصہ نے ہنگامہ گذشتہ کا سماں باندھ دیا وہی مرشد وہی ارشاد وہی کلیم وہی کلام وہی بیان وہی زبان وہی چشم و گوش وہی صدای نوشانوش بزم خیال میں موجود ہو گئی اسی طرح جو کچھ یاد آگیا بند کیا لیکن بہت کچھ مقالات ہیں کہ ان کا نقش دل و دماغ سے بالکل مٹ گیا اور بیشمار ایسے حالات و معاملات ہیں کہ روزمرہ اطراف و جوانب اور ممالک دور دراز سے حل مشکلات و مہمات کے لیے خلق خدا آتی تھی اور اپنی مراد و مقاصد اور مدعا و مطالب جناب قبلہ کی فیض نظر اور برکات انفاس سے پاتے تھے اور عجیب و غریب تصرفات و کرامات روزانہ ظہور میں آتے میں نے ان تمام باتوں کو اس نظر سے قلم انداز کیا کہ نہ کبھی جناب قبلہ نے ان امور کو اپنی طرف منسوب کیا نہ قابل اظہار و مایۂ افتخار سمجھا بلکہ ہمیشہ دریائے توحید کے مواجی میں کشف و کرامات اور ظہور کمالات کو ہیچ فرماتے رہے اور تَطْهِيْرُ الْقَلْبِ عَنْ مَا سِوَى اللهِ کو اصل مقصود سمجھا ؎

ہر جو کچھ ہونا جسے کہتے ہیں ہستی ہے میاں فقر میں پستی ہی ہے اور پستی کچھ نہیں

اور اگر کوئی بات تذکرۃً زبان قلم سے نکلی بھی ہے تو اس کو خوش طبعی پر محمول کرنا چاہیئے نہ کرامت پر ؎

راہ را اینجا درہ ناکامی است کام نیک مرد در بدنامی است

اور طوالتِ کتاب سے بھی اس کے ترک کا خیال رہا[1]۔ اب التماس یہ ہے کہ یہ نیاز مند خاکسار خادم الفقرا بندہ گل حسن قادری نہ تو اردو کا اہل زبان نہ اس دیار کی پیدائش آوارہ گرد بے وطن نہ کوئی ماوا نہ کہیں مسکن ؎

آن وطن مصر و عراق و شام نیست — آن وطن شہر لیست کان را نام نیست

عبارت و الفاظ دل پسند یا شاعرانہ جوڑ بند کہاں سے لاتا ان اوراق کے پڑھنے والے مجھ کو معاف فرمائیں الفاظ و عبارت سے قطع نظر کریں مضمون و مطالب کو اصل مقصد سمجھیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مرد کاملی پامال شو

اس رسالہ کا نام تذکرہ غوثیہ و شجرہ معرفت رکھا۔ چھ باب اور خاتمہ پر تقسیم کیا گیا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

باب اول احوال دودمان شریف جناب قبلہ مشتمل بر دو فصل

فصل اول۔ حال آباؤ اجداد

فصل دوم۔ حال اخوان و بنی اعمام

باب دوم بیان ولادت و تربیت مشتمل بر سہ فصل

فصل اول۔ حال ولادت و تربیت

فصل دوم۔ حال تحصیل و تکمیل علم

فصل سوم۔ کیفیت بیعت

باب سوم بیان سیاحت مشتمل بر یک صد و دو ارشاد

باب چہارم بیان توحید مشتمل بر چہار فصل

فصل اول۔ تعریف و تقسیم توحید

فصل دوم۔ آیات و احادیث مشتمل بر توحید

فصل سوم۔ مقامات اہل توحید

---

[1] بعض حکایات و مضامین مصلحتاً بوقت طبع کتاب خارج کر دیئے گئے ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ ناظرین معاف

باب اول۔ احوال دودمان شریف مشتمل بر دو فصل فصل اول آباؤ اجداد کا حال جناب و قبلہ کا سلسلہ نسبی (۷) واسطے سے حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رض تک پہنچتا ہے اور (۳۱) واسطے سے ذات بابرکات حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے، تفصیل اس سلسلۂ گرامی کی ذکر بیعت میں درج ہوگی یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس دودمان ذی شان کے قدوم فیض لزوم سے خاک ہند و سندھ کو کن بزرگوں نے معزز و مشرف فرمایا اور یہ بحر عرب کے گوہر شہوار سرزمین بہار[1] میں کس طرح منتقل ہوئے۔ کتاب اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ مخدوم[2] شیخ محمد الحسنی الجیلانی روم سے خراسان میں اور خراسان سے ملتان میں پہنچے اور شہر اوچھ واقع ملک سندھ میں اقامت اختیار فرمائی انتہی کلامہ۔ اور آپ کے چار صاحبزادے ہوئے۔ اول[1] سید عبدالقادر ثانی دوم[2] عبداللہ ربانی، سوم[3] سید مبارک حقانی چہارم[4] سید محمد نورانی۔ چوتھے صاحبزادے تو لاولد گئے اور تین صاحبزادوں کی اولاد ہوئی چنانچہ ہمارے حضرت جناب قبلہ و کعبہ سید محمد غوث علی شاہ قلندر قادریؒ، سید مبارک حقانی کی اولاد میں ہیں پھر مخدوم صاحب کی اولاد میں سے بعض بزرگ تو پنجاب کو تشریف لے گئے اور بعض وہیں سکونت پذیر رہے۔ ساتویں پشت میں جناب قبلہ کے جد امجد حضرت سید ظہور الحسن صاحب نے ظہور

---

[1] صوبہ بہار مشرق ہندوستان میں ہے ۱۲ سابق مضافات منگیر سے تھا اب متعلقہ پٹنہ ہے ۱۲
[2] المشہور مخدوم سید محمد غوث الحسنی جلبی الجیلانی ۱۲

فرمایا سیر و سیاحت ہندوستان کے بعد صوبہ بہار میں وارد ہوئے اور موضع استہاوان
و مونگیر کو توطن کے لیے پسند فرمایا۔ چنانچہ ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے جد بزرگوار
سید ظہور الحسن صاحب عرف سید ظہور محمد صاحب نے علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے بعد
اپنے والد ماجد سید محمد علی عرف سید محمود صاحب سے علم باطن کی تعلیم پائی جب ان کے
والد نے رحلت فرمائی تو سندھ سے عزم ہندوستان کیا اور امصار و دیار کی سیر فرماتے
ہوئے مقام مونگیر مضافات صوبہ بہار میں قیام کیا اور موضع استہاوان میں کہ صوبہ مذکور
میں سادات عظام کی ایک بستی ہے ایک سید بزرگ کی دختر عالی گہر سے نکاح ہو گیا۔
اللہ تعالیٰ نے دو فرزند ارجمند عطا فرمائے ایک سید احمد حسن عرف سید احمد صاحب
دوسرے سید محمد حسن عرف سید محمد علی صاحب المختصر سید ظہور حسن صاحب تا زیست وہیں رہے
اور ہزار آدمی آپ کے شرف بیعت اور فیضان صحبت سے مشرف ہوئے۔ ایک روز
ارشاد ہوا کہ حضرت جد امجدؒ کے چھوٹے بھائی نے جب سنا کہ بڑے بھائی صاحب
نے صوبہ بہار کی سکونت اختیار کی ہے تو وہ بھی مع قبائل و عشائر ملک سندھ سے
نہضت فرمائے ملک بہار ہوئے اور موضع استہاوان میں پہنچ کر برادر بزرگ کے شامل
حال ہو گئے چونکہ ان کی اولاد صلبی نہ تھی اس لیے ہمارے والد بزرگوار سید احمد علی
صاحب کو اپنی فرزندی میں لے لیا ان کی گذر اوقات کی عجیب صورت تھی چادر ٹکے
لے کر حال کھیلا کرتے کوئی ہنسی کرے یا برا کہے اس کی کچھ پروا نہ تھی اکثر بیاہ شادی
کی محفلوں میں ان کے حال کا تماشا بھی مروج و معمول ہو گیا تھا حضرت سید ظہور الحسن
صاحب کو یہ امر ناپسند ہوا بارہا سمجھاتے کہ بھائی اس ناز یبا حرکت سے باز آؤ کیوں بزرگوں
کو بدنام کرتے ہو وہ جواب دیتے کہ مجھ کو حضرت غوث الاعظمؓ کا یہ ہی حکم ہے یہ جواب
سن کر وہ خاموش ہو جاتے کچھ مدت اسی طور سے گذری نقل ہے کہ ایک دن کسی امیر
کی لڑکی کی شادی تھی حضرت کو چار ٹکے دے کر بلا لیا حسب عادت مجلس قوالی میں حال
کیا تماشائی تمسخر سے پیش آئے اتفاقاً نوشاہ نے بھی دست گستاخی دراز کیا اور شکم
مبارک میں انگلی ماری اور وہ اور لوگوں سے تو یوں خطاب کرتے تھے ابے کیوں چھیڑتا ہے

کیا کرتا ہے لیکن نوشہ کو کہا اے کیوں لونڈیوں کے سے کام کرتا ہے یہ کہنا تھا کہ تمام آثار عورتوں کے نمودار ہو گئے۔

سمجھے آتش نہ کوئی آدم خاکی کو حقیر — نہیں اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی

اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ بالآخر لڑکا گھبرا کر اپنی ماں کے پاس گیا اور حقیقت حال سنائی وہ بھی حیرت زدہ ہو گئی فوراً اس کے باپ کو خبر کی امراء اس کے صلاح کار و مشیر آپ کے بڑے بھائی صاحب کی خدمت میں آئے کیفیت عرض کی وہ بھی بہت متعجب ہوئے کہ ہم تو ان کو ایسا نہیں جانتے تھے ؏

ما ازیں گیاہِ ضعیف این گمان نبود

پھر مع ان سب آدمیوں کے ان کے پاس گئی دیکھ کر بولے کہ بھائی صاحب خیر ہے یہ مجمع کیسا ہے انہوں نے فرمایا کہ بھائی یہ سب تمہاری خوبیاں ہیں آج تم نے کیا کہہ دیا کہ حضرت اس وقت نہ تو زبان میری ہوتی ہے نہ میرے اختیار میں ہوتی ہے پوچھا کہ اب کیا علاج جواب دیا کہ قہر درویش بر جان درویش یہ لوگ پھر مجلس منعقد کرائیں اور بارہ ٹکے چار ٹکے دلوائیں اگر اس وقت حال وارد ہوا اور لڑکا پھر اسی طرح پھرے تو دیکھئے زبان سے کیا نکلتا ہے۔ الحاصل پھر وہی سامان کیا گیا۔ حال وارد ہوا اور لڑکے نے پھیرنا شروع کیا تو آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ اے لونڈے کیا کرتا ہے وہ کہنا تھا کہ وہ حالت اصلی پر آ گیا اس دن سے آپ نے حال و قال ترک فرما دیا چونکہ کمال ظاہر ہو گیا سب لوگ تعظیم کرنے لگے یہ بات پسند نہ آئی ناچار وطن چھوڑا اور موضع جہٹلی مشہور جہرنا میں جا رہے جو وہاں سے تین کوس پر تھا جب تک جئے محنت و مشقت ساریؔ اور لائی سے اوقات بسر کرتے رہے۔ نقل ہے کہ ایک دن گاؤں کے آدمی مجتمع ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور بیان کیا کہ حضرت ہمارے گاؤں کو گنگا کاٹتی چلی آتی ہے اگر چندے یہی حال رہا تو ہماری بستی دریا برد ہو جائے گی ایسی ہمت فرمائیے کہ دریا ہٹ جائے فرمایا کہ تم سب لوگ پھاوڑے اور کدال لے کر آجاؤ وہ آ گئے تو آپ نے بھی کدال سنبھالا اور سب کو حکم دیا کہ کراڑہ کو کاٹ کر دریا میں ڈالو کہ دریا ہٹ جائے وہ نادان اس رمز کو کیا سمجھتے بولے کہ صاحب اس

لہ مزدوری درد ۱۲

بس تو ہمارا ہی نقصان ہے فرمایا کہ بھائی ہم نے اسیطرح دریا ہٹتے سنے ہیں لوگوں نے کہا ارے چلو جی یہ تو خبطی سا معلوم ہوتا ہے وہ تو چل دیئے اور آپ بذات واحد دن بھر مٹی کاٹ کر دریا میں ڈالتے رہے شام کو گھر میں تشریف لائے صبح کو لوگوں نے جاکر دیکھا تو دریا تین کوس پرے ہٹ گیا تھا سب متعجب ہوئے اور حاضر خدمت ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا بھید تھا فرمایا کہ میاں جدھر رب ادھر سب بھلا اس کی مرضی کے خلاف ہم کیا کر سکتے تھے اللہ تعالیٰ کو کراڑہ کا گرانا منظور تھا ہم بھی گرانے لگے جب ہم نے خدا کی مرضی پر کام کیا تو خدا نے ہمارا مدعا پورا کر دیا ۔

زاولیا اہل دعا خود دیگر ند!
گہہ ہمی دوزند وگاہے میدرند
قوم دیگر می شناسم زاولیا
کہ دہان شان بستہ باشد از دعا
از رضا کہ ہست رام آن کرام
جستن دفع قضا شان شد حرام
در قضا ذوقے ہمی بینند خاص
کفر شان آید طلب کردن خلاص
ہرچہ آید پیش ایشان خوش بود
آب حیوان گردد ار آتش بود
زہر در حلقوم شان شکر بود
سنگ اندر راہ شان گوہر بود
جملگی یکسان بود شان نیک و بد
از چہ باشد این ز حسن ظن بود
کفر باشد نزد شان کردن دعا
کای الہٰ از ما بگردان این قضا

القصہ باقی عمر وہیں بسر کی اور بعد وفات ایک عالیشان گنبد مزار پر بنایا گیا چنانچہ اب تک زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب چھوٹے دادا صاحب نے رحلت فرمائی تو ہمارے والد ماجد سید احمد علی صاحب اپنی نانی صاحبہ کی خدمت میں ریاض و محنت سے اوقات بسر کرتے رہے جب نانی صاحبہ نے بھی وفات پائی تو اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اگرچہ فیض بطون بابا صاحب سے بھی حاصل تھا مگر بیعت نہ تھی اس خاندان میں اول والد ماجد سے بیعت کرتے ہیں من بعد اجازت دی جاتی ہے کہ اگر زیادہ حوصلہ ہو تو اور بزرگوں کی خدمت میں طلب کرو اس وقت حضرت والد ماجد کی عمر شریف سولہ برس کی تھی

اپنے پیر بزرگوار سے شرف بیعت حاصل کیا۔ سترھویں سال آپکی شادی ہوئی پھر دوسری اور تیسرے نکاح کی نوبت پہنچی ہاس کے بعد سواروں میں نوکر تا کرلی رفتہ رفتہ رسالدار بہادر ہو گئے مدت تک اسی عہدہ پر مامور رہے ہے، آخر کار پنشن لیکر گھر آن بیٹھے اور گوشۂ عافیت میں یاد الٰہی کرتے رہے ہے قوت جسمانی بھی آپ کی ایسی تھی کہ بڑا چرس ڈول کی طرح کھینچ لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بارہ فرزندار جمند عطا فرمائے تھے زوجہ اوّل سے سات انوار الحسن حیدر حسن فیض الحسن (دو صاحبزادوں کے نام راقم بھول گیا) زوجہ ثانی سے دو ابوالحسن عرف غوث علی دوم سید الحسن زوجہ ثالث سے تین صاحبزادے تھے (راقم کو ان کے نام بھی یاد نہیں رہے اور آپکے بھائی سید محمد حسن صاحب کے پانچ فرزند تھے قاسم علی، حیدر علی، عباس علی (دو کا نام یاد نہیں رہا)

فصل دوم۔ حالات بنی اعمام و اخوان حضرت قبلہ و کعبہ ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے برادر عم زاد سید قاسم علی صاحب ہمارے والد ماجد کی معرفت رسالہ میں نوکر ہوئے چند روز کے بعد ایک انگریز کو جو رسالہ کا افسر تھا اردو پڑھانے لگے چونکہ بھائی صاحب آزاد منش اور رنگین طبع آدمی تھے دیوالی دسہرہ محرم شبرات رمضان سب کا لطف اٹھاتے تھے الا بیخواری و زناکاری سے نہایت محترز و مجتنب رہتے تھے عشق و نقاش و مصور بھی بے مثل تھے لکھنے میں یہ کمال کہ ہر خط میں خط ملا دیتے تھے اتفاق سے دیوالی آئی خرچ پاس نہ تھا اس انگریز کے نام سے تنخواہ کا بل بنایا اور بعینہ اس کے سے دستخط کر کے خزانہ سے پیشگی روپیہ وصول کر لیا اور ایام دیوالی میں خوب کھایا اڑایا جب انگریز نے حسب معمول خزانہ پر بل بھیجا تو افسر خزانہ نے وہ پہلا بل دکھلایا اور کہا کہ روپیہ تم وصول کر چکے ہو دیکھا تو بعینہ اسکے دستخط موجود تھے متحیر ہو گیا بعد تحقیق پتہ لگا کہ یہ صناعی سید قاسم علی صاحب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ان کو بلا کر حال دریافت کیا تو آپ نے سارا حال سچ سچ بیان کر دیا ضابطہ کے موافق سنگین پہرہ میں نظر بند کئے گئے تیسرے دن پہرہ والوں سے بولے کہ میاں اب تو جی گھبرا گیا ہم جاتے ہیں یہ کہہ کر آنکھوں سے غائب ہو گئے ہتھکڑی اور بیڑی وہ گئی پھر جو دیکھا تو کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ صاحب سے ہمارا سلام کہہ دینا لو بھائی ہم تو جاتے ہیں اگر کچھ حوصلہ پکڑنے کا رکھتے ہو تو آجاؤ۔

نہ چارہ کرسکے کچھ موج دریا کی روانی کا　　　　کہیں وارستگان زنجیر جگر ٹے سے ٹھہرتے ہیں

پھر پہرہ والوں نے دوڑ کر صاحب کو اطلاع دی اس نے فوراً رسالہ کو تیار کیا اور گرفتاری کا حکم دیا سواروں نے آن کر چار طرف سے محاصرہ کر لیا اور چاہا کہ گرفتار کریں دیکھا تو صرف ایک بھنڈ اکھڑا ہے وہاں سے غائب ہو کر دور جا کھڑے ہوتے اور بولے کہ صاحبو سلام اب ہم جاتے ہیں صاحب سے بھی سلام کہنا پھر سوار دوڑے اور ہر طرف سے گھیر لیا دیکھا کہ ایک ببول کا درخت کھڑا ہے اور سید صاحب کا پتہ نہیں اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگے اسی میدان میں ایک ندی بہتی تھی دیکھا کہ ندی کے اس کنارہ پر کھڑے ہوئے کہتے ہیں کہ لو یہ آخری سلام ہے ؎

اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر　　　　پھر ملیں گے اگر خدا لایا

پھر نظر نہ آئے رسالہ واپس چلا آیا صاحب نے یہ ماجرا سُن کر سخت افسوس کیا اور کہا میں اس کا دشمن نہ تھا اگر اب بھی آجاتے تو میں اپنی تنخواہ کا اختیار دیتا ہاں خود کھائے اور مجھے کھلائے لیکن افسوس چلا ہی گیا بہت خوب آدمی تھا۔ قدر نعمت بعد زوال۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب سرکار انگریزی اور راجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب میں اتفاق و اتحاد کا سلسلہ قائم ہوا تو ملکہ انگلستان نے خلعت فاخر بھیجا جنرل صاحب نے حکم دیا کہ اس خلعت کے ساتھ میر احمد علی صاحب رسالدار مع اپنے رسالہ کے جاویں اس زمانہ میں ہم بھی والد کی خدمت میں تھے انکے ہمراہ منزل بمنزل لاہور پہنچے وہاں بھائی قاسم علی ملے جو غائب ہو گئے تھے معلوم ہوا کہ رنجیت سنگھ کے رسالہ میں نوکر ہیں ہر چند والد نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلو تمہارا قصور معاف کرا دیں گے مگر آنا قبول نہ کیا پھر ہم دہلی کو واپس آئے۔ ایک روز ارشاد ہوا کہ بھائی سید حیدر علی صاحب ابن عم کا بھی عجیب حال گزرا ہے ستر برس کے سن میں والدین نے ان کی شادی کر دی اسی زمانہ میں ایک فقیر صاحب سالک مجذوب پنجاب سے تشریف لائے چونکہ یہ خاندان ہمیشہ سے محب الفقرا اور طالب خدا ہے انکو بھی اہل اللہ سے محبت و ارادت تھی اس درویش کو ٹھہرایا اور خدمت و مدارات کی جب چھ مہینے گزر گئے تو فقیر صاحب جانے لگے بھائی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کیا حکم ہے فرمایا کہ اگر تمہاری والدہ ڈیوڑھی تک آکر اجازت دیں تو میں ابھی تمکو فقیر بنا دوں بھائی صاحب نے مجھ سے کہا آپ کسی طرح والدہ صاحبہ سے اجازت دلوا دیجئے میں

نے چچی صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا انھوں نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جیسا دلوا دینا
دیے میں نے کہا کہ حضرت دولت فقر گھر بیٹھے ہاتھ آتی ہے کچھ تردد نہ کیجئے خیر دروازہ تک
تشریف لائیں اور فرمایا اجازت ہے فقیر بنائے مگر جانا ہے کام نہ جاتا رہے فقیر صاحب نے کہا کہ
جب اجازت ہی ہو گئی تو ہم کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں یہ کہہ کہ بھائی صاحب کو بلایا اور
ان کی پیشانی پر کچھ لکیریں کھینچ کر فرمایا جاؤ ہم نے تم کو فقیر بنا دیا یہ بات فرما کر رخصت ہوئے
ہم نے بھائی صاحب سے پوچھا کہ تم کو کچھ اثر معلوم ہوا کہا کہ نہیں دوپہر کو جب ہم دونوں گھر میں
جا کر ایک جگہ سو رہے تو دو گھڑی کے بعد بھائی صاحب چلائے میں بولا خیر ہے کہا میرے قلب میں
ایک سُرخ سانپ نے کاٹا ہے تھوڑی دیر میں منہ سے کف آنے لگے تمام بدن پر آبلے پڑ گئے زبان بند
آنکھیں کھلی ہوئی سکتہ کا عالم طاری نہ خواب نہ بیداری نہ دیوانگی نہ ہوشیاری ؎

بیخودی بے سبب نہیں غالب　　کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

دن رات بیہوش پڑے رہتے نہ اور کی سنتے نہ اپنی کہتے اگر کوئی کھلاتا
کھاتے اٹھاتا اٹھتے بٹھاتا بیٹھتے ہر وقت آدمی نگہبان رہتے ؎

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند　　عجب شان ایزد سبحان ہے
ایکن کو دیت پھر اُنہی ایکن کو مانگنے دیت ہے　　ایکن کو بیٹھے دیت ایکن کو دیت نہ لیت ہے

المختصر سال بھر یہی حال رہا من بعد ایک دن اچانک ہوش میں آئے اور کہا بھائی جی میں برہنہ
ہوں اپنی چادر دو کہ وہی فقیر صاحب آتے ہیں ہم نے چادر دی اور پوچھا کہ وہ کہاں ہیں کہا کہ
قریب آ گئے ہیں یہ کہتے ہی تھے کہ فقیر صاحب تشریف لے آئے بھائی صاحب چادر اوڑھ
دست بستہ گردن جھکائی سامنے آئے فقیر صاحب نے فرمایا کہ کیوں فقیری کا مزا اچھا کیا
کہیں تم زبردست کی اولاد ہو کہ گردن پکڑ کر ہم کو کھینچ لیا ورنہ ہم تو خوب دق کرتے خیر
اب کہو کیا کہتے ہو بھائی صاحب تو چپ تھے ہم نے کہا ؎

ارے او میکدہ کے جانے والے　　ذرا کہہ دیجیو پیر مغاں کو
شراب شوق کا کم ہو گیا کیف　　پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو

فرمایا کہ اچھا ٹوپی کرتا تہبند لاؤ میں حسب طلب لایا۔ دونوں صاحب نہائے لنگوٹے

کھدے کپڑے پہنے مسجد میں آئے مجھ سے فرمایا تم دروازہ پر کھڑے رہو کسی کو مسجد کے اندر نہ آنے دو دو گھنٹہ تک ان کو تعلیم کیا باہر آئے اور لنگوٹے باندھ کر چلدیئے پھر کبھی نہ آئے بھائی حیدر علی صاحب اسی مسجد میں ہمیشہ گوشہ نشین رہے اور تاحیات اسی قسم کا لباس رکھا نہ دنیا دمافیہا سے کام نہ کسی سے کلام سے

نہیں ملتے ہیں جہاں میں وہ کسی سے جراُت   مل گیا جن کو مزا گوشۂ تنہائی کا

ایک روز ارشاد فرمایا کہ ہم چھ سات برس کی عمر میں ایک دن بھائی انوار الحسن کے ساتھ کھیل رہے تھے دفعتہً جو آسمان کی طرف نگاہ گئی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دستہ سواروں کا بڑے زرق وبرق سے ایک کوتل گھوڑا ہمراہ لیے چلا آتا ہے جب قریب آئے تو ایک سوار نے کہا کہ انوار الحسن آؤ یہ سنتے ہی وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اڑے اور ہماری نظروں سے غائب ہو گئے ہم نے چلا کر والدہ صاحبہ سے کہا کہ بھائی انوار الحسن کو آسمانی سوار اڑا کر لے گئے والدہ نے فرمایا چپ چپ شور نہ مچا پہلے بھی کئی بار ایسا معاملہ ہو چکا ہے بلکہ ایام شیر خوارگی میں بھی بارہا میری نظروں سے غائب ہو کر پھر آجاتے تھے لیکن ہم نے اس روز کے بعد پھر بظاہر گھر میں آتے نہیں دیکھا البتہ شب جمعہ کو چھپ کے والدہ صاحبہ سے مل جاتے تھے ایک بار والدہ صاحبہ نے ان سے کہا کہ اپنے والد سے بھی تو ملو وہ تمہارے مشتاق دیدار ہیں کہا کہ بہت اچھا بلایئے حضرت والد تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں تم نے تو صورت دکھانی بھی چھوڑ دی کہاں رہتے ہو عرض کیا کہ میرا مسکن ومقام دیکھئے گا فرمایا کہ اچھا والد اور والدہ دونوں کی آنکھیں بند کرائیں پھر جو کھولیں تو ایک دلکشا باغ دیکھا نہریں لبریز سبزہ لہلہاتا پھول کھلے درخت میوے سے لدے ہوئے مرغان خوش الحان نغمہ سنج عمارتیں خوشنما ہیں ؎

مبارک منزلے فرخندہ جائے

سات دن اسی باغ میں پھرتے رہے نہ کہیں اس کا آغاز ملا نہ انجام نہ انوار الحسن کا نشان نظر آیا جب بھوک لگتی میوے کھاتے نہروں کا پانی پی لیتے جس مکان میں جی چاہتا رات کو سو رہتے آٹھویں دن میاں انوار الحسن بھی ہنستے ہوئے آئے اور کہا حضرت میں یہاں رہتا ہوں فرمایا کہ تم ہم کو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے آج تم شکل دکھلائی ہے ہم آدمیوں میں رہنے

والے یہاں آٹھ دن تنہائی میں گذر بھلا گھر کے لوگ کیا کہتے ہوں گے ہم کو تو جہاں سے لائے ہو وہیں پہنچا دو اب ہمارا دل گھبرا گیا کہا کہ بہت اچھا آنکھیں بند فرمایئے پھر جو آنکھیں کھولتے ہیں تو وہی وقت ہے وہی دن وہی تاریخ وہی اپنا گھر حیران بیٹھے کہ الٰہی یہ آٹھ دن کہاں سے آگئے جو ہم نے باغ میں گزارے غرض بھائی انوار الحسن زمرۂ ابدال میں سے تھے اور اسی قسم کے لوگ قطب الاقطاب و خضر وقت ہوا کرتے ہیں۔

باب دوم ذکر ولادت شریف و حال پرورش و تحصیل تکمیل علم و کیفیت بیعت مشتمل بر سہ فصل

فصل اوّل۔ ولادت شریف و حال پرورش، بتاریخ ۱۴ یا ۱۱ یا ۱۸ یا ۲۵ ماہ رمضان المبارک ٹھیک تاریخ راقم کو یاد نہیں رہی ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۵ اگھن سمت ۱۸۶۱ ہندی ۲۰۔۱ اگھن سمت ۱۲۶۱ فصلی ۲۴۔۱ اگھن ۱۲۱۲ بنگلہ، ۷ دسمبر ۱۸۰۴ء بروز جمعہ وہ بلبل بوستان توحید سرو گلستان تفرید شاہباز اوج حقیقت تاجدار کشور معرفت شہسوار عرصۂ فقر و فنا خضر راہ منزل شناس ہر طریق سلطان ممالک تحقیق مرد میدان ترک و تجرید نغمہ سنج قانون عشق و توحید آفتاب انوار الٰہی سرچشمہ فیضان نامتناہی یعنی حضرت مرشد و مولائی قبلہ عالم و عالمیان کعبہ جان و جہاں سید غوث علی شاہ قلندر قادری شق آفتاب جہان تاب جلوہ فرمائے مطلع ظہور ہوئے ؎

سرو رُوحانیان آمد پدید — جنبشے در جسم و جان آمد پدید
شد منور عرصہ کون و مکان — کوکب کون و مکان آمد پدید
بوستان جان بہار از سر گرفت — نور بہار بوستان آمد پدید
کاروان غیب آمد در شہود — یوسفے در کاروان آمد پدید
ہست ہر دور زمان را صاحبے — صاحب دور زمان آمد پدید
کشتئے طوفانیے ہست ایں جہان — نوح کشتی جہان آمد پدید
علم حق میراث پیغمبر بود — وارث پیغمبران آمد پدید

ذات پاکش دودمان برا افتخار — افتخار دودمان آمد پدید
از برائے صید مرغان مکان — شاہباز لا مکان آمد پدید
آستانش قبلہ گاہ قدسیاں — قبلہ گاہ قدسیاں آمد پدید
زو صلائے کنت کنزاً مخفیاً — مالک گنج نہان آمد پدید
میزبان خوان حق مرد خداست — خوان حق را میزبان آمد پدید
صورت بخت جوان فضل خداست — صاحب بخت جوان آمد پدید
خود ظہور و ظاہر و مظہر یکے ست — از ظہور حق ہمان آمد پدید
بوالحسن غوث علی سلطان جان — اے حسن سلطان جان آمد پدید

چونکہ والدہ ماجدہ شریفہ حضرت رحمۃ اللہ علیہا کو ایک قسم کا جنون تھا اسلیے جدِ امجد یعنی جناب سید ظہور الحسن صاحب نے ان کا دودھ پلانا مناسب نہ سمجھا فکر رضاعت میں سرگرم ہوئے اتفاقاً قرب و جوار میں ایک پنڈت نیک تسعٰا رام سنیہی نام رہتے تھے معلوم ہوا کہ ان کی بیوی جو نہایت نیک نفس اور حمیدہ خصائل ہیں دودھ پلا سکتی ہیں آپ نے ان کو طلب فرمایا اور ان کی دامن تمنا کو ثمر مراد سے پُر کیا ؎

اُٹھو اے مدتوں کے سونے والو — تمہارے در پہ یہ دولت کھڑی ہے

زہے قسمت اس پنڈتانی مائی کی جس کو یہ دولت سری نصیب ہوئی سچ ہے بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک) بخوشی و خرمی دودھ پلانا شروع کیا نام آپ کا حضرت جدامجد نے خورشید علی رکھا تھا اور والد بزرگوار نے ابوالحسن بڑی والدہ صاحبہ نے غوث علی پنڈتانی مائی نے گنگا بشن ہرچند کہ پنڈتانی مائی کی اولاد دختری بہت تھی مگر اولاد پسری کی جانب سے یاس ہوگئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت کے قدوم فیض لزوم کی برکت سے بعد مدت رضاعت ایک فرزند بخت بلند عطا فرمایا جس نے حضرت قبلہ کی صحبت سے آخر کو رتبہ بحیا بوم[1] حاصل کیا۔

فصل دوم، تحصیل علم

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم چار برس چار مہینے کے ہوئے تو بڑی والدہ

[1] حالت جذب وقتاً ۱۲ ہر دو نام کتاب شاستر ۱۲

صاحبہ نے بسم اللہ پڑھاکر قرآن شریف شروع کرایا اور پنڈت رام سنیہی صاحب نے جو پدر رضاعی تھے نرنکار کا نام لے کر شاستر کا آرنبھ کیا دس برس کی عمر میں قرآن شریف نصف حفظ کر لیا اور نصف ناظرہ پڑھا کتب فارسیہ بھی تا سکندر نامہ بڑی والدہ صاحبہ سے پڑھیں اور سنسکرت سارت سدہ چندر کا تک پنڈت جی سے حاصل کی اور عربی کی صرف و نحو نانا محمد حیات صاحب سے جو بڑی والدہ صاحبہ کے والد تھے پڑھی بعد چند مدت کے ہمارے والد ماجد نے اپنے پاس دہلی میں بلا لیا یہاں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے ایک سبق کافیہ کا اور مولوی شاہ اسحٰق صاحب سے اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث شریف پڑھی باقی کتابیں مولوی فضل امام صاحب خیر آبادی سے پڑھیں یہ بہر ورد مغفور ہمارے حال پر نہایت شفقت فرماتے تھے اور ان کی اہلیہ کو بھی مثل مادر شفقہ کے محبت تھی حتی کہ بغیر ہمارے کھانا تناول نہ فرمایا کرتی تھیں ہم ان کے ساتھ بٹیالہ بھی گئے اور ضروری کتب دینیہ و منطق پڑھتے رہے جب وہ عالم قدس کو رحلت فرما ہوئے تو ہم کو نہایت رنج و الم ہوا اسدن سے کتابیں بالائے طاق رکھ دیں کہ نہ اس شفقت سے کوئی پڑھائے گا نہ ہم پڑھیں گے۔

فصل سوم ذکر بیعت

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے حسب دستور خاندان اول اپنے والد ماجد سے بیعت کی حضرت والد نے بعد تعلیم و تلقین دیکھا کہ ذوق طلب غالب ہے خود اولیاء اللہ کی خدمت با برکت میں لے جانے لگے اور جہاں جہاں مناسب سمجھا بیعت کرایا۔

شجرۂ نسبی و خلفائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ حَقِّقۡ قَلۡبِیۡ بِحُرۡمَتِ ابوالحسن خورشید علی عرف سید غوث علی شاہ قلندر قادری بن سید احمد حسنؒ عرف احمد علی بن سید ظہور الحسن عرف ظہور محمد بن محمدؒ عرف محمد علی بن سید حامد حسنؒ عرف حامد علی بن سید حمیدؒ علی عرف حمید الدین بن سید ابو سعید عرف انوار الحسن بن سید مصلح الدین عرف ناصر حسن میر میران بن سید مبارک حقانی بن سید محمد عرف محمد غوث اوچی حلبی گیلانی بن سید شمس الدین عرف محمد اعظم بن شاہ سید امیر عرف عبداللہ حسن

بن سید ابوالحسن[۱۳] عرف کرم علی بن سید ابو علی[۱۴] عرف محمد صالح بن سید مسعود[۱۵] عرف نور الدین بن سید ابو العباس[۱۶] احمد عرف حمید الدین بن صفی الدین[۱۷] عرف سید صوفی بن سید عبد الوہاب[۱۸] عرف سیف الدین بن قطب الاقطاب غوث الاعظم سید عبد القادر[۱۹] جیلانی بن سید ابو صالح[۲۰] بن سید موسیٰ[۲۱] ثالث بن سید عبد اللہ[۲۲] ثالث بن سید محمد زاہد[۲۳] بن سید محمد روحی[۲۴] بن سید داؤد[۲۵] بن سید موسیٰ[۲۶] ثانی بن سید عبد اللہ[۲۷] ثانی بن سید موسیٰ[۲۸] بن سید محسن[۲۹] عبد اللہ بن حسن[۳۰] مثنیٰ المعروف سید محمد بن شہید جام عشق حضرت امام حسن[۳۱] بن بلبل باغ مدینہ زہرائے بتول خاتون جنت حضرت فاطمہ[۳۲] بنت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ فخر انبیاء سرور اصفیاء محبوب رب العالمین صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط بِنَاءِ عِشْقِكَ وَ اِزْدِیَادِ مَحَبَّتِكَ ط

ایک روز ارشاد ہوا کہ دہلی میں حضرت والد ماجد مجھ کو سید فدا حسین شاہ صاحب رسول شاہی قدس اللہ اسرارہم کی خدمت بابرکت میں لے گئے میں نے ایک روپیہ پیش کیا تو میاں صاحب نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر لائے اور فرمایا یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا روپیہ اٹھالیا قبلہ گاہی صاحب نے فرمایا کہ بھائی مبارک ہو پھر ایک چھڑا اور کنٹھا کہربائی اور ایک رومال سبز کاہی اپنے مرید میاں توکل حسین شاہ صاحب سے طلب فرمایا رومال تو اپنے دست مبارک سے میرے سر پر باندھا اور چھڑا اور کنٹھا میرے ہاتھ میں دیا اس خاندان عالی شان کا شجرہ طیبہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسم اللہ بر زبان انم ! — شجرہ سہر ورد میخوانم
ہاتف غیب چوں ندا فرمود — خاکساران ہند ازد بشنود
نحن اقرب الیہ فی القرآن — غوث[۱] ماد علی ماست ہمان
ہست ایشان مجمع البحرین — جسم خاکست و جان فدائے حسین[۱]

[۱] مولانا سید غوث علی شاہ ۱۲

[۱] حضرت شاہ فدا حسین المعروف بہ تو دجہ نجم الدین جدائی ۱۲

جلوہ گر شد و خود ذات لطیف — خود مظفر حسین[1] شاہ حنیف
صورت انسان معنی اللہ — ظاہر حق رسول[2] صلے اللہ
گرد تنزیہ جلوہ در تشبیہ — نعمت اللہ[3] نفخت روحی فیہ
روح خود را نمود بہر شہود — گفت وحدت بنغمۂ داؤد[4]
نحن اقرب بود ز جان قریب — بلکہ جان و جہان جملہ حبیب[5]
قلب انسان بیت رب جلیل — ہست قربان جان اسمٰعیل[6]
جملہ عالم وجود حق دانید — مرتضیٰ[7] جان آن ہمہ خوانید
خلق تصویر صورت خلاق — خالق اندر تحکم بود رزاق[8]
عشق چون روح لبشر افتاد — معرفت ذات پاک اللہ داد[9]
مدرک جزو و کل زمین و زمن — ناطق است از توجہ میرن[10]
ہست ذاتی مع الصفات تمن — نزان شود در آسمان منجن[11]
صورت خویش حق عیان بنمود — شد محمد[12] وجود حق مشہود!
وحدت ذات کثرت آفاق — منجلے[13] بجلوۂ اسحاق[14]
ذات واجب بہر صفت موجود — خلق ممکن چو آدم و داؤد[15]
غیر حق را کجا ست نشو و نمو — جملہ بگذار خویشتن را جو[16]
من عرف نفسہ شود معلوم — ہر کہ خود را شناخت شد مخدوم[17]
جملہ کائنات قاسم از دست — این جہان و جہانیان ہمہ اوست
خود توئی حضرت جلال بزرگ — غیر تو نیست بے زوال بزرگ

---

[1] حضرت شاہ مظفر حسین معروف بہ مولانا حنیف سرِ حلقہ خاکساران ہند [2] حضرت سید رسول شاہ الوری [3] حضرت شاہ نعمت اللہ ولی الہامی [4] حضرت شاہ داؤد مصری [5] حضرت شاہ یحییٰ حبیب اللہ [6] حضرت شاہ اسمٰعیل [7] حضرت سید شاہ مرتضیٰ اللہ [8] حضرت سید شاہ رزاق [9] حضرت شاہ اللہ داد عرف عارف شاہ [10] حضرت شاہ میرن بندگی [11] حضرت شاہ منجن گوشہ نشین [12] حضرت شاہ محمد گوشہ نشین [13] حضرت خواجہ اسحٰق مغربی [15] حضرت

ہر احد احمد کبیر بدان — زانکہ در احمد ست احد پنہاں

کل شئی محیط ذات جلال[19] — ہست مستجمع صفات کمال

ما نفی ایم و تو ہمہ اثبات — رکن[20] عالم جمیع مخلوقات

مصحف ناطق بہاؤ الدین[21] — بلکہ لا ریب فیہ عین یقین!

توئی موجود ما ہمہ معدوم — خود تو ہی خادم و توئی مخدوم

صدر انسان ترجمان کتاب — شرح حرف مقطعات شہاب[22]

صورت انسان مرأت رحمٰن — رویت اندر ضیاء و عین عیان

اینما انت ثم وجہ[24] الدین — اندرون و برون مکان و مکین

حسن خلق محمد عبد[25] اللہ — لا شد عید سر بسر اللہ

ہر احد احمد[26] با میم ست — ہر دل اندر ہزار اقلیم ست

ہر دم شد علو[27]ے دینوری — بہر تعظیم صورت بشری

امر ربی جنید[28] روح ست — یرجع الاصل روح راح ست

قال انسان سری[29] سقطے — وحدہ لا شریک لہ، فقطے!

ما عرفناک گفت خود معروف[30] — لا وجود صفات بے موصوف

آئینہ صاف صیقل داؤد[31] — در ہمہ خلق روح خود بنمود

لَیْسَ شَیْءٌ سِوَی الْحَبِیْبِ[32] لَکُمْ — کُلِّ شَیْءٍ حَبِیْبُ بَلْ اَنْتُمْ

حی و قیوم شد علی رضا[33] — زان سبب شد وجود ارض و سما

شاہ داؤد قریشی [17] حضرت شاہ راجن قتال سید بخاری [18] حضرت شاہ احمد کبیر الحسن مخدوم جہانیاں جہاں گرد [19] حضرت سید جلال بخاری [20] حضرت شیخ مخدوم رکن الدین ابو الفتح ملتانی [21] حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی [22] حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی [23] حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی [24] حضرت خواجہ وجیہہ الدین سہروردی [25] حضرت خواجہ عبداللہ دینوری [26] حضرت خواجہ احمد اسود دینوری [27] حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری [28] خواجہ ابو القاسم جنید بغدادی [29] حضرت ابو الحسن سری سقطی [30] حضرت خواجہ معروف کرخی [31] حضرت خواجہ داؤد طائی [32] حضرت خواجہ حبیب عجمی [33] حضرت امام علی موسیٰ رضا۔

علم و توحید موسیٰ[۳۴] سے کاظم | منکشف بر اصاغر و اعظم
فیض عرفان جعفر صادق[۳۵] | چون احادیث مصحف ناطق
گفت حضرت محمد[۳۶] باقر | جملہ حق ست اوّل و آخر
شاہ زین العباد[۳۷] خود فرمود | کس دگر نیست واحد است وجود
ماہمہ مقتدی امام حسین[۳۸] | قل ہو اللہ ہست فی الکونین
جملہ اسماء صفات ذات متین | نطق ادراک نیست خلق حسن[۳۹]
عین حق جملہ جہان علی[۴۰] ست | اندرون و برون خفی و جلی ست
این حقیقت محمدی موجود | ظاہرا عبد باطنا معبود
من عرف نفسہ رسید بدوست | ہرکہ خود را شناخت آن ہمہ اوست
یک حقیقت[۴۱] محمدی انسان | شد منزہ مشبہ ہو فی شان
جامہ کہنہ فراق دربدر! | چون عبادی وصال را پوشید
اے برادر ہر زمان دل شاد باش | از ہمہ کار جہان آزاد باش

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت والد بزرگوار مجھ کو باریؔ میں لائے اور حضرت میر اعظم علی شاہ صاحب سے بیعت کرایا دل و جان سے عنایت و محبت فرماتے جہاں میں جاتا آپ بھی ہمراہ جاتے اگر سفر دور دراز کا ارادہ ہوتا تو مدت مراجعت کا اقرار لیتے اتفاقاً معاودت میں دیر ہو جاتی تو خود جستجو کے لیے سفر کرتے تا حین حیات یہی معاملہ رہا جب خلافت عطا فرمائی اپنی اولاد کو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرایا اس خاندان علیہ کا شجرۂ طیبہ یہ ہے۔

شجرہ قادریہ

پاک آن ذات بے نشان احد | کہ بدو ہیچ سلسلہ نہ رسد
لیک اندر طریقہ ارشاد | دست در دست رہنمایان داد

[۳۴] امام موسیٰ کاظم [۳۵] امام جعفر صادق [۳۶] امام محمد باقر [۳۷] امام زین العابدین [۳۸] سید الشہداء شہید کربلا امام حسین [۳۹] سید الشہداء امام حسن [۴۰] اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب [۴۱] احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

اشرف الانبیا حبیب خدا ‏ اسد اللہ باب علم ہدا!

ہم حسن ہم حبیب ہم داؤد ‏ باز معروف راحق بمود ر!

زدہ سری جنید و شبلی دم ‏ عبد واحد ابوالفرح پے ہم!

بوالحسن بوسعید آمد باز ‏ غوث اعظم کشودہ پردہ راز

عبدالرزاق شد ازو صالح ‏ اقتدایش نمود بوصالح!

از پس شاہ احمد ادلی ‏ کرد دعوت شہاب دین بخدا!

شمس دین ست پس علاء الدین ‏ باز نور محمد ست ببین!

بعد محمود ہست عبد جلال ‏ پس بہادل قلندر خوش حال

بوالمعالی ست رہنمائے یقین ‏ باز حضرت مقیم محکم دین

بعد سید امیر بالا پیر! ‏ راہ عبداللطیف بری گیر

شیخ درویش و خان احمد شاہ ‏ باز عبداللطیف حق آگاہ

مدح شاہ ست و سید اعظم علی ‏ شاہ غوث علی و مولائی!

شہ سوار معارک تجرید ‏ تاجدار ممارک توحید

---

[1] سرور ہر دو سرا محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [2] حضرت اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ رضؓ [3] حضرت حسن بصری۔ [4] حضرت خواجہ حبیب عجمی [5] حضرت خواجہ داؤد طائی [6] حضرت خواجہ معروف کرخی [7] حضرت خواجہ سری سقطی [8] حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی [9] حضرت ابوبکر شبلی۔ [10] حضرت عبدالواحد یمنی شیخ عبدالعزیز یمنی [11] حضرت ابوالفرح طرطوسی [12] حضرت ابوالحسن علی القریشی الہنکاری [13] حضرت ابوسعید مبارک مخزمی [14] حضرت سید غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی [15] حضرت سید عبدالرزاق [16] حضرت خواجہ ابوصالح نصر [17] حضرت سید احمد شاہ ادلی [18] حضرت سید شہاب الدین [19] حضرت سید شمس الدین [20] حضرت سید علاء الدین شاہ [21] حضرت سید نور محمد شاہ [22] حضرت سید عبدالجلال صحرائی [23] حضرت سید بہادلی شیر قلندر [24] حضرت ابوالمعالی [25] حضرت محکم الدین مجروی حضرت شاہ امیر بالا پیر [26] حضرت عبداللطیف بری [27] حضرت شیخ درویش حضرت شاہ احمد صاحب کرتپوری [28] حضرت شیخ عبداللطیف ثانی کرتپوری [29] حضرت مدح شاہ منداوری [30] حضرت سید اعظم علی شاہ بابردی [31] حضرت غوث علی شاہ قلندری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۱۲

بحر عرفان محیط بے پایان! — برتر از وصف و ماورائے بیان
اے حسن کو زبان کر راز دہد — خبر از بے نشان کہ باز دہد

اس خاندان کی تعلیم و تلقین کے بعد ہم نے میر صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت اب کیا کیا جائے فرمایا کہ میرٹھ میں مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب کے پاس جاؤ جو کچھ فرمادیں عمل میں لاؤ اور ایک نامہ بنام شاہ صاحب تحریر فرمایا اس کو لے کر ہم میرٹھ پہنچے اور مولوی نیاز علی صاحب کے ساتھ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے نہایت مربیانہ اور بزرگانہ عنایت فرمائی تین دن روزہ رکھوا کر اتحادی توجہ دی مولوی نیاز علی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ اس وقت چند مرید حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھے بعد توجہ فرمایا کہ کوئی شخص ان کے جسم کو ہاتھ نہ لگائے ورنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا یہ ظرف عالی انہیں کا ہے کہ تحمل کیا دوسرا ہوتا تو قلب شق ہو جاتا اس بعد داخل سلسلہ کر کے تعلیم و تلقین شروع کی ایک برس ہم وہیں رہے رات کو بھی شاہ صاحب ہم کو اپنے پاس ٹھہراتے تھے جب سلوک طے ہو گیا تو مولوی صاحب نے خلافت عطا فرمائی اور اپنی اولاد کو مرید کرایا اس خاندان عالی شان کا شجرہ یہ ہے۔

شجرہ خاندان نقشبندیہ

شرح سازم خاندان نقشبندی[1] جلی — فرد توحید مجرد بوالحسن غوث علی[1]
شہ حبیب اللہ[2] صاحب مظہر اسرار غیب — بوسعید[3] احمدی از شاہ عبداللہ ولی
مظہر حق جان جاناں[5] نائب پیغمبران — سیدی نور محمد شیخ سیف الدین[7] سنی
خواجہ معصوم ست[8] احمد خواجہ باقی[10] خواجگی[11] — خواجہ[12] درویش و محمد زاہد احرار ولی

[1] حضرت سید ابوالحسن غوث علی شاہ قلندری قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ [2] حضرت حبیب اللہ شاہ صاحب سنبھلی [3] حضرت ابوسعید احمد سرہندی [4] حضرت غلام علی شاہ دہلوی [5] حضرت مرزا جان جاناں صاحب دہلوی۔ [6] حضرت سید نور محمد صاحب [7] حضرت شیخ سیف الدین صاحب حنامی [8] حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب [9] حضرت احمد مجدد الف ثانی صاحب سرہندی [10] حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب دہلوی [11] حضرت خواجہ کنگی صاحب [12] حضرت خواجہ درویش محمد صاحب [13] حضرت محمد زاہد عبیداللہ احرار صاحب۔

خواجہ یعقوب[14] بہاؤالدین[15] دگر میر کلاں[16] | خواجہ بابا[17] داں دگر خواجہ علی[18]
خواجہ محمود[19] دست دیگر خواجہ عبدالخالق[20] است | خواجہ یوسف[21] باز شیخ فارمدان بو علی[22]
بوالحسن[23] پس بایزید[24] و جعفر صادق[25] بود | قاسم[26] و سلمان[27] ابوبکر[28] و رسول[29] ہاشمی
یاالٰہی از طفیل خاندان نقشبند | مبتلا سازی بعشق خود حسن را دائمی

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

المختصر انیس بزرگوں سے جناب قبلہ نے بیعت کی ان میں گیارہ مسلمان تھے اور آٹھ ہندو راقم کو جو شجرہ ہاتھ آیا وہ لکھا۔

باب سوم درحالات سیاحت مشتمل بر یکصد دو ارشاد

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہماری عمر آٹھ برس کی تھی کہ جناب دادا صاحب و نانا صاحب اور والد بزرگوار اپنے ہمراہ ہم کو حاجی لعل صاحب کی خدمت میں لے گئے یہ بزرگ مولانا فخر الدین صاحب چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے جب ہم ان کی خدمت میں پہونچے تو سروقد تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور بڑے تپاک سے اپنے پاس بٹھایا پھر نہایت عجز و انکسار کیا تھ فرمانے لگے کہ بھائی لڑکے ہیں بہت دنوں سے تمہارا منتظر و مشتاق تھا خوب ہوا کہ تم آ گئے ہمارے پاس جو تمہاری امانت ہے لے لو اس وقت محفل خاص تھی دروازہ بند اور قوال خوش الحان غزل گا رہے تھے کہ حضرت کو جوش آیا اور میری طرف متوجہ ہو کر القا کیا میں ایسا بیخود و بے ہوش ہوا کہ تن بدن کی بھی کچھ خبر نہ رہی بلکہ اس دم علم بھی بالکل مفقود تھا نانا صاحب خفا ہونے لگے کہ اس صغیر سن بچہ پر ایسی سخت نظر کیوں ڈالی والد نے عرض کیا کہ حضرت جائے شکر ہے نہ محل

[14] حضرت خواجہ یعقوب چرخی [15] حضرت خواجہ بہاؤالدین صاحب نقشبند [16] حضرت خواجہ میر کلاں صاحب [17] حضرت خواجہ بابا سماسی [18] حضرت شیخ بو علی رامیتنی [19] حضرت خواجہ محمود صاحب [20] حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب [21] حضرت خواجہ یوسف ہمدانی [22] حضرت خواجہ شیخ بو علی فارمدی [23] حضرت ابوالحسن خرقانی [24] حضرت طیفور شامی بایزید بسطامی [25] حضرت امام جعفر صادق [26] حضرت سید قاسم صاحب [27] حضرت سلمان فارسی [28] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [29] حضرت رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شکایت یہ بچہ بڑا صاحب نصیب ہے پھر والد مجھ کو گھر اُٹھا لائے آٹھ دن تک یہی حالت رہی نویں دن ہوش آیا اور طبیعت غالب ہوئی اس روز سے جس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا کسی کی توجہ کا اثر نہیں ہوا اور اگر کچھ ہوا بھی تو بیخودی طاری نہ ہوئی اور اگر آناً فاناً بیخودی بھی ہوئی تو علم نے مطلق جنبش نہیں کی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ زمانہ طفلی میں ہم کو ایک سنیاسی نے جرٹناڑی کپالی[1] تعلیم کی اس شغل میں حواس ظاہری مفقود ہو جاتے ہیں اور روح دماغ میں آجاتی ہے جس خیال میں انسان بیٹھتا ہے اسی میں رہتا ہے جب ہم کو مشق ہو گئی تو ایک دن خیال آیا کہ دیکھیں تو دوسرے پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے یا نہیں ہم نے اپنے بھائی کو جو والدہ صاحبہ کلاں سے تھے کپالی چڑھائی وہ بالکل بے ہوش ہو کر بشکل مردہ گر پڑے اتارنا ہم کو آتا نہ تھا نہایت حیرانی دامن گیر ہوئی کہ اب کیا علاج کریں والدہ صاحبہ کلاں کو خبر ہوئی مضطرب ہو کر تشریف لائیں اور فرمایا کہ ایک تو گیا ہے دوسرا بھی چلا لوگ گمان کریں گے اس نے بھائی کو مار ڈالا ہے ایک پیالہ دہی کا لا کر اس کے سامنے گرا دیا جو آن کر پوچھتا اس سے فرماتیں کہ نہیں معلوم کیا ہوا دہی کھا کر قے کی ہے میں گھبرا کر اس سنیاسی فقیر کے پاس گیا اور سارا حال بیان کیا انہوں نے بہت ملامت کی اور کہا کہ کیا تم کو اس واسطے یہ عمل سکھلایا تھا کہ لوگوں کا تماشا دیکھو ہم نے تو اس لئے سکھلایا تھا کہ یاد الٰہی میں مشغول رہو گے خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا یہ کہہ کر ہمارے گھر آئے اور بھائی کے سر پر شکیں چھوڑ دائیں جب تیسری شک کی نوبت پہونچی تو اُٹھ بیٹھے پھر ہم نے بھائی سے بیہوشی کی کیفیت دریافت کی کہا میں تو زندہ تھا اور تم سب کو پکار پکار کے کہتا تھا کہ میں زندہ ہوں تم گھبراؤ مت میں کنوے میں پڑا ہوں مجھ کو نکال لو لیکن تم سنتے نہ تھے اور مجھے کسی طرح کی تکلیف بھی نہ تھی اس دن سے ہم نے توبہ کر لی کہ پھر ایسا کام ہرگز نہ کریں گے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے وطن کے چمار کا لڑکا دریا کنارے جا کر کچھ پڑھا کرتا تھا ہم نے دریافت کیا اس نے کہا میاں صاحب ایک منتر سدھ کرتا ہوں ہم نے کہا کہ جس روز تیسرا منتر

---

[1] کپالی یعنی حبس دم یہ دو قسم ہے ایک چیتن ناڑی اور دوسرے جرٹ ناڑی چیتن ناڑی وہ ہے کہ بسبب حبس دم کے روح دماغ میں آجاتی ہے لیکن ہوش و حواس درست رہتے ہیں اور جرٹ ناڑی میں ہوش حواس مفقود ہو جاتے ہیں ۱۲

سدھ ہو، ہم کو بھی ساتھ لے چلنا وہ ایک رات کو آیا اور ہم کو ساتھ لے گیا دریا کے کنارہ پہنچ کر موہن بھوگ اور چاول وغیرہ پکائے بھینٹ دی پوجا کی اور منتر پڑھ کر فارغ ہوا۔ دونوں گھر چلے ہم نے کہا کہ اب اس کا تماشا تو دکھا اس نے کنکر پڑھ کر ایک درخت پر مارا نیچے سے اوپر تک آگ لگ اٹھی اور جل کر خاک سیاہ ہو گیا یہ طرفہ ماجرا دیکھ کر ہم نے کہا کہ اب تو ایک کنکر ہمارے اوپر مار اس نے اول تو بہت انکار کیا مگر کہنے سننے سے مجبور ہو کر بولا کہ ہوشیار ہو جاؤ ہم نے یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرِ جِیْلَانِی شَیْئًا لِلّٰہِ کہہ کر اپنے گرد حصار کھینچ لیا اس نے کنکر مارا کچھ نہ ہوا دوسرا مارا تیسرا مارا کچھ بھی نہ ہوا پھر تو ہم حصار کو توڑ کر باہر آئے کہ یہ پھر دسم اچھا نہیں اس چمار سے کہا کہ بھلا اب تو کنکر پھینک اس نے غصہ میں آکر ایک اور مارا تو وہ کنکر ہمارے سینہ پر آن کر ایسا لگا جیسے لٹھ لگتا ہے پھر ہمارے سینے پر سے اوچٹ کر اس کی پیشانی پر جا کر لگا وہ اوندھے منہ گرا اور تمام سوراخہائے جسم سے خون جاری ہو گیا ہم نے ڈر کر اس کے باپ کو اطلاع دی وہ اپنے لڑکے کو اٹھا کر ہمارے نانا محمد حیات صاحب کی خدمت میں لایا نانا صاحب نے مجھ سے کیفیت دریافت فرمائی میں نے حاصل مفصل بیان کر دیا آپ نے مجھ کو دو تین طمانچہ لگائے اس وقت ہماری عمر کوئی دس بارہ برس کی تھی پھر فرمانے لگے کہ شیخ عبد القادر کیا تیرے لئے دوربین لگائے بیٹھے ہیں کہ ہر دم تکتے رہیں گے یا ہر وقت تیرے ساتھ پھریں گے خبردار تم جانو گے جو پھر ایسا کیا اگر یہ مر جاتا تو کیا علاج ہوتا غرض ہم کو مارا پیٹا اور بہت سرزنش کی تب حضرت کا غصہ فرو ہوا پھر سورہ مزمل دم کر کے اس کو پانی پلایا اور نہلایا اور کئی دن کے بعد وہ اچھا ہوا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہماری عمر دس بارہ برس کی تھی کافیہ کا سبق پڑھ کر گھر کو آتے تھے راہ میں ایک فقیر ملے سبق وغیرہ کی کیفیت پوچھی پھر فرمایا کہ ہم تم کو ایک آیت بتلاتے ہیں گیارہ دن تک پڑھو ہم نے کہا بہت اچھا۔ پھر آیت کریمہ با موکلات بتائی اور کہا کہ رات کے وقت تنہا مکان میں حصار کر کے پڑھنا اور چراغ کی لو کو دیکھتے رہنا ہم نے ایسا ہی کیا اول روز تو کچھ نہ ہوا دوسرے دن دو شیر جھینگے کے برابر چراغ کی لو پر لڑتے ہوئے نظر آئے تیسرے دن چوہے کے برابر چوتھے روز بلی کے برابر پانچویں دن کتے کے برابر ہو گئے اس وقت چراغ

گل ہو گیا اور کوٹھری کا دروازہ کھل گیا ہم ڈر کر بھاگے اور بڑی والدہ کی گود میں جا چھپے اس وقت کچھ ہوش نہ رہا اور بخار چڑھ آیا صبح کو فقیر صاحب خفا ہوتے ہوئے آئے کہ تم نے عمل خراب کر دیا نانا صاحب نے فرمایا شاہ جی آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں اگر عمل کرانا منظور تھا تو آپ اس کے پاس بیٹھے ہوتے بھلا یہ عمر اور جلالی عمل اگر آپ ہم کو بتائیں تو دیکھو پورا کرتے ہیں یا نہیں یہ سن کر فقیر کا غصہ دھیما ہوا اور ہم سے کہا کہ آؤ ہم تم کو ایک چیز بلا محنت دیتے ہیں الگ لے جا کر یہ قطعہ بتلایا ؎

اے کریمیکہ از خزانہ غیب　　گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستان را کجا کنی محروم　　تو کہ با دشمنان نظر داری

اور کہا اس کو سوتے وقت تین بار پڑھ لیا کرو صبح کو ایک روپیہ مل جایا کرے گا۔ ہم نے پڑھا تو صبح کو روپیہ پایا اور والدہ صاحبہ کو دے دیا تیسرے روز انہوں نے دریافت فرمایا کہ تم ہر روز روپیہ کہاں سے لاتے ہو ہم نے اصل حال کہہ دیا فرمایا کہ اچھا تم ہم کو بھی اجازت دو ہم نے اجازت دے دی انکو بھی ایک روپیہ روز ملنے لگا پھر والدہ نے فرمایا کہ اپنے والد کو بھی اجازت دو والد نے کہا کہ ایسا نہ ہو سب سے اس کی تاثیر جاتی رہے چنانچہ یہی ہوا میں نے والد کو بھی اجازت دے دی اگلے روز کسی کو کچھ نہ ملا۔ جناب دادا صاحب نے بھی یہ تمام قصہ سنا مجھ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ ہم تو سمجھے تھے تم نے کوئی کمال راہ فقر کا حاصل کیا ہوگا یہ کیا بڑی بات ہے جو تم نے سیکھی تھی آج رات کو یہ شعر پڑھ کر سونا ؎

کریما بہ بخشائے بر حال ما　　کہ ہستم اسیر کمند ہوا

یہ عمل کیا تو پانچ روپیہ روز ملنے لگے تیسرے دن دادا صاحب نے فرمایا کہ تم ہزار آدمیوں کو ہر روز اجازت دو گے تب بھی اس عمل کی یہی تاثیر رہے گی آؤ اب تم کو پچاس روپے روز کا عمل بتائیں۔ عَزَمْتُ عَلَيْكَ يَا تَمْسَائِيلُ يَا قُدُّوسُ يَا رَزَّاقُ يَا بَاسِطُ يَا وَكِيلُ يَا هَيْنُوتَهُ بِبَيْعَهْ يَا مَعَاشِرَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ الْأَمْمَنِ تَحْضُرُ وَبِحَقِّ كَمَا كَائِيلُ بِحَقِّ أَسْمَاءِ الْحُسْنٰى وَبِحَقِّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ يَا هُمْ يَا هُمْ يَا هُمْ نُورَائِيلُ اس عمل کو بھی کیا تو فی الحقیقت ٹھیک پایا پھر دادا صاحب نے فرمایا کہ آئندہ یہ عمل

نہ کرنا فقیر کو نان جویں بس ہے ہاں اشد ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر تم شہنشاہی چاہتے ہو
تو ایک عمل ہماری آبائی میراث ہے لیکن فقیری بغیر رضا و تسلیم کے حاصل نہیں ہوتی وہ عمل یہ ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۃ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۃ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ
یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا کَافِیْ یَا شَافِیْ یَا ھَادِیْ یَا لَطِیْفُ یَا بَاقِیْ اَجِبْ یَا
رُوْقَائِیْلُ اَنْتَ وَخُدَّامُكَ مِنَ الرُّوْحَانِیَّۃِ السَّمٰوٰتِیَّۃِ وَالْاَرْضِیَّۃِ اَنْتَ یَا
مَذْھَبُ سَامِعًا مُطِیْعًا بِحَقِّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۃ وَبِحَقِّ مَلِكِ الْغَالِبِ
عَلَیْكُمْ اَمْرُہٗ اَبْجَدْ وَبِحَقِّ لِطَحْطِیْلِ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ۃ اِنَّ الْبَاطِلَ
كَانَ زَھُوْقًا ۃ اقسمت عَلَیْكُمْ یَا كَزْكَزْ سَیَائِیْلُ سَخِّرْلِیْ قُلُوْبَ جَمِیْعِ بَنِیْ اٰدَمَ
وَبَنَاتِ حَوَّا بِحُرْمَتِ سَیِّدِ كَھْوْنَفِ وَبُوْشِ اَنْتَ جِبْتِیْ بِالسَّمَاءِ وَتَحْتِ
تحضروا تحضروا الْمُسَخَّرَاتِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ یَا قَادِرَ الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَ
اللَّاھُوْتِ وَالْھَاھُوْتِ سَخِّرْلِیْ قُلُوْبَ كُلِّ شَیْءٍ وَبِكُلِّ شَیْءٍ بِقُدْرَتِہٖ وَ
بِعَظْمَتِہٖ بِحَقِّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۃ وَبِحَقِّ لَآ اِلٰہَ
اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۃ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت قبلہ گاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبدیلی دہلی کو ہوئی
تو مجھ کو بھی وطن سے طلب فرمالیا اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں
سپرد کر دیا ایک لڑکا رسالدار بہادر کا ہمارا ہم عمر و ہم سبق تھا اور چونکہ حضرت والد ماجد
اور رسالدار میں واسطہ اتحاد تھا اس لئے ہم دونوں میں بھی انس ہو گیا ایک دن لڑکے نے پچاس
روپے بطور قرض مانگے میں نے دے دیئے کیونکہ حضرت قبلہ کی تنخواہ میرے پاس رہتی تھی اور
اس امر کی اطلاع بھی حضرت کو کر دی فرمایا کہ خوب کیا لیکن اس سے لینا نہیں دو مہینے بعد وہ
روپیہ لایا میں نے انکار کیا اس نے اپنے والد سے کہا وہ خود دے کر آئے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ رسالدار
صاحب بچوں کے معاملہ میں آپ کیوں پڑتے ہیں وہ آپس میں بھگت لیں گے میں نے یہ روپیہ دیا
نہ آپ سے لوں خیر حساب دوستاں در دل سمجھ کر وہ چپ ہو رہے مگر وہ روپیہ بصورت تحائف
ادا کیا وہ لڑکا ہمارا یار نہایت حسین وجمیل آدمی تھا یہاں تک کہ اپنے حسن صورت پر آپ فریفتہ ہو

گیا ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ آئینہ روبرو ہے اور آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے میں نے پوچھا کیوں بھائی خیر ہے بولا کیا کہوں مجھ کو اپنی صورت پر آپ پیار آتا ہے اگر دوسرے پر عاشق ہوتا تو بھلا اس کو گلے سے تو لگا سکتا اب خود ہی عاشق خود ہی معشوق کروں تو کیا کروں میں نے کہا کہ یہ تو کچھ بڑی بات نہیں تم آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھو اور میری چھاتی سے لگ جاؤ ہنسنے لگا اور یہ کہا کہ بھائی تم کو تو ہر وقت دل لگی ہی سوجھتی ہے تمہاری بلا سے کوئی مرے یا جئے پھر آئینہ پھینک کر کھڑا ہو گیا تمت

عاشق و عشق و بت و بتگر و عیار یکے ست

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے ہم سبق پڑھتے تھے کہ ایک شخص امیرانہ لباس پہنے ہوئے آیا اور عرض کی کہ میری سرگذشت سننے کے قابل ہے حضرت میری عقل کام نہیں کرتی حیران ہوں کیا کروں اور کہاں جاؤں آپ کی خدمت میں اس لئے آیا ہوں کہ جو ارشاد ہو بجا لاؤں میں لکھنؤ کا باشندہ اور روزگار پیشہ آدمی تھا ایک دفعہ بے کاری کے باعث گھر پر تنگی بھی گزرنے لگی ارادہ کیا کہ کہیں باہر نکل کر تلاش معاش کروں سرمایہ کم رہ گیا تھا تھوڑا سا زادِ راہ لے کر ادھر کو چلا اثنائے راہ میں ریواڑی آئی اس زمانے میں وہاں صرف ایک سرائے اور تکیہ آباد تھا اس سرائے میں چند بھٹیاریاں اور دو ایک کسبیاں رہتی تھیں میں سرائے میں اترا اور گھوڑا باندھ کر خاموش و متفکر چارپائی پر جا بیٹھا کیونکہ خرچ پاس نہ تھا اتنے میں ایک کسبی آئی اور کہنے لگی کہ میاں جوان کس فکر میں بیٹھے ہو کھانے دانے کا سامان کیوں نہیں کرتے میں نے کہا ابھی ہارا تھکا آیا ہوں ذرا سستا لوں تو کچھ بندوبست کروں وہ چلی گئی اور ذرا دیر بعد پھر آئی کہا اب کیا دیر ہے میں نے پھر وہی جواب دیا تیسری بار پھر آئی اور بولی کہ یہ کیا بات ہے گھوڑا ناچتا ہے اور تم کو کچھ فکر نہیں ناچار جو بات تھی میں نے سچ سچ کہہ دی کہ کوڑی گرہ میں نہیں رہی اب گھوڑا یا ہتھیار بیچتا ہوں تو نوکری کیسے کروں گا اور بسر نہ کروں تو خرچ کہاں سے لاؤں وہ چپکی چلی گئی اور دس روپیہ لا کر میرے حوالہ کئے کہ یہ روپیہ میں نے چرخہ کات کر اپنے کفن و دفن کے لئے جمع کیا ہے آپ کو قرض حسنہ دیتی ہوں جب خدا تم کو دے ادا کر دینا غرض میں وہ روپیہ خرچ کرتا ہوا دیپور پہنچا وہاں جھٹ پٹ نوکری مل گئی اور کچھ ایسا فضل ربی ہوا کہ پانچ ہی برس میں امیر کبیر

بن گیا پھر تو حشم خدام ہاتھی گھوڑے سب ٹھاٹ امیرانہ مہیا تھا گھر سے خط آیا کہ لڑکا جوان ہو گیا ہے ٹڈلے بھی تقاضا کرتے ہیں جلد آن کر شادی کا سامان کر دیں راجہ سے رخصت لے کر بڑے ٹھاٹ سے چلا اور ریواڑی کی طرف کو روانہ ہوا جب اسی سرائے میں اُترا تو کبھی کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ مہینہ بھر سے بیمار اور کوئی دم کی مہمان ہے جب اس کے پاس پہنچا تو میرے سامنے جان بحق ہو گئی تجہیز و تکفین کی اور اپنے ہاتھ سے اس کو قبر میں اتارا اور دفن کر کے چلے آئے جب آدھی رات گذری تو خیال آیا کہ جیب میں پانچ ہزار کی ہنڈی تھی دیکھا تو ندارد بڑی پریشانی ہوئی سوچتے سوچتے ذہن میں گذرا کہ ضرور اس قبر کے اندر ہنڈی گری پلنگ سے اُٹھ سیدھا قبرستان میں پہونچا اور قبر کھود ڈالی کیا دیکھتا ہوں کہ نہ وہاں میت ہے، نہ ہنڈی ہاں اک طرف کو دروازہ سا نظر آتا ہے اس کے اندر چلا گیا نہایت پُر فضا و دلکشا باغ نظر آیا اس میں ایک مکان عالیشان ہے فرش و فروش سے آراستہ اور ایک عورت نہایت حسین و مہ جبین بیٹھی ہے دل میں خیال آیا کہ اہا یہ تو کسی شاہزادی کا مکان ہے ایسا نہ ہو کوئی مجھے روکے ٹوکے جھجک کر قدم پیچھے ہٹایا ہی تھا کہ اس کے گرد جو پرستار و غلام دست بستہ کھڑے تھے ایک میرے پاس آیا اور بلا کر لے گیا اب وہ عورت کہتی ہے کہ تم نے مجھ کو پہچانا نہیں میں نے کہا نہیں کہا اجی میں وہی تو ہوں جس نے تم کو دس روپے دیئے تھے آج اسکی بدولت اللہ تعالیٰ نے یہ عروج مجھ کو عطا فرمایا ہے لو یہ تمہاری ہنڈی بھی موجود ہے جو قبر میں گر پڑی تھی اب دیر نہ کرو جلد چلے جاؤ میں نے کہا کہ ذرا یہاں کی سیر تو کر لوں وہ بولی کہ یہاں کی سیر تم قیامت تک بھی نہ کر سکو گے اتنی ہی دیر میں دنیا کے اندر کیا سے کیا ہو گیا ہو گا بس تم جاؤ خیر میں اس کے کہنے کے موافق چلا آیا شاید کوئی تین گھڑی کا عرصہ لگا ہو گا قبر کے باہر نکل کر دیکھتا ہوں تو زمانہ کا رنگ ہی کچھ اور ہے نہ وہ تکیہ نہ وہ سرائے نہ وہ آدمی نہ وہ بستی سرائے کی جگہ پر ایک شہر آباد ہے پہلا حال جس سے پوچھتا ہوں وہ مجھ کو دیوانہ بتلاتا ہے اور کہتا ہے میاں خیر ہے کیسی سرائے اور کون امیرست

اے ہم نفس نہ پوچھ میسّر ہے کہاں سرائے — ہم ہیں مسافر اور جہاں کارواں سرائے

آخر ایک آدمی نے کہا کہ چلو میں آپ کو ایک بزرگ کے پاس لے چلوں شاید ان سے کچھ پتا لگے وہ بڑا معمر آدمی ہے میرا حال سن کر اس نے بحر تفکر میں غوطہ لگایا اور بہت تامل کے بعد کہا کہ ہاں کچھ کچھ مجھ کو یاد ہے میرے پردادا فرمایا کرتے تھے کہ اگلے زمانہ میں یہاں صرف ایک

سرائے تھی اور اس میں ایک کسبی آباد تھی ایک امیر آن کر ٹھہرا اور اس کسبی کا گورو کفن کیا مگر آدھی رات کو وہ بھی غائب ہو گیا تھا پھر اس کا کچھ پتہ نہ لگا ہماری روپیٹ کر چلے گئے اس بات کو کوئی تین سو برس کا عرصہ گزرا ہو گا جب میں نے حال بیان کیا کہ وہ امیر میں ہوں تو لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور حیرت کرنے لگے اب مجھ کو خبط سا ہو گیا نہ گھر ہے نہ در جاؤں تو کہاں جاؤں اور اس ہنڈوی کو کیا کروں شاہ صاحب نے کہا کہ بے شک وہاں کی گھڑی یہاں کی ایک صدی ہوتی ہے اب بیت اللہ کو چلے جاؤ اور باقی عمر یاد الٰہی میں گزار دو چنانچہ ان کو خرچ دے کر مکہ معظمہ کو روانہ ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم پٹیالہ میں فضل امام صاحب سے پڑھتے تھے تب بھی فقیروں کی تلاش وطلب رہتی تھی اور ہمارا ایک ہم سبق بھی اس مرض میں مبتلا تھا سنا کہ راجہ کے فیض خانہ میں ایک سالک مجذوب رہتے ہیں جعفر شاہ ان کا نام ہے ہم دونوں جس وقت سبق سے فراغت پاتے ان کی خدمت میں جاتے یوں ہی برس دن گزر گیا ایک دن ہمارے ہم سبق نے ان سے کہا کہ حضرت آج تو سلطان الاذکار کی اجازت دے دیجیئے اس وقت جذب کی حالت تھی تین بار ران پر ہاتھ مارا اور کہا کہ جاؤ اجازت ہے تھوڑی دیر بعد اس طالب علم کے بدن میں اثر ظاہر ہونے لگا پہلے تو کچھ لرزہ سا محسوس ہوا پھر وہ نفخہ صور کی طرح بڑھتا گیا تمام جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہم سے کہا کہ دیکھو مولوی صاحب کو اس بات کی خبر نہ ہونے پائے اثنائے راہ میں ہر بن مو سے خون ٹپکنے لگا بہزار دقت اس کو مکان پر لائے مولوی صاحب کو خبر ہوئی حکیم صاحب کو بلوایا کہا اس کے قلب پر صدمہ پہنچا ہے اور حرارت شدید ہے شراب کے شراب گلاب دکھوڑے پلا دئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

پہلو گرم دیپہ سے ایک آواز نکلنے لگی گھنٹہ بھر کے بعد دونوں طرف کی شہ رگیں پھٹ گئیں اور وہ جاں بحق ہو گئے مگر خون اور آواز دلرزہ بند نہ ہوا مولوی صاحب نے ہم سے پوچھا کہ اصل ماجرا کیا ہے ہم نے سارا حال کہہ سنایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں پہلے سے کیوں نہ کہا خیر اب کیا ہوتا ہے منظور خدا یہی تھا مرضی مولا از ہمہ اولیٰ غرض نہلا دھلا کر اور کفن پہنا کر

جنازہ جعفر شاہ کے سامنے سے گئے اور مولوی صاحب نے کہا کہ میاں صاحب یہ کیا کیا بولے میں کیا
کروں تمہارے یہ دو منڈے روز آن کر مجھ کو ستاتے اور انگلی کرتے تھے آج میری زبان سے
بھی ایک بات نکل گئی اب لے جاؤ مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت یہ خون کا بہنا اور بدن
کا ہلنا تو بند ہو جائے فرمایا کہ بس صاحب یہ تو قیامت تک یوں ہی رہے گا ایسے شہیدوں
کا کہیں خون بند ہوتا ہے آخر لے جا کر دفن کر دیا مولوی صاحب پھر جعفر شاہ صاحب کے
پاس آئے اور ہماری طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس لڑکے کو کہیں نہ مار ڈالنا بولے صاحب میں
کیا کروں یہ روز آن کر چھیڑتے ہیں ان کو منع کر دو۔ گو یہ واقعہ روبرو گزرا اور مولوی صاحب نے
بھی منع فرمایا مگر ہم نے بھی ان کے پاس کا جانا نہ چھوڑا تو وہ بھی ہمیشہ التفات فرماتے رہے ایک
بار حضرت قبلہ غلام علی شاہ صاحب کے ایک خلیفہ آگئے ہم سے پوچھا کہ یہاں کوئی کامل فقیر
بھی ہے ہم نے کہا کہ ہاں چلیئے ہم ان کو جعفر شاہ صاحب کے پاس لے گئے اور کہا کہ لو حضرت
آج ایک اور شکار لایا ہوں فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ باتیں ہونے لگیں خلیفہ صاحب بولے کہ حضرت
میرے لطائف جاری نہیں ہوتے آپ نے کہا کہ نہیں ہوتے یہ کہہ کر اپنے ہاتھ کو چکر دینا شروع
کیا اور کہنے لگے چل بے چل چل بے چل یہ کہنا تھا کہ خلیفہ جی قلب کو پکڑ کر لوٹ پوٹ ہو گئے ہم
نے کہا میاں صاحب کہیں ان کو بھی مار ڈالو گے بولے کہ خوب ہوا جو تم نے یاد دلا دیا خیر آئندہ یوں
مناسب ہے کہ ہمیشہ چپ چاپ ہمارے سامنے آ کر بیٹھ جایا کرو خواہ ہم تمہاری جانب مخاطب
ہوں یا نہ ہوں ہم نے کہا کہ ہاں یہی طریقہ تعلیم کا ہے غرض ان خلیفہ صاحب کو تعلیم فرما کر رخصت
کیا لیکن نقشبندی کے کام کے تو وہ رہے نہیں جنگل باشی ہو گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمارے والد ماجد کا رسالہ دہلی سے تبدیل ہو کر لکھنؤ میں
پہونچا اسی دن صبح کے وقت شیخ امان اللہ جن کی عمر ساٹھ ستر برس سے کم نہ ہوگی جنگل میں رفع
حاجت کے لئے گئے ایک بوٹی میں سفید پھول دیکھا بیٹھے بیٹھے توڑ لیا اسی وقت دوسرا نکل
آیا اس کو بھی توڑ لیا غرض سات پھول نکلے اور ساتوں توڑ لئے ان آثار سے تاڑ گئے کہ ہو نہ
ہو یہ اکسیر کی بوٹی ہو۔ جب قضائے حاجت کر چکے تو بوٹی کو اکھیڑ مع پھولوں چٹ کر گئے۔
مکان پر آئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ جسم سوجنے لگا دوپہر میں دم سسم ہو گئے انگریز کو خبر پہونچی

ڈاکٹر آیا سب قصہ سنایا۔ اس نے پوچھا کہ کچھ تکلیف تو نہیں معلوم ہوتی کہا کچھ نہیں بلکہ دل کو ایک فرحت سی ہے اس نے کہا کہ ابھی علاج کی کچھ ضرورت نہیں شام تک دیکھنا چاہیے جب ظہر کا وقت ہوا تو جسم پھٹا اور اس کے اندر سے ایک گابھا سا نکل آیا آدمی دوڑے ڈاکٹر صاحب کو لائے اس نے اس گابھے کو روئی کے پھلوں میں رکھوا دیا اور غذا کے لئے مرغ کا شوربا تجویز کیا بعدہ ایک جلاب دیا جس میں سیاہ سدے نکلے ہفتہ بھر میں نہایت صاف و سرخ و سفید جسم ہو گیا یہ تماشا دیکھ کر سب آدمی حیران ہو گئے تو شیخ امان اللہ ساٹھ برس کے سفید ریش بڈھے تھے یا پندرہ برس کے نوجوان سبزہ آغاز بن گئے سبحان اللہ ذرا سی بوٹی میں یہ تاثیر ہے

کیسی کیسی ہے عناصر میں بھی صنعت بازی — شعبدے دیکھ طرح کے ہیں نہیں چاروں میں
یہ جہان ہے عجب تماشا گاہ! — ہر تماشا یہاں نیا دیکھا!

پھر انگریز نے حکم دیا کہ اس بوٹی کو تلاش کرو تمام لشکر جستجو کے سے دوڑ پڑا سارا جنگل چھان ڈالا کسی کو پتہ نہ ملا اس تلاش میں لوگوں کا عجب حال ہوا جہاں کسی بوٹی میں سفید پھول دیکھا توڑ کر کھا گئے ایک شخص کی جو شامت آئی تو ایسی بوٹی کھا گیا کہ اس کے اثر سے تمام دانت گر پڑے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مولوی فضل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو ہمارا دل بہت گھبرایا پڑھنا ترک کر کے وطن کو چلے گئے اس زمانہ میں ہماری عمر اٹھارہ برس کی تھی حضرت والد نے پھر اپنے پاس دہلی میں بلا لیا ان کی خدمت میں رہنے لگے چند روز کے بعد ایک فقیر صاحب پنجاب میں تشریف لائے اور ایک سوداگر کے مکان پر ٹھہرے ہماری ملاقات بھی ان سے ہو گئی چھ مہینے بعد فقیر صاحب کا بیٹا پنجاب سے آیا اور کہا کہ ہمشیرہ کی شادی ہے چلیے وقت روانگی سوداگر نے ایک ٹٹو اور سو روپیہ نقد ایک عمدہ جوڑا کپڑوں کا اور کچھ زیور ان کی بیٹی کے واسطے دیا فقیر صاحب بہت خوش ہوئے سوداگر سے سیر بھر آنولہ سار گندھک منگائی اور لے کر ہمارے مکان پر آئے اور کہا کہ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ اس سوداگر نے ہمارے ساتھ سلوک کیا ہے ہم بھی اس کا بدل کرنا چاہتے ہیں ہم کو جنگل میں اپنے ساتھ لے گئے اور ایک بوٹی کا عرق گندھک میں ڈال کر پیالہ دھوپ میں رکھ دیا گھنٹے بھر میں تیل نکل آیا تیل لا کر سوداگر کے حوالہ کیا کہ بوتل میں بند کر کے بحفاظت رکھو تمہارے کام آوے گا پھر فقیر صاحب تو اپنے وطن کو

چلدئے سوداگر نے ایک کپی میں بھر کر اسی حجرہ میں لٹکا دیا جہاں وہ میاں صاحب رہا کرتے تھے سال بھر کے بعد میاں صاحب آئے تیل کی کیفیت پوچھی دیکھا تو تیل کپی کو توڑ کر نکل گیا تھا اور قدرے زمین تر تھی بہت افسوس کیا ہمارے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ دیکھو اس بیوقوف سوداگر نے کیسی بے قدری کی ہے آؤ اس کو کچھ تماشا دکھائیں ہم نے کہا کہ میاں صاحب آپ بدنام ہو جائیں گے اور یہاں سے بھاگنا پڑے گا لیکن انہوں نے نہ سنا آخر وہ بڑی بڑی دیگیں منگوائیں اور کہا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ کی گیارہویں کرتا ہوں وہ مٹی کھودی جس پر تیل گرا تھا کچھ پانی میں گھول کر دیگوں پر مل دی اور باقی دریائے جمن میں پھنکوا دی جب دیگوں کے نیچے آگ دی گئی تو ایک دیگ سفید خاکستر ہو کر بیٹھ گئی اور دوسری خالص کندن بن گئی وہ خاکستر کہ تمام اکسیر اعظم تھی دریا میں ڈال کر بھاگ گئے دیگ والے کو خبر ہوئی اس نے سرکار میں اپنی دیگ کا دعویٰ پیش کیا انگریز نے سوداگر سے حال پوچھا اس نے تمام قصہ سنا دیا حاکم نے مدعی سے سوال کیا کہ تمہاری دیگ کاہے کی تھی کہا تانبے کی تب حاکم نے کہا کہ یہ دیگ تو سونے کی ہے پھر تم کیسا دعویٰ کرتے ہو سوداگر کی قسمت سے سونے کی بن گئی بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ پرانی دیگوں کے عوض میں نئی لے لو چنانچہ سوداگر سے نئی دیگیں دلوا دیں بہت سے فقیر اس دیگ کی خاکستر کا حال سن کر آئے جب معلوم ہوا کہ وہ دریا برد ہو گئی تو اپنا سر پیٹ لیا کہ ہائے ڈیڑھ من اکسیر جاتی رہی بعد اس مقدمہ کے والد صاحب نے ہم سے دریافت کیا کہ فقیر صاحب یہ نسخہ تم کو بتلا گئے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہاں تیل تو میرے ہی ہاتھ سے بنوایا تھا ایک اس نسخہ کی اور ایک درود مستغاث کی اجازت مجھ کو دی ہے حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا کہ خبردار تم ہرگز نہ کرنا متوکل رہنا ورنہ کہیں گرفتار ہو جاؤ گے اس روز سے ہم کو تو خیال بھی اس بات کا نہیں ہوا ہمیشہ توکل پر گزران رہی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمارے والد کا رسالہ لکھنؤ سے تبدیل ہو کر نصیر آباد چھاؤنی میں پہنچا تو کرنیل نے بلا کر ان سے کہا کہ سب آدمیوں کو ہوشیار کر دو۔ اس پریٹ پر ایک بڑا موذی سانپ رہتا ہے جس کو کاٹتا ہے کھوپڑی پھٹ جاتی ہے والد نے سب لشکر والوں کو آگاہ کر دیا یہ خبر سن کر میرے چچا زاد بھائی میر عباس علی صاحب نے جو سواروں میں نوکر تھے والد والد سے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو اس سانپ کو پکڑ دوں اور ایک تماشا ایسا دکھلاؤں کہ کسی نے تمام عمر نہ

دیکھا ہو نہ سنا مگر آپ جرنیل صاحب سے اجازت لے دیں اور جو شے ان سے طلب کروں وہ مل جائے والد نے جرنیل صاحب سے ان کی درخواست بیان کی کہا کہ بہت اچھا رسالدار ضرور اس موذی کو پکڑوا دو کیونکہ اس نے چار آدمی مارے ہیں اور میر عباس علی کو بلا کر کہا کہ جو تم مانگو گے ہم دیں گے اور اگر کہو تو اس تماشے میں اور صاحب لوگوں کو بھی بلائیں میر صاحب نے کہا کہ بہت اچھا جس صاحب کو جی چاہے بلا لیجئے اور پانچ من دودھ دو من کھانڈ اور سو کونڈے منگا لیجئے اور اتوار کا دن اس تماشے کے لئے مقرر کیجئے الغرض اتوار کے دن سب سامان موجود ہو گیا پریڈ کے گرد سارا لشکر چار رستے چھوڑ کر کھڑا کیا گیا ایک طرف انگریز بھی جمع ہو گئے کونڈوں میں دودھ اور کھانڈ ڈالی گئی اور ان کے بیچ میں ایک چوکی نہایت پر تکلف بچھائی گئی اس پر ایک پیالہ چینی کا دودھ سے لبریز ریشمی رومال سے ڈھک کر رکھ دیا اب میر عباس علی صاحب نے چوکی کے پاس کھڑے ہو کر جیب سے بانسری نکالی اور بجانے لگے تھوڑی دیر بعد سانپوں کی آمد شروع ہوئی ہزار ہا قسم کی سانپ سب سے پیچھے ایک سانپ آیا نہایت خوبصورت سنہرا رنگ ڈیڑھ بالشت کا قد ایک بڑے موٹے تازے سانپ پر سوار اس کے چاروں طرف بیس بیس تیس تیس سانپ جلو میں تھے جب قریب آیا تو سب سانپوں نے اس کو سلام کیا پھر اس سانپ نے سواری سے اتر کر بھائی صاحب کو سلام کیا انہوں نے چوکی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ کود کر جا بیٹھا جرنیل صاحب نے دریافت کیا یہ کون ہے بھائی صاحب نے بتلایا کہ یہ سانپوں کا بادشاہ ہے اور کلی ناس اسی کو کہتے ہیں جرنیل صاحب نے کہا کہ اب اس کو دودھ پینے کی اجازت دیجئے بھائی صاحب نے پیالہ سے رومال اتار کر کہا دودھ پیو سب پینے لگے بادشاہ بھی ناز و انداز سے ایک ایک گھونٹ پیتا اور چاروں طرف سر اٹھا کر دیکھتا جاتا تھا جب سانپ پی چکے اس نے بھی بس کی بھائی صاحب نے ریشمی رومال سے بادشاہ کا منہ صاف کیا اور کہا کہ میں نے آپ کو تکلیف اس لئے دی ہے کہ آپ ہمارے چور کو جو چار آدمی مار چکا ہے گرفتار کر دیں اس نے اردلی کے سانپوں کی طرف دیکھا وہ دوڑ گئے اور ایک سبز رنگ سانپ کو پکڑ لائے اسکے آتے ہی پندرہ بیس سانپ ایک گروہ میں سے نکل کر بھائی صاحب کے قدموں پر آ گرے گویا وہ اپنے رشتہ دار کی سفارش کرتے ہیں بھائی صاحب نے کہا چلے جاؤ اس بدمعاش کو بے سزا دیئے نہ چھوڑیں گے اسکے بعد جیب سے ایک رومال نکالا اور

کہا کہ دیکھو آئندہ جو ایسا کام کرے گا۔ یہی سزا پائے گا یہ کہہ کر رومال کی ایک دہجی پہاڑی سانپ بھی اسی دم سر سے دم تک چر گیا پھر ایک گردہ سانپوں کا سلام کرتا ہوا اپنے اپنے مسکن کو چل دیا۔ جرنیل صاحب اور تمام انگریز اور لشکر کے سپاہی اس عجیب و غریب تماشے کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جرنیل صاحب نے اس صلہ میں بھائی صاحب کو انعام دینا چاہا انہوں نے انکار کیا۔ جرنیل نے یہ تجویز کی کہ ہم لندن کو لکھتے ہیں وہاں سے تم کو اسکا صلہ ملے گا وہ بولے کہ صاحب یہ کونسی بہادری ہے۔ کہیں معرکہ میں میں نے بڑھ کر تلوار کی یا کوئی ملک سرکار کو فتح کرا دیا جس کا انعام مجھ کو ملتا ہے میں ہرگز راضی نہیں اس میں تو میری اور بھی ہتک ہے لوگ طعنے دیں گے کہ انگریزی لشکر میں سپیرے نوکر ہیں اور سپاہیوں کو سانپوں کے کرتب پر انعام ملتا ہے اس بات کو سن کر ہمارے والد اور سب انگریز افسر بہت خوش ہوئے جرنیل صاحب نے بھی اسوقت تو چپ ہو رہے مگر چھ مہینے بعد ان کو جمعدار کر دیا اور ہمیشہ انکی ترقی کا خیال رکھا۔ ایک دن ہم نے بھائی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ بات کس سے سیکھی انہوں نے کہا کہ ایک بنگالی فقیر ہمارے مکان پر بھیک مانگتا ہوا آیا میں نے کہا کہ میاں صاحب آپ کہاں کہاں کھڑے پھرتے ہیں اور کہیں بھیک نہ مانگئے وہ راضی ہو گیا اور میرے پاس رہنے لگا چھ مہینے بعد اس نے جانے کا ارادہ کیا اور مجھے حبس دم اور یہ منتر تعلیم کر گیا اب میں ان دونوں کا عامل ہوں وہ منتر یہ ہے بَعَ حَبّاً مُعْطَلاً ھِندِی قَطَعَ ضَعَا اگرچہ حبس دم میں یہ کامل تھے مگر اتفاق سے ایک دن رجمنٹ کی مسجد میں حسب عادت دو بجے رات سے چار بجے تک حبس دم کیا اور خشکی کی زیادتی سے اتار نہ سکے صبح کو تلاش ہوئی دیکھا کہ مسجد میں بے دم پڑے ہیں والد بزرگوار چارپائی پر ڈال کر لے آئے چونکہ ایک زمانہ میں ہم نے بھی حبس دم کیا تھا اور بھائی صاحب کے راز سے آگاہی تھی اس لئے تدبیر کی گئی اور سقہ کو بلا کر تین مشکیں ان کے سر پر چھوڑوائی گئیں بارے اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں نے اپنا راز تم سے کہہ دیا تھا ورنہ چچا صاحب تو گاڑ داب آتے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے والد کے رسالہ میں ایک نئے کرنیل صاحب بدل کر آئے ان کے ملازموں سے معلوم ہوا کہ کرنیل صاحب صرف نوکری کے وقت باہر جاتے ہیں ورنہ رات دن اپنے کمرہ میں تنہا اور چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں نصف تنخواہ تو میم کو دیتے ہیں اور نصف

خدا کے نام خیرات کر دیتے ہیں رفتہ رفتہ ہمارے والد سے بہت ربط بڑھ گیا ایک دن کہا کہ رسالدار صاحب آپ کی نسبت ذوق وشوق میں بہت بڑھی ہوئی ہے مگر توجیہ کا تو نہیں یہ بات سن کر والد ہوشیار ہو گئے کمرہ سے باہر آن کر کہنے لگے کہ بھلا پھر تیری توجیہ دیکھی ہے چونکہ حضرت کی نسبت قوی اور بڑی زور کی تھی تین چار دن میں ایسی غالب آئی کہ کرنیل صاحب پر بھی ذوق وشوق طاری ہو گیا یہاں تک کہ کمرہ میں تنہا بیٹھے رویا کرتے ایک روز والد نے پوچھا کہ صاحب اب وہ توجیہ کہاں گئی جواب دیا کہ رسالدار صاحب ہم نہیں جانتے آپنے کیا کر دیا اب تو ہمارا جی رونے ہی میں لگتا ہے آپکی نسبت نہایت زبردست ہے۔

ولی عہد روس

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب والد کا رسالہ نصیر آباد کی چھاؤنی میں تھا تو ہم اور والد ہمیشہ پنج شنبہ کے دن عصر کے وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جایا کرتے تھے اس زمانہ میں ولی عہد روس یعنی الگزنڈر اول اس زار کا باپ جو بالفعل تخت نشین ہے وہاں کشمیری فقیر کے بھیس میں موجود تھا بہت لوگ اس کے مرید بھی ہو گئے تھے ہمارے والد بھی کبھی کبھی اس کے پاس تشریف لے جاتے مگر پہلی ہی ملاقات میں فرما دیا تھا کہ یہ شخص نصاریٰ ہے اور فقیری کا صرف بہروپ بھر رکھا ہے چھ مہینے میں ایسی محبت بڑھی کہ اگر والد ہفتہ میں ایک بار اس سے نہ ملتے تو آدمی بھیج کر بلاتا اسی عرصہ میں ایک اشتہار صدر سے کمشنر اجمیر کے پاس آیا جس میں لکھا تھا کہ عرصہ دو سال سے ولی عہد روس گھر چھوڑ کر نکلا ہے کہیں پتہ لگے تو اطلاع دو اس کے ساتھ شہزادہ کی تصویر بھی تھی مخبر بھی غضب ہوتے ہیں کسی نے پتہ لگا لیا اور کمشنر کو خبر دی کہ شہزادہ فقیری بھیس میں حضرت کی خانقاہ کے اندر موجود ہے کمشنر صاحب اول بطور سیر آئے اور اس کشمیری فقیر کو تصویر سے مطابق کیا تو سر مو فرق نہ پایا دوسرے دن تمام انگریز معہ رسالہ اور پلٹن کے درگاہ شریف میں آئے اور فقیر کے سامنے ٹوپیاں اتار کر کھڑے ہو گئے بولا بابا خیر ہے انگریزوں نے کہا کہ آپ ولی عہد روس ہیں چھاؤنی میں تشریف لے چلیے پہلے تو انکار کیا لیکن جب تصویر دکھائی تو مان گیا اور ساتھ ہو لیا لشکر نے سلامی اتاری بڑی تعظیم کر

شہر میں روشنی کرائی گئی ملک روس کو خبر گئی کہ شہزادہ مل گیا وہاں سے جہاز لینے کو آئے اکیس روز بعد اجمیر سے روانہ ہو گیا اس عرصہ میں ایک دن ہمارے والد کو بلا کر دو تین گھنٹہ تک باتیں کیں اور بہت کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے اپنے باپ سے کہہ کر آپ کو بڑا عہدہ دلاؤں گا والد نے کہا کہ بھلا میں اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گزران کے لئے یہ تنخواہ بھی کافی ہے شہزادہ نے کہا اچھا آپ اپنے بال بچوں کو بھی ساتھ لے چلئے خرچ ہمارے ذمہ رہا اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو چھ مہینے ہمارے پاس رہا کیجئے اور چھ مہینے اپنے بال بچوں میں اور اس آمد و رفت کا خرچ میں دوں گا۔ تنخواہ آپ کی اس کے علاوہ رہی ہر چند شہزادہ نے سمجھایا مگر والد راضی نہ ہوئے جب شہزادہ اپنے ملک میں پہنچ گیا تب بھی جرنیل صاحب کو چھٹی لکھی کہ میر احمد علی صاحب رسالدار سے ہمارا اسلام کہہ دو اگر اب بھی وہ آنا چاہے تو روانہ کر دو جرنیل صاحب نے بلا کر کہا کہ شہزادہ تم پہ بہت مہربان ہے تم چلے کیوں نہیں جاتے ہم تو ذرا سا بھی سہارا پاتے تو فوراً چلے جاتے معلوم نہیں تم سے کیوں اس قدر خوش ہے کہ بار بار طلب کرتا ہے ہمارے نزدیک اگر مستقل طور پر نہیں جاتے تو بطور سیر ہی چلے جاؤ رخصت دلانا ہمارا کام ہے مگر والد نے جانے کا ارادہ نہیں کیا۔

ملاقات شاہ امیر الدین صاحب

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں امیر الدین شاہ صاحب چشتی نظامی صاحب کشف اور آزاد منش آدمی تھے ان سے یاپری میں ملاقات ہوئی تھی نہایت مہربانی سے ملتے رہے ایک دن جذبہ میں آکر بڑی زور و شور کی توجہ ہمیں دی بعد توجہ بیے کہ بل بے تیرا حوصلہ اسوقت اگر ستون آہنی بھی ہوتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا مگر تم کو جنبش نہ ہوئی تم کوئی بلا نوش ہو تمہارا پردہ پھٹا ہوا ہے البتہ اس توجہ سے ہمارا قلب آئینہ ہو گیا تھا اور پانسو کوس تک کی چیز ہر وقت پیش نظر رہتی تھی ؎

دکھلا رہی ہے دل کی صفائی جہاں کی سیر | کیا آئینہ لگا ہوا اپنے مکاں میں ہے

میاں صاحب نے ایک دوا بھی (از قسم کشتہ) ہم کو تین دن کھلائی تھی جس کا اثر اٹھارہ برس تک رہا جب عرب میں ہم نے ہیضہ کیا تو وہ اثر جاتا رہا۔

جمعیت شاہ کابل باغ والے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم اول بار پانی پت آئے تھے تو اس زمانہ میں جمعیت شاہ کابل والے زندہ تھے ان کی خدمت میں جانے کا اکثر اتفاق ہوا پہلے روز جو ہم گئے تو وہ پتھر لے کر دوڑے ہم نے کہا کہ سنو میاں صاحب نہ کوئی دین کی غرض نہ دنیا کا مقصد ہم تو آپ کو مرد خدا سمجھ کر چلے آئے ہیں اگر مرضی نہیں تو لو ہم جاتے ہیں خیر آپ کی زیارت ہو ہی گئی آخر سیدھے ہو گئے پاس بلایا حال پوچھا اور ہر روز آنے کی اجازت دی ایک دن کا ذکر ہے کہ قاری نجیب اللہ صاحب کے والد مرحوم مٹھائی لے کر پہنچے اور کہا کہ میاں مردان شاہ نے یہ نذر بھیجی ہے اور عرض کیا ہے کہ اگر اجازت ہو تو کل قدم بوسی حاصل کر لوں جمعیت شاہ صاحب بڑے خفا ہوئے شیرینی پھیر دی اور کہا کہ ان کو کہہ دینا اپنی کود پھاند وہیں رکھو ورنہ پتھروں سے سر پھوڑ دوں گا شیرینی کھلانی ہو تو حاجی صاحب کو کھلا دیہاں اس کا کچھ کام نہیں غرض کہ شاہ جی بڑے بے لاگ تارک آدمی تھے یہ بات بھی مشکل ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم پانی پت میں امام بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے تھے کرنال کی سڑک پر دیکھا کہ ایک انگریز بگھی میں سوار چلا آتا ہے ہم نے سلام کیا اس نے بگھی تھام دی اور ڈنڈا ہاتھ میں لے نیچے اتر پڑا ہم نے کہا کہ خدا خیر کرے پاس آ کر پوچھا کہ تم نے کیوں سلام کیا ہم نے کہا کہ صاحب آپ حاکم اور ہم محکوم ہیں اس لئے رسم تعظیم ادا کی بولا نہیں صاحب ہم بھی سرکاری رعایا اور تم بھی سب برابر ہیں ہم نے کہا کہ صاحب ہمارے نزدیک تو تمہاری قوم کا ہر آدمی سرکار ہے پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو کچھ نہ تھا خان سامان سے مانگا اس نے جواب دیا کہ دہلی کی ہنڈوی کے سوا اور کچھ نہیں تب بولا کہ اس وقت روپیہ ہمارے پاس نہیں سلام کے بدلے ہم بھی سلام کرتے ہیں سلام سلام سلام کہنے کے بعد سڑک کے کنارے بیٹھ گیا اور ہم کو بٹھا لیا پوچھا پانی کس کنوئیں کا اچھا ہے ہم نے اونچے کنوئیں کا پتہ دیا وہاں سے پانی منگایا اور کھانا کھانے لگا ہمارے واسطے خان سامان سے کھانا مانگا ہر چند انکار کیا مگر نہ مانا ناچار ہم بھی کھانے لگے اور حال دریافت کیا تو کہا کہ میرا بڑا بھائی پشاور میں جرنیل ہے اور میں پنجاب کی چھاؤنی میں کرنیل

ہوں بھائی سخت بیمار تھا اس کو دیکھنے گیا تھا خدا کے فضل سے آرام ہوگیا اب میں اپنی چھاؤنی کو
جاتا ہوں ہم نے پوچھا کر صاحب آپکے بھائی نے کچھ سلوک بھی کیا بولا جی لاحول ولا قوۃ آپنے
یہ کیا فرمایا ہم اس واسطے نہیں گئے تھے تنخواہ تھوڑی ہی سہی مگر ہم ارادہ دینے کا رکھتے ہیں نہ لینے کا
اگر ہم ذرا بھی اس بات کا اشارہ پاتے تو اسکی صورت سے بیزار ہوجاتے ۔ ؎

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

پھر ہم سے کہنے لگا کرنل پادری صاحب ہمارے ساتھ چلو ہم بہت آرام سے آپکو رکھیں
گے اور پھر یہیں پہنچا دیں گے اور آپ کے گھر کیلئے خرچ بھیجتے رہیں گے جب وہ زیادہ درپے ہوا
تو ہم نے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑایا کہ صاحب ہماری والدہ ضعیفہ ہیں انکی خدمت اور خبرگیری کیلئے
کوئی نہیں ہم کو معاف رکھیئے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سید اعظم علی شاہ صاحب قبلہ کے ہمراہ راجپور جاتے کا اتفاق ہوا
کلو کپتان کے مکان پر ٹھہرے ان کو افیون کی دھت تھی ہر دم پینگ میں رہتے اور رات کے بارہ
بجے کھانا کھاتے پھر آرام چوستے چوستے دو بجے سونا ملتا صبح کی نماز قضا ہوجاتی ہماری طبیعت
گھبراتی ناچار ہم نے یہ تدبیر کی کہ جس وقت مؤذن عشاء کی اذان دینے کھڑا ہوا تو ہم نے سکھلادیا کہ
اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی کہدے اس نے ایسا ہی کیا کپتان صاحب پینگ سے چونکے
ارے میاں جلد کھانا لاؤ آج تو صبح ہی ہوگئی کھانا آگیا جب کھا پی چکے تو ٹن ٹن دس بجے کپتان صاحب
بولے ہیں یہ کیا نو بجے صبح کی اذان کس نے کہہ دی مؤذن بلایا گیا اس نے کہہ دیا کہ حضور مجھ سے تو
مولوی غوث علی صاحب نے فرمایا تھا کہ تو اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اسی وقت پڑھ دے
میں نے ان کے کہنے کے موافق کیا ہے کپتان صاحب ہماری طرف مخاطب ہوئے ہم نے کہا کہ صاحب
بارہ بجے تک بھوک کے مارے آنتیں قل ہو اللہ پڑھتی ہیں پھر دو بجے سوتے ہیں تو صبح کو آنکھ
نہیں کھلتی بجز اس بات کے کوئی چارہ نہ دیکھا کپتان صاحب نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو بلا
کر حکم دیا کہ ان کو آٹھ بجے کھانا کھلادیا کرو ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم سونی پت میں میر اعظم علی شاہ صاحب قبلہ کے ہمراہ تلو کی
مسجد میں رہتے تھے ایک دن فریزر صاحب ریزیڈنٹ دہلی تشریف لائے اسی وقت میر صاحب

مکان کے اندر تھے ہم سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے ہم نے کہا کہ ایک پیرزادہ کا صاحب نے کہا کہ پیرزادے تو ٹھگ ہوتے ہیں ہم نے کہا کہ ہاں صاحب ہوتے ہوں گے یہی گفتگو تھی کہ میر صاحب تشریف لائے صاحب نے پوچھا یہ کون ہیں ہم نے کہا صاحب یہ وہی ٹھگ ہیں جن کا مکان ہے بولے نہیں نہیں یہ تو پادری صاحب ہیں۔ اور ہم کو اشارہ سے منع کیا کہ وہ بات ان سے نہ کہو۔ پھر میر صاحب کا مزاج پوچھا اور پانچ روپے نذر دیئے دوسرے دن بڑے تکلف سے دعوت کی اور جب تک وہاں قیام رہا روز میر صاحب کے سلام کو آتے رہے پھر دہلی کی جانب کوچ کیا نہایت خلیق وخوش مزاج انسان تھا ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص وعام　　　با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

ایک روز ارشاد ہوا کہ سونی پت میں ایک عورت مرغی لے کر آئی کہ میاں صاحب ذرا اس کو حلال کردو ہم نے کہا کہ نیکبخت نہ تو کبھی ہم نے حلال کیا نہ حرام ان دونوں کاموں سے خدا نے محفوظ رکھا یہ میاں جی جو سامنے بیٹھے ہیں حلال خور ہیں ان سے کرالیں میاں جی خفا ہونے لگے کہ واہ صاحب ہم کو آپ نے حلال خور بنایا ہم نے کہا نہیں صاحب حلال خور کون کہتا ہے آپ تو حرام خور ہیں اس بات پر ہنس پڑے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اوّل مرتبہ ہم پیران کلیر گئے ہیں تو دو وقت کا فاقہ ہوا ہم نے مخدوم صاحب کے مزار پر جا کر کہا کہ حضرت آپ نے تو عمر بھر گولریوں پر گزران کی کیا ہم کو بھوکا ہی مار دیجئے گا۔ غور سے جو دیکھا تو قبر کو ایک سیاہ سانپ لپٹا پڑا تھا خیر ہم اپنا حال کہہ کر چلے آئے تھوڑی دیر میں ایک خادم کھانا لایا اور عذر معذرت کرنے لگا کہ میں بھول گیا تھا آپ معاف کردیں غرض وہاں سال بھر رہنے کا اتفاق ہوا ایک بار تمام خادمان درگاہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے عرس میں چلے گئے تھے وہاں سوائے ہمارے اور کامر شاہ مجذوب کے کوئی نہ تھا وہ عارضہ اسہال میں مبتلا تھے ایک دن ہم سے کہا کہ اب میرا وقت قریب آ پہنچا ہے میرا بدن اور کپڑے سب ناپاک ہیں کپڑے تو تالاب پر دھلوا دو اور مجھ کو نہلا دو ہم نے سب کپڑے دھو دیئے اور ان کو خوب نہلا دیا بعد نماز مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور السلام وعلیکم کہہ کر جان بحق تسلیم ہوئے اس زمانہ میں مزار کے آس پاس بہت جنگل تھا ہم انکی

لاش کی نگہبانی کرتے رہے جب آدھی رات گزری تو خیال آیا کہ اب لاش کو تنہا چھوڑتے ہیں تو خوف ہے کوئی جانور نہ کھا جاوے اور نہیں جاتے تو نماز قضا ہوتی۔ ہم اسی فکر میں تھے کہ مجذوب الا اللہ کہہ کر اٹھ بیٹھے ہم نے لاحول پڑھی اور اپنا ڈنڈا سنبھالا کر شاید کوئی بھوت لاش کے اندر حلول کر گیا مارنے کا ارادہ کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے میاں غوث علی شاہ خبردار کوئی جن بھوت نہیں ہیں تو وہی کافر شاہ ہوں تم جو متردد تھے اس لیئے میں سرکار سے دوپہر کی رخصت لے کر آیا ہوں اب تم جاؤ نماز پڑھو۔ میں دو گھڑی دن چڑھے مروں گا۔ خیر ہم نے لٹھ رکھ دیا اور ان سے باتیں شروع کیں۔ اول تو ہم نے پوچھا کہ آپ ہیں کون دوسرے یہ کہ آپ کو فیض کہاں سے ہوا تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد کیا گزری۔ جواب دیا کہ میں شاہزادہ ہوں تیموریہ خاندان سے اور فیض باطنی مجھ کو حضرت مخدوم علی احمد صابر کی روح پر فتوح سے ہوا ہے۔ اور وہاں کا حال مختلف ہے مجھ پر خیر گزری زیادہ حال گفتنی نہیں تم جب آؤ گے خود معلوم کر لو گے۔ اب جاؤ نماز پڑھو دیر ہوتی ہے مگر اشراق پڑھ کر جلد چلے آنا ہم ٹھیک وقت پر آ پہنچے تو بولے کہ لو اب ہم جاتے ہیں تم کفن و دفن کا کچھ فکر نہ کرو مولوی قلندر صاحب جلال آبادی آتے ہیں دو طالب علم بھی ان کے ہمراہ ہیں وہ تمہارے شریک حال ہو جائیں گے دو چادریں ان کی اور ایک ہماری ان میں لپیٹ کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحب کے پایا انداز میں بنانا۔ پھر بولے کہ اب انگوٹھوں میں سے جان نکل گئی اور اب ٹخنوں میں آتی اب گھٹنوں میں اب کمر میں اب سینہ میں اب حلق میں السلام وعلیکم اتنا کہہ کر رخصت ہوئے تھوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی تشریف لائے اور بموجب وصیت ان کو دفن کر دیا پھر ہم نے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا بہت دیر تک متحیر رہے اور کہنے لگے کہ حقیقت میں یہ فقیر اپنے فن کا پورا تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم اور کمبل پوش دلی سے پیران کلیر کو چلے ان دنوں گنگا اشنان کرنے والے بھی ہردوار کو جا رہے تھے اثنائے سفر میں ایک دن بھوک لگی ہوئی تھی کمبل پوش نے حلوا پوری کھلانے کا وعدہ کیا ہم کو اپنا چیلا بنایا اور خود ایک غرقی لنگوٹی باندھ بھبھوت مل سڑک کے کنارے بیٹھ گیا جسیم آدمی داڑھی صفاچٹ خاصہ برہمن

معلوم ہونے لگا اتفاقاً ایک بیکانیر کا امیر اس طرف سے گزرا ہم سے پوچھا کہ بابا جی کیا چاہتے ہیں ہم نے کہہ دیا کہ کھانا مانگتے ہیں مگران کو حلوا پوری مرغوب ہے اس نے فوراً تیار کرایا ایک کونڈے میں حلوا اور بہت سی پوریاں نذر کیں وہ تو چل دیا اور ہم دونوں نے کنویں کے کنارے بیٹھ کر حلوا پوری کھایا

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیران کلیر میں ایک خادم کے گھر ہماری روٹی پکتی تھی اس کی عورت کے سر پر الہ بخش بھوت آیا ہوا تھا وہ خادم روتا پیٹتا ہمارے پاس آیا اور ہم کو لے گیا ہم نے الہ بخش سے کہا کیوں صاحب جہاں تمہاری روٹی پکتی ہے وہیں تم بھی آئے کوئی اور جگہ نہ تھی بولا کہ خیر جب تک آپ رہیں گے میں اس عورت کے سر پر نہ آؤں گا پھر ہم نے پوچھا کہ بھلا ہمارے سر پر کیوں نہیں آتے جواب دیا کہ میں مغضوب الٰہی ہوں جس پر غضب ہوتا ہے اس کے سر پر آتا ہوں آپ مقبول ہیں بھلا مقبولوں کے پاس میرا کیا کام پھر ہم نے کہا کہ یہ عورت بیچاری تو بدصورت ہے کبھی انگریزنوں کے پاس نہیں جاتے جو نہایت خوبصورت ہوتی ہیں کہا ان کا اقبال درست ہے ہم نے کہا خیر یہ باتیں تو ہوئیں اب یہ بتلاؤ کہ حضرت بندگی شیخ داؤد رحمتہ اللہ علیہ نے تم کو کیا تعلیم کیا تھا وہ ہم کو بھی تعلیم کر دو اس بات کے سنتے ہی رونے لگا اور کہا کہ میاں صاحب اس کا ذکر نہ کیجیے کہ بن آئی مرنا پڑتا ہے جب ہم وہاں سے بابری میں چلے آئے تو وہ خادم دوڑا آیا کہ صاحب الہ بخش پھر آنے لگا میرے صاحب قبلہ اس کے لئے کچھ لکھنے لگے میں نے منع کیا کہ حضرت آپ کچھ نہ لکھیں ہمارا اس کا قرار یہی تھا اور اس کو بھی ہر قسم کے عمل آتے ہیں وہ زبردست ہے آپ کے عمل سے نہیں جائے گا البتہ عجز و انکسار سے چلا جائے تو کچھ عجب نہیں یہ بات سن کر میر صاحب خاموش ہو رہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ پیران کلیر میں گئے تو وہاں ایک بزرگ میاں غلام فرید صاحب جو بابا فرید شکر گنج کی اولاد میں سے تھے معہ مریدوں کے تشریف لائے ان کے ہر ایک مرید کو ایک ایک خدمت سپرد تھی اتفاق سے جس مرید کو گھوڑے کی گھاس لانے کا کام تھا اس کو بخار اس شدت سے آیا کہ بیچارہ گھاس نہ لا سکا اس پر پیر جی کا

غضب نازل ہوا فرمایا کہ جا ہم نے تجھے مردود کیا اور چودہ خانوادہ سے باہر نکال دیا یہ سن کر اس بے چارے کا دم نکل گیا بہت رویا پیٹا تو بہ استغفار کی مگر پیر جی نے ایک نہ مانی آخر وہ روتا ہوا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت آج بڑا غضب ہوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا دونوں جہان سے ماندہ گیا ہم نے کہا کہ ابھی تو اس جہان میں موجود معلوم ہوتا ہے بات تو کہہ اسنے رو رو کر اپنا تمام قصہ بیان کیا ہم نے کہا ارے بیوقوف روتا کیوں ہے تیرے پیر جی کو صرف چودہ خاندان یاد تھے ہم کو چھتیس یاد ہیں آ تجھ کو پندرھویں خانوادے میں بھرتی کر لیں تو گھبرا مت لیکن تو جا اور اپنے پیر جی سے پہلے یہ بات دریافت کر کہ حضرت جب آپنے مجھ کو چودہ خانوادوں میں داخل کیا تھا تو میں کہاں کا بادشاہ یا وزیر یا ولی کامل ہو گیا تھا اب جو آپنے نکال دیا تو میرے پاس سے کیا چھن گیا ہے میں تو جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہوں البتہ آپکے نکالنے سے ایک فائدہ تو ہوا کہ گھاس کے بوجھ سے سبکدوش ہو گیا اگر تجھ سے پوچھیں کہ یہ بات تجھ کو کہاں سے سوجھی تو کہنا کہ پندرھویں خانوادے میں داخل ہو گیا ہوں یہ اسکی بسم اللہ ہے غرض اس نے جا کر اسی طرح سے بیان کیا یہ سنکر ان کے مریدوں کے کان کھڑے ہوئے اور پیر جی سے کہنے لگے کہ حضرت یہ خاندان تو بہت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اول تو گھوڑے کی گھاس سے چھوٹا دوسرے ہم سے ایک خاندان آگے بڑھ گیا اگر آپکو آگے کے خاندان میں دسترس ہوتی تو ہم بھی پندرھویں خاندان میں داخل ہو جاتے پھر تو پیر جی کے چھکے چھوٹے اور گھبرا کر بولے کہ یہ کہیں میاں غوث علی شاہ کے پاس تو نہیں جا پہنچا یہ سارا فساد ان کا ہی معلوم ہوتا ہے ورنہ اور کسی کو یہ باتیں کیا سوجھتیں الحاصل وہ ہمارے پاس دوڑے آئے اور گلہ کرنے لگے کہ واہ صاحب تم نے ہمارے سارے مرید فرنٹ کر دیئے۔ میں نے کہا کہ میاں صاحب ذرا غور کرو وہ بے چارے گھر بار جورو بچے چھوڑ کر آپ کے پاس خدا کا نام سیکھنے آئے ہیں یا گھوڑے کی گھاس کھودنے اگر تم کو نام خدا آتا ہو تو بتلا کر رخصت کرو ورنہ جواب صاف دے دو وہ بے چارے تو تمہاری خدمت گزاری کریں اور تم کسی طرح ان پر شفقت نہ کرو یہ کیا آدمیت ہے اور جس بات کے لئے وہ مرید ہوئے اس کی تو آپ کو ہوا بھی نہیں لگی بقول شخصے پیر خود در ماندہ شفاعت کرا کند ؎

پیرے کہ کامرانی وتن پروری کند ازخویشتن گم ست کرا رہبری کند

آپ یہ تو فرمایئں کہ سوائے بزرگوں کی اولاد میں ہونے کے کچھ اپنی گرہ کا کمال بھی رکھتے ہیں۔ مصرعہ ؎ میراث پدر خواہی علم پدر آموز!

دلا تا بزرگی نیازی بدست بجائے بزرگاں نباید نشست

اور تماشا یہ ہے کہ اس بے ہنری پر اس قدر ناز ذرا شرم کرو اور خدا سے ڈرو میری یہ تقریر سن کر پیر جی بہت گھبرائے اور منت کرنے لگے کہ خدا کے واسطے ایسی تدبیر کرو کہ میرے مرید برگشتہ نہ ہو جائیں ورنہ مجھ کو بڑی تکلیف ہو گی غرض میں نے پیر جی کے سب مریدوں کو جمع کر کے سمجھا دیا اور ان کے حوالہ کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیر جی غلام فرید صاحب کو ایک علت یہ بھی تھی کہ پیران کلیر میں جو نیا فقیر آتا جھٹ اس کے مرید ہو جاتے اور جو کوئی طالب آتا اس کے مرید کرنے کا ڈھب لگاتے۔ اتفاق سے ایک پیر جی آئے ہوئے تھے اور میاں غلام فرید صاحب حسب عادت ان سے بیعت ہو رہے تھے اسی اثنا میں پیر جی غلام فرید کا ایک مرید مرغ اور چاول اور تشکرے کر حاضر ہوا وہ نئے پیر جی اس کی طرف بغور دیکھنے لگے ہم نے کہا کہ صاحب اس مال پر نگاہ نہ ڈالیئے یہ پہلے خاوند کی اولاد ہے آئندہ جو فتوحات ہو گی اس میں آپ کا بھی حق ہو گا اس بات پر دونوں صاحب ہنس پڑے اور بولے کہ میاں صاحب چپ ہو رہیے کہیں ہماری پیری مریدی میں کھنڈت نہ پڑ جائے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم پیران کلیر میں مقیم تھے تو ایک خان صاحب تشریف لائے کمر باندھے تلوار لگائے نہ سلام نہ دعا اول یہی سوال کیا کہ غوث علی شاہ کون ہے میں نے کہا فرمائے بولے آپ کو کیمیا آتی ہے میں نے جواب دیا کہ ہاں آتی ہے کہا کہ ہم کو بتلا دو میں نے کہا نہیں بتلاتے بولے کیوں۔ میں نے کہا ہماری خوشی پھر مجھ کو خیال آیا پٹھان ایک جاہل سپاہی اور ہتھیار بند ہے ایسا نہ ہو کہ جل کر چوٹ کر بیٹھے میں نے کہا کہ خان صاحب آپ کمر کھولیں آرام فرمائیں بھلا ایسی چیز زبردستی یا راہ چلتے کوئی بتلاتا ہے آپ شہر میں تو ہی دیکھا جائے گا غرض خان صاحب نے کمر کھول دی اور ہمارے پاس قیام

کیا ان دنوں یہ غذا تھی کہ روکھی سوکھی نان جوین یا پنوار کا ساگ جو اس جنگل میں خود رو ہوتا تھا شام کو یہی کھانا ہم نے ان کے سامنے رکھا خیر خان صاحب نے مجبوری کھانا تو شروع کیا مگر لقمہ حلق سے اُترنا دشوار تھا ہم نے پوچھا کیوں صاحب خیر ہے اچھی طرح کھائیے بولے کہ صاحب یہ ناگوار غذا تو نگلی نہیں جاتی ہم نے کہا کہ واہ آپ تو کیمیا کے طالب ہیں بس یہی تو کیمیا کے مزے ہیں اگر سیکھ لو گے تو ایسی ہی چکھوتیاں تم کو بھی نصیب ہوں گی بہت چپ ہوئے اور دل سرد ہو گیا ہم نے کہا کہ خان صاحب ذرا خیال تو کرو اگر ہم کو یہ صنعت یاد ہوتی تو کیوں لنگر کی روٹی اور یہ ترہ بے نمک کھاتے کہا کہ مجھ کو میاں امیرالدین شاہ صاحب نے بتلا دیا تھا کہ آپ کو کیمیا آتی ہے ہم نے کہا کہ میاں اصل بات تو یہ ہے نہ ان کو آتی ہے نہ ہم کو اپنا پیچھا چھوڑانے کے لئے انہوں نے یہ حیلہ کیا اور تم کو ٹال دیا اور جس طرح تم طلب کرتے ہو اس طریقہ سے تو کوئی جاننے والا بھی نہیں بتلائے گا بڑی خدمت و اطاعت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے تم ایسا کرو کہ سری نگر کے پہاڑ پر ایک ہندو بابا جی رہتے ہیں ان کے پاس چلے جاؤ اور کچھ مدت ان کی خدمت میں رہو شاید تمہارے حال پر رحم کھا کر کچھ بتلا دیں خدا خدا کر کے اس پٹھان کو ہم نے ٹالا اگلے روز میاں امیرالدین شاہ صاحب بھی تشریف لائے میں نے کہا کہ حضرت یہ کیا بلا میرے پیچھے لگا دی تھی بولے کہ میاں وہ تو ایسا ہمارے سر ہوا کہ کسی طور سے مانتا ہی نہیں تھا بمجبوری تمہارے پاس بھیج دیا تھا کہ تم کسی نہ کسی ڈھنگ سے اس کو سمجھا دو گے اور ہم تم دونوں اس بلائے ناگہانی سے چھوٹ جائیں گے۔ [1]

پائے کج را موزہ می بایست کج!

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بابری سے ہردوار کو چلے کہ کنبھ کا اشنان اور برہم گاتری کا پاٹ کریں اس لئے کہ ہمارے رضاعی باپ پنڈت رام سینہی جی نے وطن سے چلتے وقت برہم گاتری تعلیم فرما کر کہہ دیا تھا کہ ہردوار میں گنگا کے کنارے اس کا جاپ کر لینا جب کنکھل میں پہنچے تو وہاں دو پرم ہنس یعنی مجذوب دیکھے کسی بے رحم ظالم نے ان کی رانوں پر دہکتے ہوئے انگارے رکھ دیئے تھے ایک کی ران تو جل گئی تھی اور دوسری پر کچھ اثر نہ تھا۔

---

[1] نام مقام ۱۲

ہم نے جھٹ پٹ انگارے الگ کئے اور ان کو ڈولی میں سوار کرا کے جوالا پور کے تھانہ میں لائے تھانے دار سے ہماری ملاقات تھی اس نے جلے ہوئے کی مرہم پٹی کروائی یہاں حضرت نے فرمایا کہ ان دونوں میں اعلیٰ درجہ میں کون تھا حاضرین میں سے ایک نے جواب دیا کہ جس کی ران نہیں جلی تھی آپ نے فرمایا کہ نہیں جس کی ران نہیں جلی تھی وہ ابھی جسم کی حفاظت پر قادر تھا لیکن دوسرے کا استغراق اعلیٰ درجہ کا تھا کہ تن بدن کا بھی ہوش باقی نہ رہا تھا اگر اس کے استغراق کامل کو بزرگان اسلام سے نسبت دیں تو لوگ برا مانیں کہ الحق مُرٌّ مگر انصاف تو یہ ہے کہ ایسا استغراق کروڑوں میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے ورنہ ہر ایک سزاوار اس مقام کا نہیں ہے

اسرار محبت را ہر دل بنود قابل ۔۔۔ در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جوالا پور سے چل کر ہردوار میں پہونچے تو سردن ناتھ جی سے ملاقات ہوئی نہایت خاطر و مدارت کی اپنے مکان پر ٹھہرایا دونوں وقت عمدہ کھانا کھلایا جب پربھی[1] کا وقت آیا تو ہم دھوتی باندھ قشقہ لگا کمنڈل ہاتھ میں لے ہر کی پیڑی پر جا موجود ہوئے ایک ہندو نے پوچھا تم کون ہو ہم نے کہا براہمن پوچھا کون براہمن۔ ہم نے کہا کہ متوجئے بولا تمہاری چوٹی کیوں نہیں ہم نے کہا جب سے سنیاس متا لی ہے چوٹی کٹوا دی مگر یاری کے ایک برہمن نے ہمیں اشنان[2] کے وقت پہچان لیا اور دانتوں کے تلے انگلی دے کر چپ رہ گیا ہم نہا کر باہر نکلے تو وہ برہمن ہم کو علیحدہ لے گیا اور کہا کہ میاں صاحب یہاں اور وہاں کچھ فرق ہے جو آپ اشنان کرنے آئے اگر کوئی اور پہچان لیتا تو بڑی خرابی ہوتی خدا تو سب جگہ ایک ہے یہ بھی ایک تماشہ ہے کہ ہر ایک فرقہ کا مذہب جدا ہے ایک دوسرے کو جھٹلاتا ہے اور اپنے آپ کو سچا بتلاتا ہے اگر حقیقت کی راہ سے دیکھو تو مراد دونوں کی ایک ہے۔ ہے

گر بت خانہ میں ہو یا طواف کعبہ کرتا ہو ۔۔۔ یہاں گیا اور وہاں گیا ہے کہیں ہو تیرا جویا ہو

اور یہ مثال بیان کی کہ چار مسافر رفیق سفر تھے مگر زبانیں چاروں کی مختلف تھیں انگور خریدنے کا ارادہ کیا ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں مطلب بیان کیا چونکہ ایک کی بات کو دوسرا

---

[1] یعنی وقت نجات ۱۲ [2] یعنی غسل ۱۲

سمجھتا نہ تھا باہم لڑنے لگے اتفاق سے ایک مرد ہمہ داں بھی آنکلا اس نے ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیا تب شرمندہ ہوئے کہ یہ کیسی بیہودہ جنگ ہے مقصد تو سب کا انگور ہے ۔

تا سلیمان امین معنوی   در نیاید بر نخیزد ایں دوئی

جب وہ پنڈت سمجھا چکے تو ہم نے کہا کہ صاحب یہ اشنان ہم نے اپنے رضاعی باپ پنڈت رام سینہی جی کی طرف سے کیا ہے کیونکہ حج کا ثواب تو انہیں پہنچ نہیں سکتا پھر ہم نے گاتری کا پاٹ شروع کیا۔ برم گاتری یہ ہے اُدم بُھوَر بُھوَہ سُوَہ تَت سَوِی تُرْوَرِنیَمْ بھرگودِ وسیتہ دِھی مَہی دِھیُو یُونہ پرچودیات اُوم۔

معنی لغوی اور شرح گاتری کی یہ ہے اُوم اللہ یہ اسم افضل اسماء الٰہی میں سے ہے۔ یعنی اسم ذات " بُھوَرْ آسمان اول۔ یعنی اپنے تابعین کو سب درد و غم سے نجات دے کر سرور دائمی رکھتا ہے بُھوَہ ۔ آسمان دوم جو تمام مخلوق میں جلوہ گر ہو کر سب کو اپنی اپنی راہ پر رکھتا ہے سَوَہ آسمان سوم۔ یعنی ہے تَت یعنی اس سَوِی تُرْ۔ پیدا کنندہ یعنی جو خالق اور عزت کا دینے والا ہے وَرِنیَمْ یعنی جو بہت ماننے کے لائق ہے بھرگو روشنی۔ یعنی جو پاک شکل ہے دِوَسیتہ۔ روشن۔ یعنی جو سب جانوں کا روشن کرنے والا اور آرام کا دینے والا ہے دِھی مَہی ہم خیال کرتے ہیں۔ یعنی ہم لوگ ہمیشہ اپنے خلوص عقیدت سے یقین کر کے مان لیں دِھیُو یعنی حواس خمسہ اور دل و عقل یو یعنی جو۔ نہ یعنی ہماری پرچودیات رجوع کرے۔ یعنی مہربانی سے سب برے کاموں سے الگ کر کے ہمیشہ اپنی طرف رکھے۔ اوم اللہ ترجمہ اللہ تعالیٰ جو کل مخلوقات میں جلوہ گر ہے اور پرستش کے قابل ہے اس پیدا کنندہ کا نور سب جانوں میں جلوہ گر ہے ہم فرمانبردار خلوص عقیدت سے یقین کرتے ہیں کہ جو ہمارے حواس خمسہ اور دل و عقل ہیں انکو اپنی طرف رجوع کرے اللہ جس روز ہم پاٹ کر چکے تو آخر شب میں یہ خواب دیکھا کہ عین دریائے گنگ میں ایک طرف خاتم رسل ہادی سبل جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات فخر خاندان آدم رحمت عالم باعث ایجاد ارض و سما سپہدار لشکر انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابہ کرام تشریف لائے اور ایک مجلس آراستہ و پیراستہ ہوئی دوسری طرف مہاراج سری کرشن

جی معہ اپنے رفیقوں کے رونق افروز ہوئے اور ایک سبھا[1] جم گئی گرشن جی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ ان کو سمجھائیں یہ کیا کرتے ہیں حضرت نے کہا کہ تم ہی سمجھاؤ پھر مہاراج نے مجھ کو بلایا اور کہا کہ سنو برخوردار تمہارے ہاں کیا کچھ نہیں جو دوسری طرف ڈھونڈتے ہو کیا تم نے دو شئی سمجھی ہے یہاں اور وہاں سب ایک بات ہے البتہ پنتھ جدا جدا ہیں ؎

کفر و اسلام در رہش پویاں ۔۔۔ وحدہ لاشریک لہ گویاں

انسان اپنی حد میں خوب رہتا ہے اور بڑھ کر چلتا ہے تو مطعون ہوتا ہے ؎

پار کہیں تو پار ہے اور وار کہیں تو وار ۔۔۔ پکڑ کنارہ بیٹھ رہ یہیں وار یہیں پار

چندروز اور رہنے کا اتفاق ہوا ایک دن سرون ناتھ سے ان کی سرگذشت پوچھی کہنے لگے کہ میں جاٹ کا لڑکا ہوں خود بخود ایک روز یہ سوچ کر کسی گرو کا شش[2] بنوں اسی دھن میں گھر سے نکل کر ملک دکن کی راہ لی چلتے چلتے حیدرآباد پہنچا وہاں ایک بڑے بوڑھے مہاتما پائے۔ دستوں کی بیماری میں مبتلا روپیہ بہت اسباب بے شمار مال بے انتہا چیلے بھی کثیر مگر کوئی گرو کے پاس تک نہ آتا اپنے اپنے عیش و آرام میں سب مصروف تھے جانشین بھی ان کی خبر نہیں لیتا تھا گرو جی بیچارے اکیلے پڑے رہتے میں نے اپنے دل میں کہا خیر جو ہو سو ہو انہیں کے چیلے بن جاؤ مرگ انبوہ جشنے دارد یہ سوچ کر ان کے پاس گیا اور اپنا حال عرض کیا فرمایا کہ بھائی کیوں مصیبت میں پڑتا ہے میرا وقت اخیر ہے جب کچھ کام نہ ہو تو نام گنانے سے کیا فائدہ میں نے کہا کہ مہاراج میرا یہی کام ہے کہ اس وقت آپ کی خدمت گذاری کروں بارے قسمت اچھی تھی مجھ کو چیلا کر لیا اور میں نے دل و جان سے انکی خدمت شروع کر دی جب وقت قریب آیا تو مجھ کو پاس بلا کر اسماء ستہ تعلیم فرمائے اور ارشاد کیا کہ ہردوار میں جا کر گنگا کے کنارے ان کا پاٹ کر لینا پھر تاثیر دیکھنا وہ اسماء ستہ جن کو ذکر شش عربی بھی کہتے ہیں یہ ہیں۔ کِلِیم ھَرِیْم شَرِیْم اُومْ سُوْھَمْ سَتِّیْم اور اس طرح بھی تلفظ کرتے ہیں۔ کلیم ہریگ شرینگ اونگ سونگ ست انگ لیکن اول صحیح ہیں یہ اسماء ستہ شاستر کے حروف مقطعات ہیں ان کے معانی کوئی نہیں جانتا۔ اس

---

[1] محفل ۱۲۔ [2] مرید ۱۲

تلقین و وصیت کے بعد گروجی جاں بحق ہوئے چیلوں نے مال باہم تقسیم کیا میرا حصہ مجھ کو دیا۔
میں وہیں پن کرکے ہردوار کو چلاتا ہوا یہاں پہونچ کر پاٹ کیا اس دن سے ایک عالم مسخر ہو گیا کسی چیز کی پرواہ نہ رہی اس کے بعد سرون ناتھ نے کہا کہ فقیری تو مجھ کو نہیں ملی ہاں امیری موجود ہے اگر آپ کی خواہش ہو تو ان اسماء کی اجازت ہے جب جی چاہے پاٹ کر لینا یہ گدڑی جو آپ دیکھتے ہیں انہیں گروجی کی دی ہوئی ہے وہ گدڑی ایک رات ہم کو بھی اوڑھنے کو دی تھی فی الحقیقت اس میں عجیب تاثیر دیکھی الحاصل ہم وہاں سے رخصت ہوئے اور آگے کو چل دیئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہردوار سے آگے ہم ایک منزل گئے تھے کہ ایک مسلمان فقیر سے جو نہایت عابد و زاہد تھے ملاقات ہوئی بہت تپاک سے پیش آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا ان کے ہاں گائے بکریاں بہت تھیں ہمیشہ دودھ چاول کھایا کرتے تھے یہی غذا ہم کو بھی دی ایک دو روز تو کھائی لیکن یہاں تو زبان کو نمک مرچ کی چاٹ لگی ہوئی تھی وہ خورش پسند نہ آئی ایک دن ہم جنگل میں چلے گئے اور جنگلی مرغیوں کے انڈے لائے کچھ ثابت کچھ چلے پکائے آپ بھی کھائے اور فقیر صاحب کو بھی کھلائے پھر تو ان کو بھی مزہ پڑ گیا روز جاتے اور انڈے ڈھونڈ کر لاتے سچ ہے اَلصُّحْبَتُ مُؤَثِّرَۃٌ دنیا دار کی صحبت نے فقیر کو بھی چٹورپن سکھا دیا خیر تو یہ ہوئی کہ ہم نے ان کو مرغ پکڑ کر نہیں کھلایا ورنہ جنگلی مرغوں کا نام و نشان نہ رہتا ایک دن میں نے کہا کہ میاں صاحب آپ عابد زاہد متقی پرہیزگار آدمی ہیں آپ کا قیام تو شہر میں زیبا تھا تاکہ جمعہ و جماعت کا ثواب حاصل کرتے خلقت آپ سے فیض پاتی آپ ان سے فائدہ اٹھاتے طرفین حور و قصور کے مستحق ہوتے اور یہ ہو کا مقام تو عارفوں کا ہے سو آپ کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی ہم کچھ اور ہی سمجھ کر آئے تھے پھر وہ فقیر صاحب ہم کو اپنے مرشد کے پاس لے گئے جو پہاڑ پر رہتے تھے ان سے ملاقات ہوئی البتہ وہ خوب آدمی تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم ڈیرہ دون کو گئے وہاں ایک ہندو فقیر کی خبر سن کر پہاڑ پر پہنچے ان کی ملاقات سے طبیعت بہت خوش ہوئی جیسا سنا

تھا ویسا ہی پایا چار پانچ روز رہنے کا اتفاق ہوا ایک روز تنہائی میں ہم گئے اس وقت باباجی رام گیتا[1] لکھ رہے تھے ہم نے کہا نمو نارائن[2] بولے اجی نمو نارائن پر لاحول بھیجو۔ السلام وعلیکم کہو یہ کلام سن کر ہم چونکے فرمانے لگے میں سید ہوں اور میرا نام محمد حسین ہے پہلے تو شاہ عبدالعزیز صاحب سے تحصیل علم کی پھر وید اور شاستر کا شوق دامنگیر ہوا۔ بنارس جاکر یہ بھی پڑھا خاندان قادریہ میں مرید ہوں اب جوگ لے کر یہاں آرہا ہوں میں یاد خدا میں مشغول ہوں ہم نے دریافت کیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی فقیری میں آپ نے کیا فرق دیکھا کہا کہ فقیری کی بات تو دونوں طرف یکساں ہے صرف الفاظ و اصطلاحات جدا جدا ہیں ؎

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح — سندھیا ترا اصطلاح سند مدح

من برآن گل عارض غزل سرایم و بس — کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

ایک بار ارشاد ہوا کہ ہم ڈیرہ دون کے پہاڑ کی سیر کرتے ہوئے سری نگر میں پہونچے ایک پہاڑ پر باباجی رہتے تھے۔ ملاقات ہوئی بڑے خلق و مدارات سے پیش آئے دیکھتے ہی بولے کہ ایسی صورت تو بعد مدت دیکھنے میں آئی ہے ہم کو ایک جدا مکان دیا چارپائی منگائی ہر چند ہم نے انکار کیا کہ آپ زمین پر سوتے ہیں ہم بھی اسی طرح سے آرام کریں گے ہرگز نہ مانا اور اصرار کیا کہ نہیں تم کو چارپائی پر ضرور چاہیئے چند روز میں بے تکلفی ہوگئی ایک دن انکے کسی چیلہ کو پدم ناگ نے جو ہاتھ بھر کا اور نہایت زہریلہ ہوتا ہے کاٹ لیا دوسرے چیلہ نے سانپ کو پتھر کے کونڈے سے ڈھانک دیا اور خود آکر گروجی کو خبر دی فرمایا کہ جلدی بھبھوت لا (یعنی اکسیر اعظم) اتنے میں ایسا زہر چڑھا کہ چیلہ کا منہ بند ہوگیا اور گردن کا منکا ڈھل گیا کہا کہ جس طرح ہو سکے اس کے حلق سے بھبھوت اتار دو خیر بڑی مشکل سے ایک خشخاش کی برابر راکھ سینک سے اس کو کھلا دی حلق سے اس کا اترنا تھا کہ چیلا جھرجھری لیکر سیدھا ہوگیا اور چیلوں کو حکم دیا کہ اب اس کو ٹہلاؤ تھوڑی دیر میں اس نے بھوک کی فریاد کی تو دودھ گھی اس کو پلوا دیا اور پھر ٹہلانا شروع کیا اور جب خواہش ہوئی گھی پلا دیا کچھ دیر بعد اس کو

---

[1] نام کتاب ۱۲ [2] یعنی نارائن کو سلام کرتا ہوں ۱۲

خون کا دست آیا پھر گھی پلا کر ٹہلایا تو کچ لہو کا دست آیا اس کے بعد غزائی آئی اور بھلا چنگا ہو گیا اب گرو جی نے کہا کہ اس سانپ کو لاؤ چیلے پکڑ لائے ایک سینگ سے اس کے منہ میں بھی وہی بھبھوت ڈال دی اسی دم اینٹھ کر رہ گیا اور ذرا دیر میں پانی پانی ہو کر بہہ گیا اور وہ خاک پانی پر تیرنے لگی باباجی نے کہا کہ دیکھئے اس کا زہر تو اس کے لئے اکسیر ہے مگر انسان کیلئے قاتل ہے اور انسان کی اکسیر اس کے حق میں زہر ہلاہل ہے ؎

کیمیائے زہر مار آن شقی   بر خلاف کیمیائے متقی

اور یہ حوصلہ اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کو دیا ہے کہ اکسیر کو ہضم کرتا ہے ورنہ اور حیوانات کے حق میں تو اکسیر زہر کا حکم رکھتی ہے ؎

آن یکے را مدح در حق تو ذم   آن یکے را شہد در حق تو سم

اس کے بعد باباجی نے کہا کہ آؤ تم کو ایک تماشا دکھلائیں ایک کڑھائی دودھ کی بھری ہوئی منگائی اور اس میں سرکہ اور نمک ڈال کر دودھ کو پھاڑ دیا مجھ سے بولے کہ بھلا اب کوئی شے اس کو درست کر سکتی ہے میں نے کہا نہیں پھر وہی خاک چاول بھر اس میں ڈال کر لکڑی سے ہلانا شروع کیا فوراً دودھ اپنی اصلی حالت پر آ گیا پھر کتنا ہی سرکہ اور نمک اس پر ڈالا کچھ اثر نہ ہوا جیسا تھا ویسا ہی رہا باباجی نے چیلوں کو حکم دیا کہ گڑھا کھود کر اس دودھ کو دبا دو ہم نے کہا صاحب ان چیلوں کو آپ کیوں نہیں پلا دیتے فرمایا کہ یہ پئیں گے تو کامی[1] ہو جائیں گے پھر ہم سے براہ عنایت فرمایا کہ اگر تم کھاؤ تو ہم کھلا دیں سات پشت تک اس کی تاثیر رہے گی میں نے کہا بہت اچھا مگر اس کا اتار بھی بتلا دیجئے ورنہ پانچ سیر روغن کھانا ہر روز کہاں سے لادیں گے فرمانے لگے میاں خدا مالک ہے ہم نے کہا سبحان اللہ دوا کھلانے کے تو آپ مالک ہیں اور کھانا کھلانے کیلئے خدا مالک ہے میں ایسی دوا سے باز آیا یہ سن کر چپ ہو رہے ان باباجی کی عمر چار سو برس کی تھی ستر برس میں کایا پلٹا کرتے تھے اس طرح کہ چھ مہینے تک ایک کوٹھری میں بیٹھ کہ جہاں ہوا کا گذر نہ ہو ایک دوا کھاتے تھے پہلا جسم پھٹ کر اس کے اندر سے بارہ برس کی عمر کا

[1] یعنی شہوتی ۱۲

ایک جسم نکل آتا ہے جن دنوں میں ہم گئے تھے وہ دوا تیار ہو رہی تھی باباجی اکسیر کے کھلانے میں بڑے ماہر تھے چند روز کے بعد میر اعظم علی صاحب قبلہ ہمیں تلاش کرتے کرتے وہاں جا پہنچے ان کو دیکھ کر باباجی نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں میں نے جواب دیا کہ ہمارے پتا ہیں سن کر بولے کہ صورت شباہت سے تو یہ بات ٹھیک نہیں معلوم ہوتی تب میں نے کہا کہ ہمارے مرشد اور گرو ہیں کہا کہ ہاں اس کا مضائقہ نہیں وقت رخصت باباجی نے میر صاحب قبلہ کو ستر روپیہ اور ایک بیل اکسیر کے دیئے وہاں سے بابری کو چلے راہ میں میر صاحب نے فرمایا کہ اکسیر کے بیل کو پھینک دو میں نے عرض کیا کہ آپ عیالدار ہیں بال بچوں کے کام آئیگی فرمایا کہ نہیں اس کو دیکھ کر خراب ہو ہو جائیں گے تب ہم نے وہ بیل پھینک دیئے۔

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا ۔۔۔ بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا

ایک روز ارشاد ہوا کہ بابری میں ہم کو ایک برہمن نے یہ منتر بتلایا تھا نہایت پر تاثیر ہے۔

دِھانَنگ	دُھوُنَگ	مَنُوٗ	بُھوکَنگ	پنج اندریان
دھیان جو ہے	دھوپ ہے	دل	راجہ	حواس خمسہ

ھون ناس نَنگ	چِھمَہ	چَاپ	سَنتوکْ	پُوجا پُوجو
فنا ہوں	تحمل	پرستش ہے	قناعت	پوجا یہ حواس وقت

دِیُو ۶	بَرنجنکْ	اُڑمان	مَنڈپ	نِرمان دِیونگ
ذات	بحث کو	خاکساری	سائبان	عجز سے خدا کو

جَیونت جُوگی	جھان	بَھرم	نَہ بَھونک	لِولین پُوجا
پوجنے والا	جہاں	امید	نہ خوف	محو ہونا عبادت میں

مَن پُشپ	دُھوپگ	سَت	سَت	بھا کھنت
دل پھول	خوشبو دار	سچ	سچ	بیان کرنا

دِیُو دَت	اُودھو تنگ
پوجنے والا فقیر	اودھو

(ترجمہ) یعنی خدا کے ساتھ ایسا دھیان لگاؤ کہ سلطان دل کی خواہش اور حواس خمسہ جو اس کے خادم ہیں دھوپ کی طرح جل جائیں گے خدا کی عبادت تحمل وقناعت سے عجز کا سائبان لگا کے عبادت کنندہ بغیر امید و خوف کے عبادت کرے بلکہ محو ہو جاوے دل خوشبودار پھول کی طرح کھل جاوے گا سچ سچ کہتا ہے پوچھنے والا اودھو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بابری میں تھے تو مولانا روم کی مثنوی کا شوق پیدا ہوا سنا کہ مولوی قلندر صاحب جلال آبادی خوب جانتے ہیں۔ ان کی خدمت میں جا کر کتاب شروع کی جب دوسرے دفتر میں یہ شعر آیا ؎

قال را بگذار و مرد حال شو ۔۔۔ پیش مرد کاملے پامال شو

ہم نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو قال ہے قال کچھ حال کی حقیقت و ماہیت فرمائیے بولے کہ بھائی یہ تو ہم بھی نہیں جانتے بس اس روز سے ہم نے کتاب بالائے طاق رکھ دی۔ مولوی صاحب ایک تعویذ چند بار ہر روز لکھا کرتے تھے میں نے اس کی تاثیر پوچھی فرمایا کہ اس میں حب و بغض و دلست غیب و فتوحات و تسخیر خلائق ہے چنانچہ ایک تعویذ لکھا اور فرمایا کہ یہ دلست غیب کی نیت سے لکھتا ہوں مجھ کو دیا اور کہا کہ اس کو جا نماز کے تلے رکھ دو پھر کچھ پڑا اور فرمایا اب جا نماز اٹھا کر دیکھو تو پانچ روپیہ رکھے تھے۔ غرض انہوں نے ہر قسم کی تاثیر کا تجربہ دکھلایا فی الحقیقت نہایت مجرب تعویذ تھا فرمایا کہ تم کو بھی اس کی اجازت ہے اس ترکیب سے کر لینا چار عناصر اسکے چار چلے ہوتے ہیں وہ تعویذ یہ ہے۔ مولوی قلندر صاحب سے ہم رخصت ہو کر پیران کلیر کے عرس میں پہونچے۔

۷۸۶

۳۳۶	۳۳۹	۳۳۲
۳۳۱	۳۳۳	۳۳۵
۳۳۲	۳۳۷	۳۳۰

ابرھا سبوحا سادحا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک زمانہ میں حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار متبرکہ کی زیارت کو ہم گئے پیران کلیر میں رہنے کا اتفاق ہوا جب عرس شروع ہوا تو اطراف و جوانب سے حضرت صوفیہ کا ورد ہونے لگا خوش اعتقادوں کے ہجوم اور آہنگ سرود کی دھوم

ارباب شوق کی مستی و اصحاب ذوق کی بالا دستی سے ہنگامۂ بزم گرم ہوا میں بھی عین و جدو حالت کی گرما گرمی میں اس مجلس کے اندر پہنچا دیکھا کہ تین شخص رنگین لباس بادۂ شوق سے سرمست ہیں اور صاغر وا کابر خاموش مطربان خوش آہنگ کسی سوختہ دل کا یہ شعر گاتے ہیں ؎

یہ شکایت ہے ہمیں اس ساقی گلفام سے دور ساغر میں ہمیں محروم رکھا جام سے

ان میں سے ایک فریاد خواں کا ہاتھ میں نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ آپ نے اس شعر سے کیا کیفیت اخذ کی اور تحقیق معانی سے کیا اثر آپ کے دل پر مترتب ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم جو گوہر اشک پروتے ہیں سو اللہ کو روتے ہیں میں نے کہا کہ حضرت کیا آپ کے دل مردہ کی طرح حَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ بھی دام اجل میں گرفتار ہو گیا جس کے ماتم میں آپ نوحہ گری کرتے ہیں اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مقام تہنیت ہے نہ جائے تعزیت کیونکہ اسنے تمہارے بزرگوں کو مارا اور تمہاری فکر میں ہے ؎

بھلا ھُوا اُکُر کُمھَیَن کَھایُو بہت بھن سی تو چھُوٹی ری ؎

یہ بات سن کر چپ چاپ ایک گوشۂ مجلس میں جا بیٹھے نہیں معلوم کبیدہ خاطری سے گردن جھکائی خدا سے جی لگا بیٹھے پھر میں نے دوسرے نالہ کش سے وہی سوال کیا جو پہلے سے کیا تھا وہ بولے حضرت کیسی غزل اور کہاں کا شعر نہ ہم سمجھتے ہیں نہ اسکو سنتے ہیں یہاں تو آلاپ اور لَے بھلی معلوم ہوتی ہے ڈھولک کی تھاپ پر سر دھنتے ہیں میں نے کہا کہ بہت درست ؎

کسانے کہ ایزد پرستی کنند بر آواز دولاب مستی کنند

پھر تیسرے صاحب ذوق سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ حضرت شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناشب معراج کو مدارج و مقامات طے کرتے ہوئے پردۂ وحدت تک پہونچے تو آواز آئی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ پس اس ساغر کو حضرت رسالت پناہ نے دو بخش فرمایا ایک حصہ تو خود نوش کیا اور دوسرا حصہ بندگان صالح کو

عنایت کیا یعنی فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ہ عبرت یہ ہے کہ بندگان صالح کو تو ان کی صالحیت کافی تھی وہاں ہم جیسے تشنہ بیان بادیہ معصیت کو یاد کیوں نہیں فرمایا۔ ع

کہ مستحق کرامت گناہگاران اند

میں نے عرض کیا کہ حضرت خیر الوریٰ نے تو گناہگاروں کو صالحین سے بھی پہلے دور ساغر میں کمال شفقت کے ساتھ شریک فرمایا ہے چنانچہ عَلَیْنَا میں ضمیر جمع اس پر شاہد ہے صالحین کو بعد عطف جدا یاد کیا اور عاصیوں کو اپنے ساتھ رکھا بھلا اس سے زیادہ اور کیا عنایت ہو سکتی ہے یہ بات سن کر ان کا جوش و خروش دھیما ہو گیا اور خاموش ہو کر ایک جانب بیٹھ گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بار قلندر صاحب کے چلہ میں ہم جاکر ٹھہرے جو بوریہ کے قریب ہے شاہ امیر الدین صاحب بھی وہاں تشریف لائے فرمانے لگے کہ میاں جنگل میں رہ کر تم کھاؤ گے کیا ہم نے کہا صاحب جو خدا کھلائے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور چاول گھی مرغی وغیرہ لایا ہم نے اس سے کہا کہ بھائی اگر تو قلندر صاحب کی نذر لایا ہے تو پانی پت یا کرنال کو لے جا اور اگر زندہ قلندر کے واسطے لایا ہے تو ہمارے سامنے رکھ اس نے کہا صاحب میں تو آپ کے واسطے لایا ہوں خیر اس کا پلاؤ پکایا گیا پھر تو ہمیشہ یہی کیفیت رہی چھ مہینے تک ہم وہاں ٹھہرے ہر روز کچھ نہ کچھ آتا رہا اور باجو کیمیا گر جو ہمارا دوست تھا وہ بھی اکثر وہاں آیا کرتا اور اس کا دستور تھا کہ جب آتا تو مٹھائی وغیرہ ضرور لاتا ایک دن ہم نے باجو سے سوال کیا کہ یہ فن تم کو کس طرح حاصل ہوا اس نے جواب دیا کہ میری آٹھ یا نو برس کی عمر تھی کہ والدین کا انتقال ہو گیا جو نقد و جنس تھا وہ ہمارے چچا نے سنگوا لیا میں ان کی گائے بھینس چراتا اور روٹی کھاتا۔ چچی مجھ کو بہت مارتی اور تنگ کرتی تاکہ میں نکل جاؤں اور میرا مال و اسباب بے کھٹکے ان کے پاس رہے چنانچہ ایک دن مجھ کو بڑی بے دردی سے مارا میں بھینس لے کر چلا اور راہ میں بیٹھ کر رونے لگا اتنے میں ایک گرو اور دو چیلے ان کے میری طرف کو آئے مجھ کو روتا دیکھ کر ٹھٹکے اور حال پوچھا

میں نے اپنا تمام قصہ بیان کیا فرمایا کہ ہمارے ساتھ چل سب گائے بھینس چھوڑ ان کے ہمراہ ہولیا چند روز کے بعد گروجی کی الفت و محبت کے سبب سے وہ چیلے بھی میرے دشمن جانی ہو گئے ایک دن گروجی تو باہر گئے تھے چیلوں نے اکیلا پاکر مجھ کو خوب پیٹا میں رو رہا تھا کہ گروجی آن پہنچے پوچھا اب کیوں روتا ہے میں نے عرض کیا کہ صاحب وہاں تو چچی دشمن تھی یہاں آپ کے دونوں چیلے میری جان کے لاگو ہو گئے ہیں مجھ کو رخصت فرمایئے کہیں اور ہی زندگی کے دن کاٹوں گا یہ بات سن کر بولے کہ خیر اب ارنڈ ہی کا درخت لگاویں گے سورۂ والضحیٰ سے مجھ کو قرآن شریف پڑھانا شروع کیا جب یہ سورتیں حفظ ہو گئیں تو نماز کے ارکان و احکام سکھلائے نماز بھی بخوبی یاد ہو گئی تو ایک رات فرمایا کہ آج دو رکعت اس ترکیب سے پڑھ کر سو رہنا میں نے ایسا ہی کیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ کو تمام قسم کی ترکیبیں چاندی بنانے کی تعلیم کیں علی الصبح یہ خواب گروجی سے عرض کیا فرمایا کہ اچھا ان ترکیبوں کی آزمائش کر شام تک سب ترکیبوں کا امتحان کرتا رہا جو کی سو پوری اتری میرے دل کو یقین ہو گیا دوسری شب پھر انکے فرمانے کے موافق وہی دوگانہ پڑھ کر سویا تو حضرت خضر نے سونا بنانے کی ترکیبیں ارشاد فرمائیں دن میں ان کی بھی آزمائش کی تو سب درست تیسری رات پھر وہی عمل کیا تو جواہرات کی صنعت تعلیم فرمائی چوتھے روز گروجی نے مجھ کو رخصت کر دیا اور وہ چیلے دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے میں چلا تو آیا لیکن تین دن تک یہ حال رہا کہ نہ کھانے کو جی چاہے نہ نیند آوے پھر گرو کے پاس گیا اور یہ کیفیت عرض کی فرمایا کہ جا تو کھلائے گا تو کیا مگر خود کھایا کر۔ اس دن سے میں خوب کھانے پینے لگا پھر ہم نے باجو سے پوچھا کہ بھلا تم نے کسی کو یہ ترکیب سکھلائی۔ کہا کہ ہاں ایک شخص کو تو میں نے زبردستی سکھلائی اور ایک نے زبردستی مجھ سے سیکھ لی جس کو میں نے سکھلائی تھی اس کا حال یوں ہے کہ ہم دو شخص کیمیاگر ہم سفر تھے ایک گاؤں میں پہنچے وہاں کا چودھری نہایت نیک بخت و خیر آدمی تھا چوپال میں ہم دونوں جا اترے وہ آیا اور ایک چھوٹی سی لڑکی اس کے ساتھ تھی جس کے کانوں میں سونے کے بالے تھے ہمارا حال پوچھا اور کہا کہ جب تک جی چاہے آپ ٹھہریں کھانا ہمارے گھر سے

آیا کرے گا اتفاقاً اس روز گھر میں کچھ نہ تھا اس مرد کریم نے چھوٹی لڑکی کا بالا اتار کر گروی رکھا اور ہم کو تین دن تک طرح طرح کا کھانا کھلایا چوتھے روز ہم رخصت ہوئے اور ایک بیل اکسیر کی اس کے حوالے کی اور اپنے روبرو اس کی تاثیر دکھلا دی اس نے بیل تو پھینک دی اور لاٹھی لے کر ہمارے پیچھے دوڑا کہ میں نے تمہاری خدمت للہ کی تھی نہ اس طمع کے لئے غرض ہم نے بمشکل تمام اس سے پیچھا چھڑایا جب دور نکل گئے تو ہم دونوں کو یہ خیال آیا کہ دیکھو یہ شخص دنیا دار ہو کر اس طرح تواضع سے پیش آیا بڑے شرم کی بات ہے کہ ایسے آدمی کو کیمیا سکھلا کر نہ جاویں ہم پھر واپس آئے اور اسی چوپال میں قیام کیا چوہدری نے کہا کیوں کیا پھر مار کھانے کا ارادہ ہے ہم نے کہا صاحب اب کوئی بات ایسی نہ ہوگی صرف تین روز ہم اور ٹھہرنا چاہتے ہیں بولا کہ بسر و چشم تمہاری خدمت کروں گا لیکن حرف طمع زبان پر لاؤ گے تو جان سے مار ڈالوں گا میں نے کہا کہ بھائی طمع کی بات جانے دو ایک نماز تم کو بتلائیں تو پڑھو گے یا نہیں کہا کہ ہاں اس کا مضائقہ نہیں میں نے وہی دوگانہ حضری بتلایا اور کہا کہ اس کو تین روز تک پڑھنا یہ کہہ کر ہم تو چل دیئے سال بھر کے بعد جو ہم واپس آئے تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ چوہدری دیوانہ ہو گیا اور گاؤں در گاؤں بھیک مانگتا پھرتا ہے بہت جستجو کے بعد ملا تو ہم کو دیکھتے ہی لٹھ لے کر دوڑا اور کہا کہ خدا تم کو غارت کرے تم نے مجھ کو خراب کر دیا گھر بار بال بچے سب چھٹ گئے روٹی ٹکڑے کا بھی ٹھکانا نہ رہا یہ کہہ کر رونے لگا اور کہا کہ خدا دشمن کو بھی اس مصیبت میں نہ ڈالے نہ دنیا رہی نہ دین رہا تمام جہان اپنی جان کا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا شخص جس نے زبردستی سیکھا اس کی کیفیت یہ ہے کہ ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں میں ہم مقیم تھے وہاں ایک جولاہے نے ہماری بڑی خدمت کی یہانتک کہ اپنا تمام مال و اسباب بیچ کر ہم کو کھلا دیا جب وہ بالکل قلاش ہو گیا کہ اسنے ایک روز کیا کام کیا کہ قد آدم گڑھا گھر کے اندر کھودا اور اس پر ایک بوریا اور بوریا پر سفید چادر بچھا دی اور اپنی بیوی کو سمجھا دیا کہ خالی دیگچیوں میں چمچا ہلاتے رہنا تاکہ معلوم ہو کہ کھانا کئی قسم کا پکتا ہے پھر ہم کو بلا کر لے گیا کہ چلئے آپ کی دعوت ہے ہم کو تو چاٹ لگی ہوئی تھی جھٹ چلے گئے پہلے تو ہم اور وہ ایک چارپائی پر بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور وہ اپنی بیوی کو تاکید کرتا رہا کہ جلدی

پلاؤ زردہ پکا کر لاؤ وہاں کیا خاک دھرا تھا یوں ہی جھوٹ موٹ دیگچی کھڑکا دیتی تھی اسی انتظار میں آدھی رات ہوگئی اسی وقت کہا کہ آؤ کھانا تیار ہے ہم خوشی خوشی اٹھے اور سفید چادر پر قدم رکھا کہ اب ترنوالے کھائیں گے اس پر بیٹھنا تھا کہ دھم سے گڑھے کے اندر! میں تو گرا اور وہ دونوں میاں بیوی لٹھ لے کر میرے سر پر آ چڑھے اور دھڑا دھڑ مارنے لگے اور بولے کہ آج اسی گڑھے میں تم کو مار کر دبا دیں گے ناچار اس کو ایک نسخہ چاندی کا بتلانا پڑا اس نے دو چار دفعہ اسی دم آزما لیا تب بمشکل میری جان بچی اور اس نے رہائی دی پھر پاؤں پاؤں میں گر پڑا اور قصور معاف کرایا اس دن سے میں نے توبہ کی کہ پھر کسی کی دعوت نہ کھاؤں گا۔

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند   درآرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

ایک روز باجو نے ہم سے دریافت کیا کہ میاں صاحب سینکڑوں آدمی میرے پیچھے پھرتے ہیں اور کیمیا کے طالب علم ہیں ہر ایک کا یہی سوال ہے کہ کوئی نسخہ بتلا دو مگر باوجود بے تکلفی اور محبت و ملاقات کے آپ نے کبھی اس امر کی خواہش نہ کی اسکا کیا سبب ہے ہم نے کہا کہ یہ تو بتلاؤ کہ جو لوگ تم سے پوچھتے ہیں کیا انکو تم نے بتلا دیا۔ کہا کہ نہیں ہم نے کہا ہم ہمیں کیا ضرورت ہے کہ تم سے خواہش کریں اور اس ملاقات میں بھی خلل ڈالیں رہا فائدہ کیمیا کا سو ہم کو یوں ہی حاصل ہے کہ تم روز مرہ ملائی اور مٹھائی وغیرہ لے آتے ہو اور ہم کھا لیتے ہیں اس سے زیادہ مزہ کیمیا کا ہم کو درکار نہیں ایک روز باجو نے بیان کیا کہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک پیر جی کی خدمت میں گیا کہ حضرت مجھے مرید کر لیجئے انہوں نے غریب و شکستہ حال دیکھ کر مجھ کو دھتکار دیا اس وقت پیر جی ہوسی کی دھت میں مصروف تھے اور پھونک پھانک کر رہے تھے میں نے ان کی ادویات لے کر اور کچھ اپنے پاس سے ملا کر جھٹ پٹ چاندی بنا کر دکھلا دی پھر تو پیر جی لٹو ہو گئے بڑی خاطر و مدارات کی اور کہا کہ تجھ کو ہم دل و جان سے مرید کریں گے بشرطیکہ کیمیا سکھلا دے میں نے کہا کہ بہت اچھا تین من گوہ بندوں کا جمع کر لیجئے پیر جی نے مریدوں کو حکم دیا کہ چند روز میں گوہ جمع ہو گیا میں نے کہا اس کو گھڑوں میں بند کر کے آگ دے دیجئے تاکہ اس کا تیل نکل آوے ترکیب بتا کر میں تو چل دیا اور پیر جی نے گوہ کو آگ دے ماری بدبو سے تمام بستی کے لوگ

چلا اٹھے اور پیر جی کے گھر پر ایک شور و غل مچادیا کہ خدا کے لئے پیر جی کیوں تمام بستی کا دم ناک میں کیا یہ کیا بلا آپ نے جلائی ہے غرض پیر جی نہایت خفیف ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم میرٹھ میں مقیم تھے تو کپڑے بالکل پھٹ گئے گرہ میں کوڑی نہ تھی مجبور لڑکے پڑھانے شروع کئے ؎

از توکل در سبب کاہل مشو | رمز الکاسب حبیب اللہ شنو
گر توکل میکنی در کار کن ! | کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

جب کپڑوں کے لائق دام آگئے تو پڑھانا ترک کر دیا اسی زمانہ میں مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب کی خدمت میں رہے فی الواقع حضرت کی اصلاحی توجہ نہایت عمدہ تھی ہماری طبیعت کو بہت درستی اور اصلاح حاصل ہوئی اور تمام سلوک نقشبندیہ شاہ صاحب قبلہ سے طے کیا جب سیر لطائف و دائر انوار کی ہو چکی تو حضرت نے فرمایا کہ سید صاحب تعلیم ختم ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی توجہ سے لطائف و دائرہ کا خوب تماشا دیکھا مگر گستاخی معاف ہو خدا کا پتہ تو نہ کسی دائرہ میں لگا نہ کسی لطیفہ میں یہ سب بھان متی کا سوانگ معلوم ہوتا ہے اس وقت تو ان کو یہ بات بہت ناپسند ہوئی مگر رات کو خود غور و فکر جو کیا تو بات سمجھ میں آگئی چونکہ نہایت منصف اور دانا آدمی تھے صبح کو فرمانے لگے سید تم سچ کہتے ہو ہم نے جو غور و انصاف کیا تو درحقیقت خدائے بیچوں و بیچگون کسی دائرہ اور لطیفہ میں مقید نہیں آفریں صد آفریں تم نے یہ بات سمجھائی صدہا طالب ہمارے پاس آئے مگر کسی نے اس سوجھ بوجھ کی گفتگو نہیں کی آؤ دہلی چل کر شاہ ابوسعید صاحب سے یہ بات عرض کریں چنانچہ شاہ صاحب مجھ کو دہلی لے گئے اول تو شاہ ابوسعید صاحب نے بڑے زور شور کی توجہ دی لوگوں کو خیال تھا کہ دیکھئے کیا حالت ہوتی ہے مگر ہم تو جیسے تھے ویسے ہی اٹھ کھڑے ہوئے بعد اس کے مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب نے وہ تقریر عرض کی شاہ ابوسعید صاحب نے فرمایا کہ سوال تمہارا تو نہیں معلوم ہوتا میاں صاحب نے میری طرف اشارہ کیا اس وقت جناب شاہ صاحب نے نہایت ہی انصاف کی بات فرمائی اور بہت ہی معقول جواب دیا کہ سنو صاحبزادہ جو کچھ ہم کو بزرگوں سے پہنچا تھا

وہ تم کو پہنچا دیا اب اگر تمہارا حوصلہ فراخ اور طلب غالب ہے تو اور جگہ تلاش کرو گے

متاع نیک ہر دو کان کہ باشد ٭

پھر ہم دہلی سے چل دئے۔

من فدائے آنکہ او در ھر رباط | خویش را واصل نداند بر بساط
ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد | ہم چو خورشید از بلندی فرد شد

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب مولوی حبیب اللہ شاہ کی ایما کے موافق

مرزا غفور بیگ صاحب کی زیارت کے لئے ہم میرٹھ سے خورجہ کو روانہ ہوئے اول ہی منزل پر موضع کھرکھودہ میں ایک لڑکا ملا۔ ہماری صورت دیکھ کر بولا کہ آپ کے پاس پانچ روپیہ اور ایک آنہ ہے ہم نے کہا کیوں اگر تم کو درکار ہے نذر ہے بولا نہیں میں تو یوں ہی کہتا تھا راستہ میں ہم نے اس سے پوچھا کہ سچ بتا تو کون ہے اور تجھ کو کیا عمل آتا ہے اس نے کہا مجھ کو یہ تو خبر نہیں کہ میرا باپ کون تھا بچپن میں ٹھگ مجھ کو لے گئے تھے ان ہی لوگوں میں پرورش پائی اور ایک منتر بھی ان سے سیکھا جس کی بدولت میرے سب کام نکلتے ہیں میں آپ کو بھی اس منتر کی اجازت دیتا ہوں منتر یہ ہے اُدُ اُدُ اُموھا اُمرھی اَھلاَ اَھلاَ کَھلاَ کَھلاَ کَلھلاَ کِی کَھِنخاکی کَھِنخا کُرسَا کُرسَا سُوھَا ھَنسَا یَا بَلَبْ یَا بَلَبْ یَا بَلَبْ ۔ اگر کوئی امیر مل گیا تو آپ کو اس کا تماشا دکھاؤں گا غرض جب ہم دونوں مرزا صاحب کی خدمت میں پہنچے اور چند روز رہے تو ایک دن اس لڑکے کے سامنے ہم نے مرزا صاحب کی تعریف بیان کی کہنے لگا کہ آپ کہیں تو تماشا دکھلاؤں ہم نے کہا اچھا اس نے تین کنکریوں پر یہ منتر پڑھا اور باری باری سے مرزا صاحب پر پھینکیں تیسری کنکری کھاتے ہی چپکے سے گھر میں چلے گئے اور سب نقد و زیور اس کے سامنے لا رکھا اور کہا کہ لے جاؤ ہم نے وہ زیور وغیرہ اس لڑکے سے لے لیا اور ان کے گھر میں بجنسہ پہنچا دیا مائی صاحبہ نے فرمایا تم نے دیکھا کہ آج مرزا صاحب نے یہ کیا خلاف عادت کام کیا اس وقت ہم نے یوں بات بنا دی کہ حضرت ایک شخص نے امتحان کیا تھا کہ جیسے پہلے زمانہ میں حضرت ابو بکر صدیق نے اپنا تمام مال و اسباب خدا کی راہ میں دے دیا تھا اب بھی کوئی ایسا ہے یا نہیں اس واسطے مرزا صاحب نے

یہ چیز رے جاکر ان کو دے دی تھی خیر یہ بات تو رفت گذشت ہوئی مگر تین روز تک
مرزا صاحب پر منتر کا اثر رہا چوتھے دن ہوش میں آئے تو فرمانے لگے خدا جانے کیا اسرار تھا
تین دن سے ظلمات کا ابر دل پر چھا گیا تھا اور سب فیض و برکات یک قلم بند تھے ہم کو
نہایت تعجب ہوا کہ ایسے بڑے مشائخ پر منتر نے یہ تاثیر کی وہاں ایک مجذوب بھی رہتا تھا
ہم نے اس لڑکے سے کہا کہ بھلا آؤ اس پر تو آزماؤ اس لڑکے نے جواب دیا کہ صاحب یہاں
دال نہیں گلتی اس کی رگ و پے میں ایسی تاثیر سمار ہی ہے کہ دوسرے کی گنجائش نہیں مگر
ہمارے اصرار سے وہ آمادہ ہوگیا ادھر اس نے کنکر اٹھائے ادھر مجذوب نے سر ابھارا اور
للکارا کہ بچہ کیا ہم کو بھی مرزا سمجھا ہے لڑکا بولا دیکھئے میں نہ کہتا تھا کہ صاحب یہ ہوشیار ہے
اس پر کچھ نہیں ہونے کا ہم نے پھر کہا کہ بھلے مانس آزما تو سہی خیر اس نے تینوں کنکریاں
ماریں لیکن مجذوب پر کچھ اثر نہ ہوا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ میرٹھ کی سرائے میں ہم قریب ایک مہینے کے ٹھہرے
ایک دو فقیر بھی ہمارا رفیق تھا وہ بنیے کی دوکان سے جنس قرض لاکر کھایا کرتا تھا ایک دن
چپکے سے چل دیا بنیا ہمارے پاس آیا کہ اپنے ساتھی کا قرضہ دلوائیے ہم نے کہا کہ بھائی
ہم تجھ سے جنس نہیں لائے لانے والے کی ضمانت نہیں کی پھر ہم سے کیوں دعویٰ کرتا
ہے جسکو دیا ہے اس سے لے جب وہ مایوس ہو کر چلا تو ہم نے کہا کہ ہم سے واسطہ نہیں
لیکن تیرا روپیہ ادا کر کے جاویں گے بتا کیا چاہیئے اس نے اٹھارہ روپے بتلائے ہم نے دوسرے
دن سورہ یٰسین کا عمل شروع کیا تیسرے دن لالہ بانکے رام کے وکیل کا آدمی چونتیس روپیہ
لے کر ہمارے پاس آیا اور کہا کہ لالہ صاحب نے کہا ہے کہ آپ کس جھگڑے میں پڑے ہیں
غرض ہم نے اسی وقت اٹھارہ روپیہ بنیا کو دے دیئے اتفاق سے وہ فقیر ایک بار روڑکی میں مل گیا ہم
نے کہا تم کو ایسا زیبا نہ تھا وہ روپیہ دینے لگا مگر ہم نے لیا نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ میرٹھ میں حافظ جلال الدین صاحب گیارھویں کیا کرتے تھے
ایک بار ہم پانچ آدمیوں کی دعوت کی جب فاتحہ شروع کی تو گھنٹہ بھر تک بزرگوں کے نام
پڑھتے رہے بروح پاک فلاں فلاں آخر ہم نے تھک کر ان سے عرض کیا کہ حضرت سب کے

شمار تو ہو گئے ہیں ان پانچ سورتوں کے نام بھی پکار دیجئے جو اصل کھانے والے ہیں بزرگوں کو ثواب جب پہنچے گا جب ان پانچوں کا شکم سیر ہوگا اس بات پر بعض لوگ تو ہنس پڑے اور بعض ناراض ہوئے لیکن عبارت فاتحہ جلد ختم کی گئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ نے ہم کو بتلایا کہ گیارہ سو دفعہ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ پڑھ کر مراقب ہو جایا کرو لیکن یہ بات کسی کے روبرو بیان نہ کرنا ہم نے پڑھنا شروع کیا جب مراقب ہوئے تو دیکھا کہ جسم مماثل ہمارے جسم سے جدا ہو کر سامنے آکھڑا ہوا یہ ماجرا دیکھ کر ہم کو حیرت ہوئی اتفاقاً ایک روز حضرت **حبیب اللہ شاہ** نے دریافت فرمایا کہ تم کچھ پڑھتے ہو ہم نے سب حال بیان کر دیا اس روز سے وہ بات جاتی رہی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شہر میرٹھ میں میاں روشن شاہ کوٹلے کی مسجد میں رہتے تھے ان کے پاس ایک بزرگ تشریف لائے جب رات کو سب نماز پڑھ کر چلے گئے اور مسجد میں کوئی نہ رہا دروازہ بند ہو گیا اس وقت **روشن شاہ** سے وہ بزرگ بولے کہ بتلاؤ کیا کھاؤ گے جواب دیا کہ حضرت اب تو بازار بند ہو گیا دکاندار بھی اٹھ گئے اب کھانا کہاں سے فرمایا تم اس بات کا فکر مت کرو۔ خیر شاہ صاحب نے ایک کھانے کا نام لیا اسی وقت غیب سے کھانا آگیا دونوں نے خوب کھایا پھر وہ بزرگ کمبل تان کر لیٹ رہے تھوڑی دیر بعد شاہ جی نے ان کو ٹٹولا تو خالی کمبل پایا صبح کے قریب دیکھا تو کمبل میں موجود ہیں کئی دن یہی کیفیت دیکھی ایک دن **میاں روشن شاہ** کے ساتھ وہ بزرگ گندری کے بازار سے گزرے تو کوئی شخص گا رہا تھا آواز سنتے ہی دھم سے کنویں کے اندر جا پڑے جو مسجد کے سامنے ہے تھوڑی دیر بعد جست کر کے باہر آ گئے نہ بدن بھیگا نہ کپڑے تر ہوئے جب راز افشا ہو گیا تو سرہمنہ کو چل دیے ان کے جاتے ہی میاں **روشن شاہ** کے دل میں ایک ولولہ پیدا ہوا کہ ایسے کامل بزرگ سے ہم نے کچھ فیض و فائدہ حاصل نہ کیا یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے وہ بزرگ سرہمنہ میں یہ بات کہہ کر چل دیئے کہ ایک شخص اس نام کا میرٹھ سے ہم کو پوچھتا ہوا آئیگا اس سے

کہدیناکہ بڈولی کو گئے ہیں یہ خبر پاکر شاہ جی بھی بٹولی پہنچے وہاں پتا لگا کہ کرنال کو گئے یہ بھی کرنال پہنچے وہاں پہنچ کر ملاقات ہوئی شاہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم کو کچھ تعلیم و تلقین فرمائیے یہ بات سن کر بولے اگر خدا کو منظور ہوتا کہ تم کو کچھ فائدہ ہم سے پہنچے تو ہم پہلے ہی تعلیم کر دیتے اب تم شاہ آباد کی طرف فلاں بزرگ کی خدمت میں چلے جاؤ وہ تم کو تعلیم کریں گے۔ شاہ صاحب مایوس ہو کر چلے آئے ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ موضع منڈاور میں ہم پہنچے تو سنا کہ یہاں ایک سید صاحب شیعہ ہیں مرتے دم انہوں نے یہ وصیت کی ہے کہ ہماری دونوں لڑکیوں کی شادی نہ کی جاوے جب حضرت امام مہدی آخر الزمان کا ظہور ہو تو یہ دونوں ان کے نکاح میں دے دی جاویں ہم نے سید صاحب کی بیوی سے کہا کہ امام مہدی علیہ السلام تو شریعت محمدی کے تابع ہوں گے اور اس شریعت میں دو بہنوں کا جمع کرنا جائز نہیں پس مناسب ہے کہ ان میں سے ایک کی شادی کر دو اور ایک امام صاحب کی نذر کے لئے رہنے دو چنانچہ ایک کی شادی ہو گئی اس کے بعد ہم نے کہا کہ اب اس ایک غریب کو بھی کیوں بٹھا رکھا ہے خدا جانے امام علیہ السلام کے ظہور تک اس کی عمر وفا کرے یا نہ کرے اس سے تو یہ ہی بہتر ہے کہ اس کی بھی شادی کر دو اور اس کی اولاد سے امام صاحب کے زمانہ میں جو لڑکی موجود ہو وہ امام صاحب کی نذر کی جاوے تاکہ وصیت بھی پوری ہو جاوے غرض اس کی بھی شادی ہو گئی ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ موضع منڈاور میں ہم وہاں کے صاحب سجادہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے چونکہ اکثر بزرگوں کی عادت میں داخل ہے کہ اپنے مریدوں سے ہر قسم کا کام لیتے ہیں میاں صاحب نے بھی اپنے مریدوں کو ہلوں میں جوت رکھا تھا ایک روز جب مرید ہل جوت کر آئے تو آپ نے فرمایا کہ ارے رات کو کچھ اللہ اللہ بھی کر لیا کرو تو مرید کیا کہتے ہیں کہ اب آئی ہم بد نصیبوں کی کمبختی دن کو تو ہل جوتیں اور رات کو اللہ اللہ کریں۔ بس اب ہم کیونکر جیویں گے کس شامت نفس میں گرفتار ہو گئے باز آئے ایسی پیری مریدی

سے یہ بات سن کر ہم تو ہنسنے لگے اور پیر جی چپ رہ گئے کچھ جواب نہ دیا فی الحقیقت مریدوں سے کام لینا بہت برا ہے اور خصوص طالب خدا سے اگرچہ بعض اولیاء اللہ نے بھی بعض طالبان خدا سے بہت سخت کام لئے ہیں لیکن اس میں کچھ مصلحت تھی اور آخران کو اپنے مطلوب سے ملادیا خرابی تو یہ ہے کہ اکثر پیرزادہ صاحب سوائے بزرگی خاندان کے اپنے گرہ میں تو کچھ رکھتے نہیں اور مریدوں کی خوب خبر لیتے ہیں اگر کوئی مرید راسخ الاعتقاد اپنی محبت سے پیر کا کچھ کام کرے تو اس کو اختیار ہے لیکن بدلہ دینا اس کو بھی لازم ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۞

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم کرت پور میں گئے تو دیکھا کہ صبح دم آن کر سجادہ نشین صاحب نے حضرت احمد شاہ کے مزار کا طواف وسجدہ کیا ہم نے کہا کہ صاحب طواف وسجدہ تو یہاں ادا ہوا اگر حضرت غوث الاعظم کے مزار پر آپ ہوں تو وہاں کیا کیجئے گا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کیا باقی رکھا اور خدا سے تو کچھ مطلب ہی نہیں جس کے لئے کچھ ادب وتعظیم درکار ہو وہ خفا ہو گئے اور بولے کہ میاں طالب علم تحتی ہوئے ہیں اسی واسطے ان کو فیض نہیں ہوتا۔ ہم نے کہا کہ صاحب ایسے فیض کو ہمارا سلام ہے کہ جس کے لئے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کے سامنے سر جھکا دیں اور توحید سے نکل کر شرک میں مبتلا ہوں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے ایک گاؤں میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ فقیری کے علاوہ ان میں دو کمال اور بھی تھے ایک تو کیمیاگری دوسرے عمل چنانچہ ایک زمیندار ان کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میری گائے گم ہو گئی ہے اس بزرگ نے ایک تعویذ لکھا اور جس طرف گائے کا نشان دیا تھا اس طرف کو تعویذ کا رخ کیا تھوڑی دیر میں دیکھا کہ گائے اس طرف سے دوڑی چلی آتی ہے میاں صاحب نے یہ کیفیت دیکھ کر تعویذ کا رخ اپنی طرف کر لیا وہ گائے الٹی پھر گئی فرمایا کہ اگر کہو تو اسی طرح دوڑا دوڑا کر اس کو ہلاک کر دیں پھر تعویذ سامنے کیا گائے چلی آئی۔ ایک دن میاں صاحب ہماری بڑی تعریف وتوصیف فرمانے لگے ہم نے کہا کہ آج کیا بات ہے کہ چھ مہینے بعد آپ نے ہماری صفت وثناء بیان کی آخر ہماری

آپ کی ملاقات تو پہلے سے ہے کبھی آپ نے تعریف نہیں کی بولے کہ آج مدح وثنا کی وجہ یہ ہے کہ تم چھ مہینے سے یہاں ہو اور خوب جانتے ہو کہ میں کیمیاگر ہوں لیکن تم نے کبھی اس کی خواہش و رغبت ظاہر نہیں کی ہم نے کہا کہ صاحب اگر خواہش کی جاتی تو آپ بتلا دیتے بولے کہ سچ تو یوں ہے کہ میں نہ بتلاتا ہم نے کہا کہ ہماری استغنا کی وجہ یہ ہے کہ ہم تن تنہا دم نقد نہ جورو نہ بچے جہاں جاتے ہیں خدائے کریم اپنی عنایت سے دو روٹیاں پہنچا دیتا ہے بھلا ہم کو کیا حاجت کیمیا کی ہے اور جس چیز کی حاجت نہ ہو اس کی طلب لاحاصل اور جب ہم جانتے ہیں کہ آپ نہ بتلائیں گے تو پھر ایسی بات کا پوچھنا فضول اور محض نادانی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مراد آباد میں ہم شیدی میاں کی زیارت کے لئے گئے دیکھا کہ تالاب میں غسل کر کے چلے آتے ہیں اور پیٹھ ایسی چمکتی ہے جیسے سلہٹ کی ڈھال اسیوقت یہ مصرع ہمارے ذہن میں گزرا ؎

کہ آب چشمۂ حیوان درون تاریکی است

شیدی میاں نے حال ضمیر دریافت کر کے فوراً یہ شعر پڑھا ؎

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف
دل کے لگنے کے ڈھنگ اور ہی ہیں

میں نے کہا سبحان اللہ ؎

کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

تو بحال خویشتن میباش شاد
تا بیابی در جہاں جان مراد

آن زجاکو ندارد نور جان
بول قارورہ است قندیلش مخوان

نور مصباح است دادِ ذوالجلال
صنعت خلعت آن شیشۂ سفال

چونکہ آلبش بہست خود جو آن بود
آدمی آن است کو را جان بود

آدمی دید است باقی پوست است
دید آنست آنکہ دید دوست است

چونکہ دید دوست نبود کور بہ
دوست کو باقی نباشد دور بہ

این نہ مردان اند اینہا صورت اند
مردۂ نان اند و کشتۂ شہوت اند

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؕ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بار شہر بریلی میں گذر ہوا وہاں شاہ نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی بنہایت اخلاق سے پیش آئے ہمہ صفت موصوف تھے ہم چند روز وہاں ٹھہرے ایک دن میاں صاحب فرمانے لگے کہ تم ہمہ اوست کیوں نہیں کہتے ہم نے عرض کیا کہ حضرت جو کہتے ہیں وہ قالی اور خالی ہیں اور جو حالی ہیں وہ کہتے نہیں ؂

این مدعیان در طلبش بے خبر انند — کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

دوسرے یہ کہ ہم ٹھہرے طالب۔ اگر ہمہ اوست کہیں تو طلب کسی کی کریں مولانا صاحب تو چپ ہو رہے مگر ان کے خلیفہ صاحب بولے کہ ہمارے حجرے میں آؤ تم کو توجہ دیں گے ہم نے کہا کہ بسم اللہ حجرہ میں جاکر توجہ دینے بیٹھے ہم نے کہا کہ صاحب اس وقت تو آپ بالکل مولانا نیاز احمد صاحب معلوم ہوتے ہیں خلیفہ صاحب نے کہا کہ اجی استغفر اللہ ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک: ہم نے کہا سبحان اللہ خدا بننے کو تو آپ تیار ہیں مگر نیاز احمد نہیں بن سکتے بس رکھئے اپنی توجہ ایسے شخص کی توجہ کس کام کی جو کبھی تو خدا بن بیٹھے اور کبھی بندہ کا بھی بندہ غرض چند روز بعد ہم وہاں سے چل دیئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بریلی سے کاکوری کو چلے گئے سنا تھا کہ وہاں کے جنگل میں ایک درویش رہتے ہیں جن کو وحوش وطیور سے محبت اور انسانوں سے نفرت ہے نہ اپنی کہتے ہیں نہ دوسروں کی سنتے ہیں رات دن گریہ زاری سے کام ہے بڑی تلاش کے بعد وہ ملے رفتہ رفتہ باہم محبت ہو گئی ہم نے حال دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں ہندوستان ارادہ حج چلا بمبئی سے جہاز پر سوار ہوا قضاءً جہاز تباہی میں آکر پاش پاش ہو گیا ایک تختہ کے سہارے میں تیسرے دن ایک پہاڑ کے قریب کنارہ سے جا لگا خدا خدا کرکے تختہ سے اتر پہاڑ پر چڑھ گیا بہت فاصلہ پر ایک دیوار نظر آئی قریب جاکر دیکھا تو اس میں کوئی دروازہ نہ تھا مگر ایک بلند درخت دیوار کے قریب تھا اس پر چڑھا اور دیوار پر سے اتر گیا وہاں کی کیفیت کیا بیان کروں ایک باغ دلکش دیکھا جس کا مثل نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا روشیں مصفا نہریں جاری رنگ برنگ کے طائر چہچہاتے اور قسم قسم کے میوے درختوں پر لگے ہوئے ہیں لیکن انسان کا کہیں پتہ نہیں میں حیرت میں رہ گیا کہ بار خدایا یہ کیا مقام ہے

غرض کچھ میوے کھاپی کر ایک بارہ دری میں سو رہا عصر کے وقت آنکھ کھلی باغ کی سیر کرنے لگا شام کے وقت اس خیال سے کہ مبادا یہ باغ جنات کا ہو ایک گوشہ میں جا چھپا وہاں سے دیکھا کہ آسمان سے ایک گروہ سواروں کا اترا اور چمن میں ایک تخت اور فرش مکلف بچھایا گیا خدمت گار قرینہ بقرینہ کھڑے ہو گئے اور دو صاحب نہایت حسین اس تخت پر آن کر بیٹھے کھانا تقسیم ہونا شروع ہوا میں دور سے یہ سب کیفیت دیکھ رہا تھا کہ ان دونوں سرداروں میں سے ایک نے فرمایا کہ فلاں بن فلاں ہمارے ہاں آج مہمان ہے اس کو بھی کھانا پہنچاؤ میں یہ بات سن کر متحیر ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ الٰہی یہ کون بزرگ ہیں تھوڑی دیر میں ایک شخص میرے پاس کھانا لایا میں نے کہا تم کون ہو اور یہ بزرگ کون ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ ان کی قدم بوسی حاصل کروں اس نے کہا کہ میں بے اجازت کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ تم کھانا تو کھاؤ میں اجازت طلب کر کے آتا ہوں میں ہنوز کھا ہی رہا تھا کہ وہ شخص یہ مژدہ لایا کہ لو تمہاری درخواست منظور ہوئی چلو قدم بوسی حاصل کرو ہم لوگ شہید ہیں اور یہ باغ ہمارے رہنے کا مقام ہے اور دونوں شہزادے امام حسن و امام حسین ہیں پھر تو میں خوشی کے مارے جامہ میں نہ سمایا جھٹ پٹ جا کر قدمبوس ہوا اور اپنا سارا حال عرض کیا حکم ہوا کہ اچھا تم اس باغ میں رہو جب حج کا وقت آئے گا تم کو بیت اللہ پہنچا دیں گے خاطر جمع رکھو بعد اس کے مجلس برخاست ہوئی میں بارہ دری میں جا کر سو رہا اس دن سے مجھ کو دونوں وقت امامین کی زیارت نصیب ہوتی اچھے سے اچھا کھانا ملتا نو مہینہ بعد حج کا زمانہ آگیا میں نے عرض کیا کہ بعد حج حضور اسی جگہ مجھ کو پھر بلالیں فرمایا کہ اچھا اور ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو پہونچا دو اس نے کہا کہ آنکھیں بند کر دیں میں نے بند کر لیں پھر کہا کھول دو میں نے کھول دیں دیکھا کہ بیت اللہ شریف میں کھڑا ہوں میں نے حج کیا پھر مدینہ منورہ کی زیارت کو گیا اور وہاں سے مکہ معظمہ میں واپس چلا آیا اب مجھ کو ہر وقت یہ خیال رہنے لگا کہ حضرت نے وعدہ فرمالیا تھا اب تک بلایا نہیں آخر ایک دن اسی غم والم میں آنکھ لگ گئی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ میں اسی باغ کے اندر ہوں بہت خوش ہوا سجدہ شکر بجالایا پھر وہی زیارت اور وہی کھانا نصیب ہوا اسیطرح عیش و خوشی کے ساتھ چار مہینے گزر گئے ایک دن میری جو شامت

آئی تو عرض کیا کہ حضرت گھر جانے کو جی چاہتا ہے مگر اس وقت یہ کہنا بھول گیا کہ مجھ کو پھر بلا لیجئے گا ایک شخص کو اشارہ ہوا کہ اچھا اس کو پہنچادو اس نے آنکھ بند کرا کے مجھ کو گھر پہونچا دیا دو چار دن تو کچھ خیال نہ آیا مگر جو وہاں کی یاد نے زور مارا تو مجھ کو جنون ہو گیا ابتک اسی فراق میں مبتلا ہوں جب ہم نے یہ دو ہاتھ کی لمبی داستان سنی تو کہا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ میاں ہم تو سمجھے تھے کہ تو یاد خدا میں روتا ہے۔ تیرا رونا جھینکنا تو کچھ اور ہی نکلا اور وہ بھی نصیب نہ ہوا جا اپنی قسمت کو رو دیا کر ہم وہاں سے لکھنو چلے گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنو میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب موحد سے ملاقات ہوئی ان کی عادت تھی کہ جب کوئی آتا تو فرماتے آؤ معبود اور جاتا تو کہتے جاؤ معبود ہم سے بھی حسب عادت یہی کلام کیا ہم نے کہا کہ حضرت معبود معبود تو ہماری سمجھ میں آ گیا لیکن آؤ جاؤ کے معنی کچھ نہ کہے مولوی صاحب نے کچھ جواب نہ دیا لیکن سر اٹھا کہ بہت دیر تک ہماری طرف کو دیکھتے رہے خیر ہم تھوڑی دیر کے بعد چلے آئے پھر نہ گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بنارس میں پہونچے تو ایک بزرگ کے پاس ٹھہرے جو ہمارے ہم نام تھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ خاندان نقشبندیہ میں مولوی حبیب اللہ صاحب کے مرید ہیں ہم نے کہا کہ صاحب آپ صرف ہمنام ہی نہیں بلکہ ہمارے پیر بھائی بھی ہیں پھر تو بہت محبت ہو گئی ایک دن کہنے لگے کہ یہاں ایک مندر ہے جس میں ہر صبح کو گانا ہوتا ہے کل وہاں چلو چنانچہ بعد نماز صبح ہم دونوں گئے دیکھا کہ ایک پنڈت جوان عمر تخت پر بیٹھا ہوا بڑے زور شور سے توحید بیان کر رہا ہے جب وہ بیان کر چکا تو صبح کی راگنی میں آرتھی شروع کی ہمارے پیر بھائی سید غوث علی شاہ حسینی تو اس کو سن کر گر ہی پڑے مگر ہم نے ضبط کیا اور ستون پکڑ لیا تاہم بدن پر ایک لرزہ سا طاری تھا آرتھی ختم ہوئی تو ہمارے پیر بھائی ہوش میں آئے اور مکان کو چلے آٹھ روز تک ہماری وہی حالت رہی نویں دن فرو ہوئی اس کے بعد پھر کبھی ہم راگ سننے کو نہیں گئے ایک دن سید غوث علی شاہ نے فرمایا کہ آج گنگا پر چلو وہاں ایک چیلہ کو سنیاس ملے گا ہم دونوں پہونچے دیکھا کہ ایک پنڈت چیلہ کو تعلیم دیا چاہتا ہے ہمارے پیر بھائی جھٹ سر کھول کر پنڈت کے سامنے جا

بیٹھے اور کہا کہ پنڈت جی پہلے ہم کو مونڈیئے یہ سن کر پنڈت رونے لگا اور نہایت انصاف کی بات اس نے کہی کہ میاں صاحب جو بات تم چاہتے ہو اس کی ہم کو ہوا بھی نہیں لگی خیال کرو اگر ہم اس قابل ہوتے تو ٹکے ٹکے پر کیوں مارے پھرتے یہ مرتبہ اگلے لوگوں میں تھا کہ ادھر استرا سر پر رکھا ادھر حال وارد ہوا ہم لوگ تو صرف ان کی لکیر پیٹتے ہیں ؎

خیال زلف بتائیں نفیر پیٹا کر — گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

پھر فرمایا کہ البتہ ہردوار کے مقام پر ہم نے یہی معاملہ دیکھا جو اس پنڈت نے کہا تھا یعنی ایک سنیاسی اپنے چیلہ کو سنیاس دینا چاہتا تھا ایک مسلمان فقیر سر کھول کر آگے آبیٹھا سنیاسی نے جوش میں آکر حجام کو اشارہ کیا کہ اچھا پہلے اسی کو مونڈ چنانچہ حجام نے اپنا کام شروع کیا اور گرو نے یوں تعلیم شروع کی نہ پاپی نہ پینی نہ سرگی نہ نرگی نہ برہمی نہ لبشنی الخ اس تعلیم کے بعد اس شخص پر ایسی فوروشور کی حالت طاری ہوئی کہ وہ پرم ہنس ہو گیا یعنی مجذوب پھر چیلہ کی باری آئی اس پر بھی حالت تو ہوئی مگر وہ بات نہ ہوئی جو اس جوش وخروش میں فقیر کو حاصل ہو گئی تھی ؎

ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بنارس سے علاقہ نیپال کو چلے گئے اتفاق سے وہاں ایک انگریز رسالہ خیمہ زن تھا بعض آدمی ہماری جان پہچان کے نکلے ان کے پاس ٹھہر گئے ایک دن عصر کے وقت ہم اور چند سوار جنگل کی سیر کو گئے دیکھا کہ گھیا کدو کے کھیت پر ایک لڑکی حفاظت کے لئے بیٹھی ہے ایک سپاہی نے کدو توڑ لیا اور کہا پیسہ صبح کو پہنچا دوں گا یہ تو چلے آئے تھوڑی دیر بعد اس لڑکی کا باپ آیا تو اس نے کہا کہ سپاہی زبردستی کدو توڑ کے لے گئے یہاں سپاہیوں نے ڈیرہ پر آکر کدو پکایا اور چار آدمیوں نے کھایا ہم سے بھی بہت اصرار کیا لیکن ہم نے نہ چکھا صبح کو وہ چاروں سپاہی روتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے خصیتیں غائب ہو گئے آپ ہی خوب رہے جو کدو نہ کھایا اب کیا علاج کریں ہم نے کہا کہ بھائی چلو اسی کھیت پر قضیۂ زمین برسر زمین وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بوڑھا خرانٹ بڑی مونچھوں والا بیٹھا ہے ہم نے اس سے تمام حال بیان کیا اور پیسہ دیا وہ بولا کہ صاحب اس لڑکی نے تو یوں بیان کیا تھا کہ زبردستی توڑ لے گئے یہ قصور اس جانہار کا ہے

یہ کہہ کر اس کو خوب پیٹا پھر اس سپاہی سے جس نے کدو توڑا تھا کہا کہ خیر تم بھی کیا یاد کرو گے جاؤ ایک بڑا اور ایک چھوٹا رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا باقی سپاہی سب اچھے ہو گئے اس کے بعد بڈھے سے ہماری دوستی ہو گئی روز مرہ اس کے پاس جاتے طرح طرح کی چیزیں کھلاتا اور نہایت خاطر داری سے پیش آتا ایک روز کہنے لگا کہ ایک منتر نہایت مجرب و پر تاثیر میرے عمل میں ہے آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں جو ارادہ کرو گے خدا پورا کرے گا وہ منتر یہ ہے کُرُکُرُ کُرُکُرُ کُرُکُرُ کُرُکُرُ باذرا آئی میری بھگت میری گُرو کی سکت چھو منتر ایشوری باچا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نیپال سے آئے تھے اثناء راہ میں ایک انگریز کا خیمہ دیکھا بہت سے آدمی اور تین ہاتھی اس کے ساتھ تھے چونکہ ظہر کا وقت ہو گیا تھا ہم نے وضو کیلئے صاحب کے خانساماں سے پانی مانگا اس نے اول حال پوچھا پھر مصر ہوا کہ آج یہیں ٹھہر یں گیارہویں کروں گا خیر ہم ٹھہر گئے دوسرے دن بھی اس نے نہ آنے دیا خانساماں سے معلوم ہوا کہ یہ صاحب شیر کا شکار کھیلنے آیا ہے ہم نے کہا کہ بھلا ہم کو بھی شیر دکھا سکتے ہو اس نے جا کر صاحب سے اجازت چاہی کہ ہمارے ایک بزرگ آگئے ہیں اور وہ شیر کا شکار دیکھنا چاہتے ہیں اسنے اجازت دی کہ اچھا ایک ہاتھی پر انکو سوار کر کے لے چلنا تیسرے دن خبر داروں نے خبر دی کہ فلاں جگہ شیر نے گارہ کیا ہے فوراً انگریز سوار ہوا اور اسکے پیچھے ایک ہاتھی پر ہم چلے جس وقت جنگل میں پہونچے انار چھوڑے گئے شیر غرا کر اٹھا اور سیدھا ہاتھی پر لپکا اور جست لگا کر ایسا طمانچہ مارا کہ ہاتھی بیٹھ گیا اور ہودہ بھی گر پڑا مگر انگریز سنبھلا اور بندوق جوڑ کر ایسی گولی لگائی کہ شیر وہیں ٹھنڈا ہو گیا شکار کے بعد خیموں میں آئے صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جب بے تکلفی ہو گئی تو ایک روز کہنے لگے کہ ہم نے فلاں درود میں بڑی تاثیر دیکھی جس کام کے لئے پڑا وہی ہوا ہم نے اس کا چلہ بھی کیا ہے اور ورد رکھتے ہیں ہم نے کہا کہ صاحب پھر آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے جواب دیا کہ خالق برحق نے سب اشیاء میں تاثیر رکھی ہے یہ بھی ایک اثر ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ آپ کے محمد صاحب بہت بڑے عقلمند آدمی تھے اور ان کے اصحاب بھی بڑے دانشمند اور شجاع تھے پھر

ہم نے پوچھا کہ آپ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں بولا کہ سنو صاحب اگر ہمارے پاس دو دکمیو ہو تو ہم ہی عیسٰی ہے اور ہم ہی موسٰی اس کے اس کلام سے ہم سمجھ گئے کہ فرد یہ شخص دہریہ ہے مگر بہت خلیق آدمی تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ نیپال کی طرف سے واپس ہو کر ہم علی گڑھ میں پہونچے وہاں ایک درویش **محمد شاہ** رہتے تھے ان کے مکان پر گئے تو مریدوں نے بیان کیا کہ صاحب آج کل ان پر ایک حالت طاری ہے منہ کالا کئے ہوئے گدھے پر سوار ہیں جوتیوں کا ہار گلے میں پڑا ہے پیچھے پیچھے لڑکوں کا غول یہ شور مچاتا جاتا ہے بھڑوا ہے بے بھڑوا ہے!! ہم نے جب یہ حال سنا تو کپڑے وہیں رکھے اور دل میں یہ خیال کر کے ان کی تلاش کو نکلے کہ اگر کامل ہیں تو بچھو کی طرح ڈنگ مار کر تڑپا دیں گے ۔

نین چھپائے نہ چھپیں بیٹ گھونگھٹ کی اوٹ   چتر نار اور سورما کریں لاکھ میں چوٹ

اور اگر یہ بات ہنسی کی ہے تو ہم ان کو سیدھا بنا لائیں گے آخر بازار میں مل گئے ہم نے انکی گدھی کا کان پکڑ لیا اور لڑکوں سے کہا ذرا چپ رہو میاں صاحب سے دو باتیں کر لینے دو لڑکے خاموش ہو گئے ہم نے کہا کہ آپ کس کے بھڑوے ہیں اگر خدا کے ہو اس سے ملاؤ اگر رسول کے ہو تو رسول سے اور اگر رنڈی کے بھڑوے ہو تو اس کے پاس لے چلو اس وقت پانچ روپیہ بھی ہماری جیب میں ہیں اور اگر ان تینوں میں سے کسی کے بھڑوے نہیں تو کیوں یہ بیہودہ سانگ بھرا ہے گدھے سے اترو اور اپنے گھر چلو ان کو کچھ بن نہ آئی گدھے سے اتر کر کہنے لگے کہ اچھا گھر چلو ہم تمہیں توجہ دیں گے ہم نے کہا بس صاحب دیکھ لی آپ کی توجہ یہ کھیل تو ہم بھی مدتوں کھیل چکے ہیں خیر پھر مکان پر گئے ہاتھ منہ دھویا کھانا کھایا توجہ بھی دی اثنائے گفتگو میں ہم نے پھر کہہ دیا کہ حضرت یہ بات آپ کو زیبا نہ تھی بھڑوا تو بھڑانے والے کو کہتے ہیں خدا کا بھڑوا بننا مردانِ خدا کا کام ہے ہر ایک کا یہ حوصلہ نہیں چند روز وہاں ٹھہر کر ہم آگرہ کو چلے گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے آگرہ میں پہنچ کر شاہ ابوالبرکات صاحب کی زیارت کی بہت مہربانی سے پیش آئے اپنے پاس ٹھہرایا اور اکثر توجہ بھی دی لیکن سوائے قلب کی گرمی کے ہم کو تو کچھ محسوس ہوا نہیں ایک روز اتفاقاً ایک بیل خوب موٹا تازہ سامنے

سے گذرا ایکھال اس پر لدی ہوئی تھی شاہ صاحب سے کہا کہ بھلا اس کی طرف تو توجہ فرمایئے
انہوں نے ایک نظر دیکھا تھا کہ اس بیل کا قلب پھٹ گیا اور ہر بن سے خون ٹپکنے لگا۔
تھوڑی دیر میں مرگیا اور چمار اٹھا کر لے گئے اس کا گوشت ایسا خوشبودار نکلا کہ چماروں نے
دور دور تحفہ میں بھیجا ایک دن ہم شاہ صاحب کے ہمراہ شہر کے باہر سیر کو گئے دور سے ایک
گروہ بانوا فقیروں کا نظر پڑا شاہ صاحب نے بڑی حقارت سے دیکھا اور فرمایا لاحول ولا
قوۃ یہ بھی کوئی فقیری ہے یہ لوگ فقیر تو کیا مگر ننگ فقرا ضرور ہیں اتنے میں ایک
فقیر اس گروہ میں سے آگے بڑھ کر ہماری طرف کو متوجہ ہوا اس کا قریب آنا تھا کہ شاہ صاحب
کی نسبتیں سلب ہوگئیں پھر اس نے قریب آکر شاہ صاحب سے کہا کہ صاحبزادہ آپ نے یہ بھی پڑھا ہے۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

یہ بیل نباشد پھر میری طرف اشارہ کر کے ان سے کہا کہ آپ نے اس کو توجہ نہ دی۔
جو آپ کو بھی کھا جاتا بس بیل ہی مارنا جانتے ہو اور فرمایا کہ صاحبزادہ کیا کریں ہم مسافر ہیں ورنہ چند
روز آپ کی خدمت میں رہ کر آدمی بن جاتے یہ باتیں کہہ کر وہ تو چل دیئے اور میں نے شاہ صاحب سے
کہا کہ آپ نے فقیر کا رنگ دیکھا یہ آپ پر طعن کر گیا ہے کہ چند روز ہماری صحبت میں رہو تو آدمی بن جاؤ
مناسب ہے کہ ان کی خدمت میں چلیں چنانچہ بعد عصر ہم دونوں گئے اور شاہ صاحب نے عرض
کی کہ حضرت میں آپکی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تو جواب دیا کہ ؎

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

صاحبزادہ آپ میری بکواس پر کچھ خیال نہ فرمائیں آپ کامل ہیں اور ایسے ہیں غرض
بہت سی تعریفیں کر کے رخصت کر دیا اس فقیر کی عمر کوئی چوبیس پچیس برس کی ہوگی نماز بھی
پڑھتا تھا اور اپنے گروہ سے ایک طرف بستر اجمائے آنکھیں بند کئے چپ بیٹھا رہتا ہے
غرض بہت کامل آدمی تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ آگرہ سے ہم گوالیار میں پہونچے اور لنگڑے حضرت
کی زیارت کو گئے (یہ بزرگ مولوی حبیب اللہ رامپوری کے شیخ تھے) بہت خاطر و
مدارت سے پیش آئے حال دریافت کیا ہم نے اپنی سرگذشت سنادی پھر انکو کچھ جوش جو آیا

تو ہماری طرف متوجہ ہو کر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگانے لگے خیر اثر تو کیا ہوتا تھا مگر کسی قدر گرمی ہمارے مزاج میں آگئی ہم نے کہا کہ حضرت قصور معاف ہو تو کچھ عرض کریں کہا کہ فرمایئے ہیں نے کہا کہ پربھتا جی ایک صاحب کمال گرو تھے انہوں نے پیرانہ سالی میں ایک نوجوان لڑکی سے شادی کی کہ لوگوں نے منع بھی کیا مگر وہ کب ماننتے تھے۔ ع

مرد چون پیر شود حرص جوان می گردد ؎

جب شغل معہودہ کا وقت آیا تو پربھتا جی بیچارے شیخ فانی سے کیا ہو سکتا ہے ع

تراکہ دست بلرزد گہر چہ دانی سفت ؎

ناچار ہاتھ سے تھپ تھپ کرنے لگے وہ بھولے بھالے سدھوٹ اُلھڑ البیلے سمجھے کہ مرد و عورت میں یہی معاملہ ہوتا ہوگا چند روز کے بعد پربھتا جی نے گنگا کے اشنان کا ارادہ کیا اور اپنا خاص چیلہ چھمنا جو نوجوان تھا گھر کی حفاظت کے لئے چھوڑا وہ گھر کے اندر آنے جانے لگا دونوں طرف جذبات شوق نے زور کیا اور جو ہونا تھا وہ ہو گیا یہ نئی ترکیب اور مردانہ طریقہ دیکھ کر عورت بولی کہ تمہارے گرو کو یہ ڈھب یاد نہ تھا اس نے جواب دیا کہ وہ بڈھا کیا جانے یہ مردوں کا کام ہے جب گروجی اشنان کر کے واپس آئے اور رات کو وہی تھپ تھپ شروع کی تو وہ بولی کہ مہاراج اب تھپ تھپی سے کام نہیں چلتا کچھ زور رکھتے ہو تو مردی دکھلاؤ گمروجی فوراً تاڑ گئے کہ یہ چھمنا حرام زادہ کی شرارت ہے اسنے ہمارا کام خراب کر دیا اور اس بھولے انجان کو غضب کی چاٹ لگادی فوراً یہ شعر حسب حال کہا ؎

پربھتا جی گنگ سدھارے چھمنا نے گھر آتی بگڑ بیٹھے برم ڈنڈی اب بتادے تھپ تھپی

سو حضرت سلامت کوئی کام مردوں والا اگر یاد ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ ان تھپ تھپیوں سے تو یہاں کام چلتا نہیں۔ اور یہ کچھ پہلوانی اور بہادری کی بات نہیں ہے کہ کوئی شخص بے خبر چلا جاتا ہے پیچھے جاکر دھکا دیا ہم تو آپ کو فقیر سمجھ کر زیارت کرنے آئے تھے اب زور آزمائی کرنے لگے یہ بات سن کر لنگڑے صاحب بہت خفا ہوئے اور بولے کہ میاں اگر ہم کچھ نہیں تو ہمارے بڑے تو تھے میں نے کہا کہ سبحان اللہ وہ آپ ہی کے بڑے تھے کیا آپنے اودوں کو دھوم دھاڑی یا دھنا جلا ہا فرض کیا ہے اس گفتگو کے بعد ہم بستر باندھ کر چل دیئے اور دوسری

جگہ جا ٹھہرے پھر وہ منانے بھی آئے عذر و معذرت بھی کی لیکن ہم نہیں گئے ؎

گر درت قبلہ شود سجدہ بآں سو نکنم

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اکبر آباد سے پھرتے پھراتے ہم گوالیار پہنچے تو وہاں ایک لوہار سے بھی صاحب بسلامت ہو گئی ایک دن وہ کہنے لگا کہ مجھ کو ایک عزیمت یاد ہے نہایت عجیب و غریب اس میں ہزار طرح کی تاثیریں ہیں جس مقصد کے لئے پڑھو فوراً پورا ہوتا ہے گویا اسم اعظم کا خواص رکھتی ہے جس مردہ سے چاہو ملاقات ہو سکتی ہے آنکھ سے دیکھ لو باتیں کر لو میں بخوشی تمام اس کی اجازت آپ کو دیتا ہوں ہم نے تجربہ کیا تو فی الواقع ایسا ہی پایا وہ عزیمت یہ ہے۔

اَقْسَمْتُ عَلَیْکُمْ یَارُوْقَائِیْلُ یَا اَحْمَرُ یَامِیْکَائِیْلُ یَا مُوْھُبُنُ الْحَادِثِ یَاعِزْرَائِیْلُ وَمَذْھَبُ وَیَا اِسْرَافِیْلُ وَبُرْقَانُ الْیَهُوْدُ وَیَادَرْدَیَائِیْلُ وَیَا تَعُوْدِشُ وَیَا عَنْشَائِیْلُ وَالْاَبْیَضُ وَیَادَرْدَائِیْلُ یَا مَیْمُوْنُ وَیَا اَیُّهَا الْاَرْوَاحُ الْعُلْوِیَّۃِ وَالسِّفْلِیَّۃِ اُحْضُرُوْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ عَجِّلِ الْعَجَلَ الْعَجَلَ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَامَالِکُ یَانُوْرُ یَابَاسِطُ یَاجَوَادُ یَاعَزِیْزُ یَاجَبَّارُ یَا مُتَکَبِّرُ یَا یَاقَهَّارُ یَاسَرِیْعُ یَاقَرِیْبُ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ یَا وُدُوْدُ یَا رَؤُفُ یَا عَلَّامُ الْغُیُوْبِ یَا عَلَّامُ الْخَفِیَّاتِ یَا بَاسِطُ یَا جَوَادُ یَا قَاهِرُ یَا قَادِرُ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ یَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْاَرْوَاحِ وَیَاصَاحِبَ السِّحْرِ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ جُنُوْدِ اِبْلِیْسَ یَاکُنُوْزَ الْمُلْکِ یَا مِیْمُ یَا مِیْمُ یَانُوْرُ یَانُوْرُ بِحَقِّ مَیْمُوْنَ حَبْشِیْ وَمَیْمُوْنَ اَعْمٰی وَجَمِیْعُ الْکُتُبِ الَّتِیْ اَنْزَلْتَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَبِحَقِّ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ ۝ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَبِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ وَبِحَقِّ کٓهٰیٰعٓصٓ وَبِحَقِّ حٰمٓ عٓسٓقٓ وَبِحَقِّ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَا اَحَدًا ۝ وَبِحَقِّ یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا وَبِحَقِّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝

وَبِحَقِّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ وَبِحَقِّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَبِحَقِّ یَا اَیُّھَا الْاَرْوَاحُ الْعَلُوْبَۃِ یَھُوْدِیًّا اَوْ مُسْلِمًا یَا نُوْرُ بِحَقِّ مَیْمُوْنِ ابْنِ الْمَیْمُوْنِ الَّذِیْ اَقْوٰی وَبِحَقِّ مَیْمُوْنَ زَنْگِیْ دَمَیْمُوْنَ لُوْنِیْ صَاحِبَ الْاَیْوَانِ الْھِنْدِیْ اَخْبِرْ مِنَ الْجِنِّ اَشْجَرِ وَالْاَشْجَارِ اُخْرُجُوْا مِنَ اَلْکِنِّ وَالْاَکْنَانِ وَمِنَ التُّرْکُنِ وَالْاَرْکَانِ اُخْرُجُوْا مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَبِحَقِّ خَاتَمِ سُلَیْمَانَ ابْنِ دَاوٗدَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ وَبِحَقِّ آصِفَ بِنْ بَرْخِیَا سَالَارِ پَرْیَانِ وَبِحَقِّ قَیْقَطُوْسِ سِبْطُ الْجِنِّ وَالشَّیَاطِیْنِ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا قَوْقَلُ قَوْقَلَانِ یَا ھَرْقَلَانِ یَا عَجُوْزُ اُمِّ الصِّبْیَانِ خُذْ ھٰذَا بَاشَنِ الْاَرْوَاحِ وَبِحَقِّ تَوْرِیْتِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ اِنْجِیْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَزَبُوْرِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَفُرْقَانِ مُحَمَّدٌ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِحَقِّ السَّفْلَیَّۃِ اَحْضَرُوْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ وَامَدُّوْنِیْ فِیْ وَقْتِیْ ھٰذَا بِحَقِّ سُلْطَانِ الْاَنْبِیَاءِ وَسَیِّدِ الْمَشَائِخِ وَشَیْخِ الْکُلِّ شَیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ اَلسَّاعَۃُ اَلسَّاعَۃُ اَلسَّاعَۃُ اَلْوَحَا اَلْوَحَا اَلْوَحَا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ ۝

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم گوالیار سے روانہ ہو کر چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہونچے وہاں تیلی کے سوا کوئی گھر مسلمان کا نہ تھا بمشکل اس نے ٹھہرایا لیکن اسکے گھر میں بیلوں کے بندھنے کے سبب بدبو تھی ہماری طبیعت گھبرائی اس کے گھر کے سامنے املی کا درخت گرد اس کے چبوترہ تھا وہاں جا کر لیٹے اس نے کہا کہ صاحب یہاں چوکیدار دق کرے گا ہم نے کہا کہ تو کہہ دینا کہ ہمارے رشتہ دار ہیں لیکن اس بات سے ہمارے دل پر ایک رنج پیدا ہوا اتنے میں آنکھ لگ گئی کہ والدہ صاحبہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتی ہیں بیٹا کیوں گھبراتا ہے سفر کی مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے ادھر تو میری آنکھ کھلی اور ادھر چوکیدار نے آواز دی۔ کہ تمہارے گھر مسافر کون ہے تیلی نے وہی جواب دیا جو ہم نے کہا تھا چوکیدار نے ہمارے

پاس آکر بات چیت کی تو تیلیوں کو دھمکایا کہ تمہارا منہ اور یہ رشتہ دار ان میں تو دلی کی بو باس ہے ہم نے کہہ دیا کہ میاں ہمارے کہنے کے موافق تیلی نے یہ جواب دیا ہے۔ وہ چوکیدار ہم کو اپنے گھر لے گیا اسی وقت کھچڑی پکا کر کھلائی سب سامان آرام مہیا کر دیا صبح کو معلوم ہوا کہ وہ دراصل دہلی کا باشندہ تھا تین دن تک ہم کو ٹھہرایا اور نماز تہجد کی ترکیب پوچھی ہم نے تین طرح سے بتلائی چوتھے دن وہاں سے راج گڑھ کو روانہ ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک گاؤں سے چل کر ہم راج گڑھ کو روانہ ہوئے جنگل میں راہ بھول گئے ایک ندی کے کنارے بھٹکے ہوئے پھر آگئے وہاں یہ تماشا دیکھا کہ ایک موٹی تازی گائے کی تھوتھنی مگرمچھ نے پکڑ رکھی ہے اور دونوں میں کشتی ہو رہی ہے اتنے میں شیر جنگل سے نکل کر پانی پینے کو آیا جھٹ گائے کا پیچھا پکڑ لیا اس بیچاری کا کام تو تمام ہو گیا اب ان دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی آخر دونوں تھک گئے اور گائے کو کسی نے نہ چھوڑا پھر شیر نے ذرا دم لے کر ایک جست لگائی اور مگرمچھ کی کمر پر سوار جا ہوا اور پنجہ جما کر اس کو مع گائے کے اٹھا کر ایسا پھینکا کہ کنارہ سے دس گز دور جا پڑے اور مگرمچھ کو مارے طمانچوں کے ہلاک کر دیا اور جدھر سے آیا تھا غراتا ہوا اس طرف چلا گیا ۔

مرغکے اندر شکار کرم بود گربہ آمد ناگہان اورا ربود

ہم نے دور بیٹھ کر یہ تماشا دیکھا جب شیر چلا گیا تو وضو کر کے ظہر کی نماز پڑھی اور بمشکل راجگڑھ پہونچے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجگڑھ میں پہنچ کر میاں پیارے شاہ کے مکان پر ہم گئے دیکھا ایک شخص ڈاڑھی منڈے بیٹھے ہیں شراب کی بوتلیں آگے رکھی ہیں چار پانچ لچے غنڈے مخمور نشہ میں چور ان کے گرد بیٹھے ہیں ہم نے میاں پیارے شاہ کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ یہ گل گچھوں والے وہی ہیں قہر درویش برجان درویش ان کے پاس ٹھہرے ایک دن وہ لچے باہم گفتگو کرنے لگے کہ حضرت سلیمان پیغمبر تو حضرت

ابوبکر صدیق کے مرید تھے ہم نے کہا کہ سبحان اللہ تاریخ دانی تو آپ لوگوں پر ختم ہے حضرت سلمان فارسی کو سلیمان پیغمبر بنایا وہ بولے کہ میاں تم کیا جانو جو ہم کہتے ہیں یہی ٹھیک ہے اس میں گفتگو بڑھ گئی ہم خفا ہو کر وہاں سے چلے آئے یہ بات راجہ رام سنگھ نے جو بعد میں نواب عبدالواسع خان مشہور ہوئے تھے ہم کو اپنے پاس بلایا اس وقت تک راجہ نے اسلام ظاہر نہیں کیا تھا تین چار دن تک ہم ان کے پاس ٹھہرے پیارے شاہ نقری کے کرچہ سے تو محض نابلد تھا لیکن ایک عمل ایسا جانتا تھا کہ راجہ کو جنات بصورت حسین دکھلاتا اور کہتا کہ یہ فرشتہ ہیں اسی عمل نے ان کو کامل بنا دیا تھا وہاں سے ہم بہرائچ کو روانہ ہوئے دوسرے دن کوئی دو گھڑی دن چڑھے ایک گاؤں میں پہونچے اور ایک تکیہ میں جو بستی کے قریب تھا قیام کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم راج گڑھ سے چل کر ایک گاؤں کے تکیہ میں ٹھہرے تو دیکھا کہ ایک لڑکا سات برس کا سرخ آنکھیں بالکل گم صم مخمور دن کی طرح عالم سکوت میں بیٹھا ہے ہم کو دیکھ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور چپکے سے جھونپڑی میں جا کر دو مٹھی بھنے ہوئے چنوں کی لایا اور ہمارے سامنے رکھ دیئے اتنے میں اس کا باپ آگیا ہمارے واسطے کھانا لانے کا اشارہ کیا وہ جلدی سے کھانا لایا اس کے باپ سے حال دریافت کیا تو کہا کہ صاحب میں سقہ ہوں ہمارے چار گھروں میں یہ ایک لڑکا ہے اس کا عجیب حال ہے دو دو مہینہ میں کھانا کھاتا ہے مگر طاقت کم نہیں ہوتی ہر وقت سکتہ کے عالم میں رہتا ہے اشاروں سے کام لیتا ہے کبھی ایسی ہی ضرورت آپڑتی ہے تو بات چیت کرتا ہے سونا تو قسم ہے رات دن جاگتا ہی رہتا ہے یہ تکیہ اس کا مقام ہے آدمی طرح طرح کے گمان کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آسیب زدہ ہے کوئی کہتا ہے سڑی ہو گیا ہے غرض کچھ بھید اس کا نہیں کھلتا دوسرے دن ہم چھاؤنی مئو کی طرف روانہ ہوئے وہاں ہمارے والد بزرگوار کا رسالہ تھا چھ مہینہ تک ان کی خدمت میں رہے وہاں سے واپس ہوئے تو پھر اسی گاؤں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا دیکھا کہ تکیہ اجاڑ پڑا ہے اس لڑکے کا پتہ نہیں گاؤں جا کر اس کے باپ سے ملے اس نے بیان کیا کہ اس لڑکے نے رمضان شریف سے

ایک مہینے پہلے کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا تھا دو مہینہ کا ایک روزہ رکھا عید کی صبح کو میں نے کہا کہ میاں آج تو نہا دھو کر کپڑے بدل لو اور عید گاہ میں چل کر نماز پڑھو کہا بہت اچھا ہم سب کنبے کے آدمی جمع ہو کر عید گاہ کو چلے وہ لڑکا آگے آگے ہو لیا تھوڑی دور چل کر اس نے رُخ بدلا اور جنگل کا راستہ لیا اس وقت کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اس سے کہے کہ ادھر نہیں ادھر چلو آخر سب آدمی تنگ ہو کر عید گاہ کو چلے گئے میں تنہا اسکے پیچھے رہ گیا دل نے گوارا نہ کیا کہ اس کو چھوڑ کر چلا آؤں چلتے چلتے ایک ایسے بیابان لق و دق میں گزر ہوا جو پہلے کبھی خواب میں نہ دیکھا تھا اور عجب تماشا یہ نظر آیا کہ ہر قسم کے صحرائی جانور سامنے آتے اور اس کو سلام کر کے چلے جاتے پھر دن بھر کے بعد ایک بہت بڑا درخت بڑ کا ملا اس کے نیچے میرا لڑکا بیٹھ گیا میں بھی ایک طرف بیٹھ گیا کچھ عرصہ کے بعد ایک پیر مرد سفید ریش بزرگ صورت کچھ کباب اور مٹھائی اور ایک پیالہ دودھ میرے واسطے لائے جب میں کھا چکا تو رخصت ہوئے جب پندرہ دن اسی وتیرہ سے گزرے تو میں نے اس بزرگ سے کہا کہ حضرت اس لڑکے کو آپ کیوں نہیں کھلاتے فرمایا کہ ان کو ظاہری کھانے کا حکم نہیں طعام خاص سرکار سے ملتا ہے پندرہ دن تک میں نے یہی کیفیت دیکھی کہ وہ لڑکا بحر سکوت میں غوطہ لگائے بیٹھا ہے چرندے پرندے درندے ہمارے گرد جمع ہیں مگر کوئی کسی سے بولتا نہیں آخر ناچار ہو کر میں نے کہا کہ بیٹا اب میں کیا کروں یہ بات سن کر وہ رو دیا اور بولا کہ بابا میں بھی مجبور ہوں مجھ کو اللہ تعالےٰ نے صرف اپنے کام کے لئے پیدا کیا ہے نہ کسی اور کام کے لئے تم بھی مجھ کو خدا کے سپرد کرو اور اپنے گھر کو چلے جاؤ۔

برنگ آسیا سنگ ست حال جسم زارمن | بدست دیگرے افتادہ ام ناچار میگردم
عنان اختیار خویشتن دارم بدست او | برفتار یکہ خواہد بہمان رفتار میگردم
رشتہ در گردنم افگندہ دوست | مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میں نے کہا کہ پھر گھر کیوں کر پہونچوں راہ تو مجھے یاد نہیں کہا کہ اس پیر مرد سے تم پوچھ لینا صبح کو وہ آئے تو راہ دریافت کی فرمایا کہ تم سیدھے اس طرف کو چلے جاؤ گھر پہنچ جاؤ گے اگر کوئی درندہ ملے تو اسی سے کہہ دینا کہ میں بچہ کا باپ ہوں اس کے بعد میں چل پڑا۔

جو جانور راہ میں ملتا میں بڈھے کی ہدایت کے موافق کہہ دیتا کہ میں بھیکو کا باپ ہوں سلام کر کے جانور چلا جاتا شب کو جہاں ٹھہرتا جانور میرے گرد پہرہ دیتے اور ہر روز وہی پیر مرد مجھ کو کھانا پہنچاتے اسی طور سے چلتے چلتے چار مہینہ بعد گھر آن کر پہنچا اب مجھ کو رونے کے سوا کچھ کام نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مقام کوٹ پوتلی پہنچ کر سنا کہ یہاں ایک بہت بڑے بزرگ مجذوب ہیں میاں کلن شاہ ہم نے بھی ان کے ساتھ بستر اجا لگایا ان دنوں میں راجہ صاحب نے ان کے واسطے ایک بنگلہ پھونس کا نہایت عمدہ تیار کرایا تھا اس میں جا کر بیٹھے تو خادموں سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کا ہے ایک مشعل بنا کر اس میں آگ لگادی جل کر خاکستر ہو گیا راجہ نے دوبارہ تیار کرا دیا پھر وہی سوال کیا اور چپکے سے آگ لگا دی۔ مع

آئی موج فقیر کی دیا جھونپڑا پھونک

جب تیسری دفعہ تیار ہوا تو ہم نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ تم یہ الفاظ مت کہو بلکہ یوں کہہ دو کہ سرکاری مکان ہے اسی طرح خادموں نے ان سے کہہ دیا تو چپ ہو گئے اور اس کے اندر رہنے لگے چند روز کے بعد کنور صاحب یعنی راجہ کا لڑکا ان کی زیارت کو آیا کچھ اشرفیاں کچھ قیمتی تھان اور مٹھائی وغیرہ لایا اس کی صورت دیکھتے ہی شاہ صاحب بھاگے ہم سب ان کے پیچھے ہوئے کہ پکڑ لائیں ایک خادم جل کر بولا کہ ارے تجھے خدا کی مار نہ آپ کھاوے نہ ہمیں کھانے دے یہ بات سن کر دوسرا بولا کہ خدا کی مار اس سے زیادہ اور کیا ہو گی کہ بدن لنگوٹی نہیں سر پر ٹوپی نہیں اوپر دھوپ نیچے گرم ریتا اور کیا خدا لاٹھی لے کر مارنے کو آیا کرتا ہے بڑی مشکل سے ان کو پکڑا ایک خادم کو ہم نے آگے دوڑا دیا کہ کنور صاحب کو کہیں چھپا دو ورنہ صورت دیکھ کر پھر بھاگیں گے ہم نے شاہ صاحب سے کہا کہ چلئے حقہ تو پی لیجئے بولے ہاں خوب یاد دلایا چلو چلو غرض بہلا پھسلا کر بنگلے کے اندر لائے۔ چار آدمیوں نے مل کر خوب مضبوط پکڑ لیا پھر کنور صاحب کو بلایا دیکھتے ہی گھبرائے ہم نے پکڑ لیا پھر انہوں نے بہت زور کیا کہ بھاگ جاویں لیکن ہم نے نہ چھوڑا اور زبردستی میاں صاحب کا ہاتھ پکڑ

ان کے سر پر رکھ دیا اور خادم بولے کہ مرادیں پوری پوری کنور صاحب خوش ہو کر چلے گئے اور وہ نذرانہ خادموں نے لے لیا اس کے بعد میاں صاحب کو چھوڑ دیا کہ اب جہاں آپ کا جی چاہے تشریف لے جائیے پھر نہ بھاگے چپکے بیٹھے رہے حجامت کے وقت بھی ان کی عجیب کیفیت ہوتی دو انگشت حجامت حجام نے بنائی ہے اور اٹھ کر بھاگ گئے غرض آٹھ دن دو دو چار چار انگشت کر کے پوری ہوتی تھی ایک دن ہم نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کا نام کیا ہے فرمایا تکو کمہار ہم نے پوچھا قوم کہا گوڑ پھر عمر پوچھی تو کہا پونے دو سو برس بلکہ کچھ کم ایک بات تو ہم اسی وقت سمجھ گئے تھے کہ گوڑ سے مراد سید ہے دوسری بات پونے دو سو برس بعد کھلی یعنی جب انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہم نے عمر گذشتہ پوچھی تھی انہوں نے باقی ماندہ بتلائی مگر تیسری بات آج تک نہیں کھلی کہ تکو کمہار سے کیا مراد تھی ایک دن ہم نے حضرت سے دریافت کیا کہ ہمارے لئے کیا کہتے ہو جواب دیا کہ بروے لگا یا کر دہم نے پوچھا کہ لگیں گے بھی یا نہیں فرمایا ہاں خوب لگیں گے سو اب معلوم ہوا کہ اس سے مراد یہی پیری مریدی تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم کوٹ پوتلی سے چلے تو راستہ میں ایک مندر ملا وہاں ایک سادھو نہایت دلآویز الحان سے بھجن گا رہا تھا ہم بھی اس کے پاس جا بیٹھے بھجن سنتے رہے پھر ان سے باتیں ہونے لگیں یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا ہم نے مصلے بچھا کر نماز پڑھ لی بعد نماز وہ سادھو جی مخاطب ہوئے کہ میاں صاحب آپ کی طبیعت میں تو بڑی آزادی معلوم ہوتی ہے پھر یہ علت کیوں لگا رکھی ہے ہم نے کہا کہ بابا جی علت سے تو نہ تم خالی نہ ہم خالی تم کو اس پتھر کے پوجنے کی علت لگی ہوئی ہے ہم کو نماز کی تم گھنٹا بجاتے ہو ہم تسبیح ہلاتے ہیں۔

رسائی نیست تا سر منزل او کفر و ایمان را | کہ دیر و کعبہ سنگ رہ بود گبر و مسلمان را
دلا ما گفتہ ہنود یرد خدم را | یہاں دونوں جگہ پتھر پڑے ہیں

بس بے قید ہے تو خدا کی ذات ورنہ سب اپنی اپنی قید میں مبتلا ہیں سے

مے خوارہ ہمہ خرش ست و خون خورشہ بخون | کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ط

ایک روز ارشاد ہوا کہ اثناء سفر میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس کا حال دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کا جاروب کش ہوں چھ مہینے میں ایک ہفتہ کی رخصت ملتی ہے بعد گھر میں گزار کر آٹھویں دن حضرت کے آستانے پر پہنچ جاتا ہوں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عرصہ بیس برس کا ہوا کہ اپنے گھر سے بارادہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا روانہ ہوا جابجا زیارت کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار متبرک پر پہنچا دل مانوس ہو گیا وہاں جنگل کی فضا خوش معلوم ہوئی جاروب کشی اختیار کی سات آٹھ برس کے بعد ایک فقیر میرے وطن کا وہاں آنکلا اور پیام دیا کہ تمہاری بیوی نے کہہ دیا تھا کہ اگر کہیں مل جائے تو کہہ دینا کہ تمہارے بچوں کی شادی کا وقت آگیا اور خرچ کو کوڑی نہیں جس طرح ہو سکے آجاؤ اس وقت سے مجھ کو فکر لاحق ہوا کہ میرے پاس زادہ رہ نہیں اور سفر دور دراز جاؤں تو کس طرح جاؤں اسی خیال میں سو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں مقام پر پتھر تلے پانسو ریال رکھے ہیں ان کو لو اور گھر چلے جاؤ لیکن بچوں کی شادی کرکے جلد واپس چلے آنا ہم تمہارے منتظر رہیں گے جب بیدار ہوا تو اس خواب کو صرف خیال سمجھا دوسرے دن پھر یہی معاملہ دیکھا اور ارشاد ہوا کہ اس مقام پر جا اور دیکھ تو یہی جھوٹ ہے یا سچ ہے جا کر دیکھا تو فی الحقیقت پانسو ریال پائے تیسری شب ارشاد ہوا کہ کل ضرور چلے جاؤ اور جلد واپس آؤ میں وہاں سے چل کر مدینہ منورہ میں آیا وہاں کچھ مدت قیام کا ارادہ کیا خواب میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے جلد چلے جاؤ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے منتظر ہیں وہاں سے روانہ ہوا گھر پہنچا شادی اطفال سے فراغت پائی پھر واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا ایک رات دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کیا تو نہیں آتا میں نے عرض کیا کہ پیدل چلنا تو دشوار و ناگوار معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اچھا جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ حضرت کے آستانہ پر موجود ہوں اس روز سے میرا یہ حال ہے کہ چھ مہینے کے بعد عرض کرکے سو رہتا ہوں اور صبح کو اپنے گھر بیدار ہوتا ہوں آٹھویں روز جس طور سے آیا تھا پھر پہنچ جاتا ہوں میرے حال پر حضرت موسیٰ ؑ کی نہایت مہربانی ہے جب چاہتا ہوں گفتگو کر لیتا

ہوں ایک روز میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مجھ کو کچھ تعلیم فرمائیے ارشاد ہوا کہ تو متحمل نہ ہوگا مگر ہاں بعد انتقال کے تم کو کچھ دیں گے اب میں اپنے گھر آیا ہوں چار دن تو گزر چکے تین اور باقی ہیں پھر اسی آستانہ پر جاؤنگا نہایت خوشی میں زندگی بسر ہوتی ہے اگر کچھ خرچ درکار ہوتا ہے تو حضرت سے عرض کردیتا ہوں دوسرے دن مل جاتا ہے غرض جابجا سیر کرتے ہوئے ہم بابری میں پہونچے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب میر اعظم علی شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا تو نہایت رنج وغم ہوا دل میں وحشت پیدا ہوئی بابری سے چل نکلے اور سیر و سیاحت اختیار کی اول قادر گنج میں میاں ریتا شاہ کے پاس پہنچے گنگا کے کنارے جھونپڑی میں رہتے تھے خادموں سے معلوم ہوا کہ میاں صاحب اُپلے چننے گئے ہیں ہم نے بھی جنگل کا راستہ لیا اور دور سے دیکھا کہ اُپلے چن رہے ہیں میں بھی ایک جھولی بنا کر اُپلے چنتے چنتے انکے پاس جا پہنچا اور سلام کیا ؎

یار جس سے خوش رہے مجھ کو وہ آئین چاہیے — اس سوا طالب دنیا کا ہوں نے دین چاہیے

شاہ صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ خوب ہوا تم آگئے ہم بھی منتظر تھے کیونکہ اب ہمارا وقت قریب ہے پھر ہم دونوں اپنا اپنا بوجھ لے کر جھونپڑیوں میں گئے چند روز ان کے پاس رہے ایک بار آدھی رات کو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں دلی والے بیدا ایک گھڑا لے جاؤ اور عین گنگا کی دھار میں سے بھر کر لاؤ ہم نے فکر کیا کہ آدھی رات ادھر آدھی رات ادھر جنگل کا قیام برسات کا موسم دریا چڑھا ہوا ہے ایسے نازک وقت میں یہ کیا ارشاد ہوا خیر چار و ناچار ہم گھڑا لے کر چلے کنارہ پر پہنچے دیکھا کہ دریا چڑھاؤ پر ہے اور نہایت زور و شور سے موجیں مار رہا ہے پہلے تو کچھ اندیشہ ہوا پھر ہم نے خدا کا نام لے کر قدم بڑھایا ۔ ع

دل افگندیم بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا

اس وقت عجب تماشا دیکھا کہ یا تو وہ طغیانی اور جوش وخروش تھا یا اتنا بھی پانی نہ تھا کہ گھڑا ڈبو کر بھر لیں یہاں تک کہ منجدھار کو ڈھونڈھتے ہوئے ہم دوسرے کنارے پر جا نکلے طرفہ یہ ہے کہ وہاں خود میاں ریتا شاہ بھی کھڑے تھے ہم سے بولے کہ میاں

دلی والے سید ابھی گھڑا بھرا نہیں ہم نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو تسبیح دعا کا حکم دیا تھا۔ سو دعا کا کہیں پتہ نہیں بلکہ گھڑا ابھی نہیں ڈوبتا فرمایا کہ خیر ہاتھوں سے بھر لو یہ کہہ کر خود بھی بھرنے لگے جب بھر گیا تو ہم نے گھڑا اٹھا کر کندھے پر رکھا دونوں باتیں کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چلے مکان قریب آیا تو شاہ صاحب نے کہا کہ ہم پیشاب کر لیں تم آگے چلو ہم جھونپڑی کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خود بدولت اندر بیٹھے ہوئے بالکوں سے کہتے ہیں کہ دلی والے سید نے بڑی دیر لگائی ہے جاؤ دیکھو تو کہاں ہیں کہیں راہ بھول کر اور طرف نہ چلے گئے ہوں ہم جا ہی پہنچے تھے کہ بالکے نے کہا صاحب وہ آئے ہم کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا تماشا ہے خیر گھڑا رکھ دیا اور بالکے سے پوچھا کہ بھلا شاہ جی اس وقت باہر بھی گئے تھے اس نے کہا کہ جس وقت سے آپ گھڑا لے کر گئے ہیں یہیں اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کی صفت و ثناء بیان کر رہے ہیں باہر تو نکلے بھی نہیں خیر ہم چپ ہو رہے جب بالکے اٹھ گئے تو خود ہی فرمانے لگے کہ ایسے شعبدے تو ہم تم کو بہت دکھلا دیں گے لیکن یاد رہے کہ فقیری اس کو نہیں کہتے یہ تو ایک بھان متی کا سانگ ہے الحاصل ہم کو نہایت خوشی کے ساتھ رخصت کیا اور کہا کہ اب ہماری عمر میں صرف دس دن باقی ہیں تم جاؤ اور بھی دو شخص تمہارے منتظر ہیں ایک تو چراغ علی شاہ سنبھل[1] میں دوسرے واجد علی[2] شاہ صاحب زبید میں اب کمر باندھو اور میاں چراغ سے جا کر ملو پھر حج کو جاؤ اچھا رخصت خدا کے سپرد اس وقت تک ہمارا ارادہ حج کا نہ تھا کیونکہ فرض تو تھا نہیں مگر ان کے فرمانے سے عزم مصمم ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نادر گنج سے چل کر سنبھل میں پہنچے تو میاں چراغ علی شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی بہت خاطر و تواضع سے پیش آئے اور اپنے پاس ہی ٹھہرایا فرمایا کہ بھائی ہم کو تمہارا بہت انتظار تھا اچھا ہوا کہ آ گئے ایک دن کا ذکر ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت گرمی کے مارے تین چار ان کی تکیہ میں سایہ اور پانی دیکھ کر آ گئے شاہ صاحب نے تین دفعہ ان سے پوچھا بھائی تم آ گئے۔ وہ بولے ہاں حضور ہم آ

[1] ایک قصبہ ہے ضلع بریلی میں ۱۲ [2] ایک مقام ہے ملک عرب علاقہ یمن میں جہاں حضرت خواجہ اویس قرنی کا مزار ہے۔

آگئے تھوڑی دیر بعد جبکہ چمار ستا لئے اور چلنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اب کہاں جاتے ہو یہاں سے جانے نہ پاؤ گے۔ ؎

قدغن ہے کہ اس کوچہ میں کوئی آنے نہ پائے — گر بے خبر آجائے تو پھر جانے نہ پائے

یہ فرما کر ان کی طرف ایک نگاہ کی وہ غائب ہو گئے پھر ان کا پتہ نہ ملا تین مہینے کے بعد ہم وہاں سے میرٹھ پہونچے لالہ بانکے رائے کے مکان پر اترے، چندے قیام کر کے ارادہ حج کا مصمم ہوا جب چلنے لگے تو لالہ بانکے رائے صاحب نے دس بارہ جوڑے کپڑوں کے اور پچاس روپے نقد نذر کئے ہم نے اس نقد اور جنس میں سے صرف پانچ روپیہ اٹھائے اور ان میں سے بھی شہر سے باہر نکلتے نکلتے ہمارے پاس فقط پانچ ٹکہ رہ گئے مولوی نیاز علی صاحب اور بہت سے دوسرے لوگ شہر سے باہر دور تک پہنچانے کو آئے غرض ان سے رخصت ہو کر دوسرے روز دہلی میں آگئے میاں فداحسین شاہ صاحب کی خدمت میں رہے اور ارادہ سفر حج کا ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور جب مدینہ منورہ میں پہونچو تو اس خاکسار کی طرف سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بعد آداب و نیاز کے یہ رباعی عرض کر دینا میں نے عرض کیا کہ حضرت یاد رہے تو عرض کر دوں گا فرمایا کہ اچھا ہم مدینہ منورہ میں پہنچے تو یہ بات بالکل یاد نہ تھی خواب میں دیکھا کہ شاہ فداحسین صاحب فرماتے ہیں کہ اب وہ رباعی عرض کر دو آنکھ کھلی تو ہم اسی روضہ مبارک پر گئے اور پیام پہنچا دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم ریواڑی کو جاتے تھے اثناء راہ میں ایک پنڈت جی مل گئے وہ بھی کسی گاؤں کو جاتے تھے جو کوس دو ایک تھا پہلے تو ہم نے اپنا ہاتھ ان کو دکھلایا پھر ان کا ہاتھ دیکھا اور ہم نے کہا کہ تم کسی پر عاشق ہو اتنی بات سن کر وہ ہمارے سر ہو گئے کہ میاں صاحب مرض پہچانا تو اس کا علاج بھی ضرور چاہیے ہم نے کہا کہ غیر ایک شاخ درخت لاؤ وہ لایا کچھ پڑھ کر اس پر دم کیا اور کہہ دیا کہ اب تم پیتا توڑ بھاگے چلے جاؤ اور معشوقہ کے صحن خانہ میں اس لکڑی کو ڈال دو پھر دیکھنا کہ کیسی تمہاری حلقہ بگوش ہو جاتی ہے مگر یہ شرط ہے کہ اثنائے راہ میں اگر گوز آوے تو اس شاخ کو الگ رکھ دینا

ورنہ اثر جاتا رہے گا اس بے چارہ نے ہمارے کہنے کے موافق عمل کیا مگر قسمت سے مجبور تھا جب گاؤں کے پاس پہنچا تو ٹھوکر کھا کر ایسا منہ کے بل گرا کر بے اختیار گوز نکل گیا وہ پھر دوڑا ہوا ہمارے پاس آیا اور نہایت منت و زاری کی ہم نے پھر وہ شاخ پڑھ کر دے دی غرض تین چار دفعہ یہی معاملہ پیش آیا کہ گاؤں کے پاس پہنچا اور بادشکم کا جھوکا آیا ہے

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند — دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

آخر ہم نے چلتے چلتے آگے نکل گئے نہیں معلوم اس پر کیا گزری۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بارادہ حج چلے تو الور کے راستہ میں ایک ہندو فقیر چار چیلوں سمیت ہمارے ہم طریق ہو گئے کہنے لگے کہ رات کو ہمارے ساتھ ٹھہرنا چنانچہ ہم سب ایک دہرم سالہ میں جا اترے انہوں نے چیلوں سے پوچھا کیا کھاؤ گے سب نے اپنی اپنی رغبت کے موافق کہہ دیا وہی کھانا موجود ہو گیا پھر ہم سے پوچھا ہم نے کہا صاحب جو آپ کھائیں کہا کہ میں تو مونگ کی دال اور چپاتی کھایا کرتا ہوں غرض جب ان کا کھانا تیار ہوا تو ہم نے بھی وہی کھایا بات چیت شروع ہوئی تو ایک اُنس پیدا ہو گیا کچھ توجہ کا ذکر آیا میں نے استدعا کی کہنے لگے کہ تین روز ہمارے پاس رہو چوتھے روز ہم توجہ دیں گے خیر ہم ٹھہر گئے انہوں نے تین روز تک ہم کو برت رکھوایا پھر توجہ دی واقع میں بڑے زبردست آدمی تھے ہم بہت لوگوں سے ملے اور توجہ لی مگر یہ تاثیر کسی کی توجہ میں نہ دیکھی ان کی توجہ سے ہمارا قلب گلاب کے پھول کی طرح کھل گیا اور قائم ہو گیا تھا ایک دن انتقال روح کے باب میں گفتگو آئی کہا کہ ہاں ایک جسم سے دوسرے میں منتقل ہو سکتی ہے کیا تم بہ تماشا دیکھو گے۔ میں نے کہا ضرور کہا اچھا ایک جانور مردہ لاؤ اگلے دن ہم ایک مردہ طوطا لائے رات کے وقت وہ دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور طوطے کو سامنے رکھ لیا چراغ گل کر دیا سانس کو دم کھینچا کھٹ سے ایک آواز آئی اور بجلی سی چمکی طوطے میں جان آگئی ہم نے اس کو پکڑ لیا اور باتیں کرنی شروع کیں وہ بول تو نہ سکتا تھا مگر اشاروں سے باتیں کرتا تھا پھر ہم نے کہا کہ اچھا اب اپنے جسم میں آجائے تماشا دیکھ لیا غرض وہ

ﻟﻪ روزنہ

بدستور سابق اسی چمک دمک سے اپنے جسم میں آگئی ہم نے کہا کہ یہ بات ہم کو بھی سکھلا دیجئے کہا کہ اچھا پندرہ دن میں سکھلا دیں گے مگر روٹی کی ممانعت کر دی اور دودھ چاول کھانے کی اجازت دی اور کپالی چڑھانی تبلائی یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو چیتن تاڑی جس میں حبس دم کرتے ہیں مگر ہوش و حواس قائم رہتے ہیں دوسرے جڑ تاڑی جس میں حبس دم کے بعد ہوش و حواس بھی نہیں رہتے اس لئے پہلے ناتی[1] دھوتی[2] اور کنجل[3] کریا کرائی غرض پندرہ دن میں اپنا قول پورا کر دیا ہم نے چند روز کر کے یہ عمل چھوڑ دیا کیونکہ ایک بکھیڑا تھا چونکہ کپالی چڑھانا ہم کو لڑکپن سے یاد تھا اس واسطے پندرہ دن میں یہ عمل پورا ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جودھ پور کے علاقہ میں پہنچے تو ایک ہندو فقیر دیکھا جو بارہ برس تک رات دن کھڑا رہا تھا اس کے پاؤں بھی ورم کر گئے تھے بارہ برس کے بعد بیٹھنا چاہا تو بیٹھا نہ گیا چھ مہینے تک ٹانگوں کی مالش کرائی تب رگ پٹھے کھلے ایک مدت کے بعد وہ فقیر پھر ملا بھیک مانگتا ہوا جھولی گلے میں ہم کو دیکھ کر رونے لگا ہم نے پوچھا کہ خیر ہے روئے کیوں۔ بولا کیا کہوں ایک عورت کر لی ہے جب وہ حال تھا اب یہ صورت ہو گئی پھر اپنے گھر لے گیا دیکھا تو ایک کھترانی موجود ہے وہ بھی رونے لگی ہم نے کہا کہ تم دونوں کیوں غم و رنج کرتے ہو جہاں سے وہ حالت تھی وہیں سے یہ حالت ہے اس سے کیا بنا

---

[1] ناتی وہ فعل ہے کہ ایک دھجی ریشم سفید لے کر ناک کے ہر دو سوراخ کو صاف کرتے یعنی دھجی کو ہر ایک سوراخ میں سے ناک کے چند بار کھینچ کر منہ سے نکالتے ہیں تاکہ سوراخ بینی صاف ہو جاویں اور آمد و رفت سانس میں کسی طرح کی دقت نہ ہو دونوں سوراخ برابر جاری رہیں ۱۲ منہ

[2] دھوتی وہ فعل ہے کہ بعد ناتی کے ایک چھوٹا سا رومال سفید ریشمی لے کر اس کے ایک گوشہ میں تاگہ یعنی ڈورا لمبا باندھ کے رومال کھا جاتے ہیں اور ڈورا باہر رہتا ہے وہ رومال قلب کو لپٹ جاتا ہے پھر اس کو باہر کھینچ لیتے ہیں اور پانی سے صاف کر کے پھر کھاتے ہیں اور نکالتے ہیں تاکہ قلب کی چربی و کدورت دور ہو ۱۲ منہ

[3] بعد دھوتی کے کنجل کریا کرتے ہیں کنجل کریا فعل یعنی فعل ہاتھی کا جیسے ہاتھی پانی پی کر پھر پانی نکالا کرتا ہے اسی طرح پانی پی کر نکالتے ہیں اور قلب دھوتی میں ان تین عمل میں بجز دودھ کے کچھ نہیں کھاتے جب ان تین مشاق ہو جاتا ہے اس کے بعد تعلیم حبس دم و انتقال روح کرتے ہیں ۱۲ منہ

اور اس سے کیا بگڑا ہے

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ ان نینن کا یہ ہی پریکھ

نہ من سر زحکمت بدر سے برم کہ حکمت چنیں میرود بر سرم

ابتدا میں اس شخص کا یہ حال تھا کہ تمام امیر و غریب اس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور راجہ تو غلام تھا جس وقت یہ شخص بارہ برس کے بعد بیٹھا تھا تو راجہ نے ہزارہا فقراء کو جمع کر کے اس خوشی میں بہت کچھ دان کیا تھا اور چند روز تک برابر جشن قائم رکھا تھا بعد میں ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے سے راجہ کا سب اعتقاد جاتا رہا شہر بدر کر دیا دنیادار کا اعتقاد ایسا ہی ہوتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حج اول کے سفر میں بھوپال جانے کا اتفاق ہوا وہاں سنا کر سید العالم صاحب بڑے کامل فقیر ہیں ان سے بھی ملے انہوں نے تعلیم کا دعویٰ کیا مگر کچھ اس کا ظہور نہ دیکھا گیا ہم سے اور سید وزیر علی صاحب سے پہلے پہل ان کے مکان پر ملاقات ہوئی تھی چند روز تال بھوپال کے کنارے ایک پہاڑی پر رہے ایک دن سکندر بیگم والیہ بھوپال یہ سن کر کہ کوئی فقیر نواح شہر میں وارد ہے ملاقات کو آئیں چند خواص و اراکین بھی ہمرکاب تھے خود گھوڑے پر سوار ہمارے قریب آن کر یہ شعر پڑھا ہے

کیوں شہر چھوڑ عابد غار جبل میں بیٹھا جس کو تو ڈھونڈتا ہے تیری بغل میں بیٹھا

اور فرمایا کہ شاید آپ کا ارادہ بیت اللہ کا ہے ہم نے کہا کہ ہاں ہے تو بھی اتنے میں دوسری بیگم صاحبہ جو ان کی وزیر تھیں یوں گویا ہوئیں ہے

عابد و معبود دونوں پاس ہیں غافل نہ رہے کیوں کرے پھر تو ارادہ طواف بیت اللہ کا

ہم نے دیکھا کہ یہ تو سر پر چڑھی جاتی ہیں اب سکوت مصلحت نہیں ناچار تیغ زبان کو خاموشی کے نیام سے کھینچ کر ایک ضرب اس شعر کی لگائی ہے

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

یہ سن کر بیگم صاحبہ بولیں کہ یوں تو شہری معلوم ہوتے ہیں مگر چھوٹ گئے ہیں ہم نے کہا کہ آپ سے بیگم صاحبہ لوٹ گئیں اور گھوڑے سے اتر پڑیں اور کہا کہ ہمارا قصور معاف ہو

معلوم ہوا کہ آپ سب طرح درست اور پورے ہیں ہم نے کہا کہ آپ آزمائش و پیمائش کر لیں اگر کمی و بیشی ہو تو قصور از من است پھر تو پھڑک گیئں اور کہنے لگیں کہ میاں صاحب کیا یہاں بولنا ہی خطا ہے ہم نے کہا اس میں شک کیا ہے آپ نے نہیں سنا مَنْ سَكَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا ہے

دو چیز تیرہ عقل ست دم فرو بستن　　　بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

یہاں سب طرح کا سامان موجود ہے دیکھ لو دیکھا لو پرکھ لو پرکھا لو سودا نقد ہے اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو بیگم صاحبہ بولیں بے شک میاں صاحب ہمارا زبان کھولنا غضب ہوا اب ہماری تمہاری صلح ہے ہم نے کہا بہت اچھا ہے

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ　　　دگر جنگ جوئی ندارم درنگ

غرض عذر تقصیر کے بعد نذر پیش کی اور کہا کہ آپ شہر میں تشریف لے چلیں تو ہم کو ہر وقت آپ کی زیارت نصیب ہو اور آپ کو ہر طرح کا آرام ملے ہم نے کہا کہ بیگم صاحبہ ہم کو یہی بڑا آرام ہے کہ آپ اپنا رام نہ بنائیں اور یہیں آرام کرنے دیں مسکرا کر چپ ہو گیئں اور رخصت ہوئیں اس کے بعد وزیر علی صاحب نے اکسیر سے خرچ تیار کیا دو ہندو فقیر جو وہاں رہتے تھے یہ بات دیکھ کر سر ہو گئے ہم نے سید وزیر علی صاحب سے کہا کہ تم نے یہ کیا کام کیا کہیں گرفتار تو نہیں کراؤ گے اس کے سارے بکھیڑے کو ہم نے تالاب میں ڈالوا دیا وہ ہندو سر پیٹنے لگے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک دوست تھے عبد الصمد خاں بھوپال میں ان سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے دو حکایتیں عجیب و غریب بیان کیں۔

حکایت اوّل :- یہ کہ میں ایک مولوی صاحب سے پڑھا تھا قضا را ان کا انتقال ہو گیا سخت رنج دائم ہوا کہ ایسے استاد شفیق اب کہاں ملیں گے جب ان کو غسل کفن پہنایا گیا خوشبو لینے ان کے حجرہ میں آیا دیکھتا کیا ہوں کہ مولوی صاحب اندر موجود ہیں میں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ حضرت جنازہ تو باہر رکھا ہے اور آپ یہاں فرمایا کہ میاں تمہارا غم و اندوہ گوارا نہ ہوا اب خاطر جمع رکھو انشاء اللہ ہر روز ملاقات ہوا کرے

گی مگر افشائے راز نہ کرنا چلو اب جنازہ کی نماز پڑھو مگر ہم اور لوگوں کی نظر سے غائب رہیں گے چنانچہ جب تک دفن کیا وہ ہمارے ساتھ رہے قبرستان سے پھرے تب بھی ہمراہ میں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب آپ تو یہاں ہیں بھلا قبر میں منکر نکیر کو جواب کون دے گا فرمایا کہ میاں یہ بات نہ پوچھو کچھ اور گفتگو کرو دو گھڑی کے بعد سلام علیک کر کے تشریف لے گئے من بعد ہر روز صبح کے وقت قدم رنجہ فرماتے رہے چند روز اسی طرح گذرے ایک رات میں نے حجرہ کی موری میں پیشاب کر دیا صبح کو مولوی صاحب ناک چڑھائے آئے اور کہا کہ آج تمہارے حجرہ میں بدبو ہے شاید تم نے یہیں پیشاب کیا ہے میں نے عرض کیا کہ فی الواقع یہ قصور مجھ سے ہوا ہے اس وقت فرمایا کہ میاں تم اور عالم میں ہم اور عالم میں بھلا ہماری تمہاری ملاقات کیا بھائی اب ہم نہیں آئیں گے ہر چند میں نے عذر و معذرت کی لیکن پھر کبھی نہیں آتے گی۔

حکایت دوم۔ یہ بیان کی کہ ایک دفعہ میں اور میرا بھائی دونوں ملک دکن کے اندر ایک راجہ کے سواروں میں بھرتی ہو گئے چند روز کے بعد وہ راجہ تو مر گیا اس کی دو بیٹیوں نے ریاست و سپاہ باہم تقسیم کر لی اتفاق سے دونوں رئیسوں میں مجادلہ اور مقاتلہ واقع ہوا ہم دونوں بھائی بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوئے رات کو میدان جنگ میں پڑے تھے اور کوئی ہمارے حال کا پرسان نہ تھا آدھی رات کے وقت پیاس کا از حد غلبہ ہوا دیکھتا کیا ہوں ایک برہمن قشقہ لگائے کمنڈل ہاتھ میں اور دس پندرہ آدمی ساتھ کو لیے گھڑے پر سر دھرے زخمیوں کو پانی پلاتے چلے آتے ہیں مجھ کو ہندوستان کے کھانے پینے سے ہمیشہ پرہیز رہا۔ اس لیے انکار کر دیا مصری چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر آئے کہ خان صاحب کیوں پیاسے مرتے ہو پی بھی لو میں نے کہا پہلے کبھی ہندو کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا تو اب مرتے وقت کیا پیئیں بولے کہ خان صاحب تم بڑے ضدی ہو کیا اسی کا نام مسلمانی ہے لو پانی پیو میں تمہارے بھائی کو بھی پلا آیا ہوں ابھی تمہاری عمر بہت ہے یہ سن کر میرے کان کھڑے ہوئے کہ یہ میرے بھائی سے کیا واقف اور عمر کی اس کو کیا خبر میں نے کہا کہ صاحب خیر پانی تو پی لوں گا لیکن یہ بتلایئے آپ ہیں کون فرمایا کہ میں خضر ہوں

اور یہ لوگ جن کے سر پر پانی کے گھڑے ہیں ابدال ہیں ہم کو حکم ہوا ہے کہ ابھی ان زخمیوں کی عمر زیادہ ہے انہیں پانی پلا دو۔ میں نے کہا کہ حضرت آپ نے یہ بھیس کیوں بدلا ہے بولے میاں چپ مہاراج کہو مہاراج بہت سے ہندو اس میدان میں پڑے ہیں جن کو مسلمانوں کے پانی سے انکار ہے میں نے کہا کہ اگر آپ دوسری ملاقات کا وعدہ کریں تو پانی پینا ہوں فرمایا اچھا لیکن تم پہچانو گے نہیں خیر میں نے پانی پیا کچھ قوت آئی وہاں سے اُٹھ کر مکان پر آیا پھر نوکری چھوڑ کر اپنے وطن کی راہ لی یہاں آکر مسجد کی امامت اختیار کی اور لڑکے پڑھانے لگا کوئی پندرہ برس بعد ایک روز ایک سپاہی شکستہ حال جس کی تلوار کا میان بھی ٹوٹا پھوٹا تھا مسجد میں آیا السلام علیکم میں نے جواب دیا وعلیکم السلام آپ کیسے تشریف لائے کہا بہت دنوں سے تمہاری ملاقات کو جی چاہتا تھا آج سرکاری کام ادھر کا نکل آیا ہم نے کہا کہ چلو خان صاحب سے بھی ملتے چلیں میں نے سوچا ہماری ان کی ملاقات تو ہے نہیں شاید روٹی کے لیے یہ باتیں بناتا ہے ہم نے روٹی منگا کر ان کو کھلا دی جب کھا پی کر چلنے لگے تو فرمایا کہ لو خاں صاحب ہم جاتے ہیں پندرہ برس ہوئے کہ تم سے ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے اقرار کیا تھا کہ ایک دفعہ پھر ملیں گے لو ہم نے اپنا اقرار پورا کیا کل کو یہ نہ کہنا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی ہم روٹی کھانے نہیں آئے تھے فقط تمہاری ملاقات مقصود تھی میں اس فکر میں تھا کہ یہ کیا کہتے ہیں اتنے میں وہ سلام علیک کر مسجد کے دروازہ سے باہر نکل گئے اس وقت مجھے یاد آیا کہ او ہو یہ تو خضر ہیں مجھے دوڑا اور گلی کوچہ میں دریافت کیا کہ کسی نے اس شکل و صورت کا آدمی دیکھا ہے مگر کچھ پتہ نہ لگا ناچار کف افسوس مل کر رہ گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمقام بھوپال ایک ہندو فقیر تھے بابا ستین داس ہم نے سنا کہ وہ توجہ دیا کرتے ہیں ہم بھی ان کے پاس گئے اور درخواست کی کہا کہ تین دن تک فاقہ کرو نہ اَن کھاؤ نہ پانی پیو ہم نے ایسا ہی کیا تیسرے دن بابا جی نے توجہ کی تو تمام جسم مثل آئینہ ہو گیا اندرونی و بیرونی رگ و ریشہ سب عیاں تھے اور ایک شعلہ نورانی زمین سے آسمان تک منور معلوم ہوتا تھا ہم نے عرض کیا کہ بابا جی ہم کو

نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے معنی سمجھا دو اس توجہ سے تو یہ بات حاصل ہوتی نہیں ہم تو دید جاں چاہتے ہیں نہ دید جسم وجہاں غیر کو دیکھا اصل دیکھنا تو اپنا ہی دیکھنا ہے

دید تو مغز ست باقی پوست ست　　　دید آں باشد کہ دید دوست ست

کہا کہ یہ تو مشکل ہے ہم نے کہا کہ اگر یہ مشکل ہے تو ہمارا بھی سلام ہے۔ ایک دو زمانہ شادہ ہوا کہ مقام بھوپال میں قاری عبید اللہ عرف قاری لالہ صاحب سے ملاقات ہوئی ہم نے ان کو قرآن شریف سنانا شروع کیا فرمایا کہ آپ کے لیے تو سیدھا سادھا پڑھ لینا کافی ہے قرأت کے جھگڑے میں مت پڑو ان کے ارشاد سے ہمارا خیال بھی پلٹ گیا ایک دن قاری صاحب سے ہم نے پوچھا کہ آپ کو کبھی کوئی قاری بھی ملا فرمانے لگے کہ ہاں ایک دفعہ میں دکن کو جاتا تھا راہ میں ایک گاؤں کے اندر ٹھہرا اور حسب پوچھا کہ یہاں کوئی قاری بھی ہے لوگوں نے کہا کہ قاری تو ہم جانتے نہیں مگر ایک اندھے حافظ یہاں رہتے ہیں لڑکے پڑھایا کرتے ہیں جب ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ لڑکے باہر بیٹھے ہیں اور حافظ جی کے حجرہ کے اندر ایک ایک لڑکا اندر جاتا ہے اور سبق پڑھ کر چلا آتا ہے جو لڑکا اندر جانے کو تھا میں نے اس کی معرفت اپنی اطلاع کرائی تو حافظ جی نے اندر بلا لیا مزاج پوچھا میں نے کلام مجید کے سننے کا اشتیاق ظاہر کیا فرمایا کہ پہلے آپ پڑھیں خیر میں نے رکوع پڑھا تو اندھے نے کان کھڑے کئے اور کہا کیا تم قاری لالہ ہو میں نے کہا آپ نے کیوں کر پہچانا اس نے کہا کہ آج سارے ہندوستان میں اس تشدد سے پڑھنے والا سوائے قاری لالہ کے اور کوئی نہیں ہے اس کے بعد حافظ جی نے پڑھنا شروع کیا ہنوز اعوذ پڑھی تھی کہ ایک برتن جو ان کے پاس رکھا تھا اس کا سرپوش ہلا کر اور رکوع شروع کرتے ہی وہ سرپوش گر پھر اونچا ادھر جا بیٹھا جب حافظ جی پڑھ چکے تو وہ بھی اپنی جگہ پر آگیا مجھ کو بڑی حیرت ہوئی انہوں نے خاموشی کا سبب پوچھا تو میں نے یہ ماجرا بیان کیا فرمایا کہ تمہیں فال میں بد طولیٰ ہے مجھ کو حال میں اور میں تمام کلام مجید کا عامل ہوں آج شام کو اور بھی تماشا دکھاؤں گا غرض ظہر کے وقت مجھ کو جنگل میں لے گئے

اور کہا کہ آؤ وضو کرکے نماز پڑھ لیں میں نے کہا بہت اچھا میں رہٹ کھینچتا ہوں آپ وضو کریں کہا اس کی ضرورت نہیں تم سورۂ یٰسین کنوئیں کے کنارہ پر کھڑے ہو کر پڑھو میں نے پڑھنا شروع کیا اور پانی نے جوش مارا آخر پڑھتے پڑھتے کنارہ پر آگیا ہم نے وضو کرکے نماز پڑھی پھر سیر کرتے ہوئے کنوئیں پر پہنچے حافظ جی بولے پیاس لگی ہے تم سورۂ الرحمٰن پڑھ کر انگلی پر دم کرو اور تین بار رہٹ کی طرف اشارہ کرکے چکر دے دو میں نے ایسا ہی کیا رہٹ خود بخود چلنے لگا جب پانی پی کر چل دیئے تو کھیت والا ہمارے پیچھے دوڑ آیا کہ حضرت یہ کیا کر چلے رہٹ تھمتا نہیں میرا کھیت ڈوبا جاتا ہے حافظ جی نے کہا جاؤ اسی طور سے پڑھ کر انگلی پر دم کرکے الٹے تین چکر دے دو اول تو میں نے زور کیا اور یونہی روکنا چاہا بھلا میری تو کیا ہستی تھی وہ ایسے زور سے چلتا تھا کہ ہاتھی سے بھی نہ رکتا آخر وہی عمل کیا فوراً بند ہو گیا۔ حافظ جی نے والضحیٰ سے والناس تک مجھ کو ہی اجازت دی تھی اور جو انہوں نے فرمایا وقت امتحان وہی اثر پایا قاری صاحب نے ہم کو بھی ان تاثیرات کا مشاہدہ کرایا ارادہ تھا کہ بعد حج نابینا حافظ کے پاس جا کر رہیں گے جب بیت اللہ شریف سے واپس آئے ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ؕ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم نے بھوپال سے آگے کا عزم کیا تو میاں وزیر علی سے پوچھا کہو کچھ خرچ ہے بولے گیارہ ٹکے موجود ہیں ہم نے کہا خرچ تو بہت ہے اب کیا دیر ہے چلو آدھی رات کے وقت ہم دونوں چل نکلے جب اندور میں پہنچے تو کچھ پاس نہ تھا بمجبوری رسالہ کی مسجد میں قیام کیا وہاں کا ملا نہایت نیک بخت آدمی تھا اس نے دس بارہ روز ٹھہرایا بوقت روانگی پانچ روپیہ پیش کئے ہم نے سید وزیر علی صاحب کی طرف اشارہ کیا انہوں نے انکار کیا تو ہم نے سمجھایا کہ میاں صاحب عوض ہوا کہ کیوں رد کرتے ہو آپ بھیک نہیں مانگتے مزدوری اور تجارت نہیں کرتے اس فقیری جامہ میں تو اسی طور سے ملے گا بارے مان گئے اور روپے لے لیے وہاں سے روانہ ہو کر چاندوڑ پہنچے اکیس دن رہنے کا اتفاق ہوا سید وزیر علی صاحب نے

کمر ہمت باندھی اور کتابت وطبابت کے ذریعہ سے تو روپیہ جمع کئے تب وہاں سے آگے کو چلے ایک منزل میں سخت بارش ہوئی ہم دونوں کمبل تان کر بیٹھ گئے تاہم کپڑے بہت بھیگ گئے سردی نے غلبہ کیا سامنے ایک مردہ ہندو کا جل رہا تھا وہاں خوب آگ تاپی اور کپڑے سکھائے لیکن کپڑوں میں اس کی بدبو بس گئی دماغ پریشان ہونے لگا جب ذرا ابر کھلا تو ہم نے غسل کیا اور کپڑے دھوئے تب ذرا طبیعت درست ہوئی غرض چلتے چلتے بمبئی میں پہنچے اور مولوی عبدالحلیم صاحب کی مسجد میں قیام کیا ملا مسجد سے تکرار ہوگئی تھی دوسری مسجد میں جا ٹھہرے لیکن مولوی صاحب موصوف نے یہ بات سن کر طلب کیا اور نہایت اخلاق سے پیش آئے اپنے پاس ٹھہرایا یہاں تک کہ چند روز کے بعد اپنے گھر لے جا کر ہم کو کھانا کھلانے لگے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمبئی میں ہم اور سید وزیر علی صاحب حکیم عبداللہ شاہ کی ملاقات کو گئے وہاں بہت سے فقیر ہر قسم کے جمع تھے ہم تو سفید پوش تھے کسی نے کچھ نہ کہا لیکن سید صاحب کا رنگین لباس تھا ان سے گفتگو ہونے لگی ایک شخص نے پوچھا آپ کے پیر کون ہیں جواب دیا روٹی کہا طریقہ جواب دیا روٹی غرض جو سوال کیا یہی جواب دیا ایک شخص بولا بابا نمرگوں نے روٹی ترک بھی کر دی ہے جیسے شیخ فریدالدین شکر گنج نے کیا تھا ہم نے چپکے سے کہہ دیا کہ یں پکے تو کوے کے باپ کا کیا پدرم سلطان بود ترا چہ۔ یہ بات سن کر وہ لوگ کہنے لگے ارے میاں یہ تو کوئی وہابی سے معلوم ہوتے ہیں ایک بولا صاحب اپنا شجرہ تو سناؤ سید وزیر علی نے ایک خط جیب سے نکال ان کے سامنے رکھدیا کہ یاروں کے پاس تو یہ شجرہ ہے پڑھ لو آپس میں وہ لوگ کہنے لگے ارے میاں کس سے گفتگو کرتے ہو یہ تو مسخرے معلوم ہوتے ہیں ہم نے جانا تھا فقیر ہوں گے پھر حکیم عبداللہ سے ملاقات ہوئی وہ بڑے خلیق اور حاذق طبیب تھے پیری مریدی بھی کرتے تھے بیت اللہ شریف سے واپس آکر بھی انکے مکان پر ہم نے قیام کیا تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو اس کے معلم سے ہم نے پوچھا کہ میاں تم کو کبھی کوئی مرد خدا بھی ملا ہے اس نے کہا ہاں دو

مرد ملے ہیں ایک اس زمانہ میں تشریف لائے تھے جب میں خورد سال تھا اور میرا باپ معلم تھا اور دوسرے اب ملے ہیں ہم نے کہا کہ بھائی ان کو تم نے کیونکر پہچانا تھا کہا کہ جس وقت ہمارا جہاز حاجیوں کو لے کر چلا تو ایک فقیر ڈبوسہ سے نکل کر میرے والد کے پاس آن بیٹھا اور کہنے لگا کہ اس میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے بھلا منزل مقصود پر کب پہنچیں گے انہوں نے جواب دیا کہ سوا مہینہ میں اس نے کہا یہ تو بڑی مشکل ہوئی، ہمارا جی متلاتا پہلے سے یہ حال معلوم ہوتا تو کبھی سوار نہ ہوتے والد نے کہا صاحب میں مجبور ہوں اگر آپ کچھ ہمت رکھتے تو زور لگایئے تاکہ جہاز ساحل جدہ پر جا لگے فقیر نے کہا اچھا یہ تو بتلاؤ پہلے کونسا بندر آتا ہے کہا عدن پوچھا پھر جواب دیا مخہ کہا اور جواب دیا حدیدہ بولا اور کہا جدہ تب فقیر نے فرمایا کہ بس لنگر ڈال دو اور خود اٹھ کر ڈبوسہ کے اندر چلے گئے میرے والد نے دریا کی طرف نگاہ کی تو کنارہ پر چراغ نظر آئے اور جدہ کے آثار معلوم ہوئے نہایت حیرت ہوئی کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے پندرہ دن تک تو بمبئی سے چل کر کنارہ کا پتہ بھی نہیں لگتا ایک خلاصی کو حکم دیا کہ جلد ہوڑے پر سوار ہو کر جا اور کنارے کی خبر لاوہ دیکھ کر واپس آیا اور کہا کہ صاحب بندر جدہ آگیا والد نے جہاز کو لنگر کیا اور فقیر کو ڈھونڈھا تو کہیں پتہ نہ لگا اللہ اکبر بڑا زبردست تیز رگ تھا مگر افسوس ہے پھر اس کی زیارت نہ ہوئی ہم نے کہا دوسرا کہاں ہے بولا کہ میرے پاس بیٹھا ہے ہم نے کہا تم نے کیوں کر جانا کہا کہ مجھ کو ہزارہا آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا اور بہت سے فقراء کی زیارت کی مگر کسی نے یہ سوال نہ کیا اور مرد خدا کا حال نہ پوچھا آپ کے سوال سے میں جان گیا کیونکہ مرد کو مرد پوچھتا ہے ؎

اولیاء را مے شناسد اولیاء	ورز دراہم ذروانہ ہے ریا
غیر جنبیت نمیداند کسے	مے شناسد جنس خودرا ہر یکے

اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ

ایک روز ارشاد ہوا کہ بیت اللہ شریف میں ہم پہنچے تو حسن علی زمزمی کے حجرہ میں ٹھہرے بعد چندے مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولانا شاہ اسحٰق

صاحب سے ملاقات ہوئی اور اتنا ربط بڑھا کہ روزمرہ کی آمدورفت ہوگئی ایک دن ہم نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے کہا کہ ذات باری کا ظہور کیا عرب ہندوستان میں کچھ جدا جدا ہے کہا نہیں پھر ہم نے پوچھا کہ ہر دوار اور بیت اللہ شریف میں کیا فرق ہے فرمایا کچھ نہیں اس کے بعد ہم نے کہا کہ پھر آپ ہندوستان سے کیوں بھاگ گئے فرمایا کہ بھائی محمدی بھی تو ہیں یہ گفتگو ہماری مولانا شاہ اسحٰق صاحب بھی پردہ کی آڑ میں بیٹھے سن رہے تھے اور ہم کو کچھ خبر نہ تھی بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب سے ہم نے درخواست کی کہ حصن حصین کی ہم کو اجازت دے دیجئے انہوں نے فرمایا کہ بڑے بھائی صاحب سے لو دوسرے دن شاہ صاحب سے عرض کیا گیا بڑے خفا ہوئے کہ تم کو اجازت نہیں دیں گے کل تم دونوں کیا بک رہے تھے خیر ہم نے توبہ استغفار کی اور عفو قصور کرایا پھر شاہ صاحب نے ہم کو حصن حصین پڑھائی اور اجازت دی جب اجازت مل گئی تو ہم نے عرض کیا کہ حضرت سچ سچ فرمایئے کہ ہم دونوں جو گفتگو کر رہے تھے کیا وہ خلاف واقع تھی تامل کیا اور فرمایا کہ ہاں سچ تو وہی ہے جو تم کہتے تھے مگر بھائی ہم محمدیوں کو ایسی بات زبان سے نکالنا زیبا نہیں کیونکہ ان باتوں سے حضرت رسول خفا ہوتے ہیں ہم نے کہا کہ خدا فرمایا کہ بس رہنے دو آگے گفتگو نہ کرو آدمی خراب ہوجاتا ہے اس وقت ہم نے کہا کہ الحمد للہ آپ بھی ہمارے شریک نکلے بس ہم کو اتنا معلوم کرنا باقی تھا اس بات پر ہنسے اور فرمانے لگے کہ بھائی ہم کو شرع شریف کا پاس ولحاظ رکھنا ضرور ہے پھر ہم نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے پوچھا کہ یہاں آپ نے کوئی فقیر بھی دیکھا کہا کہ ہاں ایک تو وارد شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بڑے کامل ہیں کل ان کے پاس چلیں گے دوسرے دن گئے تو بہت آدمیت سے پیش آئے مولوی صاحب نے ان سے توجہ کی درخواست کی بولے کہ ابھی تم اس قابل نہیں اگر مہینہ تک آتے رہو تو شاید توجہ کے قابل ہوجاؤ ہم نے عرض کیا کہ صاحب آپ کی توجہ میں ایسی کیا بات ہے کہا کہ مولوی صاحب کی تو کیا ہستی ہے پتھر بھی پاش پاش ہوجاتا ہے ہم نے کہا کہ توجہ تو بہت قسموں کی دیکھی لیکن پتھر ٹوٹتے کبھی نہیں دیکھے ہم تین چار آدمی

پہاڑ پر گئے اور ایک بھاری پتھر لڑھکا لائے اور ان بزرگ کے سامنے رکھ دیا ایک نگاہ ڈالی تو فوراً پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا ہم متحیر ہو گئے کہ اللہ اکبر بڑے تدرد کی نگاہ ہے ان کا طریقہ پوچھا تو کہا شیطانیہ ہم سمجھے کہ مقرر یہ ملامیہ ہیں اس دن سے ہم روز مرہ جانے لگے رفتہ رفتہ بے تکلفی ہو گئی ایک دن ان کا نام پوچھا تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ محمد ہم نے کہا کہ سبحان اللہ آپ کا نام تو ابلیس ہونا چاہئے تھا وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ لوگ مجھ کو بہت تنگ کرتے ہیں اس لیے یہ بہروپ بھرا ہے اس میں بہت امن ہے میرا نام محمد ہے اور خاندان قادریہ ہے اس وقت جو صاحب بغداد میں سجادہ نشین ہیں انہیں سے مجھ کو بیعت ہے میرا وطن بھی بغداد ہے اور پیشہ تجارت ملک ملک کی سیر کی ہندوستان کے بڑے بڑے شہر بھی دیکھ آیا ہوں اب کی بار حج کے لیے یہاں چلا آیا ہم نے کہا کہ صاحب یہ سب کچھ سہی لیکن یہ تو فرمایئے کہ آپ کو تَطْهِيْرُ الْقَلْبِ عَنْ مَا سِوَى اللهِ بھی حاصل ہوئی یا نہیں آدمی سچے تھے کہنے لگے کہ میاں اس کی تو ہوا بھی نہیں لگی ہم نے کہا بس صاحب توجہ سے پتھر توڑا ہوتی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا ؎

قومی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد | چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد
بیچ گونہ دریں گلستان قرار نیست | تو گر بہار شدے ما خزاں شدیم چہ شد

من بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو گئے وہاں ایک خواجہ سرائے سے مل ملا کر شب کو مسجد نبوی میں رہنے کی اجازت لی سید وزیر علی صاحب تو واپس ہندوستان کو روانہ ہوئے اور ہم چھ مہینے کے بعد پھر مکہ معظمہ میں واپس آئے کچھ عرصہ بعد ہمارے پاس خرچ ختم ہو چکا حطیم میں میزاب رحمت کے تلے ہم اس فکر میں بیٹھے تھے کہ ایک ترک نہایت حسین امیرانہ لباس پہنے ہوئے ہمارے پاس آیا پانچ ریال دیئے اور کہا کہ خاطر جمع رکھو آئندہ تم کو کبھی خرچ کی تنگی نہ ہوگی اور اگر کبھی تمہارا جی گھبرائے یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو فلاں جگہ ترکی سواروں کے رسالہ میں ہمارے پاس چلے آنا جب ہم ہندوستان میں اپنے مکان پر آئے اور والدہ صاحبہ کی زیارت ہوئی تو ان سے معلوم ہوا کہ وہ نوارالحسن تھے جو ایام طفلی میں ابدال ہو کر غائب ہو گئے تھے۔ انہوں نے یہ بات

والدہ سے جاکر کہی تھی ہاں یہ بات خوب یاد ہے کہ اس دن کے بعد پھر کبھی تنگی خرچ کی نہیں ہوئی ایک دن بام کعبہ کی مرمت ہو رہی تھی ہم بھی مزدوروں میں شامل ہو گئے اور چونے کی ٹوکری سر پر رکھ اوپر پہنچے اور دوگانہ ادا کیا دوسرے دن یہ حال مولوی محمد یعقوب صاحب سے بیان کیا وہ بولے ارے میاں کعبہ کی چھت پر تو شیطان بھی نماز پڑھا کرتا ہے ہم نے کہا کہ الحمد للہ یہ منزل بھی طے ہوئی اور ایک عقدہ حل ہوا کہ شیطان بھی نماز پڑھتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بیت اللہ شریف میں ہمارے والد ماجد کا ایک مرید شب برات کے دن تھوڑا سا حلوا پکا کر لایا اور کہا کہ بزرگوں کی فاتحہ دے دیجئے ہم نے کہا کہ بھلے مانس دیکھ تو کیسی مصیبت اٹھا کر ہم تم یہاں پہنچے ہیں بھلا اس ذرا سے حلوے کیلئے کیوں بزرگوں کو تکلیف دیتا ہے اتنی دور دراز مسافت بیچ میں سمندر حائل ہو اور بالفرض وہ آ بھی گئے تو اتنے سے حلوے میں کیا بھلا ہوگا کیا تم ان کو آپس میں لڑانا چاہتے ہو ہنس کر کہنے لگا میاں صاحب آپ کو تو ہمیشہ ہنسی کی بات سوجھتی ہے آپ بزرگوں سے بھی نہیں چوکتے خیر ہم نے فاتحہ پڑھ کر حلوا تقسیم کر دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بیت اللہ شریف سے روانہ ہو کر عدن میں پہنچے شیخ عیدروس صاحب کی زیارت کی یہاں سے چار دن کی مسافت طے کر کے زبید میں آئے حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف دیکھا وہاں ایک جبہ شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا موجود ہے اور یہ وہ جبہ ہے جو حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے بموجب وصیت حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اویس قرنی کو لا کر پہنایا تھا ایک روز جبہ شریف کی زیارت بھی ہم کو نصیب ہوئی ہر چند لوگ منع بھی کرتے رہے لیکن دل نہ رہ سکا مارے شوق کے جبہ مبارک کو ہم نے اپنے سر پر رکھ لیا جبہ کا سایہ تو درکنار اس وقت ہمارا سایہ بھی ندارد ہو گیا تھا۔ سبحان اللہ اب تک یہ معجزہ موجود ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم زبید میں پہنچے تو واجد علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بہت مہربانی سے پیش آئے اپنے پاس ٹھہرایا ان کی صحبت

کی تاثیر سے ہمارا یہ حال ہو جاتا تھا جیسے کوئی بیداری میں خواب دیکھتا ہو اور تمام کائنات ہیچ معلوم ہوتی تھی ان پر نسبت استغراق نہایت غالب تھی ایک دن میاں صاحب نے ہم کو بھی توجہ دی تھی اس توجہ کی بدولت اس دن نماز ظہر قضا ہو گئی تھی ہم نے بہت بزرگوں سے توجہ لی مگر ایسا حال کسی کی توجہ میں نہیں ہوا یہ بزرگ بھی اپنی حالت میں بڑے کامل اور زبردست تھے۔ ایک روز میاں صاحب نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا اصل مقصد اور مطلب کیا ہے ہم نے کہا کہ حضرت توحید تنزیہی فرمایا کہ اس میں تو بجز حیرانی و سرگردانی کے اور کچھ نہیں ہم نے عرض کیا کہ خیر ہرچہ بادا باد ہم تو اسی کے طالب ہیں ؎

گرم رکھتے ہیں ملاقات بد و نیک سے ہم تیرے ملنے کے لیے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم

ایک روز ہم جنگل کی طرف گئے ایک بڈی سے دریافت کیا بر مجنون فاین یعنی مجنوں کا جنگل کدھر ہے جواب دیا یا شیخ اَنَا مَجْنُوْنٌ اَوْ اَنْتَ مَجْنُوْنٌ مَا مَجْنُوْنٌ یعنی میں دیوانہ ہوں یا تو کون مجنون تب خیال آیا کہ یہ سمجھا نہیں ہم نے بجائے مجنون کے قیس کہا اس نے جواب دیا نعم تعالیٰ الی ھنا یعنی آؤ میں بتا دوں ہم کو لے گیا اور وہ جگہ دکھلائی اس وقت ہم کو یہ شعر یاد آیا ؎

قیس کا ماتم کروں میں یا کروں فرہاد کا دونوں یاد آئے مجھے کوہ و بیاباں دیکھ کر

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم زبید سے ملک خوارج کی طرف چلے ایک شیعی میر جعفر علی بھی ہمارے ساتھ ہو لیے ہم نے کہا کہ یہاں سنی و شیعہ کا دھرم نہیں آؤ تقیہ کر لیں وہ بھی تو چھ راگ اور چھتیس انگلیوں سے باہر نہ ہوں گے جس طرح وضو نماز ان کی ہو گی اسی طرح ہم بھی کریں گے چلتے چلتے ایک قریہ میں پہنچے مسجد میں جا کر اترے اتفاق سے وہاں کا امام ایک ہندوستانی تھا اس نے بڑی خاطر مدارات کی تین دن اپنے پاس مہمان رکھا اور بہت خوش ہوا کہ ایک مدت کے بعد اپنے ملک والوں کی صورت نظر آئی ہم نے اس سے پوچھا کچھ پڑھے لکھے بھی ہو ہم نے کہا صاحب بچپن میں پاؤ سیپارہ پڑھا تھا سو وہ بھی بھول گئے اب تو دو چار سورتیں یاد ہیں وہی نماز میں پڑھ لیتے ہیں پھر خود بخود اپنی داستان چھیڑی کہ میں مولوی محبوب علی کا شاگرد ہوں تحصیل علم کر کے لکھنؤ گیا شیعہ

مذہب پسند آیا اس کو اختیار کر لیا یہاں آن کر خارجی مذہب کے اصول ٹھیک معلوم
ہوئے اس کو اختیار کیا ہم نے کہا اگر لندن جاؤ تو کیا کرو چپ ہو رہا تیسرے دن ہم کو
رخصت کرنے گاؤں سے باہر آیا اور کہنے لگا ستو صاحب مسقط تک یہ ہی بہروپ
بھرے رہنا آگے کچھ کھٹکا نہیں ہم نے کہا بہروپ کیسا بولا کیا میں جانتا نہیں تم سنی
ہو اور یہ شیعہ اور دونوں صاحب علم بھی ہو یہ کہہ کر وہ تو واپس پھر گیا ہم آگے بڑھے
راہ میں ایک ندی آئی اس کے دونوں کناروں پر آم کے درخت کھڑے تھے اس وقت
ہم کو ہندوستان یاد آ گیا ندی میں خوب نہائے چھوٹی چھوٹی مچھلیوں نے بدن کھجلایا
خارش ہو رہی تھی بہت بھلا معلوم ہوا خدا کی قدرت دوسرے دن خارش جاتی رہی۔

الغرض بعد طے منازل ہم مسقط میں پہنچے یہاں ہم کو دولہ (یعنی حاکم شہر) نے بلا
کر پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے ہم نے کہا اہل سنّت و جماعت کہا کہ سنیوں کی مسجد میں
جاؤ میر صاحب نے شیعہ بتلایا ان کو کہا کہ امام باڑہ میں ٹھہرو پھر ہم دونوں سے کہا کہ
تین روز تک سرکار سے کھانا ملے گا چوتھے روز اپنی فکر کر لینا ہم نے کہا کہ صاحب ہم
فکر نہیں کیا کرتے ہمارا رزق خود ہماری فکر رکھتا ہے اس نے ایک ایک آدمی بھی ساتھ کر
دیا کہ جگہ پر پہنچا دے مسقط سے چل کر بغداد شریف میں آئے چندے قیام کیا پھر نجف
اشرف میں پہنچے مزار پر انوار حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی زیارت کی پھر کوفہ میں
آئے بڑھیا کا تنور بھی دیکھا جہاں سے طوفان نوح شروع ہوا تھا اس تنور میں ایسا
تعفن تھا کہ دماغ پھٹا جاتا تھا اس کی گہرائی بھی بہت ہی تھی ہم نے ایک ڈوری
میں پتھر باندھ کر لٹکایا چار ڈوریاں باندھیں مگر تہ کا پتہ نہ ملا اتنے میں ایک بدو
آ گیا خفا ہو کر بولا کہ ہندی تم کیا کرتے ہو اگر ایسی لاکھوں رسیاں باندھتے چلے جاؤ گے
تب بھی اس کی تہہ نہ پاؤ گے پھر وہاں سے چل کر کربلائے معلیٰ میں گئے سب بزرگوں کے
مزارات متبرکہ کی زیارت کی حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار شریف دوہرا ہے ایک
تہ خانہ میں دوسرا اس کے اُوپر ہے اور وہی زیارت گاہ خاص و عام ہے تہ خانہ میں
جانے کی عام اجازت نہیں ہم کو ایک ترک اپنے ساتھ لے گیا شمع کافوری روشن تھی

تھی خوشبو سے دماغ معطر ہوا جاتا تھا ہم نے وہاں کے سوا اسی پر شمع کافوری روشن نہیں دیکھی اس وقت تک ایک خیمہ بھی اس مقام نصیب ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک بیت کے لیے خیمہ قائم کیا تھا اس جگہ نہایت حسرت و بیکسی برستی ہے کیسا ہی سنگدل کیوں نہ ہو وہاں دل موم ہی ہو جاتا ہے اور خود بخود جی بھر آتا ہے طبیعت میں بیقراری پیدا ہوتی ہے اور وہاں ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ مسجد ایک اور امام کئی یعنی ایک مسجد میں کئی امام جا بجا نماز پڑھاتے ہیں ہم نے ان شیعوں سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ کسی کو امام پر اعتقاد ہے کسی کو کسی پر اسی واسطے ایک امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جس کو جس پر اعتقاد ہے وہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اس لیے بہت امام ہو جاتے ہیں وہاں سے رخصت ہو کر پھر بغداد شریف میں آئے اور چار مہینہ تک رہے ایک دن اس مقام کی بھی زیارت کی جہاں منصور حلاج کو سولی دے کر جلایا تھا اس وقت ہم نے یہ دو شعر پڑھے ؎

بعد از فنا بھی مل نہ گئے کوئے یار میں — کیا بار تھا صبا پہ مرے مشت غبار میں
آوارگان عشق کا پوچھا جو میں نشان — مشت غبار لے کے صبا نے اڑا دیا

ایک دن حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو گئے گو غریباں میں آسودہ ہیں مزار خام مگر مرجع انام ہے سنی شیعہ سب ان کی زیارت کو آتے تھے بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎

شنیدم کہ در کرخ تربت بسے ست — بجز گور معروف معروف نیست

چند روز کے بعد ہمارے وہی ہمنام جن سے بنارس میں ملاقات ہوئی تھی مل گئے ایک روز ہم نے سنا کہ ہندوستان کے تین چار جولاہے سجادہ نشین صاحب کو ایک ایک ریال دے کر حسنی بن گئے اور نسب نامہ بھی حاصل کر لیا ہے حسب اتفاق ایک روز ہمارے ہمنام میاں حسین علی شاہ صاحب سجادہ نشین اپنے دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے اس وقت میاں غوث علی شاہ کو جو کہ سید حسینی تھے ہم نے چھیڑا کہ میر صاحب آپ بھی ایک ریال حضرت کو نذر کر کے اولاد میں شامل ہو جایئے پھر خوب

بن آئے گی اس بات پر وہ بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم میں کچھ کسر ہے یا تم سے کچھ کم ہیں اگر تمہارے ہاں ایک امام ہے تو ہمارے خاندان میں گیارہ امام ہیں باقی رہا فقر کا معاملہ وہ قبضہ قدرت میں ہے ملے یا نہ ملے اسکی تلاش میں تشنہ لب پھرنا ہمارا کام ہے

کام ما گر تر نشد از آب مقصد عیب نیست
زانکہ اولاد حسینم تشنگی میراث ماست

یہ بات سن کر سجادہ نشین صاحب نے فرمایا کہ تم کو کیوں رشک آیا ہم نے کہا صاحب رشک تو نہیں مگر شک ضرور پیدا ہو گیا کہ کہیں ہمارے بزرگ بھی دھنے جولاہے ہی نہ ہوں یہاں نام لکھوا کر سید بن گئے ہوں ہم کو تو آج سے اپنی سادات میں کلام ہو گیا میاں صاحب نے فرمایا کہ یہاں شاہ عبدالرزاق صاحب اور عبدالوہاب صاحب کی اولاد کا کچھ ذکر نہیں یہ دونوں صاحبزادے تو حضرت کی زندگی ہی میں تشریف لے گئے تھے ہمارے اصلی اور نقلی دفتر میں ان بزرگوں کا نام ہی نہیں پھر ان کی اولاد کا کیا ذکر یہاں تو صرف غریب شاہ عبدالعزیز صاحب کی اولاد ہے اور اسی خاندان میں ہم سب کو شامل کر لیتے ہیں کیونکہ مرید بھی بمنزلہ اولاد کے ہوتا ہے اور اس قسم کے لوگوں کا دفتر جدا بنا ہوا ہے بعد چندے ہم بصرہ کو روانہ ہوئے سجادہ نشین صاحب نے ہم کو ایک ناخدا کے نام خط دیا اور کہا کہ وہ تم کو جہاز پر سوار کرا کے بمبئی پہنچا دے گا ہم نے بصرہ میں پہنچ کر اس ناخدا کو خط دیا اول اس نے سر پر رکھ کر رقص کیا اور کہا کہ زہے قسمت پھر ہم کو بہت عمدہ مکان میں ٹھہرایا اور کہا کہ ابھی جہاز کی روانگی میں پندرہ دن ہیں

آپ گھبرائیے نہیں شہر کی خوب سیر کیجئے ہم نے کہا کہ اتنا خرچ نہیں جو قیام کریں کہا کہ خرچ کا فکر نہ کیجئے جو درکار ہو یہاں موجود ہے پھر ہم نے شہر کی خوب سیر کی نہایت ویران اور کنگال شہر ہے۔ حضرت حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی کے مزارات متبرکہ کی زیارت کی اور وہ دکان بھی دیکھی جہاں حضرت حبیب عجمی کپڑے رنگا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری آن کر چھپے تھے لیکن رابعہ بصری کے مزار کا پتہ نہ لگا پندرہ روز کے بعد جہاز بغلہ پر سوار ہو کر شہر سورت میں پہنچے چند روز ٹھہرے میاں گلن شاہ کے پیر کا مزار دیکھا شہر سے جانب جنوب و شرق جنگل میں ہے نہایت پُرتاثیر

مزار ہے روزمرہ زیارت کرتے رہے وہاں سے سوار ہوکر بمبئی میں پہنچے اور حکیم عبداللہ
شاہ صاحب کے مکان پر ٹھہرے ان کے ہاں ایک فقیر بہادر شاہ رہتے تھے
وہ صاحب نسبت آدمی تھے ان سے ہماری بے تکلفی ہو گئی انہوں نے بتلایا کہ پرانے
قلعہ میں ایک مجذوب ہیں ان سے ملو ہم کچھ شیرینی لے کر ان کی خدمت میں گئے۔
…ہی پتھروں کی بوچھاڑ کی اور گالیوں کا تار باندھ دیا پہلے تو ہم چپ ہو رہے
پھر جو غصہ آیا تو ہم نے ان کی گردن جا پکڑی کہ تو نے سمجھا کیا تھا بچہ اب تو بول کچھ
…کا بھلا برا کر سکتا ہے مار سکتا ہے جلا سکتا ہے بولے کہ نہیں نہیں میں تو کچھ بھی نہیں
…تا ہم نے کہا پھر کس برتے پر تتا پانی خیر چاہتے ہو تو شیرینی کھالو اس نے چپکے سے
کھالی اور دم نہ مارا جب ہم مکان پر آئے تو میاں بہادر شاہ نے کہا کہ سید آپ کو یہ
…یا نہ تھا ہم عقنا میٹھا ہوا اچھا اور نیم عقنا کڑوا ہو بہتر ہم نے کہا میاں صاحب کیا
…ں غصہ آگیا بھلا سنو تو سہی جو بھلا برا کچھ نہیں کر سکتا وہ اتنا ناز کیوں کرے شاہ صاحب
…نے کہا نہیں سید آپ کو نرمی زیبا ہے اور ان کو سختی دوسرے دن ہم پھر گئے اور قصور
معاف کرایا بولے کہ ہاں بہادر نے کچھ کہا ہوگا ہم نے کہا کہ بہادر جیسے تو ہم کچھ
…عرض نہیں لیکن اب قصور معاف کرو خیر انہوں نے معاف کر دیا ہم نے کہا کہ ایسا تم
…ہو رہا ہو سو کہ وبزیدہ برانید چند روز کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور منزل بمنزل
…طے کرتے ہوئے دہلی میں آ پہنچے اور چھ مہینہ تک زینت المساجد میں رہے۔

ایک روز ہم مرزا نوشہ کے مکان پر گئے نہایت حسن اخلاق سے ملے اب فرش
تک آن کر لے گئے تمام حال دریافت کیا ہم نے کہا کہ مرزا صاحب ہم کو آپ کی
ایک غزل بہت ہی پسند ہے علی الخصوص یہ شعر ؎

تو نہ قاتل ہو کوئی اور ہی ہو   تیرے کوچہ کی شہادت ہی سہی

…صاحب یہ شعر تو میرا نہیں کسی استاد کا ہے فی الحقیقت نہایت اچھا ہے۔

غزل مرزا نوشہ

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی   میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے — کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی — اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے — غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی
اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو — آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی
عمر ہر چند کہ ہے برق خرام — دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی
ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں — نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلک ناانصاف — آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے — بے نیازی تیری عادت ہی سہی
یار سے چھیڑ چلی جائے اسد — گو نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

اس دن سے مرزا صاحب نے یہ دستور کر لیا کہ تیسرے دن زینت المساجد میں ہم سے ملنے کو آتے اور ایک خوان کھانے کا ساتھ لاتے ہر چند ہم نے عذر کیا کہ یہ تکلیف نہ کیجئے مگر وہ کب مانتے تھے ہم نے ساتھ کھانے کے لیے کہا تو کہنے لگے کہ میں اس قابل نہیں ہوں میخوار روسیاہ گنہ گار مجھ کو آپ کے ساتھ کھاتے شرم آتی ہے البتہ اولش کا مضائقہ نہیں ہم نے بہت اصرار کیا تو الگ طشتری میں لے کر کھایا ان کے مزاج میں کمال کسر نفسی اور فروتنی تھی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ مرزا رجب علی سرور مصنف فسانہ عجائب لکھنؤ سے آئے مرزا نوشہ سے ملے اثنائے گفتگو میں پوچھا کہ مرزا صاحب اردو زبان کس کتاب کی عمدہ ہے کہا چار درویش کی میاں رجب علی بولے اور فسانہ عجائب کیسی ہے مرزا بے ساختہ کہہ اٹھے اجی لاحول ولاقوۃ اس میں لطف زبان کہاں ایک تک بندی اور بھٹیارخانہ جمع ہے اس وقت مرزا نوشہ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہی میاں سرور ہیں جب چلے گئے تو حال معلوم ہوا بہت افسوس کیا اور کہا کہ ظالمو پہلے سے کیوں نہ کہا دوسرے دن مرزا نوشہ ہمارے پاس آئے یہ قصہ سنایا اور کہا کہ حضرت یہ امر مجھ سے نادانستگی میں ہو گیا ہے آیئے آج ان کے مکان پر چلیں کل کی مکافات

کر آئیں ہم ان کے ہمراہ ہولیے اور میاں سرور کی فرودگاہ پر پہنچے مزاج پرسی کے بعد مرزا صاحب نے عبارت آرائی کا ذکر چھیڑا اور ہماری طرف مخاطب ہو کر بولے کہ جناب مولوی صاحب رات میں نے فسانہ عجائب کو جو بغور دیکھا تو اس کی خوبی عبارت اور رنگینی کا کیا بیان کروں نہایت ہی فصیح و بلیغ عبارت ہے میرے قیاس میں تو ایسی عمدہ نثر نہ پہلے ہوئی نہ آگے ہوگی اور کیوں کہ اس کا مصنف اپنا جواب نہیں رکھتا غرض اسی قسم کی بہت سی باتیں بنائیں اپنی خاکساری اور ان کی تعریف کر کے میاں سرور کو نہایت مسرور کیا، دوسرے دن ان کی دعوت بھی کی اور ہم کو بھی بلایا اس وقت بھی میاں سرور کی بہت تعریف کی، مرزا صاحب کا مذہب یہ تھا کہ دل آزاری بڑا گناہ ہے اور درحقیقت یہ خیال بہت درست تھا۔ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَدِہٖ وَلِسَانِہٖ ؎

میاش در پے آزار و ہر چہ خواہی کن   کہ در طریقت ما غیر ازیں گناہے نیست

ایک دن ہم نے مرزا غالب سے پوچھا کہ تم کو کسی سے محبت بھی ہے کہا کہ ہاں حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سے پھر ہم سے پوچھا کہ آپ کو ہم نے کہا کہ واہ صاحب آپ تو متقی ہو کر علی مرتضیٰ کی محبت کا دم بھریں ہم ان کی اولاد کہلائیں اور محبت نہ رکھیں کیا بات آپ کے قیاس میں آسکتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دہلی کی زینت المساجد میں تھے تو وہاں ایک شخص میاں غلام فرید نام نہایت بھولے آدمی رہتے تھے مگر پیری مریدی کا ان کو بڑا شوق تھا ایک دن کمبل پوش سے کہنے لگے کہ او کمبل پوش تو کسی کا مرید بھی ہے وہ بولا اے پیر بھلا مجھ کو کون مرید کرتا ہے میاں غلام فرید صاحب نے کہا کہ آئیں تجھ کو مرید کروں میں نے کہا کہ میاں صاحب آپ کیا کرتے ہیں اس کے دم میں نہ آجانا یہ تو جہان کا چھٹا غنڈا ہے ملک ملک پھرا ہے سفت زبان جانتا ہے ہم تم جیسوں کو تو بازار کھڑا ہو کر بیچ ڈالے بھلا تم کس کے فریب میں آگئے اس کے جواب میں میاں غلام فرید کہتے ہیں کہ نہیں جی اس کو اعتقاد آگیا ہے کمبل پوش بولا ہاں پیر

مجھے تو بہت ہی اعتقاد ہے میری ایسی کہاں قسمت جو تم مرید کر لو میاں غلام
نے جھٹ ایک روپیہ کی شیرینی اپنے پاس سے منگائی شیرینی کو دیکھ کر کمبل
بولا کہ پیر جی بہت بھوکا ہوں میاں صاحب نے کہا کہ اچھا اس میں سے خوب
جب وہ شیرینی چٹ کر چکا تو میاں غلام فرید نے کہا کہ اب تم کو تعلیم کر دوں اس
کمبل پوش کو جوش آیا اور رگ ہاشمی پھڑکی، چہرہ سُرخ ہو گیا اور کہا سن لے تیری
تیسی کروں تو نبی اور تیرا پیر نہ پڑھی ہماری شان میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِ مُحَمَّدٍ ابے مسخرہ تو ہم کو کیا تعلیم کرے گا ذکر شغل مراقبہ قادریہ چشتیہ
نقشبندیہ یہ ہم سے پوچھ تو کیا جانے سائیں کو میں نے میاں غلام فرید سے کہا
کیوں صاحب ہم نہ کہتے تھے بولے کہ یہ مردود ہو گیا ہے۔ دوسرے روز کمبل
پھر آئے اور ان سے قصور معاف کرایا اور کہا کہ پیر تم تو ہمارے پیر ہو ہی گئے ایک
روز میاں غلام فرید فجر کے وقت اللہ اللہ کرتے کرتے شجرہ پڑھنے لگے تو کمبل
بولا لاحول ولا قوۃ آدمی اللہ کا نام لیتے لیتے یہ بکنے لگا کہ لارنس صاحب دیکھنے
والے الگزینڈر کے الگزنڈر دیکھنے والے مٹکلف کے اور وہ دیکھنے والے
اکرٹ کے استغفر اللہ پھر غلام فرید آخر دعائیں کہنے لگے یا بھیکہ بھیکہ تو کمبل
نے کہا ابے احمق مانگے بھی نہ ملے گی خدا کو چھوڑ کر بھیکہ کا نام لیتا ہے مگر وہ
ایسا پختہ آدمی تھا کہ ایک نہ سنی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دہلی کی زینت المساجد میں ٹھہرے ہوئے
تھے ہمارے دوست کمبل پوش نے جو شاہ باقی باللہ صاحب میں رہتے تھے ہمار
دعوت کی مغرب کے بعد ہم کو لے کر چلے چاندنی چوک میں پہنچ کر ایک طوائف
کوٹھے پر ہم کو بٹھا دیا اور آپ چنپت ہو گئے پہلے تو ہم نے خیال کیا کہ شا
کھانا اسی جگہ پکوایا ہو گا مگر پھر معلوم ہوا کہ یوں ہی بیٹھا کر چل دیا ہے ہم بہت گھ
کہ بھلا ایسی جگہ کمبخت کیوں لایا دو گھڑی کے بعد ہنستا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میاں صاحب
میں آپ کی جھڑک مٹاتے کو یہاں بٹھا گیا تھا بعد وہ اپنے قیام گاہ پر لے گیا ا

کھانا کھلایا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم کو زینت المساجد میں چھ مہینے گذر گئے تو ایک دن حسب اتفاق شہزادہ منگو آئے اور کہنے لگے کہ حضرت حج کو چلئے گا ہم نے کہا میاں ایک بار تو دھرم دھکے کھا آئے اب اگر کوئی اسی مقام سے سوار ہو کر کے لے چلے اور یہیں لاکر اتار دے تو خیر مضائقہ نہیں دوسرے دن انہوں نے سچ مچ گاڑی لاکر کھڑی کر دی اور کہا کہ سوار ہو جائیے پہلے تو ہم حیران رہ گئے کہ کل کی بات ہم تو ہنسی سمجھے تھے خیر اسی دم سوار ہو لئے اور منزل بمنزل لدھیانہ پہنچے۔

تین دن وہاں ٹھہرے اور لاہور و ملتان ہوتے ہوئے کراچی بندرگاہ میں پہنچے وہاں سے جہاز پہ چڑھے اور بغداد شریف میں جا اترے پھر کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کی زیارت کر کے مکہ معظمہ میں پہنچے اور بعد حج روضۂ منورہ کی زیارت کو گئے پھر مکہ میں واپس آئے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہوئی فرمانے لگے میاں تم تو ابھی گئے تھے پھر چلے آئے ہم نے کہا کہ صاحب گناہ عظیم ہوا معاف فرمائیے۔ ان شاء اللہ پھر ایسا قصور سرزد نہ ہوگا۔ ہنس پڑے کہ میاں تم تو ہر بات میں قائل کر دیتے ہو، اچھا ہندوستان کا حال بیان کرو جو کچھ ہم کو معلوم تھا کہہ سنایا۔ غرض مکہ سے روانہ ہو کر بمبئی اور بمبئی سے چل کر دلی میں پہنچے اور جس جگہ سے سوار ہوئے تھے وہیں پھر اترے ہمارے حج بھی ایسے تھے جیسے بچوں کی نماز یعنی نہ ان پر نماز فرض نہ ہم پر حج فرض، میاں غلام احمد صاحب پانی پتی روایت کرتے ہیں کہ میرے سامنے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ بارادہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً جہاز پر سوار ہوئے تو ایک عجیب تماشا دیکھا کہ تین شکستہ حال آدمی فی سبیل اللہ جہاز پر سوار تھے ملازمان جہاز ران کے ساتھ کج خلقی سے پیش آئے جب نصف مسافت طے ہو چکی تو ناخدا نے ان باخدا لوگوں پر چوری کی

تہمت نہ لگائی۔ اور بڑی لعنت وملامت کی وہ تینوں دریا میں کود پڑے۔

دریں دریا ئے بے پایاں دریں بحر رواں فرسا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسہا

ایک تو پانی میں غرق اور دو سطح آب پر اس طرح چلتے تھے جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہو جہاں تک نگاہ نے کام کیا اہل جہاز ان کو دیکھتے رہے پھر نظر سے غائب ہو گئے۔ جب ہم بیت اللہ میں پہنچے تو ان تینوں سے ملاقات ہوئی ہم نے پہلے پہنچنے کی کیفیت پوچھی تو جواب دیا۔ ع

ترا کشتی آورد مارا خدای

مدینہ منورہ تک ہمارا ان کا ساتھ رہا ہم مدینہ منورہ سے منزل بمنزل دہلی پہنچے بعد چند روز کے پھر سیر وسیاحت کا شوق ہوا جا بجا کی سیر کرتے ہوئے چولی مہیسر پہنچے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم چولی مہیسر میں پہنچے تو شام ہو گئی موضع شاہجہانپور وہاں سے دو کوس رہ گیا تھا۔ ایک آدمی راستہ میں ہمارے ساتھ ہو لیا تھا اس نے کہا کہ یہاں نربدا ندی کے کنارے باباجی کا مکان ہے چلو اس میں رات بسر کریں گے باباجی سے اجازت چاہی تو انہوں نے کہا کہ ہم کسی کو ٹھہرنے نہیں دیں گے کہ ہم کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتے ہم نے کہا خیر نہ سہی ہم باہر آئے اور پیپل کے پیڑ تلے بستر لگا دیا۔ ع

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست

ساتھی سے ہم نے کہا کہ اول آدھی رات کا پہرہ تو دے پچھلی آدھی رات میں ہم جاگتے رہیں گے کیونکہ یہ دریا کا کنارہ ہے شاید کوئی موذی درندہ چوٹ کر بیٹھے ہم تو نماز عشاء پڑھ کر سو گئے اور وہ ساتھی جاگتا تھا کہ باباجی نے اپنے مکان کا پھاٹک کھولا اور ہم کو دیکھ کر آواز دی کہ کون میری آنکھ کھل گئی جواب دیا کہ وہی مسافر جن کو تم نے ٹھہرنے نہیں دیا بولے کر چلے آؤ ہم اندر گئے تو

دیکھا کر نہایت وسیع مکان ہے چاروں طرف پختہ حجرے بنے ہوئے تھے نماز کے لیے چبوترہ، نہانے کو غسل خانہ تمام جائے ضرور سب موقع بموقع موجود ہیں۔ ایک حجرہ میں ہم کو بٹھلا دیا کھانا لائے تو میں نے کہا کہ ہم دونوں آدمی مسلمان ہیں ساتھ کھانا کھا لیں گے۔ اس بات کو منظور نہیں کیا اور کہا کہ نہیں صاحب تم الگ کھالو ان کو دوسرے حجرہ میں الگ کھلائیں گے۔ طرح طرح کے کھانے ہمارے روبرو چن دیئے۔ کئی قسم کی دالیں اور چند وضع کی ترکاریاں اور روٹی وغیرہ اتنی چیزیں تھیں کہ ہماری عقل دنگ ہو گئی کہ اتنے عرصہ میں اس آدمی اکیلے نے کس طرح تیار کی ہوں گی۔ بعد کھانا کھلانے کے بولے کہ ہمارے انکار سے تم نے بُرا مانا ہو گا۔ لیکن بات یہ تھی کہ میں اس وقت تم کو بلا لیتا تو خاطر و مدارات کرتا یا کھانا پکاتا مجھے معلوم تھا کہ تم آج ہمارے مہمان ہو گے۔ اس لیے سب سامان مہیا کر لیا تب تم کو اندر بلایا۔ پھر ہم کو حجرے بھی جدا جدا رہنے کو دیئے ایک جگہ نہ سونے دیا کہ فقیر تنہا بہتر ہے۔ صبح کو اُٹھ کر ہم نے چلنے کے واسطے کمر باندھی تو باباجی بولے واہ صاحب واہ ؎

دل لیتے ہی جو عاشق دل گیر کا چلے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

میاں صاحب ابھی کہاں جاتے ہو کوئی روز ٹھہرو غرض بیس دن تک ٹھہرایا اور دونوں وقت اسی انداز سے کھانا کھلاتے رہے ہم کو اس بات کی بڑی حیرت تھی کہ نہ تو وہاں کسی کو پانی بھرتے دیکھا نہ روٹی پکاتے نہ دھواں اُٹھتا دیکھا نہ کبھی کسی کو جھاڑو دیتے دیکھا اور پاخانہ صاف کرتے پایا لیکن سب مکان نہایت پاک و صاف رہتے تھے صورت بھی باباجی کی ایسی پاکیزہ اور خوش نظر تھے ہم نے ابھی تک ایسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا رخساروں کی چمک دمک ایسی تھی کہ داڑھی کی سیاہی کا عکس اس طرح پڑتا تھا جیسے آئینہ میں یاد بود بھی باباجی کی نہایت عمدہ تھی اور ہر دم مشغول رہتے تھے۔ عشاء کے وقت سے بیٹھتے

تو صبح کر دیتے تھے اور جیسے بلوں میں کامل تھے ایسے ہی حکمت و ضعف میں بھی لاجواب تھے۔ چنانچہ ایک دن دو جذامی آئے ایک ہندو تھا۔ ایک مسلمان صورت دیکھتے ہی اس ہندو سے کہا کہ تمہارے گرو نے کچھ جاپ تبلایا تھا تم نے جاپ میں استری سے بھوگ کیا اس واسطے خون جگر کھا گیا اس نے اس قصور کا اقرار کیا فرمایا کہ اپنے گرو کے پاس چلے جاؤ وہی اس کی تدبیر کریں گے مسلمان سے کہا ٹھہرو تم کو دوا دیں گے دوسرے دن دریائے تربدا کے اندر گلے گلے پانی میں اس کو کھڑا کیا اور ایک چاول بھر دوا کھلا دی تھوڑی دیر بعد وہ چلایا کہ پیاس کے مارے مرا جاتا ہوں کہا خبردار پانی پیے گا تو فوراً مر جائے گا۔ پہر پہر کے فاصلہ سے اس کو ندی کے اندر ہی گھی پلاتے رہے باہر نکلا تو اس کا بدن کندن کی طرح دمکنے لگا تھا پھر اس کو رخصت کر دیا ہم بیس روز تک ان کے پاس رہے لیکن کچھ بھید نہ کھلا کہ وہ شخص فرشتہ تھا یا خضر یا جن صورت سے تو نہ ہندو ثابت ہوتا تھا نہ مسلمان۔ ایک روز ہم سے کہنے لگا کہ میاں صاحب تم کہاں جاؤ گے ہمارے ہی پاس رہ جاؤ مگر شرط یہ ہے کہ اگر ہم مر جاویں تو ہماری ٹانگ میں رسی باندھ کر تربدا میں لے جا کر ڈال دینا اور اگر تم مر گئے تو ہم شاہجہان پور سے آدمی بلا کر تمہاری تجہیز و تکفین کرا دیں گے ہم نے کہا سنو بابا جی ہم رہتے تو اپنے گھر رہتے وہاں نہیں تو مکہ میں ٹھہرتے مدینہ میں قیام کرتے یا بغداد میں رہتے ہیں جب کسی جگہ نہ ٹھہرے تو یہاں پابند ہو کر کب رہ سکتے ہیں۔ غرض ہم نے چلنے کا قصد کر ہی دیا تب بابا جی نے مایوس ہو کر فرمایا کہ خیر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ خدا حافظ ہم دونوں وہاں سے سرونج کو روانہ ہو گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ دہلی سے جب ہم چلے اور امصار و دیار کی سیر کرتے ہوئے مقام سرونج علاقہ ٹونک میں پہنچے تو وہاں میر وزیر علی صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی مقام سرونج میں دونوں جوان آدمیوں نے ہم سے درخواست کی کہ

نام خدا بتلا دو ہم نے بتلا دیا لیکن ہم کو معلوم نہ تھا کہ نتیجہ اور اثر کیا ہوگا۔ ایک تو کچھ مہینے کے بعد تپ دق میں مرگیا اس بیچارہ کی نئی شادی ہوئی تھی اور دوسرا زندہ تو رہا مگر کچھ دیوانہ سا ہوگیا وہاں سے میر وزیر علی کو ہمراہ لے کر ہم کالپی میں پہنچے جہاں میر صاحب کا گھر ہے ان کی نسبت ماموں کے گھر ہو چکی تھی مگر شادی نہیں کرتے تھے ہم نے زبردستی ان کی شادی کرائی پھر وہاں سے بجانب لکھنؤ روانہ ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شمس آباد کے قریب جنگل میں ایک فقیر احمد شاہ صاحب تھے ان کی شہرت سن کر ہم بھی گئے دیکھا کہ ایک نہایت کہنہ اور بہت بڑی مسجد بادشاہی وقتوں کی ہے اسی میں وہ رہتے ہیں ہم کو دیکھ کر نہایت ترش روئی سے پیش آئے اور بولے کہ صاحب یہاں نہ ٹھہرو آدھی رات بعد یہاں شیر لگتا ہے ایسا نہ ہو کہ تم کو پھاڑ ڈالے ہم نے کہا کہ خیر جو ہو سو آج تو یہیں قیام کریں گے۔ ع

ہم کو خدا پہ چھوڑ دو بہر خدا جو ہو سو ہو

وہ تو اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر کے سو رہے ہم نے نماز عشاء پڑھی پھر دو روٹیاں جو ہمارے پاس تھیں کھا کر پانی پیا اب سونے کا ارادہ ہوا ہم نے خیال کیا کہ یہ جنگل کا مقام ہے شاید شیر لگتا ہو مناسب یہ ہے کہ مسجد کی چھت پر سوئیں اوپر چڑھے تو دیکھا کہ ایک کالا سانپ نہایت لمبا اور موٹا پڑا ہوا ہے ہم نے سوچا کہ یہاں تو شیر موجود ہے اور نیچے صرف احتمال پھر نیچے اترے خیر نیند تو نہ آئی مگر ہم وضو کر کے تمام رات چبوترہ پر بیٹھے رہے صبح کی نماز پڑھی میاں صاحب بھی نکلے اور پوچھا کہ شیر آیا تھا یا نہیں ہم نے کہا کہ صاحب یا تو آپ شیر ہیں یا ہم شیر ہیں اور تو کوئی نظر نہیں آیا تھوڑی دیر بعد بستی سے ایک شخص اپنے بچے کو لے کر آیا دم کرایا اور تعویذ لکھا کر لے گیا جب کھانے کا وقت ہوا تو وہی شخص کچھ روٹیاں اور چھاچھ لے کر آیا ہم نے میاں صاحب کی تواضع کی انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ آپ کھاویں ہم نے کہا کہ پہلے آپ اوّل نوش فرما دیں تب ہم بھی کھالیں گے غرض ان کو ہم نے ساتھ کھلایا ان کے پاس بہت لوگ تعویذ لینے والے آیا کرتے تھے اور اس ذریعہ سے بہت سا روپیہ جمع کر لیا تھا اسی

واسطے کسی مسافر کو اپنے پاس ٹھہرنے نہیں دیتے تھے ہم سے کہنے لگے کہ میرا ارادہ اس مسجد کی تعمیر کا ہے ہم نے کہا کہ میاں صاحب جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا تم اپنی مسجد کو درست کرو مگر ان کے خیال میں یہ بات نہ آئی ہم تو وہاں سے چل دیئے پھر سنا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور کئی مٹکے روپیہ اشرفیوں کے نکلے کچھ روپیہ تو سرکار نے ان کے مزار پر لگا دیا اور باقی اپنے خزانہ میں داخل کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم قنوج میں پہنچے تو شہر کے باہر ایک تکیہ میں جا اترے وہاں کوئی فقیر نظر نہ آیا خیال کیا کہ شاید کہیں گیا ہوگا تھوڑی دیر بعد ایک بڑھیا آکر جھاڑو دینے لگی ہم نے پوچھا کہ یہاں کا فقیر کہاں ہے وہ بولی کہ کچھ نہ پوچھو ایک عجیب معاملہ ہے ہم نے کہا کچھ بیان کرو بولی کہ دس برس سے میرا بیٹا گم تھا بہت خاک چھانی تعویذ گنڈے عمل ٹوٹکے سب کئے کچھ نہ ہوا ناچار ہو کر اس تکیہ کے کے پاس آئی اور حصول مراد کے لیے یہاں کی جاروب کشی اختیار کی ایک عرصہ تک اس نے منہ نہ لگایا آخر ایک دن میرا مطلب پوچھا تو میں نے اپنی داستان سنائی فرمایا کہ میں تو اس لائق نہیں لیکن ایک مرد کامل ہیجڑوں کے طائفہ میں ڈھولک بجایا کرتا ہے فلاں محلہ میں جاؤ اور اس سے عرض حال کرو ہر چند انکار کرے ایک نہ مانیو اور اس کے دروازہ پر دھرنی دے کر بیٹھ جائیو لیکن خبردار میرا نام نہ بتانا نہ لینا میں گئی اور جو کچھ سکھا دیا تھا وہی کیا کہنے لگے تجھ کو کسی نے بہکا دیا ہے ناچ راگ کی کوئی بات ہو تو مجھ سے پوچھ لے میں تو ہیجڑا ہوں اور جھٹ ازار بند کھول کے دکھلا دیا مگر میں نے ایک نہ سنی دھرنی دے کر بیٹھ گئی آخر کار وعدہ کیا کہ اچھا تیرا کام ہو جائے گا مگر پہلے یہ بتلا کہ تجھ کو میرا پتہ کس نے دیا غرض باولی ہوتی ہے ناچار اس فقیر کا نام لینا پڑا فرمایا کہ خیر اس کمبخت نے ہم کو خراب کیا اور آپ بھی برباد ہوا ہم تو سمجھے تھے کہ کسی لائق ہو گیا ہے اب اس کو بھی ہیجڑوں میں شامل کر لیں گے مگر افسوس کہ خام نکلا اس کے بعد میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اطراف عالم میں نظر کر اور دیکھ تیرا لڑکا کہاں ہے دیکھتے دیکھتے معلوم ہوا کہ میرا لڑکا ایک قافلہ میں گھوٹے

کی آگ پکڑے سے چلا جاتا ہے میں خوشی کے مارے چلا اُٹھی کہ یہ رہا میرا لڑکا فرمایا
کہ اس کا ہاتھ خوب مضبوط پکڑے میں نے ہاتھ پکڑا اور انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھایا
تو دیکھتی کیا ہوں کہ لڑکا مع گھوڑے کے میرے پاس موجود ہے مگر فقیر صاحب
اور وہیں لڑکے کو ساتھ لے ہنسی خوشی اپنے گھر آئی پھر جی میں آیا کہ تکیہ والے فقیر
کی شکر گزاری کروں یہاں آ کر دیکھا تو اس کو بھی نہ پایا ابھی چار دن اس معاملہ کو گزرے
ہیں دونوں صاحبوں کا پتہ نہیں خدا جانے کہاں گئے، اب میں اس فقیر کی یاد میں
اور وہ تکیہ کی جاروب کشی کرتی ہوں اور پانی بھر کے رکھتی ہوں تا کہ مسافر آرام پاویں۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ قنوج کے جنگل میں ایک مزار حضرت سید شریف
زندنی کے نام سے مشہور ہے نہایت پُر فضا اور گنجان درختوں کے بیچ میں
ہے خوف کے مارے رات کے وقت وہاں کوئی نہیں رہتا ہم وہاں گئے تو
مجاور نے کہا کہ صاحب یہاں حضرت کسی کو رہنے نہیں دیتے ہم نے کہا کہ اچھا ہم حضرت
سے دریافت کر لیں گے دوسرے دن مجاور آیا کہ فرمائیے کیا حکم ہوا ہم نے کہا کہ
ہم کو تو حضرت نے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی دل میں ہم نے سوچا کہ
کیسے بیوقوف لوگ ہیں جنگل اور درختوں کی گنجانی کی وجہ سے رہتے ہوئے خوف معلوم
ہوتا ہے اور مشہور یہ کر دیا کہ حضرت کا حکم نہیں مجاور نے جا کر لوگوں میں شہرت کر دی کہ
ایک فقیر آئے ہیں اور رات کو بھی مزار پر رہتے ہیں حضرت نے اجازت رہنے کی دی ہے پھر
تو تمام زن و مرد قنوج کے اُمنڈ پڑے ہنا دشوار کر دیا آخر ہم تین چار روز بعد وہاں سے چل دئیے۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں سید وزیر علی صاحب بھی ہمارے ساتھ
تھے۔ وہاں مولوی سلامت اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی اگرچہ مولوی
صاحب اس زمانہ میں بہت کمسن تھے لیکن حسن صورت میں ایسے ہی بے نظیر تھے
مع سیرت کے ایک دن میاں وزیر علی الگ بیٹھے کہہ رہے تھے کہ تمام عمر
میں لڑکے معشوق ہم نے بھی دیکھے ہیں مولوی صاحب کے کان میں اس بات
کی بھنک پہنچ گئی فرمایا کون صاحب ہیں ذرا ہم بھی تو اپنے عاشق کی صورت

دیکھیں اتنا کہتے ہی میاں وزیر علی بھاگ گئے مگر مولوی صاحب پہچان گئے اور کہا کہ شاید میاں وزیر علی ہوں گے پھر ہماری طرف خطاب کیا کہ صاحب تمہارے مزاج میں تو بڑی صلاحیت معلوم ہوتی ہے شریعت اور طریقت کے سب اعمال کرتے ہو لیکن سید وزیر علی سے آپ کا میل جول کیونکر ہوا یہ تو بڑے رند مشرب معلوم ہوتے ہیں ان کی باتیں کچھ اور ہی قسم کی ہیں پھر مولوی صاحب کچھ سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو تمہاری ہی صحبت کا اثر ہے شاید ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولوی سلامت اللہ صاحب شجاعت جو جواں مردی میں بھی یگانہ زمانہ تھے چنانچہ نقل ہے کہ نواب لکھنو نے ایک روز برسر دربار یہ بات کہی کہ سنی لوگ بڑے بہادر ہوتے ہیں ہم نشین بولے کہ قبلۂ عالم یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اگر مقابلہ ہو تو حال کھل جائے نواب نے کہا اچھا دیکھا جائے گا۔ اتفاق سے عید رمضان آئی نواب نے مولوی سلامت اللہ صاحب کو پیام بھیجا کہ صبح کو آپ تشریف لاکر نماز پڑھائیں مولوی صاحب کو اندیشہ ہوا کہ خدا خیر کرے دیکھئے کیا معاملہ درپیش آوے اپنا تمام اسباب اور کتابیں طالب علموں کو تقسیم کر دیں اور کہا بھائی اگر صحیح وسلامت آئے تو واپس کر لیں گے ورنہ یہ تمہارا مال ہے عید کی صبح کو کپڑے بدل کر خوشبو لگا تیر کمان ڈھال تلوار پستول قرابین پانچوں ہتھیار سجا کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور نماز کے وقت نواب صاحب کے امام باڑے میں جا اترے نواب نے نماز پڑھانے کا اشارہ کیا بے تکلف کھڑے ہو گئے نماز پڑھائی اور بعد نماز دلیرانہ و مردانہ خطبہ کی قرأت شروع کر دی جب خطبہ ثانیہ کی نوبت آئی تو صحابہ کرام کے نام نہایت شدومد کے ساتھ مکرر پڑھے [illegible] انہوں نے خطبہ تمام کیا نواب صاحب نے ایک ہزار روپیہ نقد اور خلعت و دستار نذر کی مولوی صاحب نے وہ سب سامان نقد و جنس مجتہد صاحب کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ یہ سب آپ کا حق ہے میں نے

نواب صاحب کے حکم کے بموجب نماز پڑھا دی لیکن میں غاصب نہیں ہوں جو کسی
کا حق لے لوں ہر چند نواب صاحب نے اصرار کیا مگر مولوی صاحب نے نہ مانا اور
خالی ہاتھ رخصت ہوئے نواب صاحب نے اپنی پینس سواری کو دی اور دس
سوار ساتھ کر دیئے کہ باعزاز و اکرام پہونچا دو جب مولوی صاحب چلے آئے تو
نواب صاحب نے مصاحبین و امراء کو چھیڑا کہ دیکھو سنی کیسے بہادر ہوتے ہیں
ایک پیر مرد جریدہ کس کروفر سے تمہارے دشمنوں کا نام بر سر منبر کھڑا ہو کر پڑھ گیا
وہ تنہا اور تم ہزاروں کسی سے کچھ بھی نہ ہو سکا دیکھو بہادر ایسے ہوتے ہیں
اور سب سے بڑھ کر یہ شجاعت کی کہ جو کچھ ہم نے دیا اس کی مطلق طمع نہ
کی سب نقد و جنس قبلہ و کعبہ کے سامنے پھینک کر چلا گیا پھر تو مصاحب و
حواشی شیخی بگھارنے لگے کہ پیر و مرشد یہ حضور کا پاس و لحاظ تھا ورنہ ہم یوں
کرتے یوں نواب صاحب نے فرمایا کہ بس رہو بھی اگر تم مرد ہوتے اور
کچھ کر گزرتے تو بھلا میں تمہارا کیا کر سکتا تھا۔ غرض سب شرمندہ
ہو کر خاموش ہو گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ قبلہ گاہ صاحب کا رسالہ ماہ محرم میں لکھنو پہونچا
اور پڑاؤ میں خیمہ زن ہوا ہمارے چار سپاہی شہر کی سیر کو گئے حضرت عباس کی
حاضری کا دن تھا وہ سپاہی ایک امام باڑے میں جا پہونچے ہر قسم کا کھانا چنا ہوا
تھا اول تو مرثیہ ہوا بعد میں صحابہ کرام کی شان میں کچھ بکنے لگے چاروں یاروں نے
پیتیاں نکالیں تمام شیعہ بھاگ گئے امام باڑہ خالی ہو گیا وہ سپاہی سب کھانا اٹھا کے
لے چل دیئے اب مارے خوف کے کوئی شخص انکے نزدیک نہیں آتا دور دور سے پتھر مارتے
جب یہ حملہ کرتے سب بھاگ جاتے آخر کار لڑتے بھڑتے چلے آتے تھے کہ
ایک جا پہونچی چند سوار دوڑے سب کو مار کر بھگا دیا اور دو آدمی گرفتار کر کے لائے
[illegible] خبر دی بہت خوش ہوا اور کہا کہ رسالدار صاحب۔ کھانا ہمارے سامنے تقسیم کردو
[illegible] تبرک دو ہمارے سپاہیوں نے خوب بہادری کی ہم بہت خوش ہوئے [illegible]

ہیں اتنے میں نواب صاحب کے چوبدار پہونچے اور رقعہ دیا کہ ہمارے مجرم تمہارے رسالہ میں ہیں بھیج دو صاحب نے انہی کے دس آدمی مقید حوالہ کئے کہ یہ مجرم ہیں لے جاؤ غرض کسی سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم لکھنؤ کی ایک مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے اتفاقاً ایک امیر سیر کو جاتا تھا دیکھا تو سامنے سے سلیمن صاحب انگریز آتے ہیں اس خیال سے کہ انگریز کو سلام کرنا پڑے گا وہ امیر جھٹ پٹ مسجد میں چلا آیا جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے سلیمن صاحب اس بات کو تاڑ گیا وہ بھی پیچھے پیچھے مسجد میں آپہونچا اور جھک کر اس امیر کو سلام کیا اور کہا کہ دیکھو سلام کرنے سے کیا میری توقیر گھٹ گئی یا آپ کا دین وا سلام کچھ بڑھ گیا آپ نے کیوں منہ چھپایا کیا ہم خدا کے بندے نہیں ہیں وہ امیر بہت شرمندہ ہوا اس کے بعد سلیمن صاحب ہماری طرف کو آیا تو ہم نے اٹھ کر سلام کیا اس نے پھر امیر سے کہا یہ مسافر کیا سلام کرنے سے کافر ہو گیا پھر میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں میں نے کہا کہ صاحب یہ تو مجھ کو بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں ؎

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں　　صورت حیرت ہوں یا شکل جنون

پھر پوچھا کہ آپ کی قوم کیا ہے میں نے کہا صاحب جو آدم کی قوم ہے کہا آدم کی کیا قوم ہے میں نے کہا مجھ کو نہیں معلوم یہ آدم سے پوچھئے پھر کہا آپ کہاں سے آئے ہیں میں نے کہا جہاں سے سب آئے وہ بہت حیران ہوا اور بولا کہ صاحب جو بات ہم پوچھتے ہیں اس کا الٹا ہی جواب دیتے ہو پھر تو ان کو الفت ہو گئی کبھی کبھی ہمارے پاس آنے لگے ایک روز بڑے تکلف سے دعوت کی غرض فقیر کو چاہیئے کہ ہر رنگ کا تماشا دیکھے اور کسی کو برا نہ جانے کیونکہ ذات باری ہر جگہ برابر ہے ؎

خدا ہر شے کے اندر یوں نہاں ہے　　کہ جوں بو گل کی گل کے درمیاں ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں ایک امیر زادہ شیعہ ہمارے پاس آیا کرتا تھا اتفاق سے اس کی تاریخ نکاح قرار پائی برات کے وقت خود آیا اور باصرار تمام ایک ہاتھی پر سوار کر کے ہم کو بھی لے گیا اور حسب وعدہ ہم کو علیحدہ

مکان میں اتارا کوئی آدھی رات گذری ہوگی کہ نوشہ کا بزم عقد میں شریک ہونے کے لئے ہم کو لے گیا صیغہ شروع ہونے کو تھا کہ ایک دایہ سر محفل آن کر کہنے لگی کہ اس نیکبخت بارسا لڑکی کو پانچ مہینہ کا حمل بھی ہے مگر حرام کا نہیں بلکہ متاع شرعی کا ہے یہ بات سن کر دولہ چونکا اور بے باکانہ کہہ اٹھا کہ میں نکاح نہیں کرتا ہر چند لوگوں نے سمجھایا ایک نہ مانی اس کے باپ نے ہم سے کہا صاحب یہ آپ کا معتقد بہت ہے کچھ آپ ہی اس کو سمجھائیے ہمارا تو کہنا مانتا نہیں ناچار ہم نے پاس جاکر کہا کہ صاحب زادہ وجہ انکار کیا ہے بولا کہ حضرت یہ بچپن کی چاٹ لگی ہوئی آئندہ کب چھوٹے گی ہم نے کہا کہ میاں جب تمہارے مذہب میں یہ امر جائز و درست ہے تو برا کیوں سمجھتے ہو کہا کہ صاحب ایسے مذہب کو بھی میرا سلام ہے اس کے باپ نے کہا میں کیا تو سنی ہو گیا بولا کہ ہاں پہلے تو نہ تھا مگر اب بے شک ہو گیا یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا محفل درہم برہم ہو گئی ہم بھی اپنے مکان کو چلے آئے صبح کو وہ امیر زادہ آیا کہ حضرت مجھ کو مرید کر لیجئے ہم نے کہا کہ بھائی ہم ہیں قادری اور تم کو ان سے عداوت ہے پھر بات کیونکر بنے گی ع

اس کی رسوئی ہے ماس جس سے تجھے بیر ہے

جواب دیا حضرت گذشتہ سے توبہ اور آئیدہ کو ان کا غلام ہوں جب اس نے بہت اصرار کیا تو مجبور ہم نے بیعت کر لیا زمانہ غدر تک تو اس کے خط آتے رہے پھر کچھ حال نہ معلوم ہوا خدا جانے زندہ بھی ہے یا نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ سے ہم اپنے وطن کو روانہ ہوئے جب ننھیال گاؤں نور پور پہونچے تو مسجد میں جا اترے عصر کے وقت ہمارے ماموں صاحب چھر یکا بار سر پر رکھے مسجد کے سامنے سے گذرے ایک شخص نے مسجد میں سے پکار کر کہا کہ ہمارے میر صاحب بڑے بھاگوان ہیں جب باہر سے تشریف لاتے ہیں تو کچھ نہ کچھ لاتے ہیں آپ ہنستے ہوئے چلے گئے پھر نماز کے واسطے مسجد میں تشریف لائے میاں جی نے کہہ دیا کہ میر صاحب آج ایک مسافر بھی آ گیا ہے بعد نماز مغرب ہم کو اپنے گھر لے جا کر بٹھایا اور خود کسی کام کیلئے باہر گئے گھر میں صرف نانی صاحبہ

بخار کی شدت میں پڑی کراہتی تھیں وقت فرصت کو غنیمت سمجھ کر ہم انکے پاؤں دبانے لگے فرمایا کون۔ عرض کیا کہ مسافر ہوں اور سید آپ کا نواسا خفا ہو کر بولیں کہ تو میرا نواسا کیوں ہوتا خدا جانے کون ہے کون نہیں میرے پاؤں کو ہاتھ مت لگا اتنے میں ماموں صاحب آگئے پوچھا کیا ہے نانی صاحبہ نے فرمایا کہ یہ نامحرم مسافر کہتا ہے کہ میں تمہارا نواسا ہوں اور پاؤں دبانے کو آبیٹھا ماموں نے کہا کہ خیر نواسا نہ نواسوں کے برابر تو ضرور ہے اگر پاؤں دباتا ہے تو کیا مضائقہ ہے لیکن انہوں نے نہ مانا کھانا کھا کر ہم مسجد میں آئے صبح سویرے اٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ننھیال کے گاؤں سے چل کر وطن میں پہونچے تو محلہ کی مسجد میں جا ٹھہرے مسجد کے ملا نے ہمارے گھر کی خبر کی کہ آج ایک مسافر نووارد مسجد میں آگیا ہے شام کے وقت ہمارا چھوٹا بھائی حیدر حسن جس کی عمر بارہ برس تھی ہمارے لئے کھانا لایا ہم اس کا اور باپ دادا کا نام اور قوم پوچھی سب باتوں کا جواب ٹھیک دیا برتن واپس لے کر گھر گیا اور والدہ صاحبہ سے ساری باتیں بیان کیں وہ سن کر چپ ہو رہیں۔ ایک روز ہم نے حجام کو بلایا اور حجامت بنوائی ہمارے سر میں ایک نشان تھا بشکل چلیپا وہ دیکھ کر بولا کہ حضرت اگر قصور معاف ہو تو کچھ عرض کروں ہم نے کہا اچھا کہو بولا کہ یہ نشان جو آپ کے سر پر ہے میرے ہاتھ کا ہے اب یہ نہیں معلوم کہ آپ وہی ہیں یا کوئی اور ہم نے حال پوچھا تو اس نے ہمارا قصہ ہو بہو سنایا کہ سید احمد علی کا ایک لڑکا تھا غوث نام اس کے سر میں میں نے ایسا شگاف دیا تھا مدت ہوئی کہ وہ گم ہو گیا آج تک پتہ نہیں۔ ہم نے اس کو لطائف الحیل سے ٹال دیا بھائی حیدر حسن ہمارے واسطے روز کھانا لاتا اور ہم اس سے کچھ نہ کچھ ہنسی کی بات کہہ دیتے ایک دن ہم نے کہا آؤ بھائی ہمارے ساتھ کھالو اس نے کہا نہیں والدہ سے جا کر کہا کہ یہ مسافر مجھ کو روز چھیڑتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے۔ اب سے روٹی دینے نہیں جاؤں گا اتفاق سے اس دن محلہ کی کہیں دعوت تھی مغرب کی اذان ہو رہی تھی والدہ صاحبہ نے آواز پہچانی شام کو حیدر حسن

کھانا لایا تو یہ پیام دیا کہ کل صبح کو آپ کی دعوت۔ ہے مکان پر چل کے کھانا۔ ہم نے دل میں کہا خدا خیر کرے کہیں بڑی بی نے پہچان تو نہیں لیا صبح کو ہم بلائے گئے پردہ ہوا صحن میں بیٹھے والدہ صاحبہ نے پہلے تو پس پردہ ہم کو خوب دیکھا بھالا پھر باہر نکل ہمارے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور فرمایا کہ ماروں تھپڑ ہم نے کہا ہیں ہیں!! مائی صاحبہ میرا کیا گناہ ہے گھر میں بلا کر غریب مسافر کو مارتی ہو فرمایا خوب ابھی انکار ہی کئے جاتا ہے ہم نے تجھ کو کھلایا پلایا پالا پرورش کیا ہماری گود میں ہوش سنبھالا چھوٹے سے بڑا ہوا ہم تجھ کو نہ پہچانیں گے۔ اب چوبیس برس بعد آیا تو چوروں کی طرح مسافر بن کر مسجد میں ٹھہرا اس وقت ہم سے کیا بھول ہوئی کہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا کیا میں غوث نہیں ہوں یہ بات منہ سے نکلی تھی کہ انہوں نے ہنس کر فرمایا کہ ہاں تو غوث نہیں تو اس کا نام کیسے معلوم ہوا اس کے بعد ہم نے قدم بوسی کی انہوں نے ہم کو چھاتی سے لگایا اور زار زار رونے لگیں اتنے میں دوسری والدہ صاحبہ بھی خفا ہوتی آئیں کہ ارے بے مروت بے وفا تو ہم سب کو بھول گیا چوبیس برس میں ایک دفعہ بھی اپنی خبر نہ بھیجی بڑی والدہ نے فرمایا کہ کیا اس نے کہیں شادی کر لی تھی یا کہیں کا بادشاہ بن گیا تھا جو بھول گیا بے چارہ قسمت کا مارا نصیبوں کی گردش سے دربدر پھرتا رہا یہی غنیمت سمجھو کہ آ نکلا اور ہم کو اپنی صورت دکھا دی اگر نہ آتا تو ہم اس کا کیا کر لیتے۔ المختصر ہم نے منت وسماجت کر کے سب کو راضی کر لیا اور چوبیس روپے جو ہمارے پاس تھے سب کے سامنے رکھ دیئے حیدر حسن سے ہم نے کہا کہ لو اب تو ہم تمہارے بھائی ہیں آؤ مل لو وہ رونے لگا ہم نے پیار کیا اس کا عجب حال تھا جہاں ہم کو دیکھتا رو دیتا ہم نے بہت پوچھا کہا میں نہیں جانتا کیا بات ہے آپکو دیکھ کر بے اختیار میرا جی بھر آتا ہے۔ ہمارے آنے کی خبر سن کر نانی صاحبہ بھی تشریف لائیں میں نے کہا اس وقت اپنے پاؤں دبوائے نہیں تھے اب میں بھی آپ سے نہیں ملتا فرمایا کہ تو فلاں اور فریبی ہے کیوں نہیں کہا تھا کہ میں غوث ہوں پھر میں نے قدمبوسی کی انہوں نے پیار کیا چند روز کے بعد ایک دن والدہ صاحبہ فرمانے لگیں کہ بھائی غوث کیا بیت اللہ شریف میں تم کو خرچ کی تکلیف ہوتی تھی اور کسی ترک نے تم کو پانچ ریال دے کر کہا

تھا کہ خاطر جمع رکھو آئیندہ کبھی تکلیف نہ ہوگی میں نے اقرار کیا تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی
انوارالحسن تھا اس نے جس وقت تم کو پانچ ریال دیئے تھے اسی وقت آکر
مجھ سے یہ حال کہا تھا میں نے اس سے پوچھا تھا تو غوث سے ملاکیوں نہیں اس نے کہا
کہ اگر ملتا تو وہ میرا پیچھا نہ چھوڑتا محبت جوش کرتی طرفین کیلئے خرابی پڑتی چند روز کے بعد
سب گھر والے ہمارے سر ہوئے کہ تمہاری منسوبہ اب تک بیٹھی ہوئی ہے اور کسی سے
نکاح نہیں کرتی بہتر ہے کہ اب تم شادی کرلو۔ یہ مضمون سن کر ہم بہت گھبرائے آخر بڑی
مشکل سے اس نیکبخت کی شادی بھائی سید الحسن کے ساتھ کرادی کیونکہ ان کی بیوی
کا انتقال ہوگیا تھا پھر ایک دن والدہ صاحبہ نے کہا کہ تیرے حصہ کی جائیداد موجود ہے
مناسب ہے کہ سید الحسن اپنے حقیقی بھائی کے نام لکھ دے میں نے عرض کیا کہ ان سے کیا
خصوصیت ہے مجھ کو تو سب بھائی برابر ہیں چنانچہ سب کو برابر تقسیم کردی۔

ایک روز راقم نے عرض کیا کہ حضرت کبھی آپ کو عشق بھی ہوا ہے ارشاد
ہوا کہ جب ہم گھر سے چل کر بنارس میں پہونچے تو وہاں ہمارے بھائی فیض الحسن
تھانہ دار تھے ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی بھائی نے ہر چند اصرار کیا کہ مکان پر
ٹھہرو مگر ہم کو سوائے مسجد کے آرام کہاں تھا گنگا کے کنارے ایک مسجد تھی اس میں قیام کیا
ایک طرف گھاٹ دوسری جانب شارع عام بھائی صاحب بھی روزمرہ وہاں تشریف لاتے
کھانا بھی وہیں بھیجتے تھے ایک دن بعد نماز عصر دیوار مسجد پر بیٹھے کر سیر دیکھتے تھے کہ یکا
یک ایک نازنین مہ جبین غارت گر دنیا و دیں چودہ پندرہ برس کا سن و سال قیامت کی
چال ڈھال قوم سے برہمن کشمیری ہم جوگیوں کے گروہ میں آفتاب عالمتاب کی طرح نظر کو
خیرہ کرتی ہوئی دکھلائی دی اس وقت یہ سراپا کسی شاعر کا یاد آگیا ؎

چاند چہرہ پک چاند کھنگ چار پھول پھل چار — کیشو پورن پرتات بن ملے نہ ایسی نار
کنول مِنی چرن کرَ الِرَی گسُنبُہ نَکُ چنپا کِی بَرَن تَن جُوھِی گَن
گل گلاب پاؤں ہاتھ انگشت کنبہ چنبیلی تبسم نام گل

ا ۔ جا ۔ ے پرند ۱۲

دین ھین ایری نار نکی سووخ سری پھل بنبہ سی ادھر رنت

خوشبودار ۔ ناریل کدوری لب دانت

ڈاڑم بجین ھین کیزکی سی ناک سوکپوڈ کی سی گنتہ گھنچن کیسی

انار ولایتی مانند طوطا ناک ہنس گردن ممولا

چلچلا اوز کوکلا کی بین ھین کت گجراج کی سو گٹ مرک

چلبلاہٹ نام طائر خوش الحان آواز رفتار ہاتھی کمر چیتا

راج کی سوا ھو کی سو کھو نگھٹ اور مرک ھو گی نین ھین

گھوڑا تازی ہرن چشم

کا شمشیر کی پیدائش ہندوستان کی زیبائش کاشمشیر کی نرگس شہلا ہندوستان کا ناز وادا

امی ھلاھل مد بھرے سیت شام رتنار

ابجیات زہر مخمور سفیدی چشم سیاہی چشم سرخی چشم

جیت مرت جھک جھک پرت جی جتوت اکبار

جی گیا مرگیا مست ہو گیا جو مورت ایک دفعہ

کوجہ تج اوپہ چلی اجون امی ھار

سوراخ ناف چھوڑ کر اوپر ناگن آبحیات واسطے

موواد بی بلیسر لکھو جو ربکی مانخ پھاڑ

مور نتھہ خیال گیا سمٹے درمیان دو پہاڑ

اس وقت حضرت کا حال بالکل ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ ایک فقیہ کا قصہ کسی نے نظم کیا ہے۔

بود فقیہی بہ بنارس مقیم — باد دل آسودہ ز امید و بیم

مرد خرد پرور و فرزانہ کار — در ہمہ فرزانگی آموزگار

صحبت مردان خرد پیشہ داشت — پاک دل و پاک اندیشہ داشت

راست منش و بکنش ہم درست — ہم بدم و ہم بقدم گرم و چست

نقد ورع انچہ کہ در بار داشت | بستہ بستا غولۂ دستار داشت
غمرہ بجانش پے بازی نخاست | طرہ پے دست درازی نخاست
دل بصنم خانہ نیازے نبرد ! | در خم آبروئے نمازے نبرد !
بت بسوئے سجدہ اشارت نہ کرد | مغ بچہ تعلیم طہارت نہ کرد
مختصران مایۂ فرہنگ و فر | بود ز عشق و فن او بے خبر
داشت درین منزل بیم وامید | خاطر فارغ ز سیاہ و سفید
رستہ ز زیر تگئے لیل و نہار | شاد ہمی برد بسر روزگار
یک سحر از در صنم بے حجاب | چوں زگر بیان سحر آفتاب
دلبرے ہندوئے مسلمان فریب | بردہ بزلف از دل ایماں شکیب
ناز دران نرگس جادو سرشت | خفتہ چو روح القدس اندر بہشت
نیم نگاہے کہ بدر دیش کرد | سینہ خراشید و جگر ریش کرد
غمزہ بر آن ریش خراشے فزود | لب نمک آورد بران ریش سود
ناوک مژگان سر پیکان کشاد | خون تمنا زرگ جان کشاد

فرمایا کہ نظر کے دوچار ہوتے ہی ہوش وحواس جاتے رہے ۔

نین چھپائے نا چھپین پٹ گھونگھٹ کی اوٹ
چتر نار اور سورما کرین لاکھہ مین چوٹ

مگر ابھی اتنی عقل باقی تھی کہ ہم نے مسجد کے ملاں سے کہہ دیا کہ ہمارے بھائی آئیں یا کھانا بھجوائیں تو تم کہہ دینا کہ وہ چلہ میں بیٹھے ہیں اور سب سامان مجھ کو دے دیا ہے جس وقت ضرورت ہو گی میں کھانا تیار کر کے کھلا دوں گا اب کچھ ضرورت وہاں سے کھانا بھیجنے کی نہیں ہے ملاں کو یہ بات سمجھا کر ہم نے حجرہ کا دروازہ بند کیا اور اس پری رو کا تصور باندھا اس عرصہ میں نماز روزہ کھانا پینا سب بالائے طاق تھا۔ آٹھویں دن وہ تصور مجسم ہو کر سامنے آ کھڑا ہوا اسی دن وہ دلربا اپنے شوہر کے ساتھ تھالی رکھے شیرینی رکھے مسجد کے اندر آ موجود ہوئی ۔

شب کہ بودم باہزاران کوہ درد — سر بزانوئے غمش بنشستہ فرد
جان بلب از حسرت گفتار او — دل پر از نومیدی دیدار او
آن قیامت قامت پیمان شکن — آفت دوران بلائے مرد و زن
فتنۂ دوران و آشوب جہاں — خانہ سوزی چون من بے خانماں
از درم ناگہہ درآمد بے حجاب — لب گزان از رخ برافکندہ نقاب
کاکل مشکین بدوش انداختہ — زنگہے کار عالم ساختہ
گفت اے شیدا دل محزون من — اے بہ کشش عاشق مفتون من
کیف حال القلب فی نار الفراق — گفتمش واللہ حالی لا یطاق

اس نے حجرہ زنجیر کھڑکائی ادھر دل نے گواہی دی کہ مطلوب آپہونچا ہم نے کنڈی کھول دی وہ دونوں اندر آئے دیکھا تو اس کا شوہر بھی حسن و جمال میں بے مثال تھا ہم نے پوچھا تم دونوں کس لئے آئے ہو کہا کہ ہم کو اولاد کی تمنا ہے خیر ہم سمجھ گئے کہ یہ سب فساد حضرت عشق کا ہے ورنہ ابھی تو ان کے دن خود یہ و تماشے کے ہیں کیسی اولاد اور کس کی تمنا اس عورت نے ہماری طرف ٹکٹکی باندھ دی اس کے شوہر سے ہم نے کہا ذرا تم باہر جاکر زنجیر لگالو ہم کو اس سے ایک پردہ کی بات پوچھنی ہے وہ غریب دروازہ بند کر کے باہر ہوگیا اس زمانہ میں ہماری عمر پینتیس سال کی تھی ہم نے دل سے کہا کہ بولو حضرت اب کیا ارادہ ہے اگر اس کو جورو بنانا چاہتے ہو تو میاں بیوی دونوں اپنی ہیں مگر اب وہ عمر جوانی کہاں اور اگر بہن بنانا چاہتے ہو تو اپنی ماں بہن کو کیوں چھوڑا جس کے لئے آٹھ دن سے یہ بے تابی و بے قراری تھی وہ موجود ہے کہہ کیا کہتا ہے دل نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک کھیل کھیلنا تھا سو کھیل چکے بس اب کوئی خواہش باقی نہیں اس کے بعد ہم نے اس سے دو ایک باتیں پوچھ کر اس کے خاوند کو بلا لیا اور ایک تعویذ لکھ کر ان کے حوالہ کیا اور کہا کہ جاؤ خدا حافظ ان کے جانے کے بعد خیال آیا کہ یہ عشق ضرور کچھ نہ کچھ رنگ لائے گا اور طرف ثانی کو بھی ستائے گا یہاں سے چل دینا بہتر ہے یہ سوچ کر ہم آدھی رات کو چلدئے

اور وہاں سے بیس کوس پر جاکر دم لیا دوسرے دن وہ نیکبخت بھی شوہر کو ہمراہ لئے یکہ میں بیٹھ کر عصر کے وقت اسی مقام پر آن پہنچے بال پریشان طبیعت اداس چہرہ پژمردہ دل افسردہ پاس آن کر گئی زار قطار رونے اس وقت ہم کو یہ شعر یاد آیا ؎

نٹ لپٹی لپٹا ٹپٹ اٹ پٹ بولت بین ۔۔۔ گچھو پیا سبی گھٹ پٹ بلھی جو بٹ ٹپٹ ٹیکت نین

اور بار بار کہنا شروع کیا کہ آپ بنارس تشریف لے چلیں جب دونوں نے بہت اصرار کیا تو کہنا پڑا کہ ہم یہاں ایک کام کے لئے آئے ہیں وہ ہو جائے گا تو دو چار دن میں خود چلے آئیں گے غرض تسلی و تشفی دے کر ان کو ادھر روانہ کیا اور ہم نے ایکہ کرایہ کر لکھنؤ کی راہ لی نہیں معلوم اس پر کیا گزری اثناء راہ میں شاہ کرا کا مزار آیا اس کی زیارت کو گئے چونکہ پنجشنبہ کا دن تھا اس وقت ایک طوائف مجرا کرتی یہ غزل گاتی تھی ؎

مارا بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت ۔۔۔ خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

ناگہاں ایک فقیر لنگوٹی بند لاٹھی ہاتھ میں لئے محفل میں آکودا اور یہ شعر پڑھ کر ناچنے لگا ؎

آنکس کہ خاک ما را گل کردن نہ ساخت ۔۔۔ خود در میان در آمد و ما را بہانہ ساخت

اس وقت اہل محفل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی کسی کو کسی کی خبر نہ رہی دو چار چکر مار کر چل دیا معلوم نہ ہوا کہ کہاں سے آیا اور کدھر گیا کوئی اس کو پہچانتا بھی نہ تھا وہاں سے چل کر ہم لکھنؤ پہنچے اور چندے قیام کر کے سنبھل کا ارادہ کیا جہاں ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب نقشبندیہ کا مزار ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم کو یہ خبر نہ تھی کہ حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب نے بوقت انتقال اصحاب و احباب سے فرما دیا تھا کہ غوث علی نام ایک ہمارا جگری رفیق و دوست ہے اگرچہ آزاد گرد آدمی ہے لیکن کبھی ادھر آنکلے تو بہت خاطر و مدارت کرنا چنانچہ منزل بمنزل سیر کرتے ہوئے ہم سنبھل میں پہنچے تو کسی نے پہچانا نہیں مگر ایک دن غلام حسین نام ایک شخص نے ہمارا نام دریافت کیا ہم نے بتلا دیا بولا آپ حضرت حبیب اللہ شاہ صاحب کے مرید ہیں کہا کہ ہاں

جب یہ بات اس کو معلوم ہو گئی تو سارے شہر میں کہہ پھر کہ حضرت کے بڑے خلیفہ آگئے ہیں جن کی نسبت حضرت نے وصیت فرمائی تھی پھر تو بہت لوگ شہر کے آنے جانے لگے اور خاطر تواضع شروع ہوئی چند روز بعد وہاں کے اکثر کردمہ ادنی اور اعلیٰ مجتمع ہو کر آئے اور کہا کہ حضرت پگڑی باندھ لیجئے ہم نے ان سب سے کہا کہ میاں صاحب قبلہ نے ہماری نسبت کیا الفاظ فرمائے تھے آیا رفیق یا مرید بولے کہ ہاں رفیق کے لفظ سے یاد فرمایا تھا لیکن آپ کو تو مریدی کا اقرار ہے ہم نے کہا کہ تم کو کیا خبر شاید ہم نے روٹیوں کے لئے یہ بات بنائی ہو اور سنو صاحبو آپ لوگ دنیا دار ہیں یا فقیر سب نے جواب دیا کہ دنیا دار پھر ہم نے پوچھا کہ ہماری نسبت کیا خیال کرتے ہو دنیا دار یا فقیر بولے کہ ہم تو آپ کو فقیر سمجھتے ہیں ہم نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ ہم فقیر ہو کر دنیا داروں کے ہاتھ سے پگڑی باندھیں البتہ اگر میاں صاحب قبلہ اپنے دست مبارک سے ہمارے سر پر جوتیاں بھی رکھ دیتے تو ہم کو تاج سلطنت تھا پس اب سب صاحب مجھ کو معاف فرمائیں اور اس قسم کا تذکرہ درمیان نہ لائیں غرض وہ لوگ اپنی پگڑی بغل داب کر چل دیئے اور پھر کبھی ایسا ارادہ نہ کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سنبھل میں چھ مہینہ رہنے کا اتفاق ہوا وہاں کے اکثر آدمیوں سے ملاقات ہو گئی ایک دن ہمارے پیر بھائی غلام محی الدین کی والدہ نے ہم کو بلا کر یہ بات کہی کہ تمہارے بھائی کی شادی کو نو برس ہوئے مگر اولاد نہیں ہوتی کچھ اس کی تدبیر کرنی چاہیئے ہم نے کہا کہ بہت اچھا انشاء اللہ کچھ فکر کیا جائے گا۔ چھ مہینہ بعد ہم وہاں سے چل دیئے اور موضع نگری میں پہنچے جو گڑھ کیستر کے مقابل گنگا کے کنارہ واقع ہے یہاں غلام محی الدین گھاٹ پر نوکر تھے ان کے پاس ہم بھی ٹھہر گئے اس زمانہ میں برسات کا موسم اور دریا میں طغیانی تھی اس لئے دن رات صرف ایک کھیوہ لگتا تھا حسن اتفاق سے ایک جوگن وارد ہوئی کشتی روانہ ہو چکی تھی۔ ناچار اس کو ٹھہرنا پڑا چونکہ نہایت حسین و طرحدار نوجوان تھی لوگ اس کو دیکھنے لگے ہمارے پیر بھائی نے بھی دیکھا تو وہ بولی کیوں صاحب آپ کس برتے پر دیکھتے

ہیں کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے جواب دیا کہ ہاں ہو گئی جوگن نے کہا بھلا وہ غریب تمہاری جان کو کیا روتی ہو گی یہ سن کر وہ سرد ہو گئے تو شرمندہ ہو کر آنکھیں نیچی کر لیں ہم تاڑ گئے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے ہم نے جوگن سے کہا کہ مائی صاحب آج ہمارے پاس ٹھہر جاؤ کہا کہ بہت اچھا ایک جھونپڑی اس کے واسطے خالی کرا دی۔ پھر ہم نے بھائی صاحب سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا ہے کہ یہ جوگن سچ کہتی ہے میں نامرد ہوں جب شادی کی تیاری شروع ہوئی تو میں نے غل مچایا اور صاف صاف کہہ دیا مگر والد اور خالہ نے جن کے گھر میری شادی ہوئی نہ مانا اور عقد کر دیا شب زفاف کو میں اپنی بیوی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں کسی قابل نہیں تیری اور میری ماں نے یہ ظلم کیا اب شرم تیرے ہاتھ ہے اس نیک بخت نے جواب دیا کہ خیر جو تقدیر کا لکھا تھا پیش آیا اب کیوں عزت خراب کی (صبح اٹھ کر دونوں نہا لیا کریں گے)

خَنَکْ سُتَا جَسَرَتْ بَھُوْرَ اُمْ جَنْدُ زِبَرْلِیْنْ
سُوْھَارَ اَجَابَا شِلْشُٹْ کَاکَرَمْ دِیکَہْ دُکْھَہْ دِیْنْ
لَاکَھَہْ سِیَانْ پَٹْ کُوڑْ بَدْ کَرْ دِیکُھوْ سَبْ کُوْئِ
اَنْ ھُوْنِیْ ھُوْنِیْ نِھَیْنْ ھُوْتِیْ ھُوْ سُوْ ھُوْئِ

مگر دیکھنا کوئی اس راز سے آگاہ نہ ہونے پائے ورنہ تمام زمانہ میں رسوائی ہو گی واہ رے عورت اللہ تعالیٰ نے کیا سمجھ اور حوصلہ دیا تھا کہ نو برس تک پردہ فاش نہ ہونے دیا ؎

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد | خدا پنج انگشت یکساں نکرد

یہ ماجرا سن کر ہم جوگن کے پاس گئے اور کہا کہ مائی صاحبہ کچھ اس مرض کا علاج بھی ہے جس کو تم نے ایک نظر میں تشخیص کر لیا اس نے چٹکی بجا کر کہا کہ اتنی دیر میں علاج ہو سکتا ہے لیکن سامان مہیا کرنے کو ایک مہینہ چاہیئے ہم نے کہا کہ مہربانی کر کے آپ بھی ایک مہینہ تک تشریف رکھیں کہا کہ خیر کیا مضائقہ ہے آپ کی خاطر عزیز ہے پہلے تو یہ میاں صاحب ایک مہینہ رخصت لیں پھر ایک سیر گھی ایک سیر

روغن کنجد ایک کڑھائی اور ایک چارپائی اونچی پایوں کی جس میں بجائے بان کے ڈنڈے لگے ہوں تیار کرائیے اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھئے جب اس کے کہنے کے موافق سب سامان مہیا ہو گیا تو اس نے کڑھائی چولہ پر رکھ دی گھی اور تیل ایک دفعہ ہی ڈال دیا اور اس کے اوپر چارپائی بچھادی پھر غلام محی الدین کو ایک ذراسی دوائی کھلائی جس سے بیہوشی طاری ہو گئی اس وقت ان کو چارپائی پر لٹا دیا اور کڑھائی کے نیچے دھیمی آنچ شروع کی جبکہ اس کی بھاپ ریڑھ کی ہڈی کو لگی تو فوراً چھینکیں آنے لگیں اور عنٹ کے عنٹ ناک سے نکلنے لگے اور قوت شہوانی کو ہیجان ہو تھوڑی دیر میں آنکھیں کھول دیں جوگن نے فرمایا کہ دیکھو اب اس کی آنکھوں میں اور ہی رس ہے فی الواقع اسوقت مخمور و متوالوں کی طرح سرخ آنکھیں تھیں پھر تو وہ بیقرار ہو کر پکارے کہ اب طاقت ضبط نہیں رہی آخر کار جوگن نے ایک ترکیب[1] بتائی اور کہا کہ ایک مہینہ تک اسی ترکیب کو کرتے رہنا مہینہ بھر کے بعد گھر کے آدمیوں کو بلا لیا اور خوشی و خورمی سے رہنے لگے ایک روز جوگن نے ہم سے کہا کہ آپ بھی یہ دوا کھالیں ہم نے کہا بہت اچھا بشرطیکہ تم بھی ہمارے ساتھ رہو کیونکہ اس کے اتار چڑھاؤ سے تم خوب واقف ہو ہنس کر چپ ہو گئی۔ یہ عورت بڑی خوش مذاق اور با اخلاق تھی لیکن جو شغل اسکو کسی کامل گرد سے پہونچا تھا ہر دم اس میں مشغول رہتی دن بھر سب سے بات چیت کرتی جب رات کا وقت آتا تو اپنی جھونپڑی کا دروازہ بند کر کے صبح تک تنہا بیٹھ کر گزار دیتی تھی ایک روز اس نے بیان کیا کہ میری شادی بھی ہو گئی تھی قضائے الٰہی سے میرا شوہر ہیضہ کر کے مرگیا۔ نہایت حسین و خلیق آدمی تھا اگر آپ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اسی کے بیراگ میں جوگن کا بھیس بھر کر دیس بدیس پھرتی ہوں چند دنے جنوں کا زور رہا مگر اب کمی ہو گئی ہے ؎

دیوانہ وار در کمر کوہ گشتہ بے اختیار سر بہ بیابان نہادہ

ہم نے کہا تم بڑی مردانہ اور مستقل مزاج عورت ہو کہ لطف دنیا سے واقف ہو کر اسکو ترک کیا اور ہم جو تجرد و تنہائی میں پھرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ کبھی اس کو چسکی میسر ہی نہیں کی بولی کہ آؤ ہمارے ساتھ رہو اور بان پرست ہو جاؤ ہم نے کہا

[1] یہاں ترکیب مفصل عمداً ترک کی ۱۲

صاحب بس معاف رکھئے جب ایک مہینہ ہو گیا وہ جوگن رخصت ہوئی ہم نے پچاس روپیہ نذر کئے اس نے نہ لئے اور کہا کہ جو کچھ ہم نے کھا لیا یہی بس ہے اس کے سوا مجھ کو کچھ درکار نہیں ایک دن ہم میاں غلام محی الدین کے گھر گئے اور ان کی بیوی سے کہا کہ مائی صاحب کیا کریں پہلے دو جگہ مرید ہو چکے ہیں ورنہ اس شان ستار العیوبی میں ہم تمہارے مرید ہو جاتے صد آفریں کہ نو برس تک صبر کیا اور کسی پر راز فاش نہ ہونے دیا ؎

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید　　　کیمیائے ہم چو صبر آدم ندید

اس نے کہا سنو میاں صاحب ایک رشتہ تو پہلے نکاح کے بعد دو ہرے حقوق ہو گئے اور جب ان کی عزت میں فرق آتا تو میں کب بچتی صبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت بھی رکھی اور میری بھی لیکن یہ ایسا عذاب تھا کہ دوزخ کا عذاب بھی اس کے سامنے ہیچ ہے الحمد للہ آپ کے قدموں کی برکت سے وہ دن بھی گزر گئے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؎

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور　　　کلبۂ احزان شود روزے گلستاں غم مخور

دور گردوں گر دو روزے بر مراد ما نگشت　　　دائماً یکساں نباشد کار دوراں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک ست مقصد ناپدید　　　ہیچ راہے نیست کاں را نیست پایاں غم مخور

گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن　　　چتر گل بر سر کشی اے مرغ خوشخواں غم مخور

در بیاباں گر ز شوق کعبہ خواہی زد قدم　　　سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نہ ز اسرار غیب　　　باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غم خواری نیافت　　　آخر الامر او بغم خواری رسد ہاں غم مخور

وہاں سے رخصت ہو کر ہم رامپور میں پہونچے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ رام پور میں گئے تو سرائے میں ٹھہرے اتفاقاً مولوی فضل حق صاحب سے ملاقات ہوئی نہایت محبت و عنایت سے پیش آئے اور اپنے نوکر سے کہا کہ جاؤ آپ کا اسباب اٹھا لاؤ میں نے کہا کہ حضرت برائے خدا مجھے وہیں رہنے دیجئے کہ بہت آرام سے ہوں کہا اچھا

جہاں آپ خوش رہیں لیکن بھٹیاری کو کہلا بھیجا کہ ان کے خرچ کا حساب ہمارے ذمہ ہے اگر پانچ روز بھی اٹھیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہم دیں گے لیکن یہ شرط ہے کہ میاں صاحب بلا اجازت ہمارے کہیں چلے نہ جاویں ایک روز پچھلی باتوں کا ذکر آ گیا اپنے والد بزرگوار کو یاد کر کے روتے رہے ہم نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو وہ دن بھی یاد ہے کہ مولوی صاحب نے تھپڑ مارا تھا اور آپ کی دستار فضیلت دور جا پڑی تھی ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خوب یاد ہے وہ عجیب زمانہ تھا اور وہ قصہ اسطرح تھا کہ مولوی فضل امام صاحب نے ایک طالبعلم کو فرمایا کہ جاؤ فضل حق سے سبق پڑھ لو وہ آیا غریب آدمی بد صورت عمر زیادہ علم کم ذہن کند یہ نازک طبع ناز پروردہ جمال صورت و معنی سے آراستہ چودہ برس کا سن و سال نئی فضیلت ذہن میں جودت بھلا میل ملے تو کیسے ملے اور صحبت راس آوے تو کیونکر آوے تھوڑا سبق پڑھایا تھا کہ بگڑ گئے جھٹ اس کی کتاب پھینک دی اور برا بھلا کہہ کر نکال دیا وہ روتا ہوا مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال بیان کیا فرمایا کہ بلاؤ اس خبیث کو مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہو گئے مولانا صاحب نے ایک تھپڑ دیا ایسے زور سے کہ ان کی دستار فضیلت دور جا پڑی اور فرمانے لگے کہ تمام عمر بسم کے گنبد میں رہا ناز و نعمت میں پرورش پائی جس کے سامنے کتاب رکھی اس نے خاطر داری سے پڑھایا طالب علموں کی قدر و منزلت تو کیا جانتے اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالبعلم بنتا تو حقیقت معلوم ہوتی ارے طالب علمی کی قدر ہم سے پوچھ ؎

درازئ شب از مژگان من پرس
کہ یک دم خواب در چشمم نگست است

خبردار تم جانو گے اگر آئندہ ہمارے طالبعلموں کو کچھ کہا یہ چپ کھڑے روتے رہے کچھ دم نہ مارا خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کبھی کسی طالبعلموں کو کچھ نہیں کہا ایک روز مولوی فضل حق صاحب نے ایک قصیدہ عربی زبان میں امراء القیس کے قصیدہ پر کہا اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں لائے شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا اس کے جواب میں انہوں نے بیس شعر متقدمین کے پڑھ دیئے

مولوی فضل امام صاحب نے فرمایا کہ بس حد ادب۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت یہ کوئی علم تفسیر و حدیث تو ہے نہیں فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ برخوردار تو سچ کہتا ہے مجھ کو سہو ہوا تھا غرض ہم رامپور میں مہینہ بھر تک مولوی صاحب کے مہمان رہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ رام پور میں میاں سبحان شاہ صاحب سے ملاقات ہو گئی انہوں نے نہایت خاطر و مدارات سے اپنے مکان پر ٹھہرایا ہم نے ان کو نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا مگر ہر وقت تسبیح ہاتھ میں اور باوضو درود شریف پڑھا کرتے تھے ان کی نسبت ایسی تھی کہ جب کوئی مشائخ ان کے کوچہ میں جا نکلتا تو اس کی کیفیت سرد ہو جاتی۔ چنانچہ مشائخوں کا قول تھا کہ اس بدعتی فقیر کے کوچہ میں جانے سے قلب پر تاریکی چھا جاتی ہے ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک نابینا ان کی خدمت میں آیا اور ارادت ظاہر کی شاہ صاحب نے کہا بھلا حافظ جی تم کب سے نابینا ہوئے ہو کہا کہ نو برس کی عمر میں چیچک نکلی تھی جب سے آنکھیں جاتی رہیں ہیں پھر پوچھا آنکھیں کس نے کھوئیں حافظ جی نے کہا اللہ نے شاہ صاحب نے کہا ارے عقل کے دشمن جس نے تیری آنکھیں کھوئیں تیرے ماں باپ کو مارا اور تیرے فکر میں ہے ایسے دشمن کو کیوں تلاش کرتا ہے خبردار اس خبط میں مت پڑ یہ باتیں سن کر وہ گالیاں دیتا چلا گیا ایک دن شاہ صاحب سے کسی نے پوچھا حضرت آپ نماز تو پڑھتے نہیں مگر تسبیح رکھتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے جواب دیا کہ میاں عبرت کیلئے کیونکہ امام کے دو دھاگے ہیں اور مقتدی کے ایک پس میں چاہتا ہوں کہ امام و اقتداء دونوں سے بچوں وہ شخص لاحول پڑھ کر چلا گیا ایک روز مفتی صدر الدین صاحب صدر الصدور سبحان شاہ صاحب کے پاس تشریف لائے مفتی صاحب کی عادت تھی کہ ہر وقت تسبیح پر نفی و اثبات کا ورد رکھتے تھے حسب عادت یہاں بھی تسبیح پڑھتے رہے شاہ صاحب نے کہا مفتی صاحب کیا اب تک آپ کا شک رفع نہیں ہوا مفتی صاحب نے سکوت کیا کئی بار پوچھا کچھ جواب نہ دیا جب مفتی صاحب تشریف لے گئے تو ہم نے کہا کہ میاں صاحب آپ نے کیا لچر

سوال کیا تھا وہ عالم متبحر تھے اگر چاہتے تو ہزار طرح سے جواب دیتے مگر وہ اپنی کسر شان سمجھے ورنہ میدان سخن تنگ نہ تھا ان کی پختگی تو دیکھو آپ نے بہت ہی سرمارا لیکن انہوں نے اپنی عادت کو ترک نہ کیا اب میں ان کی طرف سے جواب دیتا ہوں یہ تو فرمائیے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز میں اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیم کیوں پڑھتے تھے اور ہر نماز کے بعد تین بار استغفار کس واسطے کہا کرتے تھے کیا حضرت کو کچھ شک تھا شاہ صاحب نے جواب دیا کہ حضرت کو کچھ شک نہ تھا بلکہ مراتب اعلیٰ کی ترقی کیلئے طلب ہدایت تھی اور مراتب حاصل شدہ کی نسبت استغفار ہم نے کہا کہ بس یہی مقصد ہمارا بھی ہے اگر ہم نے رسول خدا کی متابعت کی تو کیا قباحت لازم آئی نہ خدا کی کوئی حد نہ اس کی طلب کی کچھ انتہا ہے

مرا کمال محبت ترا کمال جمال　　　مبادا اینکہ پذیر و زوال این دو کمال

یہ بات سن کر شاہ صاحب چپ ہو گئے کچھ جواب نہ دیا ایک روز ہمارے پیر بھائی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں بستر لگایا میاں صاحب نے کہا کہ یہاں کا دستور یہ ہے کہ صرف صبح کو روٹی ملتی ہے رات کو نہیں ملتی کہ نیند غلبہ نہ کرے اور یاد خدا میں خلل نہ پڑے ہے

اندرون از طعام خالی دار　　　تا درو نور معرفت بینی

ہمارے پیر بھائی نے جواب دیا کہ صاحب ایسے خدا کو سلام ہے جو رات کی روٹی سے بھاگ جائے ہم تو دونوں وقت کھائیں گے خواہ آپ اپنے مکان پر رہنے دیں خواہ نہ رہنے دیں شاہ صاحب ہنسے اور بھنڈاری سے کہا کہ بھائی یہ فقیر نہیں مانیں گے ان کو دونوں وقت روٹی دو ہمارے پیر صاحب باوجود خوب کھانے کے محنتی بھی ایسے تھے کہ شام سے بیٹھتے تو صبح کر دیتے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ رام پور میں لین دروازہ کے باہر باغ میں میاں حبیب اللہ شاہ صاحب ابو العلائی رہتے تھے ہم بھی ایک دن انکی ملاقات کو گئے دیکھتے ہی پتھر اٹھایا اور ہماری طرف دوڑے ہم نے کہا کہ تم اپنا پتھر تو رہنے دو

ہم تمہارے پیر اور دادا پیر سے بھی مل آئے ہیں اگر تم نہیں ملتے نہ ملو کوئی مطلب دین و دنیا کا ہے کہ ہم تمہارے پاس نہیں آئے بولے کہ خیر آجاؤ پھر تو آمد و رفت ہو گئی چونکہ مولوی حبیب اللہ شاہ بڑے صاحب ذوق و شوق تھے انکے پاس طبیعت گرم ہو جاتی تھی اور سبحان شاہ کے پاس سرد۔ ایک دن ایک مسافر طالب خدا میاں حبیب اللہ شاہ کی خدمت میں آیا اور بزرگان دین کی شکایت شروع کی کہ بغداد گیا۔ مدینہ ہو آیا۔ اجمیر کی خاک چھانی زندہ مردہ سب دیکھے نہ کچھ ان میں تھا نہ ان میں سے

مکے گئے مدینہ گئے کربلا گئے جیسے گئے تھے ویسے ہی چل پھر کے آگئے

یہ سن کر ان کو جذبہ آیا ہم نے سوچا کہ اب ان دونوں میں سے ایک کی خیر نہیں یا تو یہ شرمندہ ہوں گے یا وہ مر جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا میاں صاحب نے کہا کہ ہمارے سامنے بیٹھ وہ سوختہ جگر جھٹ آکر بیٹھ گیا نظر جو ڈالی تو اس غریب کا قلب شق ہو گیا ہر بن مو سے خون ٹپکنے لگا اور تیسرے دن مر گیا ہم نے ان سے کہا کہ آپ نے غضب کیا پھر کبھی ایسا نہ کرنا کیونکہ ہر قسم کے سوختہ جگر آتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اگر تعلیم کرنا منظور ہو تو قاعدہ اور طریقہ کے موافق کرو ورنہ بکنے دو وہ خود تھک کر چلے جائیں گے۔

ایک روز ارشاد ہوا ہم دو برس تک رام پور میں رہے وہاں سے چل کر ہم نگری میں آئے دیکھا کہ میاں غلام محی الدین کے دو لڑکے موجود ہیں ایک کھیلتا تھا دوسرا گود میں تھا ہم نے شکر خدا کیا۔ وہاں سے چل کر میرٹھ آئے اور چند روز ٹھہرے یہاں ایک مجذوب شتر خانہ کے قریب رہتے تھے ہم بھی ان کے پاس جایا کرتے تھے ایک دن گوروں کا رسالہ ادھر سے گذرا ایک افسر ان میں سے جدا ہو کر میاں صاحب کے پاس آیا اور گلے لگ کر رونے لگا پھر دو چار باتیں کر کے چل دیا ہم نے پوچھا کہ میاں صاحب کیوں روتا تھا اور آپ سے کیا کہتا تھا فرمایا کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک بھید ہے ہم نے کہا یہ تو ہم خود بھی جانتے ہیں کہ بھید ہے لیکن آپ بتلائیں کہ وہ بھید کیا ہے کہنے لگے کہ یہ افسر کہتا تھا کہ اس رسالہ کے قتل کا حکم ہوا ہے ہم میں سے بہت لوگ مارے جائیں گے۔

اور بہت کشت وخون ہوگا آپ دعا کریں میں نے کہا کہ حکم قطعی ہو چکا ہے اب دم مارنے کی جگہ نہیں راضی برضا ہو اس وقت تک بالکل امن وآمان تھا چند روز بعد ہم وہاں سے بابری چلے گئے اس سے ایک مہینہ بعد یکایک غدر شروع ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب کسی قدر غدر فرو ہوا تو مجرموں کو انگریزوں نے پھانسی دینی شروع کی ہم کو بھی ایک انگریز نے جو تحقیقات کرتا تھا بمقام شاملی طلب کیا اور پوچھا کہ جب یہاں لڑائی ہوئی اور تحصیل وتھانہ پر لوگوں نے یورش کی تو تم کہاں تھے ہم نے کہا کہ صاحب گھبرانے کی بات یہ ہے کہ آپ حاکم ہیں آپ نے بلایا ہم فوراً دوڑے چلے آئے اب تک کھانا بھی نہیں کھایا دوسرے یہ اندیشہ ہے کہ دیکھئے آپ کیا حکم دیں بولا کہ سنو صاحب یہ ظلم نہیں کرتا اور خواہ مخواہ کسی کو نہیں ستاتا جس کی نسبت تمہارے بھائی بند قسم کھا کر گواہی دیتے ہیں کہ یہ مجرم ہے اسی کو ہم سزا دیتا ہے اس میں ہمارا کچھ قصور نہیں اگر جھوٹ بولا تو یہ عذاب ان کے سر پر ہوگا پھر آپ نے خانساماں کو بلا کر کہا کہ ان کو کھانا کھلاؤ وہ ہم کو اپنے پاس لے گیا اتفاق سے اس صاحب کا بچہ نہایت بے چین ہو رہا تھا برابر روتا تھا زبان تالو سے نہیں لگتی تھی کسی شخص نے صاحب سے کہہ دیا کہ جس کو آپ نے بابری سے بلایا ہے وہ بہت بزرگ آدمی ہے اس بچہ پر دعا پڑھ دے گا تو یقین ہے کہ اس کو جلد آرام ہو جائے گا۔ اس نے آیا کے ہاتھ بچے کو ہمارے پاس بھیجا ہم نے کچھ پڑھ کر دم کر دیا خدا کی قدرت بچہ اسی دم چپ ہو گیا صاحب اور میم دونوں اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے پھر ہم کو بلا کر کہا کہ آپ کو اختیار ہے جہاں چاہو چلے جاؤ کوئی مزاحم نہیں ہم وہاں سے رخصت ہو کر بابری آئے اور بعد چندے سونی پت چلے گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بعد سیر امصار و دیار کے ہم نے سونی پت آ کر میر اعظم علی شاہ صاحب قبلہ کے مزار پر چھ مہینے تک قیام کیا وہاں مولوی محب اللہ صاحب پانی پتی سے ملاقات ہوئی ہم نے کہا کہ مولوی صاحب کسی فقیر کامل کی خبر دو انہوں نے کہا کشمیر میں سید احمد شاہ صاحب نہایت کامل و آزاد منش درویش ہیں میرا بھی جانے کا ارادہ ہے اگر آپکا عزم ہو تو بالاتفاق چلے

چلیں ہم نے کہا کہ پہلے اپنے حال کا عریضہ لکھ کر ہم آپ کو دیتے ہیں جو کچھ اس کا جواب آئے گا اس پر عمل کیا جائے گا چنانچہ دردی صاحب عریضہ لے گئے جس کا جواب شاہ صاحب نے یوں تحریر فرمایا کہ میں تو اس قابل نہیں ہوں ہاں اگر آپ تشریف لائیں تو شاید آپ کی ذات سے مجھ کو کچھ فائدہ ہو جائے اس کے بعد ہم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ پچیس روپیہ جمع ہو جائیں تو چل دیں مگر یہ کیونکر ہوتا ہے

نہ صبر در دل عاشق آب در غربال　　قرار در کف آزادگان نگیرد مال

ایک مدت کے بعد کچھ روپیہ جمع ہوا تو قصد کشمیر کیا سونی پت سے چل کر بستم شعبان ۱۲۷۶ھ ہجری کو پانی پت پہنچے تو دس دن ماہ صیام میں باقی تھے دل میں آیا کہ یہ ایام یہیں بسر کریں رمضان شریف کی پانچویں تاریخ تھی کہ مولوی محب اللہ صاحب اور منشی فضل رسول صاحب کا خط آیا کہ سید احمد صاحب اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہ خبر پا کر ہم نے ارادہ ملتوی کیا اور قلندر صاحب کے حجرہ میں رہنے لگے مشیت ایزدی یہی تھی کہ پانی پت میں قیام ہو۔

باب چہارم در بیان توحید مشتمل بر چہار فصل

تمہید

تمہید توحید ایسا مسئلہ ہے جو کبھی نسخ پذیر نہیں ہر ایک دین و ملت میں اسکی شہادت موجود ہے کوئی قوم پردہ زمین پر ایسی نہیں جس میں خدا کی یگانگی کے تسلیم کرنیوالے نہ ہوں جملہ انبیاء و اولیاء اور ہادیان راہ خدا خواہ کسی سرزمین اور کسی زمانہ میں ہوئے ہوں انکی تعلیم و تلقین کی بنیاد اسی لازوال مسئلہ پر ہے۔ یہی مسئلہ اسلام کا رکن اور ایمان کا کلید ہے یہی معلومات ظاہر قبلہ اور یہی مکشوفات باطن کا کعبہ ہے۔ شریعت اور طریقت کی جان یہی ہے حقیقت و معرفت کی نروبان ہے یہی طاعات کا راس اور یہی حکمت کی آساس ہے۔ طبعی ریاضی الٰہی سب کے سلسلے اسی پاک مسئلہ سے شروع اور اسی پر ختم ہوتے ہیں۔ اس کی تصدیق دعوت عام ہے اور اسی کی تحقیق ضیافت خاص ہے

یہی مسئلہ ایسا سہل اور ایسا آسان ہے کہ عوام الناس کا ورد زبان ہے اور یہی ایسا دقیق ہے کہ جس کی تحقیق میں خواص کی عقل بھی حیران و سرگردان ہے چونکہ اکثر کلام حضرت مولانا و مرشدنا کا درس توحید پر مشتمل تھا جیسا کہ ارشادات سے جو باب آئندہ میں مذکور ہیں ظاہر ہوگا لہٰذا راقم حروف کو مناسب معلوم ہوا کہ اول کچھ بیان توحید بار عزائمہ کا تحریر کیا جاوے تاکہ سالکان طریق و طالبان تحقیق کو ان نکات و اشارات سے خط وانی حاصل ہو جو باب ارشادات میں ان کی نظر سے گذریں گے۔

فصل اول تعریف و تقسیم توحید۔ توحید کے معنی ہیں شے کے واحد ہونے پر حکم کرنا اور شے کے واحد ہونے کا علم بھی توحید ہے اکابر صوفیہ نے طرح طرح اس کی توزیع و تقسیم کی ہے جیسا جس کو علم و انکشاف ہوا اس کے موافق بیان فرمایا (۱) ایک قول یہ ہے کہ توحید کی چار قسمیں ہیں۔

اول توحید شریعت یعنی اس بات کا یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے قدیم ہے اپنی حیات سے حیّ اپنے سمع سے سمیع اپنے بصر سے بصیر اپنے کلام سے کلیم یہ توحید ظاہری ہے خواہ تقلید ہو خواہ بدلائل عقلی و نقلی دوم توحید طریقت یعنی حق تعالیٰ کی وحدانیت شواہد اکوان و امکان میں نور ایمان سے ملاحظہ کر کے واجب الوجود کا اثبات کرنا۔ اضافت جمیع موجودات کو معدوم سمجھنا۔ ہستی جمیع موجودات کو ذات واحد میں دیکھنا اس میں تقلید و استدلال کی کچھ حاجت نہیں ہے

ہر کہ بیند مسبب را عیان ۔۔۔ کے نہد دل بر سببہائے جہاں

اس توحید کے تین مراتب ہیں۔

اول توحید افعالی یعنی جملہ موجودات کو افعال خدا سمجھنا۔

دوم توحید صفاتی یعنی صفات جملہ موجودات کو صفات خدا سمجھنا۔

سوم توحید ذاتی یعنی وجود جملہ موجودات کو وجود باری تعالیٰ یقین کرنا اور مؤثر یعنی وموجود اصلی ذات حق کے سوائے دوسرے کو نہ جاننا۔

سوم توحید حقیقی یعنی نفی غیریت یہاں تک کہ اپنے وجود کا ادراک بھی

نفی ہو جائے اور تعینات موجودات بھی فنا ہستی حق کے سوائے کچھ باقی نہ رہے اپنے اور نیز جملہ موجودات کے وجود میں حق کو مشاہدہ کرے۔ اس توحید میں ۹ مراتب ہیں۔ اول مرتبہ انفسی یعنی اللہ تعالیٰ بکمال اقربیت مطابق آیت وھو معکم اینما کنتم ذات عارف میں تجلی فرماتا ہے اور نفس و عقل نور الٰہی میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں سبحانی ما اعظم شانی اور انا الحق بے اختیار سرزد ہوتا ہے۔

دوم مرتبہ آفاقی یعنی حق سبحانہ تعالیٰ موافق آیۃ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عارف کی نظر میں متجلی ہوتا ہے اور وجود جملہ موجودات واحد نظر آتا ہے اس وقت ہمہ اوست کا نعرہ دل عارف سے نکلتا ہے۔

سوم مرتبہ اسمائی یعنی عارف بکثرت ذکر الٰہی ہر اسم کے رنگ میں اسی ذات پاک کو متجلی دیکھتا ہے اور ذکر سلطان الاذکار وجود عارف میں ظاہر ہوتا ہے اور غیر بالکل مفقود۔

بنام آنکہ او نامے ندارد ہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

چہارم مرتبہ صفاتی یعنی اللہ تعالیٰ سالک کے اعضائے حسی سمع و بصر وغیرہ پر تجلی فرماتا ہے اور بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ کی کیفیت طاری ہوتی ہے ہے

نیست گشتم من ز ہستی ہائے تو من برون رفتم درون شد جائے تو

پنجم مرتبہ تمثیلی یعنی سالک کو ہر فرد موجودات جداگانہ عین حق نظر آتا ہے اور اس مقام میں سجدہ بت عین سجدہ خدا ہے ع

ندیدم غیر تو در کعبہ و دیر

ششم مرتبہ شیونائی یعنی اللہ تعالیٰ عارف پر یہ تجلی افعال متجلی و ظاہر ہوتا ہے اور افعال موجودات عین افعال حق نظر آتے ہیں یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ اس مقام میں دشنام و کشتہ دونوں برابر ہیں لیکن ادراک رنج و راحت باقی رہتا ہے۔

ہفتم مرتبہ شہودی یعنی اللہ تعالیٰ عارف پر اس طرح تجلی فرماتا ہے کہ

حجاب ظلمانی رفع اور کیفیت نورانی منکشف ہو جاتی ہے اور معروف بے کیف و مشاہدہ دوام میں مستغرق رہتا ہے اس مقام میں وجود رنج و راحت کچھ باقی نہیں رہتا۔

ہشتم مرتبہ وجودی یعنی تجلی وجود الہٰی میں ہستی سالک اس طرح فنا ہو جاتی ہے جیسے نور چراغ ضیاء آفتاب میں اس مقام میں سالک مثل جماد اپنے حرکات و سکنات سے محض بے خبر ہو جاتا ہے اور اس حالت میں مشاہدہ و مشہود بھی کفر ہے

نہم مرتبہ تنزیہی اس مرتبہ میں جملہ کائنات کی ہستی پر تو انوار الہٰی میں ایسی فنا ہو جاتی ہے کہ نظر سالک میں اصلاً نہیں آتی جب اس دریائے ناپید اکنار کا شناور صفات موجودات کی تجلیات سے فناء کلی حاصل کرتا ہے اور حدوث و امکان کی الائش سے مجرد ہو جاتا ہے تو ایک موج قعر دریائے ذات سے سرخفی پر وارد ہوتی ہے جو عارف کو ورطہ عدم میں ڈال دیتی ہے محو در محو اور فنا در فنا ہو جاتا ہے اس مقام میں نہ وجود نہ شہود نہ اسم نہ مسمیٰ نہ قدم نہ عدم نہ فرش نہ عرش نہ اثر نہ خبر نہ علم حق غرض کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔ لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسْعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ دریائے جمع الجمع مستغرق ہو جاتا ہے اس وقت مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہست از پس پردہ این صدائے من و تو چون پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

(۴) **چہارم توحید معرفت** اسی کو توحید ازلی ذاتی قدیمی اور الہٰی بھی کہتے ہیں۔ جس وقت عارف کامل مقامات و مراتب سیر الی اللہ و فی اللہ و مع اللہ سے عروج کر کے مقام عین الجمع و جمع میں پہونچتا ہے جو کہ انتہائے مراتب توحید سے ہے اس وقت اپنے آپ کو عدم محض پاتا اور خودی سے بے خود ہو جاتا ہے جیسا کہ پیش از ترکیب اجزاء جسمی بصور اعیان ثابتہ قدیم میں موجود تھا اسی حالت کا بیان اس آیت شریف میں ہَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ آیا انسان پر وقتوں میں سے کوئی وقت گزرا ہے کہ وہ ایسی چیز نہ تھا جس کا ذکر کیا جاوے یعنی ایک وقت انسان کیلئے ایسا تھا کہ وجود خارجی تو کیا وجود ذہنی و لفظی بھی نہ رکھتا تھا۔

روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اس آیت کو قاری سے سنتے تو فرماتے یَا اُیَتّھَا تَمَتَّتْ یعنی کاش یہ حالت پوری ہو جائے اور جہاں سے ہم نے سفر کیا ہے وہیں جا پہونچیں اور کثرت وحدت میں گم ہو جائے۔

(۲) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے لئے ظاہر باطن اور حقیقت ہے ظاہر توحید تو اسلام ہے اور باطن توحید ایمان اور حقیقت توحید تقویٰ اور عمل صالح پس اسلام کی صحت ایمان سے ہے اور ایمان کی صحت تقویٰ اور عمل صالح ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے تین مراتب ہیں اول توحید افعال یعنی افعال و مفعولات کل کو باوجود کثرت و اختلاف کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ دوم توحید صفات یہ علم قلب ہے عبارت میں نہیں آسکتا اور جو شخص گمان کرے کہ یہ علم کتابوں سے پورا ہو سکتا ہے وہ ناقص المعرفت ہے علم صفات عارفین کے سوائے کسی کو حاصل نہیں ہوتا ہے البتہ جس نے توحید افعال سے توحید صفات کی طرف ترقی کی ہے اس کی نسبت یہ توقع ہو سکتی ہے کہ اگر خدا کو منظور ہو تو توحید ذات کا علم اس کو ہو جائے گا اور جو کوئی بغیر اس طریقہ کے مرتبہ ذات میں تکلف کریگا وہ تشبیہہ والحاد میں جا پڑے گا اس واسطے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی اس مقام کے علم کا طریق تفکر فی الافعال اور نظر واستدلال ہے کیونکہ افعال صفات سے صادر ہوتے ہیں اور وہ صفات کی رہنمائی کرتے ہیں جو قائم بالذات ہے۔

(۴) امام محمد غزالی فرماتے ہیں کہ توحید اصل ایمان ہے اور اس میں کلام طویل ہے۔ کیونکہ یہ علم مکاشفہ ہے ہم تھوڑا سا بیان کرتے ہیں ورنہ توحید ایک دریائے ناپید اکنار ہے نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ توحید کے چار مراتب ہیں ایک مغز لہ دوسرا مغز تیسرا پوست چوتھا پوست کے اوپر کا پوست اور کم فہموں کے سمجھانے کو ہم ایک مثال کرخ کرتے ہیں کہ توحید کو ایک اخروٹ سمجھ لو جس پر دو چھلکے ہوتے

ہیں اور اندر ایک مغز اور مغز میں روغن پس توحید کا مرتبہ اول یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے مگر دل اس سے غافل ہو یا منکر مثل منافقین کے مرتبہ دوم یہ ہے کہ اس کلمہ کے معنی کو دل سے سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اس کی تصدیق کرتے ہیں مرتبہ سوم یہ ہے کہ بذریعہ نور حق یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہو جائیں یہ مقام مقربین کا ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ اشیاء کو کثیر تو جانتا ہے مگر باوجود کثرت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ مرتبہ چہارم یہ ہے کہ جملہ موجودات کے وجود میں بجز ذات واحد یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے ؎

چو سلطان عزت علم برکشد ۔۔۔۔ جہاں سر بجیب عدم درکشد

اور یہ مرتبہ صدیقین کا ہے اسی کو صوفیۂ کرام فنا در توحید کہتے ہیں۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے چار مراتب ہیں۔

اول توحید ایمانی وہ یہ ہے کہ بمقتضائے اشارت آیات و اخباروں سے سچ جانے اور زبان سے اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف میں فرد اور استحقاق عبودیت میں واحد ہے۔

دوم توحید علمی وہ علم الیقین سے حاصل ہوتی ہے از راہ یقین یہ جان لے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق خداوند عالم کے سوا کوئی نہیں ہے۔ جملہ ذات و صفات و افعال اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں محو ہیں جہاں کہیں علم و قدرت و ارادت و سمع و بصر پائے جاتے ہیں یہ صفات مطلق کے پرتو ہیں۔

سوم توحید حالی وہ ہے کہ جمال واحد کے مشاہدہ میں اپنی ہستی پر نظر نہ رہے یہاں تک کہ توحید کو واحد کی صفت دیکھے نہ اپنی بلکہ دید کو بھی اسی کی صفت سمجھے اور اسی طریقہ سے غرق جمع ہو جاوے۔

چہارم توحید الٰہی وہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ازل الازال میں بوصف واحدانیت و فردانیت موصوف تھا اپنے آپ نہ کسی دوسرے کی توحید سے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ اور ابدلاباد تک اسی وصف پر رہے گا۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ یعنی ہستی اشیا ان کی ہستی میں آپ ہی نیست و نابود ہے۔ یہ ایسی توحید ہے کہ نقصان سے بری ہے اور یہی توحید حق ہے۔

(۶) **توحید کی قسمیں**۔ وجودی۔ شہودی اور عینی وظلی بھی مشہور ہیں۔ ہرچند کہ یہ مسائل کشف باطن اور وجدان سے تعلق رکھتے ہیں مگر ظاہر عبارت میں اس کی تقریر اسی طرح لکھی ہے کہ وجود یعنی ہستی حقیقی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور باطن وجود ایک نور ہے جو جملہ عالم کے لئے بمنزلہ جان کے ہے اسی نور باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں نظر آتا ہے ہر اسم وصفت وفعل کہ عالم ظاہر میں ہے ان سب کی اصل وہی وصف باطن ہے اور حقیقت اس کثرت کی وہی وحدت صرف ہے جیسی امواج کی حقیقت عین ذات دریا ہے حاصل یہ ہے کہ جملہ افراد کائنات تجلیات حق ہیں۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا اور اس کثرت اعتباری کا وجود اسی وحدت حقیقی سے ہے۔ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ یہ خلاصہ وحدت الوجود کی تقریر کا ہے اور وحدت شہود کا بیان یہ ہے کہ وجود کائنات اور ظہور آثار وصفات مختلفہ واحد مطلق کی ذات وصفات کا ظل و عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل عین صاحب ظل نہیں ہے بلکہ محض ایک مثال ہے۔

فصل دوم آیات و احادیث توحید

آیات[۱] وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ؕ اور تمہارا رب اکیلا رب ہے کسی کو پوجنا نہیں اس کے سوائے بڑا مہربان ہے رحم والا (۲) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ اللہ اس کے سوائے کسی کی بندگی نہیں۔ جیتا ہے سب کا تھامنے والا (۳) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۚ اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی

---

[۱] ۲ پارہ - ۳ رکوع [۲] ۳ پارہ ۲ ع [۳] ۳ پارہ - ۱۰ ع

نہیں اس کے سوائے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے وہی حاکم ہے انصاف کا کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا (۴)، وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور بندگی کسی کو نہیں مگر ایک معبود کو (۵)، قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم، حکم آتا ہے مجھ کو کہ تمہارا صاحب ایک صاحب ہے۔ (۶)، اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (۷)، لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم سوائے اللہ کے تو وہ تو وہ خراب ہوتے سو پاک ہے اللہ تخت کا صاحب ان باتوں سے جو بناتے ہیں۔ (۸)، قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ تو کہہ کہ مجھ کو تو حکم یہی آیا ہے کہ صاحب تمہارا ایک صاحب ہے۔ (۹)، وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰــهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم جس کی سند نہیں اس کے پاس۔ (۱۰)، فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝ سو تو مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم پھر پڑے تو عذاب میں (۱۱)، فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور مت پکار اللہ کے سوا اور حاکم کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ (۱۲)، هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وہ اللہ ہے جس کے سوائے بندگی نہیں کسی کی جانتا ہے چھپا اور کھلا وہ ہے بڑا مہربان رحم والا وہ اللہ ہے جس کے سوائے بندگی نہیں کسی کی وہ بادشاہ ہے۔ پاک ذات جنگا امان دیتا پناہ میں

---

۴ ۶ پارہ ۱۳ ع ۵ ۱۶ پارہ ۳ ع ۶ ۱۶ پارہ ۳ ع ۷ ۱۷ پارہ ۲ ع ۸ ۱۷ پارہ ۲ ع ۹ ۱۸ پارہ ۶ ع ۱۰ ۱۹ پارہ ۱۹ ع ۱۱ ۲۰ پارہ ۱۳ ع ۱۲ ۲۸ پارہ سورہ حشر

لیتا زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا پاک ہے اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔ (۱۳) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ؕ تو کہہ وہ اللہ ایک ہے اللہ نرادھار ہے نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا اور نہیں اس کی جوڑ کا کوئی۔

(۱) احادیث مشتمل بر توحید عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُعِيْدَنِي كَمَا بَدَاَنِي وَلَيْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّيْ كُفُوًا اَحَدٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابوہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جھٹلاتا ہے مجھ کو بیٹا آدم کا اور نہیں لائق اس کو یہ اور برا کہتا ہے مجھ کو اور نہیں لائق اس کو یہ پس جھٹلانا اس کا مجھ کو پس کہنا اس کا کہ ہرگز زندہ نہ کرے گا مجھ کو بعد مرنے کے جیسا پیدا کیا ہے پہلی بار اور نہیں پیدا کرنا مجھ پر سہل تر پھر زندہ کرنے اس کے سے اور لیکن برا کہنا اس کا مجھ کو پس کہنا اس کا۔ ٹھہرایا اللہ نے بیٹا اور حال یہ ہے کہ میں ایک ہوں بے پروا وہ ذات کہ نہ جنا میں نے اور نہ جنایا گیا اور نہیں واسطے میرے ہم قوم کوئی اور ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ برا کہنا اس کا مجھ کو پس کہنا اس کا واسطے میرے فرزند اور پاک ہوں میں اس بات سے کہ ٹھہراؤں میں کسی کو جورو یا فرزند۔ رواہ البخاری۔

۲۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ اَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ

زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ عَلیٰ رَغْمِ اَنْفِ اَبِی ذَرٍّ مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی ذر سے کہا آیا میں پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت پر کپڑا تھا اور وہ سوتے تھے پھر گیا میں پھر آیا میں اس وقت میں کہ جاگے تھے پس فرمایا کہ۔۔۔۔ نہیں کوئی بندہ کہ کہے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے پھر مرے اسی پر مگر کہ داخل ہوگا جنت میں۔ کہا میں نے اگرچہ زنا کرے اور چوری فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری کہا میں نے اگرچہ زنا کرے اور چوری اگرچہ زنا کرے اور چوری کہا میں نے اگرچہ زنا کرے اور چوری فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری اوپر خاک آلودہ ہونے ناک ابی ذر کے۔ روایت کی بخاری اور مسلم نے۔

۳۔ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

روایت ہے حضرت عثمان سے کہا فرمایا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی مرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ تحقیق سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں داخل ہوگا بہشت میں روایت کی یہ مسلم نے۔

۴۔ مسلم نے ایک لمبی حدیث بیان کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مجمع میں سے اٹھ کر باغ بنی نجار میں تشریف لے گئے میں بھی ڈھونڈتا ہوا پہنچا ہر چند دروازہ باغ تلاش کیا نہ ملا نالی کی راہ باغ میں داخل ہوا آپ نے فرمایا اے ابوہریرہ ہماری دو پاپوشیں لیجا۔ وَمَنْ لَقِیْتَکَ مِنْ وَرَاءِ ھٰذَا الْحَائِطِ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُسْتَیْقِنًا بِھَا قَلْبُہٗ فَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ فَکَانَ اَوَّلَ مَنْ لَقِیْتُ عُمَرَ۔ الخ پس جو ملے تجھ سے پیچھے اس باغ کے گواہی دیتا ہو اس کی کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے یقین رکھتا ہو ساتھ اسکے دل اسکا پس بشارت دے اسکو بہشت کی پس سب سے پہلے مجھ سے حضرت

عمر ملے الخ

(۵) كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْءٌ بخاری - یعنی تھا اللہ اور نہ تھی ساتھ اس کے کوئی شے وَالْاٰنَ كَمَا كَانَ اور اب بھی وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

(۶) وَعَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ -

روایت ہے معاذ ابن جبل سے کہا فرمایا میرے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجیاں بہشت کی گواہی دینا اس کا ہے کہ نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے روایت کی احمد نے۔

(۷) وَعَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قِيْلَ لَهٗ اَلَيْسَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا وَلَهٗ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَاِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ - رواه البخاری

روایت ہے وہب بیٹے منبہ کے سے کہ کہا گیا واسطے وہب کے کیا نہیں ہے لا الہ الا اللہ کنجی بہشت کی کہا کہ ہاں ضرور ہے لیکن نہیں ہوتی کنجی مگر واسطے اس کے ہوتے ہیں دندانے پس اگر لاوے تو کنجی کو کہ اس کے دندانے ہیں کھولا جاوے واسطے تیرے اور اگر نہ لایا اس طرح کی کنجی نہ کھولا جاوے گا واسطے تیرے رواہ البخاری۔ دندانوں سے مراد یہاں اقرار اور تصدیق قلب ہے۔

فصل سوم مقالات اہل توحید

(۱) حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے علم توحید اس کے وجود سے جدا ہے اور اس کا وجود علم سے الگ توحید کیا ہے خدا کا جاننا اور اس کے قدم کو حدوث سے پہچاننا اور توحید کی غایت توحید کا انکار ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے۔ راہ حق میں خلق نہیں اور راہ خلق میں حق نہیں ایک تو شرع توحید ہے اور ایک حق توحید۔ شرع توحید کا گزر نبوت کے دریا میں

ہے اور حق توحید بحر محیط ہے۔ شرع کی راہ آلات پر ہے یعنی سمع بصر قال شناخت حال اور یہ سب اثبات چاہتے ہیں۔ اور تیرا اثبات شرک کی نسبت رکھتا ہے اور وحدانیت شرک سے منزہ ہے۔ ایمان جو چلتا ہے تو شرک کی بھیڑ بھاڑ میں چلتا ہے اور ایمان بڑی چیز ہے مگر بے شرک کے بنتی نہیں۔ شرع توحید مانند چراغ ہے اور حق توحید مثل آفتاب پس جہاں آفتاب چمکا نور چراغ عالم عدم کو کھسکا۔ وہ ایک موجود ہے مگر عدم میں اور نور چراغ کو نور آفتاب پر کچھ حکومت نہیں۔ شرع توحید نسخ پذیر ہے لیکن حق توحید نسخ پذیر نہیں۔ زبان نسخ پذیر ہے دل سے منسوخ ہو جاتی ہے اور جبکہ مرد مقام دل میں پہنچتا ہے تو زبان گنگ ہو جاتی ہے اور جان سے دل منسوخ ہو جاتا ہے اور اس وقت جو بولتا ہے مِنْهُ اِلَيْهِ (اسی کی اسی کی طرف) ہوتا ہے اور یہ گفتگو عین میں نہیں ہے بلکہ صفت میں ہے صفت بدل جاتی ہے اور عین نہیں بدلتا۔ جب پانی پر دھوپ پڑی وہ گرم ہو گیا صفت بدل گئی عین آب میں کچھ فرق نہیں پڑا۔ کسی کا وجود توحید کی شناخت کو قبول نہیں کرتا اور کس کی مجال ہے کہ صحرائے وجود میں قدم رکھے چنانچہ بزرگوں نے کہا ہے۔ اِثْبَاتُ التَّوْحِيْدِ فَسَادٌ فِي التَّوْحِيْدِ یعنی توحید کا ثابت کرنا توحید میں خرابی ہے جو شخص اپنے ہوتے اس کی ہستی کا خطبہ پڑھتا ہے وہ اپنے شرک پر گواہی دیتا ہے اور جو شخص اس کے ہوتے اپنی ہستی کا خطبہ پڑھتا ہے وہ اپنے کفر پر مہر کرتا ہے اور جو اس کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی دیکھتا ہے کافر ہے اور جو اس کے ہوتے اپنی ہستی ڈھونڈتا ہے اسے پہچان نہیں جس نے آپ کو دیکھا اس کو نہیں دیکھا اور جس نے اس کو دیکھا اپنے آپ کو نہ دیکھا اور اپنی یاد نہ رہی۔ عبادت شنود اور دانست محرم راہ توحید نہیں خیال اور وہم اور گمان گرد حدوث میں اُٹے ہوئے ہیں اور توحید اپنے عالم قدس میں کشف و شنید سے پاک ہے عبارت و اشارت و دید و صورت و خیال و حسن و حیات یہ سب لوث بشریت رکھتے ہیں اور شناخت توحید لوث بشریت سے پاک ہے۔ اسرار مشائخ روضہ توحید

ہیں نہ عین توحید۔ یہ خلقت قدرت میں نمودار ہے اور توحید میں ملیامیٹ۔ اپنا انکار بھی ناممکن ہے کیونکہ قدرت کا انکار ہے اور اپنے تئیں ثابت نہیں کر سکتے کہ اس میں توحید کا انکار ہے۔ نہ صورت اثبات ہے نہ صورت نفی مثبت بھی ہے اور منفی بھی۔ قدرت تجھ کو دکھاتی ہے اور واحدانیت مٹاتی ہے۔ راہ حق میں نیست ہو جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تجرید اور توحید پر نظر ہو اور وہاں منزل ہو یا وقوف ہو یا اس کو اپنا مشرب بنائے۔ حضرت ابو بکر شبلی نے سوال اصحاب کے جواب میں فرمایا جو کوئی عبارت میں توحید کی خبر دے وہ ملحد ہے۔ اور جو کوئی اس کی طرف اشارہ کرے وہ ثنوی[1] ہے اور جو ایما کرے وہ بت پرست اور جو اس کی بات چیت کرے وہ غافل اور جو اس سے چپ رہے وہ جاہل اور جس کو گمان ہو کہ وہ اس تک پہنچا اور کچھ حاصل ہوا وہ بے حاصل ہے اور جو نزدیکی کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ دور ہوتا ہے اور جو آپ سے پاتا ہے وہ گم گشتہ ہے اور جو کچھ وہم سے ٹٹولتے یا عقل سے تولتے ہوں وہ سب گھڑت ہے جیسے تم خود ہو توحید موحد کے لئے جمال احدیت کا حجاب ہے توحید اس لئے ٹھیک نہیں ہوتی کہ تم اس کو آپ سے طلب کرتے ہو۔ حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ اگر تو بالتنزیہ کہتا ہے تو قید لگاتا ہے اور جو بدالتشبیہ کہا ہے تو محدود کرتا ہے ہاں دونوں میں کہتا ہے تو یہ ٹھیک بات ہے جو دو کہتا وہ مشرک ہے اور جو فرد کہتا ہے وہ موحد پس تشبیہ سے بچ اگر تو دوسرا بھی مانتا ہے اور تنزیہ سے بچ اگر الگ جانتا ہے پس تو وہ نہیں ہے تو عین وہی ہے اور تو اس کو عین امور میں مشروح و مقید دیکھتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ توحید کیواسطے زبان نہیں کیونکہ کوئی مخاطب نہیں۔

(۲) جس نے اسی کے ذریعے سے توحید کی تو اس کی توحید نہیں کی اور جس نے اپنے ذریعے سے کی تو اپنے نفس کی توحید کی۔ (۳) توحید میں ہوں اور متکلم حق۔ (۴) توحید یہ ہے کہ تو اس میں غائب ہو جائے وہ تجھ میں (۵) توحید کیا ہے احکام کا ثابت کرنا

---

[1] جو دو خدا مانتا ہو ۱۲

اور ذات سے معانی کا نفی کرنا (۶) توحید حیرت ہے (۷) توحید عین ہے نہ کہ علم جس نے اسے دیکھا توحید کو پہچانا اور جس نے اس کو جانا اسے توحید نہیں (۸) توحید کو کوئی نہیں پہچانتا مگر جو واحد ہو (۹) توحید کیا ہے توحید کا بھول جانا جلال واحد کے مشاہدہ میں۔ یہاں تک کہ تیرا قیام واحد کے ساتھ ہو نہ توحید کے ساتھ (۱۰) توحید کیا ہے توحید کو چھوڑ دینا توحید ہی میں (۱۱) توحید کیا ہے نسبتوں کو دور کر دینا۔

فصل چہارم آثار و اطوار اہل توحید

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک جلوت میں سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کہا مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا فرمایا کہ اگر اب کے بار ایسا سنو تو بے تامل چھری مارنا۔ اگلے دن پھر وہی کیفیت ہوئی مریدوں نے چھریاں ماریں مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا کہ بایزید یہ ہے جسے تم دیکھتے ہو وہ بایزید نہ تھا اور فرمایا کہ میں چالیس سال دل کی تاک جھانک میں رہا آخر یہ دیکھا کہ بندگی اور خداوندی دونوں حق کی طرف سے ہیں۔ حضرت ابو القاسم جنید بغدادی نے فرمایا ہے۔ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔ نہیں میری جب میں لیکن خدا یہ بھی انکا قول ہے اَلْفَقِیْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلٰی نَفْسِہٖ وَلَا اِلٰی رَبِّہٖ۔ فقیر وہ ہے کہ نہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ رب کا یعنی دوئی موجود کا وہم مرتفع ہو جائے حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے میں اس خدا سے بیزار ہوں جو میری طاعت کے سبب مجھ سے خوش ہو اور میرے گناہ کے باعث مجھ سے ناراض بھلا وہ خدا کاہے کو ہوا جو ایسا میرے بس میں ہو کہ اس کو جیسا چاہوں بنالوں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز برسر منبر اسرار توحید بیان کرنے شروع کئے حضرت جنید نے عتاب فرمایا اسوقت آپ نے جواب دیا اَنَا اَقُوْلُ وَاَنَا اَسْمَعُ وَهَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِیْ میں کہتا ہوں اور میں سنتا ہوں بھلا میرے سوا دونوں جہان میں ہے کون جب آپ کا

وقت آخر قریب تو لوگ جمع ہوئے اور بولے کہ حضرت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو آپ نے فرمایا کہ جب غیر ہی نہیں تو نفی کس کی کروں لوگوں نے کہا کہ خیر کلمہ پڑھنا تو ضروری بات ہے جواب دیا کہ سلطان محبت فرماتا ہے یہاں رشوت قبول نہیں ہوتی آخر ایک شخص نے باآواز بلند شہادت تلقین کی فرمایا کہ واہ مردہ زندہ کو تلقین کرنے آیا ہے بعض اولیاء نے فرمایا ہے لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَرَی اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی خدا کو خدا ہی یاد کرتا ہے اور خدا کو خدا ہی دیکھتا ہے حضرت حسین ابن منصور حلاج کا قول مشہور ہے اَنَا الْحَقُّ کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللّٰہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ لَدَیَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ میں حق ہوں میں نے دین خدا سے کفر کیا یہ کفر میرے نزدیک تو واجب ہے اور مسلمانوں کے نزدیک برا۔

گفتگوی مہاپرس شنیاس متا

جملہ علما حکما پنڈت گیانی فرماتے ہیں کہ پہلے کچھ نہ تھا فقط ایک الکھ تھا یعنی ذات لاتعین بے نام و بے نشان تعینات حسی سے منزہ و مبرا اسی ذات سے یہ تمام اجسام ارضی و اجسام فلکی یعنی پرجاپت دہرن گربھ اور ارواح و نفوس قرآن و انجیل و بید و شاستر پیر و مرشد شاہ و گدا۔ امیر و فقیر وغیرہ ظہور میں آئے اور جبکہ یہ سب موجودات اور کل کائنات فنا ہو جائے گی تو بھی وہ ذات جیسی تھی ویسی ہی قائم و برقرار رہے گی تو اب تم غور کرو از روئے انصاف بتاؤ کہ یہ جو کچھ آیا تو کہاں سے آیا اور گیا تو کہاں کو گیا نہ کہیں سے آیا نہ کہیں گیا نہ وجود غیر پہلے تھا نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگا۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ۔۔۔ ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

لیکن باعتبار سنکلپ روپ ہے اور باعتبار نر سنکلپ اروپ اور بصورت جسم فانی ہے اور بحیثیت روح باقی نہ مرے نہ زندہ ہو جب تک جسم کو گیان یعنی جھل ہے جیو آتما ہے اور جب گیان ہوا اسی کا نام پرم آتما یعنی ذات خدا ہے اور جب

جسم فنا ہوا تو علم وجہل اور تعلقات محسوسات بھی سب جاتے رہے اور الفاظ جسم وجاں وغیرہ اور اضافات و اعتبارات مرتفع ہو گئے تو باقی وہی ایک ذات ہے جو پہلے تھی اور وہ ذات متحرک ہے کہ ہر منزل ومقام میں پہونچی ہے، نہیں وہ بے حرکت ہے نہ کہیں سے آئی نہ جدا ہوئی اور صاحب مکان ہے کیونکہ ہر مکان میں موجود ہے اور لامکان ہے کیونکہ کسی مکان میں اس کی گنجائش نہیں وہ بڑا گیانی یعنی صاحب علم ہے کہ ہر شے کی جزو وکل سے واقف ہے مگر کچھ علم نہیں رکھتا کیونکہ وہ عین علم ہے سوائے اس کے کچھ نہیں پس یہ جو نام ونشاں جہاں میں ہیں یعنی خدا رسول اولیا فرشتے جن وانسان بھوت جبرئیل شیطان الیشر اوتار رشی منی ملیکش سرک نرک بہشت دوزخ یہ سب حضرت انسان کا وہم وخیال اور عقل جزوی کی گھڑت ہے ؎

مالا مکر ٹھاکر پتھر تیرتھ ہیں سب پانی　　راما کرشنا مر گئے دیکھے چاروں دید کہانی

نہ کوئی ساجد نہ مسجود نہ عابد نہ معبود نہ آدم نہ ابلیس صرف ایک ذات قدیم صفات رنگا رنگ میں جلوہ گر ہے نہ اس کی ابتدا نہ انتہا نہ اس کو کسی نے دیکھا نہ سمجھا نہ فہم و قیاس میں آئے نہ وہم وگمان میں سمائے جیسا تھا ویسا ہی ہے اور جیسا ہے ویسا ہی رہے گا نہ گھٹے نہ بڑھے نہ اترے نہ چڑھے لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالُ واحد بے مثال یگانہ ویکتا وہ ایک ہے لیکن ایک بھی نہیں کیونکہ اس کو موجودات سے اور موجودات کو اس سے پرتھک سمجھنا محض اودیا اور نادانی ہے کون طالب کسی کا طالب اور کیسا مطلوب دنیا میں طرح طرح کے کاروبار اور رنگارنگ اشغال مروج ہیں ایسی ہی خدا جوئی اور خدا شناسی بھی ایک دھندہ ہے جس کا سر ہے نہ پاؤں ؎

نام عنقا فاش وذاتش ناپدید!

وہ ذات پاک کہ اروپ وامر بیچوں وبے نمون ہے اس کا حصول ووصول خیال محال جب ہے

غایت وہم ست اثبات خدا ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں　　کیں جا ہمیشہ باد بدست ست دلم را

لیکن انسان جس صنعت جس ہنر جس فن جس کرتب کا ابھیاس کرتا ہے اس میں کچھ نہ کچھ مشق و مہارت حاصل کر لیتا ہے اور ہزار ہا نئی باتیں ایجاد کر کے عقل کو حیرت میں ڈالتا ہے ایسے ہی جو لوگ طاعت و عبادت تپشیا تیاگ محنت و مجاہدہ کرتے ہیں۔ آخر کار اس کا ثمرہ اور پھل پاتے ہیں گوناگون اوصاف و کمال ان کی ذات میں پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ اپنی ہی قوتوں کا کھیل ہے کیونکہ انسان ایک جوہر لطیف ہے جو چاہتا ہے بنا لیتا ہے مثلاً کوئی سنیاسی اپنے انتش کرن گیان اندری اور کرم اندری کو بموجب بیدانت شاستر کے کرم کانڈ میں تیاگی ہو کر کشٹ کرے اور بالفرض وہ صاحب کشف و کرامات بھی ہو جاوے تو ذات خدا کا رمیں کیا نفع و نقصان کرے اور سود و زیاں ہووے گا۔ اور پہلے کیا نہ تھا اور اب اس کو کیا مل گیا جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ جو ذات اس میں ہے وہ سب میں یکساں بلا فرق و امتیاز موجود ہے البتہ ایک کرتب اس نے سیکھ لیا اور جو ریاضت و عبادت کی تھی اس کا پھل پایا پہلے کھلی آنکھ سے دیکھا تھا اب آنکھیں بند کر کے دیکھ سکتا ہے اور بغیر کانوں کے سن سکتا ہے جہاں چاہے اڑ کے چلا جائے مرے اور جی اٹھے دریا پر چلے اور قدم تر نہ ہو یہ کرتب ہیں جو سیکھے اور اس کے سیکھنے کی قابلیت رکھتا ہو ان باتوں میں کمال حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ حکماء اشراقیق کیسے کیسے کمال رکھتے تھے ہم کو حیرت ہے کہ ان اوصاف کے حصول کو خدا کا حصول اور ان کرتبوں کے جاننے کا نام خدا شناسی کیوں رکھ لیا ہے

ایک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک ایک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

جو پہچانا وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ پہچان میں نہیں آ سکتا پھر یہ اوصاف ہوئے تو کیا اور نہ ہوئے تو کیا جس میں جس کام کی قابلیت رکھی گئی وہ اس کو ایسا ہی کر سکتا ہے جیسا کہ دوسروں نے کیا۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا میکرد

وہ مرتبہ بیچیا بیکہ نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا نہ اثبات سے ثابت نہ طاقت

سے خوش نہ گناہ سے ناراض نہ شاغل پہ مہربان نہ غافل سے بیزار نہ عارف سے قریب نہ جاہل سے بعید نہ مومن کا دوست نہ کافر کا دشمن نہ اس کو ہندسے سے تعلق عرب سے واسطہ نہ ہر دوا سے نفور نہ مکہ سے دور کسی نے اللہ اللہ کہہ کر دل خوش کیا کوئی ادم جپ کر مگن ہوا کسی نے دل میں اس کا دھیان جمایا کسی نے اینٹ پتھر کو سر جھکایا یہ سب اس کے نام اور اسی کے کام ہیں نرگن کھویا سرگن ذات کھویا صفات ہادی کھویا مضل وہی ایک ذات ہے دوسرا کہاں سے آیا چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

بحر واحدانی ست جفت و زوج نیست — گوہر و ماہیش غیر موج نیست

اے محال وائے محال اشراک او — دور از ان دریا و موج پاک او

نیست اندر بحر شرک و پیچ پیچ — لیک با احوال چگویم ہیچ ہیچ

مگر توحید کے اس اجاڑ سنسان میدان میں پھرنے والا تو لاکھوں میں ایک ہوتا ہے اس لئے عوام الناس کی استعداد و لیاقت کے موافق ملت و مذہب شرع و شاستر سے آداب و اخلاق طاعت و عبادت اور بھلے برے کی تمیز قائم ہوئی کوئی قوم ٹھاکر دیوتا دیبی وغیرہ کی سورتیں گھڑ کر اور استھان بنا کر ان کی پوجا اور استھاپنا کرتی ہے۔ کوئی قوم ایک خیالی خدا اپنے دل میں بنا کر اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر رکوع و سجود بجالاتی ہے ان کا جمادی بت ان کے سامنے رکھا ہے ان کا خیالی بت ان کے دل میں موجود ہے غرض یہ سب عقل جزوی کے پاکھنڈ میں ہے

رہ عقل جز پیچ در پیچ نیست — بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست

جتنے اوتار پیمبر ہادی و رہنما گزرے اور صاحب ملت و مذہب ہوئے ان کی تعلیم ظاہری عام کی عقل و خیال کے موافق تھی اور تعلیم باطنی خاص آدمیوں کے واسطے تھی جس کو جیسا پایا ویسا ہی اس کو سمجھایا۔ باشسٹ جی نے رام چندر کو اشٹا بکر نے راجہ جنک کو اور راجہ جنک نے بید ابیاس کے پتر سکھ دیو جی کو سری کرشن جی نے راجہ ارجن کو رسول عربی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی اور دیگر اصحاب کو خاص تعلیم کی کیونکہ وہ لوگ مہاپرش تھے ان کے سمجھ تھی

تھے ویسا علم ان کو دیا گیا عوام اس کے متحمل نہیں ہو سکتے جو مہا پرش گیانی ہو گیا اس کے نزدیک ہر کام ہر فعل سے نہ کسی میں بھلائی نہ کسی میں برائی ع

راز عارف مے بود در ھر شئے

اسی واسطے جو کرم دھرم طاعت و عبادت کے قاعدے عوام کے لئے مقرر ہوئے خواص بھی اس میں شامل ہے اسلئے کہ کسی بات میں انکا جرح و نقصان نہیں ہے گیان دھیان سب اٹھ گیو سمجھا بجّی سب سن اونچ نیچ انتر نہیں نہیں پاپ نہیں پن نہ ان کو امید ثواب نہ خوف عذاب نہ طمع بہشت نہ ہیبت دوزخ جو ہو رہا ہے سب درست و بجا ہے نہ اس کی ابتداء نہ انتہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ نرا کار برم آتما نے روز ازل میں نزول کیا جس سے یہ سنسار پراپت ہوا پہلے علم الہٰی میں تھا اب ظہور پکڑا ابد میں پھر عروج کرے گا اس وقت تمام کائنات فنا ہو جاوے گی۔ یہ بات عام کی سمجھ کے موافق کی گئی ہے ذرا اس پر غور کرو برم آتما کا نزول کیا اور عروج کیا وہ بحید و بے نہایت کدھر سے اترے کدھر چڑھے یہ صرف ایک اعتباری بات ہے بیان کرنے کیلئے ورنہ خدا کیلئے اتار چڑھاؤ ممکن نہیں پھر ایک خدا مانا اور ایک اس کا علم اور علم میں سب سنسار لیکن جب خدا کہا تو اس میں اس کا علم بھی موجود ہے علم غیر خدا نہیں اور علم میں سب کائنات ہے تو جملہ کائنات غیر علم نہیں پس خدا اور خدا کا علم اور جو علم کے اندر ہے سب خدا ہے خدا ہے نہ نزول ہے نہ کمال نہ عروج ہے نہ زوال ہے پھر کائنات نے ظہور کیا تو کہاں گیا آیا علم الہٰی سے نکال کر باہر ہو گئے اب بھی تو اسی طرح یہ تمام موجودات و کائنات علم الہٰی میں موجود و برقرار ہے جیسے کہ تھے یہ ہی خفا ہے اور یہ ہی ظہور لیکن طرفہ تر ماجرا یہ ہے کہ خدا کی ذات میں علم اور علم میں سب کائنات اور انسان کی ذات میں انسان کا علم اور اس علم میں خدا مع اپنے جاہ و حشم کے موجود وہ اس پر محیط یہ اس پر حاوی وہ اس کے علم میں یہ اس کے علم میں اب کس کو محاط کس کو محیط کس کو خدا سمجھیں کس کو بندہ اس دھیان گیان میں تو دوئی سے چھٹکارا نہیں ایک بندہ ایک خدا۔ خدا کے معنی

بندہ اور بندہ کے معنی خدا اس الٹ پھیر کا کیا ٹھکانا ہے

ہست نادانی درین رہ علم نیست　　علم را بگذار تا دانی یکے ست

جس کو سامرتھ ہے اتنا ہی کافی کہ اگر در خانہ کس ست یک حرف بس ست اور جو اسمرتھ اور مورکھ ہے اس کے سنمکھ تمام بیدانت شاستر اور علم تصوف طوطا کہانی ہے میرے کلام کے ارتھو نکا اشٹ آتم گیانی پرش سمجھیں گے اور من میں پرسن ہوں گے مورکھ اگیانی کیا جانے نہ مجھ کو اس سے کچھ پراپت نہ دوش پس سب کو نمسکار کرتا ہوں ۔ یہ گفتگو ہے سشنیاسی مہاپرش کی اور اسی قسم کا کلام مواحدان بے قید اور مردان آزاد کا ہوتا ہے لیکن جناب قبلہ نے بار ہا ارشاد فرمایا کہ ایسی باتیں طالبوں کیلئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہیں ۔ پس جملہ طالبان حق اور سالکان طریق کو لازم ہے کہ اس قسم کے کلام موحدانہ سے بچیں اور استقلال و استحکام کے ساتھ قدم شباب طلب و تلاش میں رکھیں اور حصول مقصود میں سرگرم اور ذوق و شوق الٰہی میں شب و روز مشغول و معروف اور با دو لود معشوق حقیقی میں مست و مستغرق رہیں اس موقع پر سشنیاس متا کی باتیں مشتے نمونہ از خروارے لکھی گئی ہیں یہ کلام شمشیر بے نیام ہے اور زہر ہلاہل کا حکم رکھتا ہے سن کر　اکثر گمراہ اور ملحد و بے باک ہو جاتے ہیں نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا راہ راست اور صراط مستقیم صرف وہی ہے جو کلام الٰہی اور حدیث نبوی سے ثابت ہے پس ہر کلام کو معیار کتاب و سنت پر جانچ لینا چاہیئے اور وہی کہنا اور یقین کرنا چاہیئے جو بزرگان دین نے کہا ہے تاکہ عوام کے دل میں انکار و اصرار پیدا نہ ہو چنانچہ حضرت مولانا روم دفتر ششم میں فرماتے ہیں ۔

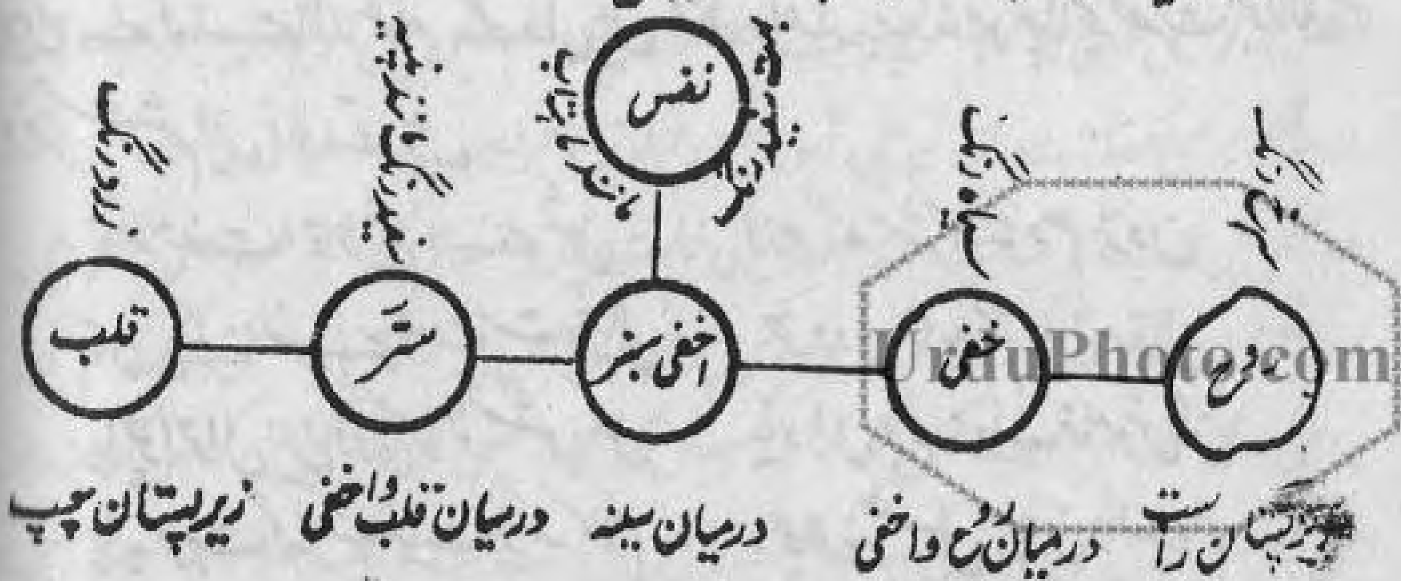
چونکہ جفت احولانیم اے شمن　　لازم آمد مشرکانہ دم زدن
آن یکے زانسوے وصف ست و حال　　جز دوئی نایدبمیدان مقال
یا چو احوال این دوئی را نوش کن　　یا دہاں بردوز ولب خاموش کن
یا بہ نوبت گہہ سکوت وگہہ کلام　　احولانہ طبل میزن والسلام

یہ پنڈت کون ہے اور دید کیا ہے — یہ مولانا کے اندر بھید کیا ہے
نہ پنڈت ہے نہ مولانا ہے کوئی — نہ اپنا ہے نہ بیگانہ ہے کوئی
یہ سب ہیں نام بے نام و نشان کے — کہاں کے مولوی پنڈت کہاں کے

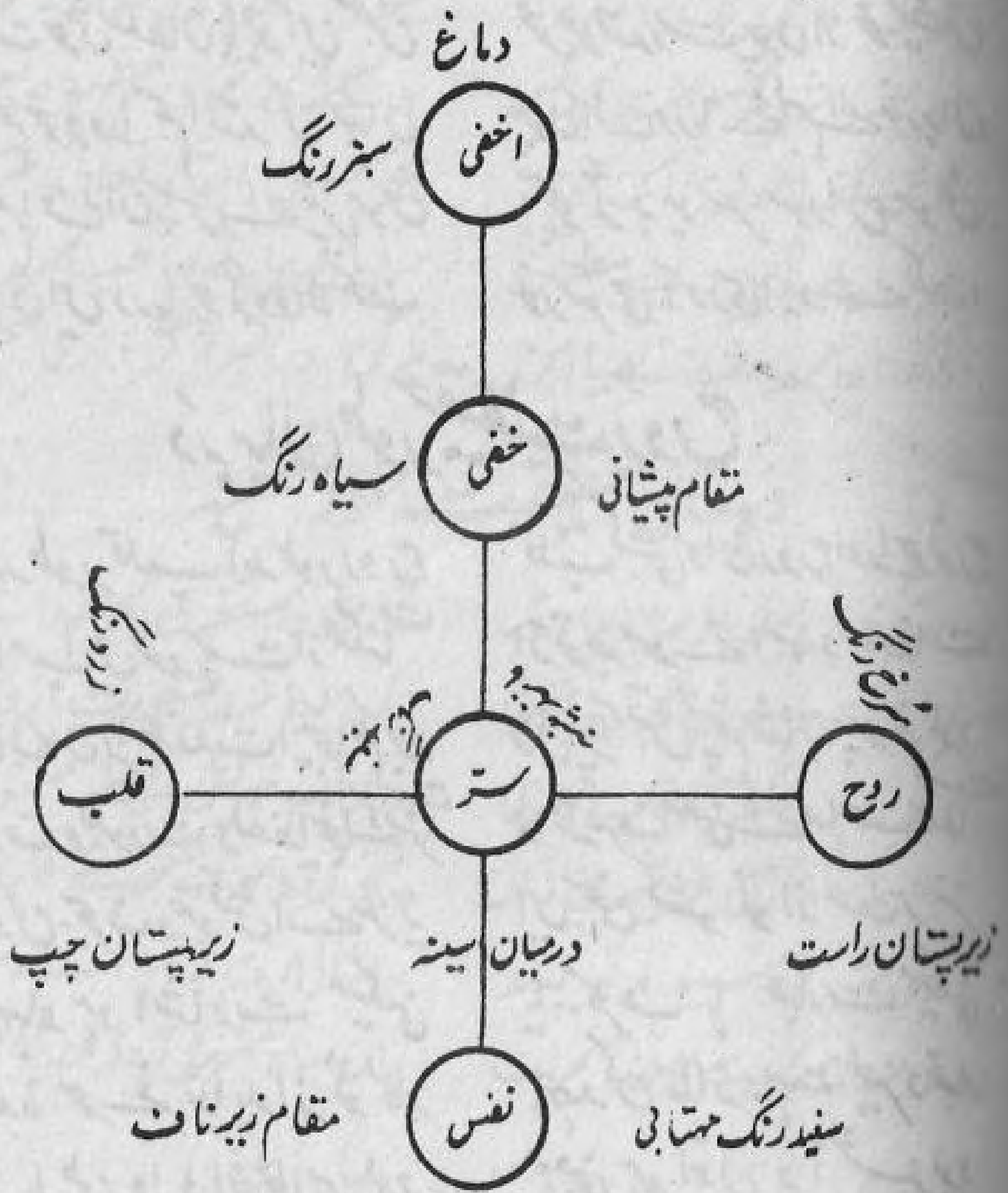
باب ہشتم ارشادات حضرت مشتمل بر سہ صد و سیزدہ ارشاد

ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت میر کلال صاحب کی خدمت میں مشرف بہ بیعت ہوئے تو حضرت میر کلال نے ظروف پر اسم ذات لکھنے کی خدمت ان کو سپرد کی۔ اتفاقاً ایک روز برتنوں پر اسم ذات کا لکھنا بھول گئے کسی دشمن نے تمام برتن اٹھا کر میر صاحب کے روبرو پیش کئے کہ حضرت دیکھئے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی آپ نے خواجہ بہاؤالدین کو بلا کر فرمایا کہ تم نے برتنوں پر اسم ذات کیوں نہیں کندہ کیا خواجہ صاحب نے جو برتنوں پر نظر ڈالی تو سب پر اسم ذات کندہ ہو گیا اور عرض کی کہ حضرت میں نے تو اسم ذات لکھ دیا ہے۔ حضرت میر کلال نے جو دیکھا تو اسم ذات کندہ ہے اس وقت میر صاحب نے فرمایا کہ تم نقشبند ہوا تمہیں خواجہ بہاؤالدین سے نقشبندیہ منسوب ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ دارومدار خاندان نقشبندیہ کا لطائف ستہ پر ہے اور وہ یہ ہے بطریق قدیم از بزرگانِ سلف حقیقت طور لطائف خمسہ کو کسی بزرگ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ وہو ہذا۔



بطریق جدید از مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ



حقیقت طور لطائف خمسہ کو کسی بزرگ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ وہوا ہذا۔

دربیان حقیقت طور قلب

باش خن را د برائے حق گذار | ہاں قُلِ اللّٰہ ثُمَّ ذَرْھُمْ یاد دار
بادل پر درد یاد دوست کن | پر ز یاد دوست مغز و پوست کن
چونکہ ذاکر گشتی اے جویائے کام | در توجہ سوئے دل باشی مدام
در تصور لفظ الٰلّٰہ بود | تا کہ جاری دل ز اسم اللہ شود

خویش را یابی تو از سر تا بپائے ‏ غرق بحر اللہ اے مرد خدائے

گفت خوش سلطان باہو این سخن ‏ محو ہو شد رست چوں از خویشتن

جسم خود در اسم اللہ کن نہاں ‏ چوں الف در بائے بسم اے نور جاں

شو مراقب زاں پس اے تیز ہوش ‏ ہمچو گربہ بر سر سوراخ موش

غرق ایں دریا چو گردی لاتخف ‏ نور سرخی[1] آوری از وے بکف

در بیان طور حقیقت رُوح

بعد طور قلب آمد طور روح ‏ قلب کشتی داں روح او را چو نوح

صاحب ایں طور ہست از ممکنات ‏ از توجہ سوئے اسما و صفات

سالکاں را غفلت اینجا کم بود ‏ دل پر آتش چشم شاں پر نم بود

حرف و صورت و لفظ اینجا کے سزاست ‏ زانکہ صرف معنی اے صاحب صفاست

یاد کن بیحرف و صوتش اے عزیز ‏ ایں سخن بشنو تو از عطار نیز

تا بہاو ہو اشارت میکنی ‏ یا بحرف ہا عبارت میکنی

بندۂ حرفے نباید از تو کار ‏ جہد کن تا از رہت خیزد غبار

ہا ز باطن وا و از ظاہر بود ‏ معنی ہو اول و آخر بود

ہا بیفگن واو را آزاد کن ‏ بندہ شو بے ہا و واوش یاد کن

بشنو اکنوں چوں شنیدی ایں کلام ‏ نور زردی[2] نور روح آمد تمام

در بیان طور حقیقت سر

طور سر آمد ز بعد طور روح ‏ ہست سالک را دریں جا صد فتوح

[1] بعضے زرد لکھتے ہیں ۱۲

[2] بعضے نور سُرخ لکھتے ہیں ۱۲

اگر شد از اعضائے سالک اے راہی | باخبر باشند اندر آگہی
چونکہ آگاہی پدید آمد ترا | میشود مشہود در سرت خدا
سرچہ باشد گر سوالت کرد کس | گو مسمے امی شود مشہود بس
خوش بگفتا مولوی آن محو ہو | قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ
رو کہ بے یسمع و بے یبصر توئی | سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی
زنگ او آمد سفید اے یار من | فکر کن در سرا گہ داری سخن

در بیان حقیقت طور خفیہ

طور خفیہ آنکہ از سر تا بپائے | مے شود مستغرق بحر خدائے
موئے موئیت دیدہ گردد در شہود | لیک میباشد شعورت از وجود
زین سبب گفتا جناب مولوی | در کتاب خویش یعنی مثنوی
راست گفتا آن شہ شیرین زبان | چشم گردد موئے موئے عارفان
پس شود نور سیہ بر تو پدید | بر مثال مردم چشم اے سعید
در سیاہی ہست چون آبحیات | زان سیاہ مشہود گردد نور ذات

در بیان حقیقت طوار خفا

بعد طور خفیہ اخفا دان و بس | غیر کامل واقف آن نیست کس
حق تجلی میکند بر تو عیان | اینچنان کز تو نمے ماند نشان
زان تجلی چون شدی فانی تمام | طور اخفا آن شد والسلام
سبز آمد نور اخفے اے جلی | این چنیں کردہ بیان سید علی
شاہ ہمدان آن امام اولیاء | ثانی شاہ ولایت مرتضےٰ
بعد سبزی نور بیرنگی عیان | مے شود مشہود تو بس بے نشان
طی اطوار آمدہ چون در قلم | چار سیر سالکان سازم رقم

ہست ایں اطوار اے جویائے کام   درج در سیر الی اللہ بالتمام

در بیان چار سیر سالک

بعد ازاں سیر فی اللہ مے شود   وانگہاں سیر مع اللّٰہت بود
عاقبت سیر من اللہ ست و بس   جز مکمل واقف آں نیست کس
سیر سالک چوں رسید اینجا نگاہ   مرشد کامل شد از فضل الٰہ
اندریں سیر ست بقا بعد از فناست   چوں فنا گشتی بقا اندر بقاست
درمیان چار سیرت اے پسر   ہم تجلی چار گردد جلوہ گر
ہست در افعال و آثار و صفات   بعد ازاں باشد تجلیات ذات

اور یہ لطائف ستہ شبیہ مقامات بھی ہیں:۔ کھٹ کنول یا کھٹ چکر بطریق یوگ شاستر یہ ہیں یعنے نابھ کنول۔ بن کنول۔ ہر دے کنول۔ بھر کٹی۔ تر کٹی۔ بھنور گپھا۔ اور بعض نے یوں بیان کیا ہے۔ آدھار کنول۔ لنگ کنول۔ نابھ کنول ہردے نول۔ کنٹھ کنول۔ برہمنڈ کنول۔

(راقم) اس اجمال کی تفصیل میں چنانچہ کسی گیانی کا مقولہ ہے۔

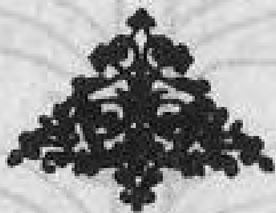
آدھار۔ لنگ۔ نابھو۔ پرکٹت۔ ھِردَیِ۔ تالُ
نشست گاہ   اندام نہانی   ناف   گل شگفتہ   دل   تالو
مُول۔ لِلاتِ۔ دوی۔ پترِی۔ شوڑ۔ شاری
بیخ   پیشانی   دو کلی کا کنول   سولہ کلی کا کنول
دُوی رَش۔ دش دلی۔ دُوارشاڑ دھنی۔ چتشکِی۔ واساتِی
بارہ کلی کا کنول   دس کلی کا کنول   چھ کلی کا کنول   چار کلی کا کنول   واو سے س تک
بال مدیھِی۔ ڈاچرطھ۔ کٹرھہ۔ سہتِی۔ کنٹھہ۔ دیشی
ب سے ل تک   ڈال سے پھی تک   کرسے ٹھی تک   کنٹھہ   مقام

سوراسیہ ھمراکھشم ۔ تتوارتھہ ۔ ٹیکتم سکل

سولہ سر	ہندوگر کے	اوپر	تمام
دل گتم	برن	رویم	نماسمے
پتوں میں	برن	روپ	والسلام

یعنے شگفتہ کنول ۔ ادھار کنول ۔ لنگ کنول ۔ نابھ کنول ۔ ہردے کنول ۔ کنٹھ کنول ۔ برو کنول ۔ دوکلی برو کنول کے ہیں ۔ اور سولہ کنٹھ کنول کی ۔ اور بارہ ہردے کنول کے ہیں ۔ اور نابھ کنول کی ۔ اور چھ لنگ کنول کی چار کلی آدھار کنول کی ۔ پھر حروف شاستر کے ان پتوں میں اس ترکیب سے لکھو کر واد سے س تک ادھار کنول میں ۔ اور ب سے ل تک لنگ کنول میں اور ڈ سے پھ تک نابھ کنول میں اور ک سے ٹھ تک ہردے کنول میں ۔ اور کنٹھ کنول میں سولہ سر ۔ اور برو کنول میں ہم الکھشم لیکن ہر حرف پر نقطہ بھی ضرور لگا دیا جاوے والسلام صورت اس کی یہ ہے ۔

طریق شغل اس طرح پر ہے کہ ہر حرف کو کلی میں سے بتصور اس نلی کے اندر لاوے اور نلی کو ایک ایک دریائے عظیم خیال کر کے برم منڈ تک نیچے سے اوپر لے جاوے اور جب تمام حروف اوپر جمع ہو جاویں تو پھر بترتیب ہر ایک کو اتارے ۔ چند روز میں لطائف جاری و تمام جسم منور ہو جاوے گا ۔



یہاں طالب کو تصور کرنا چاہئے کہ گرو یا پیر تخت پر بیٹھا ہوا مخزن فیضان غیب یک دریا نور کا میرے قلب میں بھرتا ہے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ طریقہ نقشبندیہ میں بعد بیعت تعلیم کا یہ طرز ہے کہ مرید کو شیخ اپنے سامنے بٹھا کر اول لطیفہ قلب کی طرف متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قلب میں اسم ذات کا تصور کرو اور اپنے قلب سے مرید کے قلب میں گرمی پہنچاتا ہے لیکن یہ توجہ پائیدار نہیں جب تک شیخ کے سامنے ہے اور ذکر میں شغل میں مشغول ہے اثر رہتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں اس کی مثال فوارہ کی سی ہے کہ پانی حوض سے آیا تو چلا ورنہ خشک۔ توجہ کے معنی ہیں۔ کسی کی طرف رُخ کرنا مگر اصطلاح صوفیہ میں یہ مراد ہے کہ فیض وگرمی مرید کے دل میں پہنچانا از روئے باطن مرید کی طرف متوجہ ہونا اور ذکر الٰہی کا پرتو اس کے دل میں ڈالنا خواہ اسم ذات کا خواہ نفی و اثبات کا جب لطیفہ قلب سے کہ زیر پستان چپ ہے مرید آگاہ ہو جاتا ہے تب لطیفہ روح پر توجہ کرتے ہیں جو زیر پستان راست ہے جب وہ بھی جاری ہو جاتا ہے تو لطیفہ سر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو قلب و روح میں حائل ہے۔ اس کے بعد لطیفہ نفس پر جو زیر ناف ہے پھر لطیفہ خفی پر جو پیشانی میں ہے پھر لطیفہ اخفا جس کا مقام دماغ میں ہے غرض جب یہ لطائف ستہ جاری ہو جاتے ہیں تو سلطان الاذکار تلقین فرماتے ہیں اور اس وقت اسم ذات ہر بن مو اور گوشت و پوست سے نکلنے لگتا ہے اور اکثر طرح طرح کے انوار و تجلیات کا غلبہ طالب کے دل پر بلکہ تمام وجود پر ہوتا ہے اگر طالب کا ظرف عالی اور حوصلہ فراخ ہے تو ان سب کو نوش کر کے نفی کے تحت میں لاتا ہے اور قدم آگے بڑھاتا ہے اگر کوتاہ نظر و بے استعداد ہے تو جو کوڑی بھول کر کیفیت اذکار کی دولت کھو بیٹھتا ہے البتہ اگر مرید سلطان الاذکار سے اچھے طور پر نکلا اور اس کی کیفیت حاصل کر چکا تو لطائف ستہ کی اثنائے اجرائے میں وجد و جذب ہوتا ہے۔ وجد کی حقیقت یہ ہے کہ جب تصفیہ و تزکیہ باطن ہو جاتا ہے تو پیر و مرشد مرید کی روح کو اپنی روح کے ہمراہ لے کر عرش و کرسی کی جانب پرواز کرتا ہے۔ وہاں گوناگوں انوار و عجائب اسرار مرید کے دل

پر غلبہ کرتے ہیں اور اس کو مدہوش بنا دیتے ہیں۔ جب کہیں سوائے انوار کے کچھ نظر نہیں آتا تو مرید حیران و سرگردان ہو کر واپسی کا ارادہ کرتا ہے لیکن راہ نہیں پاتا ناچار ہائے ہو مچاتا ہے اور نالہ وزاری کرتا ہے۔ تب پیر و مرشد توجہ افاقیہ دیتا ہے اور اس وقت اوسان درست ہو جاتے ہیں۔

اذکار و مراقبات

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرات مشائخ میں لطائف ستہ کی بیداری کے واسطے طرح طرح کے اذکار مروج ہیں۔ مثلاً حدادی، ندائی، دوضربی، سہ ضربی، شش ضربی، پاس انفاس، حبس دم، اسم ذات، نفی اثبات، نظر بر قدم ہوش در دم وغیر ذالک بعد ازاں مراقبات و مکاشفات جو معمول خاندان ہوں تعلیم کرتے ہیں اور ان کے لیے کچھ حد و حصر نہیں ایک مراقبہ یہ ہے کہ مرید کو فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ہر حال و قال میں بصیر و خبیر سمجھو تاکہ ظاہر و باطن میں کوئی حرکت نازیبا سرزد نہ ہو، ایک مراقبہ یہ ہے کہ خدا کو اقرب و نزدیک سمجھو تاکہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ کے معنی ظاہر ہو جاویں ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو بحر میں تصور کرو یعنی سب جگہ راست و چپ زیر و زبر، دریا ہی دریا ہے اور میں اس میں غرق ہوں اس کو مراقبہ بحری کہتے ہیں۔ ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو لق و دق بیابان میں خیال کرو اس کو مراقبہ بری کہتے ہیں، ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے تئیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تصور کرو تاکہ فنائیت و نسبت آنحضرت کے حاصل ہو غرض اسی قسم کے مراقبے اور مکاشفے طالبین سے کراتے ہیں مراقبہ کے معنی یہ ہیں کہ خطرات و خیالات فاسدہ سے خاطر کی نگہداشت کرے اور مکاشفہ کے معنی یہ ہیں ظلمات کے پردے سامنے سے اٹھا دیئے اس کی تفصیل کتب مشائخ میں بہت کچھ ہے۔

سلوک مشائخین زمانہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے زمانہ کے مشائخین کی سیر و سلوک یہ ہے کہ ذات شیخ سے نسبت و فنائیت حاصل ہو جاوے جب ان کو کوئی بات معلوم کرنی منظور

ہوتی ہے تو اپنے شیخ کی برزخ یعنی صورت کی طرف متوجہ ہو کر استعانت و استمداد اپنے کاموں میں کرتے ہیں۔ اور اسی کو کمال فقر جانتے ہیں مگر ذات باری تعالیٰ کی تشبیہات و تنزیہات میں نہ ان کو کچھ دخل نہ اس سے سروکار۔ نہ ہی معرفت و حقیقت کی چاشنی سو اس کی لذت و کیفیت کا حصول معلوم۔ نہ یہ جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں کہاں سے آئے ہیں ہماری اصل کیا ہے اور ذاتِ خداوندی کیا چیز ہے اگر کوئی عالی حوصلہ ہوا تو اس کو برزخ رسول الثقلین حاصل ہو جاتی ہے ورنہ خیر ؎

خود شناسی کار یا شد اے فلاں　　کار دیگر ہیچ و پوچ و ہیچ داں

تا بیفتد بر تو مردے را نظر　　از وجود خود کجا یابی خبر

طریقہ تعلیم کملا ایک روز ارشاد ہوا کہ گروہ کاملین تین قسموں پر منقسم ہے کامل۔ اکمل۔ مکمل۔ کامل اس کو کہتے ہیں جو خود تو صاحب کمال ہو مگر کسی کو فیض و فائدہ نہ پہنچا سکے اس کو لازمی بھی کہتے ہیں اکمل وہ ہے کہ خود بھی صاحب کمال ہو اور فیضانِ باطنی و ہدایت ظاہری سے اوروں کو فائدہ پہنچا دے یہ شخص اوّل سے بدرجہا بزرگ ہوتا ہے۔ مکمّل اس کو کہتے ہیں کہ اوروں کو مشیئت ایزدی اور تقدیر الٰہی کے موافق خواہ گھنٹہ میں خواہ مہینہ میں خواہ سال میں کامل و مکمل بنا دے اور جو کرامات اور مکاشفات اپنی ذات میں رکھتا ہے مرید کو عطا فرما دے ایسا شخص مذکورہ بالا سے بھی نہایت معظم و مکرم ہوتا ہے گروہ کملا کے تعلیم و تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل طالب کو خاندان کے موافق بیعت کر کے ذکر ارشاد فرماتے ہیں خواہ اسم ذات خواہ نفی و اثبات میں مگر اس زمانہ کے مشائخین کی طرح سامنے بیٹھا کر توجہ نہیں دیتے البتہ قلبی توجہ دیتے ہیں جہاں کہیں مرید ہو چاہے ہزار فرسنگ جا ہے میل بھر برزخ اس کے دل میں حلول کر دیتے ہیں اور اس توجہ کا اثر طالب کے دل سے زائل نہیں ہوتا شراب پیئے یا زنا کرے گویا کہ پتھر کی لکیر ہے اس کو ہمیشہ بار گراں و بدستور موجود رہے۔

اقسام توجہ اس ہی گروہ کی توجہ تین طرح کی ہوتی ہے۔ اصلاحی، القائی اتحادی۔ اصلاحی توجہ یہ ہے کہ مرشد اپنی برزخ ہمت کے صابون سے دل مرید کو پاک وصاف کر دے اور اس کے آئینہ دل کی حرارت سے مٹا دے اور اپنی ہمت باطن کو مرید کی تہذیب و آراستگی میں مصروف رکھے القائی توجہ یہ ہے کہ جب ضمیر مرید کی صفائی نہایت کو پہنچ جاوے تو حالات پوشیدہ کی دریافت و استدراک کے واسطے القا کرے یعنی جو کچھ کہنا ہو مرید سے برزخ میں کہے خواہ مرید دور ہو خواہ نزدیک لیکن بعض ہی طالب اس توجہ تک پہنچتے ہیں اتحادی توجہ یہ ہے کہ مرشد یک لخت بغیر تصفیہ و تزکیہ قلب کے مرید کو فیضان باطنی عطا کرے اور خاصہ اس توجہ کا یہ ہے کہ طالب کا برزخ مرشد کی صورت بابرکت کے مشابہ ہو جاتا ہے مگر اس قسم کی توجہ شاذ و نادر ہوتی ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے ایک نان بائی کو دی تھی جو کم ظرفی اور بے استعدادی کی وجہ سے تیسرے دن مرگیا کیونکہ تصفیہ باطن اس کو حاصل نہیں ہوا تھا اگر صفائی ہوتی تو اس توجہ کو برداشت کرتا اور جیسے اس توجہ کے دینے والے خال خال ہوتے ہیں۔ ایسے ہی طالب بھی اس قدر حوصلہ و عالی ظرف کم ہوتا ہے جو اس توجہ کا متحمل ہو ورنہ بیم ہلاکت ہے۔

جب طالب تذکر میں ٹھیک ہو جاتا ہے تو پیر و مرشد اس کو تفکر ارشاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صانع حقیقی کی صنائع و بدائع میں متفکر ہو مثلاً قالب انسان کیسی حکمت و فراست سے بنایا اس کے اندر صدہا بیماریاں اور سینکڑوں آرام رکھے۔ آسمان بغیر ستون قائم کر دیا۔ زمین کو پانی پر پھیلا دیا مینہ کا برسنا نباتات کا اگنا پھول پھل کا پیدا ہونا یہ سب اس کے کمال صنعت کا تماشا پیش نظر ہے اور مرتبہ تفکر میں اکثر طالب کو استغراق و سکر حاصل ہوتا ہے۔ استغراق کے معنی ہیں پانی میں ڈوب جانا اور یہاں یہ مراد ہے کہ حقیقت و معرفت کے دریا میں قصد و نیت کے ساتھ غرق ہونا اور سکر کے معنی ہیں۔

بےہوشی و مدہوشی۔ جب طالب مرتبۂ تفکر و تدبر میں ٹھیک ہوگیا۔ جب

عرفان تو اب عرفان کی تعلیم کرتے ہیں کہ ان تمام ممکنات و موجودات کو وحدۃ الوجود سے خیال کرنا اور ان فروعات کو اصل اصول سے سمجھنا چاہیئے اور تمام وسیلے اور واسطے درمیان سے اُٹھا ڈالنے چاہیئیں اور جو کچھ جان لو کہ اسی کی مشیئت سے کرتے ہیں اور جو آفت و راحت کسی سے پہنچے منجانب اللہ سمجھے جیسے کتے کو کوئی پتھر مارے تو وہ پتھر کو نہیں دیکھتا بلکہ جان لیتا ہے کہ مارنے والا کوئی اور ہے پتھر خود نہیں لگا اسی واسطے پتھر مارنے والے کی طرف دوڑتا ہے۔

رہ عقل بیچ بر بیچ نیست بر عارفان جز خدا ہیچ نیست

عرفان میں بھی استغراق ہوتا ہے لیکن استغراق و سکر منازل مروجہ و مقررہ سے نہیں ہیں۔ بلکہ منازل کے شعبے ہیں جیسے کسی شخص کا ارادہ دلی جانے کا ہے اور جہاں سے چلا ہے دلی سات منزل ہے اب ان منازل کے بیچ میں جو دیہات واقع ہوتے ہیں ان کو منزل نہیں کہہ سکتے بلکہ شعبۂ منازل ہیں۔

توحید مرید نے یہ تین مقام طے کر لیے تو حضرت پیر و مرشد توحید کی ہدایت فرماتے ہیں یعنی اپنے تمام اعمال و افعال احوال و اقوال حرکات و سکنات کو تقدیر الٰہی اور مشیئت ایزدی سے سمجھنا چاہیئے۔ لیکن یہ تعلیم مبتدیوں کے واسطے ہے منتہیوں کی تعلیم یہ ہے کہ تمام ممکنات و موجودات کو مظہر الٰہی بلکہ عین ذات تا متناہی جاننا چاہیئے۔ جیسے ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن کریں تو وہ بھی روشنی میں پہلے کی برابر ہے کچھ فرق دونوں میں نہیں ہے کیونکہ حدوث نے قدم کی خواہش سے کوئی وجودی لباس پہنا اور صورت اختیار کی پھر حدوث قدم سے الگ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ روز ازل سے حدوث و قدم میں یگانگی و اتحادیت کا واسطہ ہے اور ایک لحظہ یا ایک ساعت بھی اس سے جدا نہیں معنی توحید میں ہیں کہ باری تعالیٰ کو بے ہمتا اور یکتا جاننا ہر حال و ہر مقام میں اگرچہ جلایا جاوے یا قتل کیا جاوے۔

چیست توحید آنکہ از غیر خدا　　فرد آئی در خلا و در ملا

اقسام موحدین توحید کے جاننے والے کو موحد کہتے ہیں اور موحدین کی دو قسمیں ہیں ایک موحد حنیف دوسرا موحد تابع۔ موحد حنیف اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ایک جانتے بلا واسطہ انبیاء علیہم السلام کے اور نبی و رسول کی اطاعت اس کے لیے اختیاری ہوتی ہے اور اس قسم کے موحد اکثر جوگیوں کے فرقہ میں ہوتے ہیں اور اگر شاذ و نادر زمرۂ اسلام سے ہوتے ہیں تو دین و اسلام کی پیروی کبھی کبھی کرتے ہیں البتہ دل سے انبیاء علیہ السلام کی رسالت و نبوت کا اقرار و اعتراف رکھتے ہیں لیکن توحید کے غلبہ میں ہوش بجا نہیں رہتے جب سمجھ بوجھ ٹھکانے آتی ہے تو شرع مبین کی حبل متین سے سہارا لیتے ہیں۔ اور موحد تابع وہ ہے۔ کہ اپنے تمام عبادات و معاملات کو شریعت غرا اور ملت بیضا کے موافق رکھے اور کبھی سر مو تجاوز نہ کرے اور اپنے دل میں خداوند تعالیٰ کو از روئے ذات و صفات تابع کو مقام توحید میں اتنے مدہوشی و بیہوشی نہیں ہوتی کہ بے اختیار ہو جائے البتہ اس پر باری تعالیٰ کی واحدانیت اور یگانگی کا غلبہ رہتا ہے جب طالب ان چار مقامات کو طے کر چکا تو مرشد مقام استغنا سے اس کو مشرف فرماتا ہے۔

۵ مقام استغنا استغناء کے معنی ہیں بے پروا ہو جانا گروہ جن و انسان سے اور سب کام خدا کو سونپ دینا۔ اس مقام میں طالب کو استغناء اور بے پروائی اس قدر ہو جاتی ہے کہ بہشت و دوزخ کا خیال بھولے سے بھی اس کے دل میں نہیں آتا اور شادان و فرحان رہتا ہے اور امیر و غریب کو یکساں خیال کرتا ہے۔ جب طالب ان پانچوں مقامات کو طے کر چکا تو حضرت پیر و مرشد اس کو مقام فنا سے معزز و ممتاز کرتے ہیں۔ اور ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام حیوانات و جمادات و زمین و آسمان کو اور میں اور ہم اور یہ اور وہ سب کو نیست و ہالک و منفی خیال کرو کہ بجز ذات لایموت کے سب معدوم و ناپید ہیں۔ صرف ذات واجب الوجود اسی صفت پر جیسی کہ ازل سے قائم ہے

جلوہ گر و ہویدا ہے۔ اوّل طالب کو اس مقام میں دو دو گھڑی تک بیہوشی رہتی ہے اور ایسا حال بہت دنوں تک ہوتا ہے جب طالب کو نفی بحت حاصل ہوئی اور اس کو سہ گیا تو پھر حضرت پیر و مرشد اس کے حوصلہ اور ظرف کے موافق اس مقام کی انتہا تعلیم کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے کوئی حد نہیں لیکن جس وقت یہ حالت درجہ غایت کو پہنچ جاتی ہے تو اسی کا نام محویت ہے۔ الحاصل مرشد کامل کی توجہ و مدد سے جب یہ چھ مقام طالب کو طے ہو جاتے ہیں تو اس کو بقا کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی فنا و محویت سے نکال کر بقا و صحو کی طرف لاتے ہیں اور بقا کے معنی ہیں فنا سے نکل کر قائم ہونا۔ ان مقامات کے بعد مرتبہ وصل ہے لیکن اس کا حصول محض عنایت الٰہی پر منحصر ہے اس میں مرشد کی توجہ اور طالب کی کوشش کو کچھ دخل نہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؎

چون حسن عاقبت نہ برندی و زاہدی ست
آن بہ کہ کارہا بہ عنایت رہا کنند

غرض یہ سات مقام ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور ہر ایک مقام کے سوا ایک شاخ بھی ہے چنانچہ طلب کی شاخ ذکر ہے کہ بے اس کے کچھ ثمر نہیں ملتا۔ دوم مقام عشق کی شاخ تفکر ہے کہ بغیر اس کے کچھ کیفیت نہیں آتی۔ سوم مقام عرفان ہے، اس کی شاخ استغراق و سکر ہے کہ بغیر اس کی معرفت کے حقیقت نہیں کھلتی۔ مقام چہارم توحید اس کی شاخ بیداری ہے۔ پنجم استغنا اس کی شاخ خوشی ہے۔ ششم فنا اس کی شاخ محویت ہے۔ ہفتم بقا اس کی شاخ صحو ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مکاشفہ کی دو قسمیں ہیں ایک کونی اور ایک ذاتی کشف کونی میں انسان پر کل موجودات کا حال علی قدر استعداد کھلتا ہے اور اس میں آہستگی ترقی ہوتی ہے کہ اوّل تو لوگوں کے دلوں کا حال معلوم ہونے لگتا ہے پھر اگر استعداد کامل ہے تو تمام جہان کا حال آئینہ ہو جاتا ہے مکاشفہ

ذاتی اسے کہتے ہیں کہ ذات بحت کی جستجو میں قدم رکھے اور جو انوار و تجلی پیش آئے سب کو ہیچ سمجھے اگرچہ اس میں حیرت و عظمت بہت پریشان و سرگردان کرتی ہے مگر قدم ہمت آگے کو بڑھائے اور صفات ذاتیہ پر کبھی قناعت نہ کرے اسی لیے طالب تنزیہ ہمیشہ سراسیمہ رہتا ہے اور اس کی آتش طلب کبھی فرو نہیں چنانچہ حضرت شبلی کا مقولہ رَبِّ زِدْنِیْ تَحَیُّرًا۔ لیکن اس قسم کے طالب زمانہ بہت کم ہیں۔ اور جو ہیں تو حیران و پریشان ہیں، اور آج کل کے مشائخوں کو تو اس کی ہوا بھی نہیں لگی ہے

راز درون پردہ ز رندان مست پرس کیں حال نیست صوفی عام مقام را

سچ تو یہ ہے کہ ان مقامات کی حقیقت و ماہیت جب سمجھ میں آتی ہے کہ طالب کسی اہل اللہ سے بیعت ہو کر تصفیۂ باطن حاصل کرے پھر نقل مطابق اصل خود ظاہر عیاں ہو جائے گی جب تک کہ طالب عین الیقین میں ہے۔ کیفیت حق الیقین کہاں اور جب تک کہ علم الیقین میں ہے تو منزل مقصود بہت سی دور ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اولیاء اللہ کی بہت سی قسمیں ہیں اگرچہ ٹھیک ٹھیک سوائے ذات پاک کے کوئی بھی نہیں جانتا لیکن مشہور یہ ہیں۔ قطب ارشاد قطب مدار۔ قلندر۔ خضر وقت۔ غوث۔ ابدال۔ اوتاد۔ صوفی ابوالوقت صوفی ابن الوقت۔ قطب لغت میں چکی کی کیلی کو کہتے ہیں۔ جس پر تمام چکی کا مدار ہے ایسے ہی اگر قطب دنیا میں نہ ہوں تو انتظام عالم تباہ و برباد ہو جاوے اور ارشاد کے معنی رہنمائی پس قطب ارشاد سے خلق اللہ کو ہر طرح کا نفع ظاہر اور باطن کا بے حساب پہنچتا ہے۔ قطب مدار وہ ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور بذات خود کامل و اکمل ہو مدار کے معنی ہیں جائے گردش یعنی ساری مخلوقات اس کی گرویدہ ہو اور اپنے کاموں میں اس سے مدد چاہے ہے اور اسی کو قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں اور اس کے بدن میں کسی جگہ ناسور سائی بھی ہوتا ہے قلندر وہ ہے کہ تجرید و تفرید میں یکتا اور بے پروا اور تمام عالم کا حال اس پر

البتہ ہو اور جو وصف کہ عارفوں میں ہونا چاہیئے اس میں بے مثل ہو اور شرط یہ ہے کہ مجذوب بھی ہو اور سالک بھی جیسے حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر تھے یا اس زمانہ میں حضرت جنگو شاہ گزرے ہیں۔ خضر وقت وہ ہے کہ مثل حضرت خضر علیہ السلام کے اس پر علم الدنی منکشف ہو اور اسرار سے واقف ہو اور ایک نظر جس پر ڈالے اس کو کامل کر دے مگر ایسا شخص کسی خوش نصیب ہی کو ملتا ہے اور غوث فریاد رس کو کہتے ہیں یعنی جو بندگانِ خدا کے معاملات میں ظاہراً و باطناً عدل و انصاف فرماتے ہیں ان کی شناخت مشہور ہے کہ جب چاہیں اپنے اعضا جدا کر لیتے ہیں۔ ابدال اگر یہ گروہ نہ ہو تو تمام عالم مسخ ہو جائے اور یہ ستر تن ہوتے ہیں چالیس تو ملک شام میں اور تیس تمام ممالک میں متفرق رہتے ہیں مگر ان سے کچھ کام نہیں نکلتا نہ کچھ فائدہ حاصل ہاں وہ بھی اپنی خدمت پر مامور رہتے ہیں اور ابدال اس لیے کہلاتے ہیں کہ اگر کوئی ان میں کم ہو جاتا ہے تو اوتاد میں سے بدل اس کا مقرر ہوتا ہے۔ اوتاد جمع ہے وتد کی اور وتد کے معنی ہیں میخ یعنی یہ لوگ مثل میخ آہن اپنے مقام پر جمے رہتے ہیں اگرچہ ظاہر و باطن کا فائدہ ان سے محسوس نہیں ہوتا مگر ان کی برکات تمام عالم میں محیط و منتشر رہتی ہیں۔ صوفی ابوالوقت وہ ہے کہ وقت پر قادر ہو یعنی حالت اس کے اختیار میں ہو جب چاہے۔ طاری کرے جب چاہے دور کر دے اور ہوش میں آجائے یہ صوفی ابن الوقت سے بدرجہا اعلیٰ ہوتا ہے مگر ایسے لوگ اس زمانہ میں نہیں ہیں البتہ اگلے زمانہ کے قدما مثل حضرت بایزید بسطامی ان مراتب پر پہنچے ہیں اب ایسے لوگ نظر نہیں آتے اور اگر ہوں گے تو خال خال ہوں گے اس زمانہ کے صوفی اکثر ابن الوقت ہوتے ہیں صوفی ابن الوقت وہ ہے کہ ظاہر و باطن کی صفائی رکھتا ہو اور وقت کا پابند ہو یعنی جب کوئی حال باری تعالیٰ کی طرف سے اس پر وارد ہو تو مدہوش و بےہوش ہو جاوے جیسے کسی کو بخار یا لرزہ چڑھتا اور وہ بے اختیار ہو کر اس کو دور نہیں کر سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مجاذیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو ازلی و دوسری کسبی و بے اختیاری مجذوب ازلی وہ ہے کہ روز ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی ندا سن کر اور بَلیٰ کہہ کر حضرت رب العزت کے مشاہدہ جمال لایزال سے مست ہوگیا اور تمام شہوات و لذات دنیوی و اُخروی کو دل سے دُور کر دیا جب عالم ارواح سے عالم اجسام میں آیا تو اسی طور پر بے خبر رہا۔ اور نیز عالم برزخ میں بھی مست الست جاوے گا ؎

پندار اینکہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز　　چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

مگر یہ مجذوب مقامات مشہورہ سے بے خبر اور سیر و سلوک سے ناواقف ہوتا ہے ہاں جس قدر روز ازل سے اس کو معلوم ہوگیا اسی منزل پر مستقل رہتا ہے اور اکثر مجذوبوں کو مکاشفہ کونی ہوتا ہے نہ مکاشفہ ذاتی، بے اختیاری مجذوب وہ ہے کہ عالم اجسام کے اندر بالکل ہوشیار آیا اور مدت تک سمجھ بوجھ میں رہا لیکن اتفاقاً کسی کامل کا مرید ہوا اور مرشد نے اپنے خاندان کے موافق اس کو تعلیم و تلقین فرمائی جب نوبت سلطان الذکر تک پہنچی اور ہر جانب سے غلبہ انوار ہوا تو بے اختیار ہو کر ہوش و خرد کے جامہ سے باہر نکل گیا اگر سلطان الذکر کا متحمل ہو جاتا تو سالکوں میں سے ہوتا یا اس طرح پر کہ کسی مست و مجذوب کی نگاہ دفعتہً پڑ گئی اور بے قرار ہو کر مست و مدہوش ہوگیا۔ پس اگر اس کا حوصلہ بلند اور توفیق الٰہی رفیق حال ہے تو مکاشفہ کی بہار اور مقامات کی سیر دیکھتا ہے اور تمام منازل کو طے کرتا اور کبھی کبھی ہوش میں آکر ہوشیاری گفتگو کرتا ہے۔ ع

کہ دیوانہ ہے لیکن بات کہتا ہے ٹھکانے کی

اور ایسے مجذوب کو مکاشفۂ صفائی از حد ہوتا ہے اور اس کی طبیعت تشبیہ کی طرف راغب رہتی ہے کہ سالک کا مرتبہ مجذوب سے کہیں بڑھ کر ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی ان رباعیات کا ورد واسطے دفع وسواس اور ازدیاد محبت الٰہی کے بوقت تہجد موجب

منافع کثیر ہے۔

رُباعی

یارب زگناہ زشت خود منفعلم — وز قول بد و فعل بد خود خجلم
فیضے بدلم ز عالم قدس بریز — تا محو شود خیال باطل زدلم

رُباعی

تسبیح ملک را و صفا رضوان را — دوزخ بدرا و بہشت مر نیکان را
دنیا جم را و قیصر و خاقان را — جانان مارا و جانان ما جانان را

رُباعی

اے آنکہ بملک خویش پایندہ توئی — از دامن شب صبح نمایندہ توئی
کار من بیچارہ قوی بستہ شُدہ — بکشائے خدایا کہ کشایندہ توئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان قادریہ و چشتیہ میں ذکر جہر معمول و مختار ہے کیونکہ اس میں ترقی ذوق و شوق ہے لیکن اگر نقشبندی یا سہروردی ذکر جہر کریں تو پہلا ذوق و شوق بھی جاتا رہتا ہے۔ بقول شخصے ؎

کاہو کے من کچھو بسے کاہو کے من کچھ نہ سہائے — آگ پھونگ سے بل اٹھی دیا پھونک بجھ جائے
در حق او مدح در حق تو ذم — در حق او شہد در حق تو سم

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس شعر میں ایک شغل بیان کیا ہے ؎

مے خورد مصحف بسوز د آتش اندر کعبہ زن — ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن!

مے سے مراد عشق ہے اور مصحف جسم انسان کعبہ دل اور بت خانہ تصور شیخ یا رسول یا معشوق اور مردم آزاری سے مراد ہے پلک مارنا۔ اسی طرح اس شعر میں ایک شغل ہے ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

یہی مضمون کبیر صاحب نے فرمایا ہے ؎

دبھوری دیکھ تجھ میں تیرا دھنی، دم کو روک دیدار پاوے[1] راستے سوراخ بینی

دم کو روک اور موول کو بند کر چاند سورج گھیر ایک آوے

نابھ کے سانس سے مستر جپ جپ کرے اور کنول کی کلی پر بھنو بجاوے مقعد ناف چپ سوراخ بینی

کہیں کبیر اگم کی پیڑیاں سن کی یہ سیح کوئی سنتھ جاوے

سلوک مناظا ۱۲

یہ اشعار پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ تم اس شغل کو سمجھے یا نہیں میں نے عرض کیا کہ حضرت میری سمجھ میں نہیں آیا آپ نے ترکیب مذکورہ کے بموجب مجھ کو اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا کہ سورج تو ناک کا داہنا نتھنا ہے اور چاند بایاں اور موول سے مراد مقعد ہے اور یاد رکھو کہ جس طرح گھوڑے کی دونوں باگیں برابر ہوتی ہیں تو سیدھا جاتا ہے اسی طرح جب دونوں نتھنوں سے سانس برابر اور یکساں جاری ہوتا ہے تو دل بھی قائم و ثابت ہو جاتا ہے اور تحرک و سواس و خطرات میں کل الوجود دُور ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ترکیب دونوں سروں کی متساوی کرنے کے بتلائے تو فوراً دونوں برابر ہو گئے اور حقیقت میں دل قائم ہو گیا اور ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور پھر فرمایا کہ اسی باب میں کمال پسر کبیر کرنے بھی فرمایا ہے ؎

آنکھ ناک منہ ڈھانپ کے نام نرنجن لے اندر کے پٹ جد کھلیں جد باہر کے پٹ دے

ایک روز ارشاد ہوا یہ بھی ایک شغل ہے ؎

سن مکھ کر دیدار محل میں پیارا ہے تربینی کے گھاٹ میں مانجھی دھارا ہے

تربینی اس مقام کو کہتے ہیں جہاں تین دریا جمع ہو جائیں اور یہاں مراد ہے دماغ سے یعنی جس وقت التصاق اس شغل کو کرتا ہے تو مقام دماغ میں جس کا نام ہندی

---

[1] یعنی دیکھ اپنے آپ میں اپنے مالک کو اس ترکیب سے کہ دم اور مقعد کو بند کر تاکہ سانس ہر دو سوراخ بینی کا برابر چلنے لگے اور ناف کنول سے کھینچ کر من کنول پر ایسی ضرب لگاؤ جیسے پھول پر بھونرا گونجتا ہے تاکہ ذاتِ الٰہی کا ظہور ہو یہ راہِ سلوک ہے اور توحید کے میدان میں جانا مردوں کا کام ہے ۱۲

برم سنڈ یعنی اخفیٰ ہے تین آنکھیں یکجا جمع ہوجاتی ہیں دو چشم ظاہر اور ایک چشم دل جس کا نام سویدا ہے اس شغل کا نام نرکشی ہے اور اسی کو نصیر محمود بھی کہتے ہیں۔ ترکیب یہ ہے کہ اوّل دونوں آنکھوں کی نظر سر بینی پر قائم کرے چند روز کے بعد پتلی بطرف دماغ چڑھ جائے گی اور چشم دل بھی اسی طرف رجوع کرے گی جب ہر سہ چشم دماغ میں مجتمع ہوجاتے ہیں تو روح کو صعود حاصل ہوتا ہے اور اس صعود کا انجام تین حال سے خالی نہیں اگر طالب کم ظرف اور مرشد ناقص ہے تو پردہ دماغ پھٹ جائے گا۔ اور روح نکل جائے گی اور اگر طالب خود قوی ہے تو برم ہنس یعنی مجذوب بن جائے گا اور اگر مرشد کامل ہے تو روح اس صعود سے نزول کرے گی اور انوار روحانی سے تمام جسم روشن اور منور ہوجائے گا لیکن غذا اس عمل میں نہایت لطیف ہونی چاہیئے جیسے دودھ چاول اور مسکہ گاؤ کا استعمال بھی ضرور ہے ابتدا میں آنکھوں پر بڑا زور پڑتا ہے بتدریج اس کی مشق بڑھایا کرتے کرتے ہیں۔

ایک روز جناب وقبلہ کے حضور میں منشی فضل رسول صاحب نے دو سوال کیے جو میر عباس علی صاحب نے بغرض حصول جواب ارسال کیے تھے۔ سوال اوّل یہ تھا کہ کامل کی کیا شناخت ہے آپ نے فرمایا کہ اوّل تو کامل کوئی ہوا ہی نہیں سب مبتدی رہے یہاں تک کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی چنانچہ خود فرمایا ہے وَمَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ پس جب سب کے پیشوا ایسا ارشاد فرمائیں تو اوروں کی کیا حقیقت ہے ؎

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

اور عرف میں جو کامل و مکمل کہا جاتا ہے سو ہندوستان بھر میں ایک ہی دو کامل ہوں گے اور شناخت نسبت کی اہل نسبت کر سکتا ہے۔ رہا عرفان و حق شناسی اُن کو کوئی کیا پہچان سکتا ہے اور یہ امر سائل سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ کس بات کو کمال سمجھتے ہیں تو اس کا حال بیان کیا جاوے دوسرا سوال یہ تھا کہ کامل کی سیر

کہاں تک ہے اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ سدرۃ المنتہیٰ تک تو خودی قائم رہتی ہے اس کے بعد حال قابل بیان نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لوگوں کے عقائد تین قسم کے ہوتے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہے خدا ہی کے اختیار سے ہے بندہ کا کچھ اختیار نہیں۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ کچھ تو بندہ کا اختیار ہے باقی خدا کا۔ تیسرا گروہ قائل ہے کہ نیکی خدا کی طرف سے ہے اور بدی اپنی طرف سے اگرچہ یہ بات کہی جاتی ہے مگر اصل میں محض جھوٹ ہے جو کچھ ہے اسی کی طرف سے ہے بھلا شیطان کو کس نے پیدا کیا اور اس کو تعلیم کس نے کی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے پیدا کیا اور کس نے تعلیم کی کسی کو شانِ مذلی کی تعلیم دی اور کسی کو شان معزی کی تعلیم فرمائی استاد دونوں کا ایک ہے۔ مصرعہ

بحر وحدانی ست جفت و زوج نیست

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقراء کے دو فرقے ہیں ؎

قومے بجد و جہد نہادند وصل دوست | قومے دگر حوالہ بتقدیر مے کنند

لیکن جد و جہد بھی بدون کشش سرکاری نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر امر تقدیر الٰہی سے وابستہ ہے۔ لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اور اگر انسان غور کرے تو سب کچھ اپنے آپ میں موجود ہے۔

پاس کہوں تو پاس ہے اور دور کہوں تو دور | جان اجان جہان میں سب میں ہے بھرپور
خدا بندہ میں آ کر یوں نہاں ہے | کہ جوں بو گل کی گل کے درمیان ہے!
ایسیں مجھ میں ربط ہے اے ذوق مثل بو و گل | وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

بعض توحید وجودی کے قائل ہیں بعض شہودی کے۔ بعض اتحادی ہیں بعض حلولی کوئی عینی ہے کوئی ظلی کوئی اوست کا قائل ہے کوئی از دست کا کوئی ہمہ اوست کا چنانچہ شیخ عطار فرماتے ہیں ؎

او چو خورشید است ماچوں سایہ ایم | ہمچو نور و سایہ ما ہمسایہ ایم!

لیکن بہتر یہ ہے کہ جو کچھ عبادت و طاعت زہد و ریاضت انسان کرتا ہو اسی میں لگا رہے اہل شریعت کو ورع و تقویٰ اور صوم و صلوٰۃ اور اہل طریقت کو اپنے ذکر و فکر میں مشغول رہنا چاہیے کیونکہ راز بطون نہ کسی پر ختم ہوا اور نہ ہو حدیث از مطرب مے گوئی و راز دہر کمتر جو کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا۔

نیست کس را از حقیقت آگہی　　جملہ میرند باد ست تہی

ایک روز ارشاد ہوا کہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ
کے کیا معنی ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور ہی بیان فرمادیں فرمایا کہ نہیں تم بیان کرو تاکہ تمہارے ذہن کی رسائی معلوم ہو۔ اس وقت کم ترین نے عرض کیا کہ میرے قیاس میں تو یہ معنی آتے ہیں کہ ہر ایک کے لئے ایک کام مقرر ہے اور وہی کام اس کے واسطے طریق موصل الی المطلوب ہے ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند　　میل آن اندر دلش انداختند

یعنی جس کام میں مشغول ہے وہی کام کرتے کرتے فنا ہو گیا جہاں سے آیا تھا وہیں جا پہونچا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ؎ .

حباب وار زبہر نظارہ آمدہ ایم　　کہ سر زنیم و تماشا کنیم و باز رویم

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو مگر واسطے عبادت کے۔ پس کون ہے جو خلاف مرضی خدا کر سکے یعنی خدا نے تو واسطے عبادت کے پیدا کیا اور وہ برخلاف کرے کہ نقش نقاش سے خلاف نہیں کر سکتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص جس کام میں ہے اس کے واسطے وہی عبادت ہے ؎ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

از انم کہ بر سر نوشتی ز پیش　　نہ کم کردم اے بندہ پرور نہ بیش!

رباعی

گر در عملند خلق و گر معزولند　　چون در نگری جملہ بحق مشغولند
در مذہب تست برگزینی کردن　　اینجا کہ منم جملہ جہان مقبولند

کما قال اللہ تعالیٰ - وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ یعنی کوئی جنبندہ نہیں ہے مگر اس کی چوٹی خدا کے ہاتھ میں ہے بدرستی کہ میرا پروردگار راہ مستقیم پر ہے یعنی جس کے ہاتھ میں سب کی چوٹی ہے وہ راہ راست پر ہے تو ظاہر ہے کہ سب راہ راست پر اور سب کا منتہیٰ حق ہے ۔ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۔

چون از و بود ابتدائے ہمہ ۔۔۔ ہم بدو باشد انتہائے ہمہ
چون ہمہ راہ اوست از چپ و راست ۔۔۔ تو بہر رہ کہ میروی او راست
کس کشاند میکشد کا نا الیہ راجعون ۔۔۔ چون روی جائے دگر نگہ غلط باشد جنون

آپ نے فرمایا کہ تم خوب سمجھے یہی معنی ہیں ۔

ہر چند اس کی سمت سوا راہ ہی نہیں ۔۔۔ تسپر بھی حیف یہاں کوئی آگاہ ہی نہیں
کہتے ہو یوں کہ ہے وہی ہادی وہی مضل ۔۔۔ تو راہ پر ہیں سب کوئی گمراہ ہی نہیں

حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ مَا مُرَادُ الْحَقِّ بِالْخَلْقِ ۔ یعنی اللہ کی مراد خلقت کے پیدا کرنے میں کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ مَا عَلَيْهِمْ جَرَتْ یعنی یہی مراد حق ہے جو خلق پر گزر رہا ہے ۔ ؎

مومن و ترسا جہود و گبر و منع ۔۔۔ جملہ را رو سوئے آن سلطان الغ ا
مومن و ترسا جہود و نیک و بد ۔۔۔ جملہ گان را ہست رو سوئے احد
صورت از بیصورتی آمد برون ۔۔۔ باز شد انا الیہ راجعون

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طالب خدا تھا۔ جہاں کسی فقیر کو سنتا اس کی خدمت میں حاضر ہوتا اسی وتیرہ پر بزرگان دین کی خدمت میں پھرتے پھرتے ایک مدت گذر گئی لیکن حصول مقصود کے آثار کچھ نظر نہ آئے ناچار سب سے امید منقطع کی اور جنگل میں ایک درخت کے تلے اس نیت سے جا بیٹھا کہ بس اب خدا کو خدا سے طلب کریں گے ؎

سرمد اگر ش وفاست خود مے آید ۔۔۔ در آمدنش روا ست خود مے آید

بیہودہ چرا درپے او مے گردی — بنشین اگر او خداست خود مے آید

مالاؔ جیون نہ کر جیوں اور مکھ سے کہوں نہ رام — مورا رام مجھ کو جپے تو میں پاؤں بسرام[1]

مراقب ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ زمانہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا حضرت کے پاس ایک گھوڑی تھی خیال آیا کہ اس کو پانی پلانا چاہیے اس لئے سوار ہو کر دریائے دجلہ کی طرف چلے لیکن گھوڑی نے جنگل کی راہ لی ہر چند روکا نہ رکی گمان کیا کہ کچھ سر الٰہی ہے اس کو مطلق العنان کر دیا چلتے چلتے پہر بھر کے بعد اس درخت کے پاس پہنچے جہاں وہ طالب دل سوختہ بیٹھا تھا اس وقت حضرت کو دریافت ہوا کہ اسی طالب کی کشش تھی ایک نگاہ میں مقصد اس کا پورا کیا ؎

سالہا بردند مردان انتظار — تا یکے را بار شد از صد ہزار

پھر حضرت جنید نے اس طالب سے ارشاد کیا کہ تم جانتے ہو میں کون ہوں اس نے جواب دیا آپ میرے پیر و مرشد اور رہنما ہیں حضرت نے فرمایا اگر تم کو اس راہ میں پھر کبھی قبض واقع ہو اور حیرانی پیش آوے تو بغداد میں میرے پاس چلے آنا اس نے جواب دیا کہ حضرت اب میں آپ کے پاس آیا ہوں یا آپ میرے پاس میں تو ایسے کا دروازہ پکڑ کے بیٹھا ہوں کہ اگر اس سبق کا معاملہ پھر بھی پیش آیا تو کسی اور کی گردن پکڑ کے بھیج دے گا۔ مجھ کو کسی کی پروا نہیں آپ نے فرمایا کہ شاباش اس راہ میں طالب کو ایسا ہی چاہیئے ایک در گیر محکم گیر ؎

ہم مٹ گئے تو صورت ہستی نظر پڑی — ویران جب آپ ہو گئے بستی نظر پڑی

دیکھا تو خاکسار ہی عالی مقام ہیں — جوں جوں بلند ہوئے پستی نظر پڑی

حضرت جنید حقیقت میں بڑے فیاض تھے اور سالا آپ سے بہت کچھ فیض ہر لئے چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز مسجد میں تھے ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت آپ کا واعظ شہر ہی میں کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے آپ نے حال پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ چند

[1] مالا۔ تسبیح جیون یاد کردن کر۔ ہاتھ۔ مکھ منہ۔ رام خدا۔ بسرام۔ آرام آرام یعنی نہ تسبیح پر پڑھوں نہ ہاتھ پر نہ منہ سے خدا کہوں بلکہ میرا خدا مجھ کو یاد کرے تو میں آرام پاؤں۔

اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر راگ رنگ میں مصروف اور دور شراب سے سرمست ہیں آپ اسی دم تنہا کھڑے ہو گئے اور منہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی جب قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے فرمایا کہ بھاگو مت میں بھی تمہارا مشرب ہوں اور اسی واسطے آیا ہوں وہ لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے آپ نے فرمایا کہ یارو ہمارے واسطے بھی لاؤ شہر میں تو پی نہیں سکتے آج حال سن کر پوشیدہ طور پر یہاں آئے ہیں کہ یاران ہم مشرب میں چل کر پئیں گے ان لوگوں نے کہا کہ حضرت ہم کو یہ معلوم ہوتا تو ہمیشہ آپ کو پلایا کرتے افسوس ہے کہ اس وقت کچھ بھی شراب باقی نہیں ہے، فرمائیے تو شہر سے منگائی جاوے۔ حضرت نے فرمایا تم کو کوئی ایسی بات نہیں آتی کہ شراب خود بخود آجایا کرے وہ بولے کہ صاحب یہ کمال تو ہم میں نہیں ہے فرمایا کہ آؤ میں تم کو ایسی بات سکھلادوں کہ شراب خود آجائے پھر شراب کا مزا دیکھو وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتلا دیجئے کہا کہ اچھا اوّل نہاؤ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ سب نے غسل کیا کپڑے دھوئے اور پاک صاف ہو کر موجود ہوئے تب فرمایا کہ سب دو دو رکعت نماز پڑھو جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو آپ نے دعا مانگی کہ بارے خدایا میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ آپ کے حضور میں ان کو کھڑا کر دیا اب تم کو اختیار ہے۔

ہمت مرداں مدد خدا حضرت کی دعا قبول ہوئی اور وہ سب کے سب کامل ہو گئے ؎

فضل ساعت کار صد سالہ کند — نار ابراہیم را لالہ کند

ذرہ سایۂ عنایت بہتر ست — از ہزاراں کوشش طاعت پرست

کہتے ہیں کہ حضرت جنید کے انیس[19] خلیفہ ہوئے ہیں کہ ہر ایک ان میں سے بہتر و برتر تھا اور سوائے ان کے اور بہت لوگوں کو حضرت سے فیض پہنچا ہے۔

ایک روز اتفاق ہوا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مع اپنے رفقاء کے جہاد میں گئے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ گیارہ محافہ لئے ہوئے فرشتہ کھڑے ہیں اور حوریں ان کے گرد ہیں خیال آیا کہ گیارہ شہید ہوں گے

چنانچہ ایک رفیق شہید ہوا تو ایک محافظ غائب ہو گیا پھر تو یقین ہوا کہ بالضرور ہمارے واسطے بھی شہادت ہے۔ غرضیکہ اسی طرح دس یار تو شہید ہو گئے اب حضرت جنید کی باری آئی ایک یہودی آکر مقابل ہوا اور ان کو پہچان کر بولا کہ حضرت آپ کہاں طالب خدا کو لڑائی جھگڑے سے کیا سروکار فرمایا۔ کہ میاں تم دیکھتے نہیں ایک محافظ لئے ہوئے فرشتے موجود ہیں دس محافظ تو میرے رفیقوں کو لے کر غائب ہو گئے یہ ایک میرے واسطے باقی ہے اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو مجھے بھی ایمان تلقین کرو۔ وہ مسلمان ہو کر اسی دم کفار سے لڑا اور شہید ہو کر اس بقیہ محافظ میں رہا نہ بہشت ہوا حضرت کو الہام ہوا کہ جاؤ تم اپنا وہی کھر پا جالی سنبھالو ناچار واپس تشریف لائے اور اپنی تسبیح پھرانے لگے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ پہلے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیعت ہوئے دیگر ان کی بیعت اور ثابت ہے اور تین سو ساٹھ بزرگوں سے ملے ہیں لیکن باوجود اس جہد و کوشش اور ملاقات کاملین کے مقصود دلی کو نہ پہنچے جب پھرتے پھرتے ناچار ہوئے اور اس بے نشان کا کہیں نشان نہ پایا تو یہ خیال آیا کہ خیر خدا نہ ملا تو چلو خانہ خدا ہی کی زیارت کریں چنانچہ مولانا روم صاحب رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ؎

سوئے مکہ شیخ امت بایزید	از برائے حج و عمرہ میدوید!
او بہر شہرے کہ رفتی از نخست	مر عزیزان را بکردی بازجست
گرد میگشتی کہ اندر شہر کیست	کو برارکان بصیرت متکی ست
گفت حق اندر سفر ہر جا روی	باید اوّل طالب مردے شوی
قصد گنجی کن کہ این سود و زیاں	در تبع آید تو آنرا فرع دان!
بایزید اندر سفر جستی بسے	تا بیابد خضر وقت خود کسے
دید پیرے با قدے ہمچوں ہلال!	بود در وے فرّ و گفتار رجال
دیدہ نابینا و دلے چون آفتاب	ہم چو پیلے دیدہ ہندوستان بخواب

چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب — چون گشاید آن نبیند این عجب

پس عجب در خواب روشن میشود — دل درون خواب روزن میشود

آنکہ بیدارست و بیند خواب خوش — عارف ست و خاک او در دیدہ کش

بایزید او را چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود و در خدمت شتافت

پیش او بنشست می پرسید حال — یافتش درویش و ہم صاحب عیال

گفت عزم تو کجا اے بایزید — رخت غربت را کجا خواہی کشید

گفت قصد کعبہ دارم از پگاہ — گفت ہین با خود چہ داری زاد رہ

گفت دارم از درم نقرہ دویست — نک ببستہ سخت بر گوشہ ردیست

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار — وین نکوتر از طواف حج شمار

وان درمہا پیش من نہ اے جواد — دانکہ حج کردی و حاصل شد مراد

عمرہ کردی عمر باقی یافتی! — صاف گشتی بر صفا بشتافتی!

حق آن حقی کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است

کعبہ ہر چندی کہ خانہ بر اوست — خلقت من نیز خانہ سر اوست

تا بکرد آن خانہ را در وی نرفت — واندرین خانہ بجز آن حی نرفت

چون مرا دیدی خدا را دیدۂ — گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ

خدمت من طاعت و حمد خداست — تا نپنداری کہ حق از من جداست

چشم نیکو باز کن در من نگر! — تا ببینی نور حق اندر بشر!

کعبہ را یکبار بیتی گفت یار — گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار؟

بایزیدا کعبہ را دریافتی!! — صد بہا و عز و صد فر یافتی!

بایزید آن نکتہ ہا را ہوش داشت — ہمچو زرین حلقہ اش در گوش داشت

آمد از وی بایزید اندر مزید — منتہی در منتہی آخر رسید!

غرض یہ ہے کہ حضرت بایزید سالہا سال جد و جہد میں رہے اور طلب و تلاش میں عمر گزاری اور کچھ حاصل نہ ہوا لیکن قسمت میں تو یوں تھا کہ ایک مرد خدا آنکھوں کے اندھے

گانٹھ کے پورے مل جاویں گے اور دم زدن میں ان کو کامل بنا دیں گے ؎

علم انوراست درجان رجال — نے زراہ دفتر و نے قیل و قال

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی سہارنپور تشریف لے جایا کرتے تھے اس زمانہ میں جلال الدین تھانیسری بڑے متبحر عالم تھے اکثر آپ کے مریدوں سے بایں کلام خطاب کرتے کہ تمہارا پیر نچنیا آیا ہے ایک بار مریدوں نے حضرت کے روبرو یہ شکایت پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر پھر کبھی مولوی صاحب یہ بات فرماویں تو یوں کہنا کہ ہمارے پیر ناچتے بھی ہیں اور نچا بھی دیتے ہیں اتفاقاً اس محفل میں سے ایک شخص باہر نکلا اور مولانا جلال الدین سے ملاقی ہوا تو انہوں نے حسب عادت یہی سوال کیا کہ کیوں میاں تمہارے پیر نچنیے آگئے اس نے جواب دیا کہ ہاں صاحب ہمارے پیر ناچتے بھی ہیں اور نچا بھی دیتے ہیں اتنا کلام سنتے ہی مولوی صاحب نے کپڑے پھاڑ جنگل کی راہ لی کئی دن کے بعد ہوش آیا تو یہ شعر لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا ؎

کر کانپے لیکھن ڈگے اور روم روم تھرائے
سدھ آوت چھاتی پھٹے جو پاتی لکھی نہ جائے

حضرت نے اس کے جواب میں لکھا ؎

پیتم پتیاں جب لکھوں کہ جو تم ہو بدیس
تن مورا من مورا نین مورا تن کو کیا سندیس

اسی وقت جلال الدین صاحب حاضر ہو کر مرید ہوئے اور خلافت حاصل کر کے گوشہ صحرا میں جا بیٹھے۔

ے کر ہاتھ۔ لیکھن۔ قلم۔ ڈگے گرے ہے۔ روم بال تھرا ہی کانپے۔ سدھ۔ ہوش آوت آئے۔ چھاتی سینہ یعنی ہاتھ اور تمام بدن لرزہ میں ہے قلم ہاتھ سے گرجاتا ہے خط لکھوں تو کس طرح لکھوں جب ہوش آتا ہے تو فراق میں سینہ شق ہوتا ہے ۱۲ ؎۲ پیتم دوست پتیاں خط۔ بدیس دور یعنی اے دوست خط انکو لکھا کرتے ہیں جو دور ہوا در جو تن من اور آنکھوں میں ہو اس کو کیا پیغام دیا جاوے پہلے مصرعہ میں حرف ندا مقدر ہے ۱۲

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا ایک مرید دہلی کو جانے لگا بوقت روانگی عرض کیا کہ حضرت دہلی کے شاہ ولایت کا پتا بتلا دیجئے ان سے ملوں آپ نے فرمایا کہ عصر کے وقت فلاں بازار میں لکڑیوں کا ایک گٹھڑ لے کر آئے گا اور یہ شکل و شباہت ہے، جب یہ شخص دہلی پہنچا بموجب نشان کے پایا اور دور سے کھڑا ہوا دیکھتا رہا اتنے میں ایک سپاہی نے گٹھے کی قیمت پوچھی یہ بولے کہ چار ٹکے اور چار کوڑی وہ بلا کرلے گیا لکڑیاں ڈلوالیں اور چار ٹکے حوالے کئے چار کوڑی پر تکرار ہوئی سپاہی نے مار پیٹ کر نکال دیا ناچار گھر پہنچے اور وہ چار ٹکے بیوی کو دیئے وہ جھلائی اور ان کی خوب درستی کی تھوڑی دیر بعد سر سہلاتے ہوئے باہر نکلے تو اس مرید گنگوہی نے جو اس تمام معاملات سے متعجب کھڑا تھا پوچھا کہ حضرت آپ کا ایسا تو عالی رتبہ اور یہ کیفیت اوقات کیا بھید ہے جواب دیا کہ میاں یہ رتبہ ہم کو اسی نیک بخت تند مزاج بیوی کے طفیل سے نصیب ہوا ہے کیونکہ ہمیشہ اس کے ظلم سہتا اور صبر کرتا ہوں، میرا یہ دستور ہے کہ جب لکڑیاں لاتا ہوں تو اس سے دریافت کرلیتا ہوں کہ بول آج کتنے کو بیچوں جو کچھ وہ کہہ دیتی ہے تعمیل کرتا ہوں اگر اس میں فرق پڑا تو میرا یہ حال ہوتا ہے جو تم نے دیکھا آج چار ٹکے اور چار کوڑی کی فرمائش ہوئی تھی جس کے لئے دو جگہ کی مار بھگتنی پڑی ہے

راجہ دیکھا پرجا دکھیا جوگی کو دکھ دو ناری

کہے کبیر سنو بھائی سادھو کوئی منہ نہیں سو ناری

ایک روز فرمایا کہ جب شیخ جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ بعد حج مدینہ منورہ میں پہنچے اور بوقت معاودت حصول رخصت کے واسطے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر حاضر ہوئے تو آواز آئی تھی کہ اپنے پیر بدعتی کو ہمارا سلام کہہ دینا جب شیخ جلال اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی کہ بوقت رخصت روضہ رسول مقبول سے یہ آواز آئی تھی کہ اپنے پیر سے ہمارا اسلام کہہ دینا یہ سن کر حضرت عبد القدوس بولے کہ نہیں جس طرح ارشاد ہوا ہے وہی الفاظ کہو آپ نے بحکم الامر

فوق الادب اسی طرح بیان کیا یہ سنتے ہی حضرت کو ایک حالت وجد پیدا ہوئی اور بار بار حافظ کے اس شعر کو پڑھتے رہے ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نیکو گفتی | جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

تین روز تک یہی عالم رہا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مولانا رکن الدین خلف حضرت عبدالقدوس گنگوہی نے علوم ظاہر کی تحصیل سے فراغت پائی اور دستار فضیلت بندھ چکی تو ایک شخص نے حضرت عبدالقدوس کو مبارک باد دی فرمایا کہ کیا تم اس بات کی مبارک باد دیتے ہو کہ رکن الدین کسی خاکروب پر عاشق ہوا ہے، اور ان کی نسبت نہایت ناراضی اور غصہ کے الفاظ فرمائے شیخ جلال الدین صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ حضرت صاحبزادہ کے حال پر بجائے خفگی ایسی عنایت ہی کیوں نہیں ہوتی کہ پاک و صاف ہو جاویں غرض صاحبزادہ بلائے گئے حکم ہوا کہ ہمارے پاؤں دباؤ جب وہ پاؤں دبانے بیٹھے تو حضرت نے اپنے کف پا کو ان کے سینہ پر ملنا شروع کیا وہ بولے کہ حضرت حدیث میں آیا ہے کہ حافظ قرآن اور عالم کے سینہ پر مہر نبوت ہوتی ہے فرمایا کہ ہاں میں اس کو مٹاتا ہوں پھر آپ نے نقاب اٹھا کر ایک نظر ان پر ڈالی تو لوٹ پوٹ ہو گئے اور بے ساختہ یہ رباعی زبان پر جاری ہوئی۔

رباعی

عاشق و عشق و بت و دیگر و عیار یکے است | کعبہ و دیر و مساجد ہمہ جا یار یکے ست

گر درائی بچمن وحدت و یکرنگی بین | کہ در آں عاشق و معشوق گل و خار یکے ست

جب یہ حال دیکھا تو حضرت عبدالقدوس نے شیخ جلال کو جو کہ آپ کے خلیفہ تھے ارشاد کیا کہ رکن الدین کو ہر روز گوشت مرغ کھلاتے رہو تا کہ حالت قرار ہو جاوے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء | بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی | چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

نا سکھ[1] گھوڑے پالکی نا چتر کی چھانہہ　　یا سکھ ہر کی بھگت میں یا سکھ سنتوں ماننہہ
سر[2] پر نر پر ناگ پر تینوں پور ن سکھ نہہ　　یا سکھ ہر کی بھگت میں یا سکھ سنتوں ماننہہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طالب عبدالقادر نام کسی رسالہ میں ملازم تھے انہوں نے اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ مجھ کو کچھ فیض ہوگا یا نہیں مرشد نے ایک ترکیب استخارہ کی بتلائی تو ان کو معلوم ہوا کہ ایک شیر نے میرا پیٹ چاک کیا اور تمام آنتیں وغیرہ کھا گیا صبح کو پیر کے سامنے حال بیان کیا انہوں نے کہا کہ تم کو کسی مجذوب سے فیض ہوگا۔ اتفاقاً کچھ مدت بعد ان کا رسالہ پانی پت میں آیا بعد عشاء خیال ہوا کہ قلندر صاحب کی زیارت کر لینی چاہیے ایسا نہ ہو کہ کل کو رسالہ کا کوچ ہو جاوے کوئی بارہ بجے کے قریب آئے اس وقت مزار کا دروازہ مقفل تھا باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگے آواز آئی کہ عبدالقادر اندر چلے آؤ عرض کی کہ حضرت دروازہ مقفل ہے پھر آواز آئی کہ تمہارے واسطے نہیں ہے آجاؤ ہاتھ لگایا تو قفل کھل گیا اندر جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ قلندر صاحب قبر پر سوار ہیں اور ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا رکھا ہے اول اس میں سے قلندر صاحب نے خود پیا پھر ان کی طرف اشارہ کیا کہ لو عبدالقادر پیو یہ بھی پی گئے قریب صبح باہر نکلے تو ایک جاروب کش نے جو کہ بارہ برس سے مزار فیض آثار کی جاروب کشی میں مصروف تھا چشم بصیرت سے ان کی حالت کو دیکھا اور بولا کہ دہائی ہے خدا کی کہ بارہ برس والے کا تو خیال نہ ہوا اور ایک رات والا دولت قلندری لوٹ لے چلا عبدالقادر کی زبان سے نکلا کہ داتا دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے کہنا تھا کہ جاروب کش کا پیٹ پھٹا اور وہ مر گیا قلندر صاحب نے ان کو پھر بلایا اور فرمایا کہ کیوں صاحب پہلے ہمارے ہی آدمی پر وار کیا اب تمہاری زبان چلی

---

[1] سکھ آرام چھانہہ سایہ۔ ہر خدا۔ بھگت یاد۔ سنت۔ فقیر۔ یعنی آرام نہ گھوڑے پر نہ پالکی میں نہ سایہ چتر میں آرام ہے تو خدا کی یاد میں ہے یا صحبت فقرا میں ۱۲۔

[2] سر پر نر۔ عالم بالا نر پر عالم ملک یعنی زمین ناگ پر تحت الثریٰ یعنی عالم بالا اور زمین تحت الثریٰ ان تینوں جگہ میں آرام نہیں اگر ہے تو خدا کی یاد میں یا فقراء کی صحبت میں ۱۲۔

کی نہیں رہی ذرا سوچ سمجھ کر بات کیا کرو انہوں نے عرض کیا کہ حضور سے تلوار عنایت ہوئی تو اس کی آزمائش بھی ضرور تھی پھر عبدالقادر قلندر ایک گوشہ صحرا میں جا بیٹھے اور جاروب کش دفن کیا گیا چنانچہ اس کی قبر قلندر صاحب کے والدین کے مقبرہ میں تکم چاک موجود ہے بند کرنے سے بند نہیں ہوتی۔

ایک روز کسی شخص نے عدم حصول کی شکایت پیش کی تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی کہ حضرت عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ تشنگی طلب میں جا بجا پھرتے رہے مخدوم جلال الدین کبیر اولیا کا نام سن کر پانی پت میں آئے اس وقت مخدوم صاحب قوالی سن رہے تھے چونکہ حضرت عبدالحق عالم باعمل اور متبع شریعت غرا تھے یہ بدعت دیکھ کر واپس چل دیئے دن بھر قطع مسافت کی شام کو پہنچے تو وہی پانی پت تین روز یہی کیفیت رہی چوتھے دن چلے تو جنگل میں ایک آدمی نظر آیا اس سے پوچھا میاں ہم راہ بھول گئے ہیں ہم کو راہ بتا دو وہ بولا کہ صاحب راہ تم ڈھونڈتے ہو وہ تو مخدوم جلال الدین کے دروازہ پر ہے آخر واپس ہوئے اور مخدوم صاحب کی خدمت میں آکر بیعت کی مخدوم صاحب نے اسی دم خرقہ خلافت عطا فرمایا اور رخصت کیا شاہ عبدالحق صاحب نے عرض کی کہ حضرت مجھ کو تو کچھ بھی علم انکشاف نہ ہوا فرمایا کہ صاحب جو حکم تھا ہم اس کی تعمیل کر چکے آگے کھلنا نہ کھلنا خدا کے اختیار ہے ہمارے بس کی بات نہیں ؎

اوست مہر ہر پادشہ را بادشا حکم اور ایفعل اللہ باشا!

اس کے بعد شاہ عبدالحق صاحب چالیس برس تک فقیروں کے پاس پھرتے رہے لیکن کچھ حصول نہ ہوا ناچار مرنا اختیار کیا اور ایک قبر کھود کر اس کے اندر بیٹھ گئے صرف ایک سوراخ آمد ہوا کے لئے رکھا باقی تمام منفذ بند کر کے چلہ کیا بفضل خدا کشایش مقصود ہو گئی۔

آب کم جو تشنگی آور بدست تا کہ جوشد آب از بالا و پست!

پس اسی پر قیاس کر لو ہم کو جو بتلانا تھا بتلا چکے اگر تم کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو

چھوڑ دو نقل ہے کہ حضرت ذوالنون مصری کے ایک مرید نے بیحاصلی کا گلہ کیا آپ نے فرمایا جو کچھ پڑھتے ہو سب چھوڑ دو ؎

بابے سر و پا ئم تو ہم بے سر و پا باش
بگذار نمد تکیہ و بے تکیہ گدا باش!

اس نے سب ورد و وظائف ترک کئے لیکن عشاء کی نماز کے صرف چار فرض پڑھ کر سو رہا خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی فرمایا کہ گھبراؤ مت اور اپنے پیر قطاع الطریق سے کہدو کہ تم لوگوں کو گمراہ کرتے ہو یا ہدایت صبح دم کیفیت معاملہ حضرت ذوالنون سے گذارش کی بولے کہ شاید تم نے فرض پڑھے تھے ارے کمبخت اگر فرض بھی نہ پڑھتا تو خود سرکار تشریف لاتے خیر اب ہم کچھ نہیں کہہ سکتے زبردست کا واسطہ درمیان ہے تم جانو اور وہ جانیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جہانگیر بادشاہ کو شاہ جین ڈھڈھا کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا جو لکڑی کا ایک گھوڑا بنائے اس پر سوار پھرا کرتے تھے وزراء نے کہا کہ حضور وہ تو لڑکوں میں کھیلتا رہتا ہے اس کے پاس جانا مناسب نہیں۔ اتفاقاً رات کے وقت وہ فقیر محل شاہی کے جھروکے کے تلے آنکلے کسی نے بادشاہ کو خبر دی اس نے جھٹ پٹ کمند لٹکادی اور شاہ صاحب کو اوپر کھینچ لیا اس وقت بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا خدا آپ کو کیسے ملا کہا جیسے تو بادشاہ بولا میں کیسے ملا کہا کہ جیسے خدا تب بادشاہ نے کہا کہ اس معما کا مطلب سمجھائیے فرمایا کہ سنو اگر میں تم سے ملاقات کرنی چاہتا تو پہلے دربانوں سے ملتا پھر اہلکاروں کی التجا کرتا پھر امیروں وزیروں کی خوشامد کرتا نہا دھو کے معقول لباس پہن کر حاضر ہوتا پھر نہیں معلوم کہ اس وقت کے بعد بھی آپ کا جی ملنے کو چاہتا یا نہ چاہتا لیکن جب خود تمہارا جی چاہا تو بے راہ گھسیٹ لیا کسی کو خبر نہ ہوئی ؎

کیسی گلی رقیب کی کیا طعن اقربا
تیرا ہی جی نچا ہے تو باتیں ہزار ہیں

اس حکایت کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ اسی طرح فقراء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اکتسابی جو درجہ بدرجہ سلوک طے کرتے ہیں اور ایک وہبی کہ جذبہ غیبی ان کو آن

کھینچ لیتا ہے ؎

جب لاگیں برسن کے چاؤ! بچھوا دیکھیں نہ پردا باد!

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں کلن شاہ حضرت میرزا جان جاناں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مرید بلکہ خلیفہ تھے۔ جب حج کو چلے تو راہ میں خیال آیا کہ مرد خدا کو تلاش کرنا چاہیے۔ ؎

گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اول طالب مردے شوی
گر سفر داری بدین نیت برو — در حضر باشد اندیں غافل مشو
در بدر میگرد دمے رو کریکو! — جستجو کن جستجو کن جستجو!
رو بجست اندر پناہ مقبلے — تو کہ آزادت کند صاحبدلے
تا توانی زاد لیا رو بر متاب — جہد کن واللہ اعلم بالصواب!

غرض جہاں جاتے یہی تلاش رہتی جب مکہ اور مدینہ کی زیارت سے واپس ہو کر سورت میں پہنچے تو جنگل میں ایک بزرگ سے ملے جو خضر وقت تھے۔

ہمچو اسرافیل کا وازش بفن — مردگان را جان در آرد در بدن!
اولیا را در درون ہم نغمہ ہاست — طالبان را زان حیات بے بہاست
ہین کہ اسرافیل وقت اند اولیاء — مردہ را زیشان حیات ست و نما
جانہائے مردہ اندر گور تن — بر جہد ز آواز شان اندر کفن
یک زمانے صحبتے با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر بری — چون بصاحب دل رسی گوہر شوی
مہر پاکان درمیان جاں نشاں — تن مدہ الا بمہر دل خوشاں!
دل ترا در سوئے اہل دل کشد — تن ترا در حبس آب و گل کشد

یعنی جب عشق کی برسات ہونے لگتی ہے تو پھر بچھوا کی ہوا سے نہیں رکتی نفعل اللہ یونیر مایشاء ۱۲۔

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلی ... رو بجو اقبال را از مقبلی!
دست زن در ذیل صاحب دولتے ... تا ز افضالش بیابی دولتے!
صحبت صالح ترا صالح کند ... صحبت طالح ترا طالح کند!

کئی مہینے تک ان کے پاس رہے ایک دن ان بزرگ نے فرمایا کہ آج تمہارے پیر کو ایک شخص نے تراہین سے شہید کیا ہے جنازہ کی تیاری ہے اگر نماز پڑھنی چاہو تو ہم پہنچا دیں میاں کلن شاہ نے عرض کیا کہ بہت اچھا انہوں نے سر پہ ہاتھ رکھا تو شاہ صاحب دہلی داخل ہوئے یار دوستوں سے ملے جنازہ کی نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو انہوں نے سر پر سے ہاتھ اٹھالیا پھر وہیں موجود تھے چند روز کے بعد عرض کیا کہ حضرت میرا ارادہ وطن کا ہے فرمایا کہ اچھا رخصت تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو اگر اپنے جیسا بننا چاہتے ہو تو دہلی تک پہنچتے پہنچتے ہو جاؤ گے اور جو مجذوب ہونا چاہو ہو تو ابھی لو اور اگر ہم جیسا ہوا چاہتے ہو تو ایک سال ہمارے پاس رہو اب تم سمجھ لو یہ تیر لگا ہوا پھر کسی سے نکلنے کا نہیں میاں کلن شاہ نے جواب دیا کہ حضرت جو ہونا ہے اسی وقت عنایت ہو جائے کہا بہت اچھا لو۔ دفعتہً جو القا کیا تو ہوش و حواس جاتے رہے ؎

ست گر ایسا چاہیے جو صیقلی گر سا ہو ... جنم جنم کے مورچے جو پل میں دیوے کھو
نین چھپائے نا چھپیں پٹ گھونگٹ کی اوٹ ... چتر نار اور سورماں کریں لاکھ میں چوٹ
ست گر میرا سورما کرے شبد کی چوٹ ... مارے گولہ پریم کا ڈھے بھرم کا کوٹ
سات پانچ گرو کھیئے لوٹئے! ... بھرم مٹاوئے ست گرسوئی
چشم بتو آتش وہ دو جو نرم ہم حک شد ... ہر چیز کے در کان نمک رفت نمک شد
پریم نگر میں گھل گیو جیسے نیر میں لون ... لون گلا پانی بھیا پھنے بنا دے کون
چلے پوتلی لون کی تھاہ سندھ کا لین ... آپ ناتھ آپون ملے پھر کو کہے جو بین
این چنین جو یائے درگاہ خدا ... چون خدا آید شود جوینده لا
سالکان را تند در میدان درد ... تا فنائے عشق با مردان چه کرد

سالہا بر دند مردان انتظار! تا یکے را بار شد از صد ہزار
چون پس از عمرے بمقصودے رسید غرق حیرت گشت مقصودے ندید

میاں کلن شاہ کے ساتھی ان کو لے کر دہلی میں آئے حکماء سے علاج کرایا کچھ نہ ہوا مرزا صاحب کے خلفاء جمع ہوئے تاکہ نسبت کو سلب کریں۔ ؎

اندرون جوش جنون ہے تیرے دیوانہ کو لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو

ہر چند کوشش کی مگر کیا ہونا تھا بلکہ الٹا اثر پڑنے لگا یعنی میاں کلن شاہ کی نسبت ان پر غالب آنے لگی پھر تو سب ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہیں ہمارا بھی یہی حال ہووے ناچاران کو خانقاہ سے باہر حیلہ نکال دیا کہ یہ پابند شرع نہیں رہا ایک شخص ان کو کوٹ پوتلی لے آیا اور وہیں آپ کا انتقال ہوا فقط۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شاہجہاں پور میں ایک بزرگ بالاخانہ پر رہا کرتے تھے تعویذ گنڈے پر گزر اوقات تھی اکثر عورتیں بچے ان کے پاس آتے ایک سپاہی بھی ان کے ہمسایہ میں رہتا تھا وہ ہمیشہ ان کو برا کہتا اور گالیاں دیتا کہ یہ فقیر بڑا ٹھگ مکار فریبی بد معاش ہے کچھ عرصہ کے بعد فقیر صاحب کو عارضہ اسہال لاحق ہوا سپاہی نے بیماری کا حال سنا دل میں سوچا کہ میں اس فقیر کو ہمیشہ گالیاں دیتا رہا لیکن اس نے مجھ کو اپنی زبان سے کبھی کچھ نہیں کہا چلیں اس کی خدمت گزاری کریں اور اپنا تصور معاف کرا لیں ہم گالیاں ہم نے دیں تو خدمت بھی ہم کو کرنی چاہیے اول تو عذر تقصیر کیا پھر خدمت شروع کی اور جیسا کہ چاہیے حق خدمت ادا کیا آخر اس فقیر کا دم آخری آ پہنچا تو سپاہی سے فرمایا کہ ہمارا صندوق کھولو اس نے کھولا۔ ایک صدری ایک تہ بند ایک ٹوپی نکال سپاہی کو حوالہ کی اور کہا کہ یہی تین چیزیں مرشد نے ہم کو دی تھیں سو ہم تم کو دیتے ہیں اتنا کہہ کر جاں بحق ہوئے کفن دفن کر کے فارغ ہوا تو سپاہی کو نہایت رنج ہوا بروز سوم بہت آدمی جمع ہوئے بلند فاتحہ لوگوں نے کہا میاں صاحب نے جو چیز تم کو دی ہے اس کو ایک دفعہ پہن لو پھر اتار کر رکھ دینا یہی طریقہ بزرگوں سے چلا آتا ہے سپاہی نے غسل کیا اور وہ خلعت پہنا تو کچھ اور ہی رنگ پھر آیا۔

نکل گئی پربت کو رائی سرسوں پھولی آنکھوں میں   واہ گروجی خوب پلائی سرسوں پھولی آنکھوں میں

اپنا گھر بار چھوڑ کر اسی بالاخانہ پر جا بیٹھے اور کام جوان کے پیر کرتے تھے وہی میاں پیاری کرنے لگے ؎

تن بھسم[1] لگائی جٹا بڑھائی دودھا دھاری نگن کھری
پن کشٹ کایا کھونج بنایا جنم جنم کئے بار مری
بھو نیرتھ سیوی گنگ پھوئی بن ستگر نہیں کاج سرے
گر کے بلہاری نمون ہمارے جن بھو ساگر پار کرے

ایک روز ارشاد ہوا کہ شہر دہلی میں ایک کسبی نہایت حسینہ و جمیلہ کسی امیر کی ملازم تھی ایک بار گرمی کے موسم میں آدھی رات کے بعد اس کے مکان کے پیچھے کوئی شخص پکار کر ہے کوئی ایسا خدا کا بندہ جو ہم کو سرد پانی پلا دے۔ اس آواز سے کسبی بیدار ہوئی اور ایک صراحی برف آب کی اور مصفا گلاس ہاتھ میں لئے نیچے اتری۔ فقیر تشنہ کو پانی پلایا جب وہ سیراب ہوا تو جرعہ باقی ماندہ اس کو دیا کہ تو پی لے اس نے پیا اور پیتے ہی حالت دگرگوں ہو گئی وہ فقیر تو پیالہ پلا کر چل دیئے کسبی اسی جگہ بیٹھ گئی امیر کی جو آنکھ کھلی تو آرام دل کو پہلو میں نہ پایا ؎

دائیں دیکھا نظر نہ آئے   بائیں دیکھا کہیں نہ پائے

بے قرار ہو کر ہر جانب تلاش کرنے لگا دیکھتا کیا ہے کہ وہ در یتیم خاک پر غلطان ہے اٹھا کر لایا اور سمجھایا دریافت کیا تو وہ بولی کہ اب ہم سے تمہارا کچھ رشتہ نہیں نہ ہم تمہارے کام کی نہ تم میرے مطلب کے ؎

عقل گوید دنیا و عقبیٰ بجو   عشق میگوید بجز مولیٰ مجو

---

[1] بھسم راکھ۔ جٹا بال۔ دودھادھاری ایک قسم کے فقرا ہنود دین کشٹ ثواب کرنیوالا۔ کایا جسم کھونج پتا بھو بہت تیرتھ زیارت گاہ سیوی پوجا کری۔ کام کاج امری نکلی۔ گر دم شد بلہاری۔ قربان۔ نمون سلام۔ بھو بہت ساگر دریا یعنی اگر کوئی شخص راکھ لگا دے اور بال بڑھائے اور دودھادھاری بنجا دے اور جسم سے ثواب کرے ہر قسم کے اور پوجا کرے زیارتگاہوں میں غسل دریائے گنگ اور تالاب ہر ڈی کے اور ہزار دفعہ مرکر زندہ ہو مگر بغیر کامل کے کام نہیں نکلتا قربان جاؤں پیر کے اور سلام کرتا ہوں انکو کہ بہت دریاؤں سے پار کر دیا ۱۲

عقل میگوید کہ خود را پیش کن! عشق میگوید کہ ترک خویش کن

اتنی مہربانی کردو کہ مجھ کو ایک الگ مکان دے دو نہ میں کسی کے پاس جاؤں نہ کوئی میرے پاس آوے چنانچہ سب سے الگ بیرون شہر ایک مقبرہ پر رہنا اختیار کیا ایک طالب خدا کسی درویش کے پاس گئے انہوں نے پتہ دیا کہ فلاں مقام پر ایک عورت رہتی ہے تم اس کے پاس جاؤ وہ طالب وہیں پہنچا اور اپنا مطلب بیان کیا وہ بولی میں تو کسبی ہوں اگر کچھ تمہارے پاس ہو تو لاؤ اس کے سوا میں کچھ جانتی نہیں اس نے کہا آپ کچھ ہی فرما دیں میں تو ایک بھیدی کا بھیجا ہوا ہوں ٹالے سے ٹلتا نہیں تب کہا خیر تم اس قابل تو نہیں ہو کہ دفعتہً تم کو تعلیم کر دی جائے البتہ روز مرہ صبح و شام میرے پاس آ کر بیٹھا کرو لیکن کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ ہم سے اس سے آشنائی تھی ہمیشہ اسی طرح آتے رہے چھ مہینے میں تعلیم کر کے رخصت کیا ؎

دوار کا مکہ عبادت گاہ ہیں آپ کے ملنے کی لاکھوں راہ ہیں

اس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ جس زمانہ میں ہم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھتے تھے تو ہم بھی چند بار اس عورت کے پاس گئے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت میں واسطے طلب کیمیا کے جایا کرتا تھا ایک دن وہ بزرگ بولے کہ ہم تجھ کو کچھ دیں گے چونکہ وہ دنیا دار تھا سمجھا کہ شاید کیمیا بتلا دیں گے فقیر صاحب اس کو غسل کرا کپڑے پہنا جنگل میں لے گئے اور ایک جگہ بٹھا کر کہا تو بیٹھا رہ ہم آتے ہیں یہ کہہ کر چل دئے اور ایک مہینہ تک نہ آئے وہ ان کو صادق الوعد سمجھ کر وہیں بیٹھا رہا بعد مہینہ بھر کے آئے اور کہا کہ اب تو ذرا کھڑا رہ ہم آ کر کیمیا دیں گے سات روز تک اسی مقام پر کھڑا رہا پھر آئے اور کہا کہ اچھا بیٹھ جا اس شکل بیٹھا گیا اس کے بعد تعلیم و تلقین فرمائی اور وہ شخص نہایت صاحب کمال ہو گیا۔

طلب کس چیز کی تھی اور ملا کیا ؎

خود بخود آں بت عیار برمے آید نہ بزور نہ بزاری نہ بزر مے آید

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طفل ماہی گیر شکار کو گیا شام تک کوئی مچھلی ہاتھ نہ آئی مایوس بیٹھا تھا کہ سلطان محمود گھوڑے پر سوار اس کے پاس آپہنچا پوچھا کہ او لڑکے غمگین کیوں ہے بولا کہ حضور ہم چار یتیم لڑکے اور ایک ہماری اپاہج ماں ہے اگر کوئی مچھلی مل جاتی ہے تو ہم غریب پیٹ بھر لیتے ہیں سلطان نے فرمایا کہ اے لڑکے مجھے اپنا ساجھی کر لے وہ راضی ہو گیا بادشاہ نے خود شست پھینکی اس کے نصیب سے سو مچھلیاں شکار ہوئیں لڑکا خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا کہا کہ اپنا حصہ بانٹ لو سلطان نے کہا خیر آج کا شکار تو سب تمہارا کل جو شکار ہو گا وہ ہم لیں گے یعنی خود تجھی کو شکار کریں گے چنانچہ اگلے دن سپاہی بھیج کر اس کو بلایا اور اپنے برابر تخت شاہی پر اس غریب لڑکے کو بٹھلایا لوگوں نے کہا بھی کہ حضور کیا کرتے ہیں سلطان نے جواب دیا کہ یہ کیسا ہی غریب و حقیر سہی لیکن ہمارا ساجھی ہے۔ جبکہ ایک بار اس کو قبول کر لیا تو اب رد نہیں کر سکتے چنانچہ اس کو بھی بادشاہ بنا دیا لوگوں نے اس لڑکے سے پوچھا کر یہاں تجھ میں ایسا کیا کمال ہے کہ اس مرتبہ کو پہنچا۔

گفت شادی آمد و شیون گذشت زانکہ صاحب دولتے بر من گذشت

غرض یہ ہے کہ جس کو پیا چاہے وہی سہاگن ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ زمانہ ماضیہ میں بموجب حکم اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ یعنی قتل کرو مشرکین کو جس حال میں پاؤ جہاد میں ایک غازی کا کسی مشرک سے مقابلہ ہوا بڑی دیر تک جدال و قتال میں معروف رہے کوئی کسی پر غالب نہ ہو سکا نماز کا وقت آیا غازی نے کہا کہ اب مجھے تھوڑی دیر کے واسطے مہلت دے تاکہ نماز ادا کر لوں اس نے مہلت دی بعد از نماز پھر مشغول حرب و ضرب ہوئے اتنے میں مشرک کی پوجا کا وقت ہو گیا اس نے بھی مہلت چاہی اور اپنے دھندے میں لگا مسلمان کو خیال آیا کہ اب وقت نصرت ہے اس کا کام تمام کروں ناگاہ غیب سے آواز آئی کہ اوبے دغا کیا۔ اَوْفُوا بِالْعُقُودِ کے یہی معنی ہیں اس معاملہ میں تجھ سے تو مشرک ہی افضل نکلا یہ ندا سنتے ہی مسلمان رونے لگا اور گر پڑا جب مشرک اپنی عبادت سے

فارغ ہو کر غازی کے مقابلہ میں آیا تو اس کو زار د بیقرار پایا حال پوچھا اس نے کیفیت واقع سنائی کہ اس طرح تیرے سبب سے مجھ پر عتاب ہوا مشرک کے دل پر اس بات نے تاثیر کی اور سمجھا کہ بے شک ان کا دین سچا ہے کہ خدا نے عہد شکنی کو جائز نہ رکھا فوراً غازی سے کہا کہ مجھ کو ارکان اسلام تعلیم کرا در مسلمان ہو گیا۔ ایسے ہی آج کل کے مسلمان بھی بے وفائی میں یکتا ہیں لیکن ہاتف غیب کی ندا ان کو سنائی نہیں دیتی اور قرآن شریف کو دیکھتے نہیں اگر دیکھتے ہیں تو عمل نہیں ؎

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ایک روز ارشاد ہوا کہ بڑا پیر اور رہبر کامل تو بخت جوان ہے۔ اگر مقسوم میں نہ ہو تو کسی پیر فقیر سے کچھ نہیں ہو سکتا اور قسمت میں ہے تو پیر خود تعلیم کرنے گھر آ جاتا ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرد خدا کا وقت رحلت قریب ہوا تو بستی میں آئے دیکھا کہ ایک لڑکا جولاہے کا تانی کی پان کر رہا ہے فقیر نے اپنی ٹوپی اتار اس کے سر پر رکھ دی اور کہا کہ مجھ کو سرکار نے طلب کیا ہے تو میری تجہیز و تکفین کر دینا اتنا کہہ کر چادر تان کر لیٹ گئے اور رخصت ہوئے ان کے کفن و دفن کے بعد وہ لڑکا سب سے الگ تھلگ قطع تعلق کر کے بیٹھ رہا اس کے وارث رونے پیٹنے لگے اس نے کہا کہ سنو نہ میں کہیں گیا نہ کسی سے کچھ طلب کیا نہ میں اس کوچہ سے واقف تھا خدا نے گھر بیٹھے اپنی نعمت عطا فرمائی۔

ایکن کو ڈبت پھرائے کے ایکن کو بیٹھے دیت ہے ایکن کو مانگے دیت ایکن کو دیت نہ لیت ہے

اب میں تمہارے کام کا نہیں رہا نہ تم میرے مطلب کے ہو جاؤ اپنا اپنا کام کرو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مہاراج ‌ کے گھر ایک بار چند سادھو مہمان آئے اتفاقاً اس وقت کچھ سامان کھانے پینے کا نہ تھا اپنی بیوی سے کہا اب کیا علاج اس نے کہا کہ ایک بقال مجھ پر عاشق ہے اگر کہو تو اس سے کچھ سودا لے آؤں کہا کہ اچھا تسکار کرو۔

چون صلاحت ہست رو صیدے بگیر — تا بدو شام نیم از صید تو شیر
قوس ابرو تیر غمزہ دام کید — بہر چہ دادت خدا از بہر صید
رو پے مرغے شگرفی دام نہ! — دانہ بنما لیک در خوردش مدہ
کام بنما و کن او را تلخ کام! — کے خورد دانہ چو شد محبوس دام

کبیر کی بیوی جو نہایت حسین تھی بقال کی دوکان پر گئی اور کہا کہ مہمانوں کے لئے اتنا سامان مطلوب ہے بقال نے کہا کہ اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو رات کو میرے پاس رہے برقرار کر کے سودا لے آئی اور مہمانوں کو پکا کر کھلا دیا جب رات زیادہ گئی تو کبیر نے کہا کہ لو اب کپڑے بدلو اور زیور پہنو دیکھو تو اب اس بنیے کی کیا گت بنتی ہے سنگار کرا اپنی چڈھی چڑھا بنیے کے دروازے پر جا اتارا بنیا اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور چونکہ بارش اور کیچڑ ہو رہی تھی اس سے پوچھا کہ تمہاری جوتیاں کیوں صاف ہیں ذرا کیچڑ نہیں لگی جواب دیا کہ کبیر اپنی چڈھی چڑھا کر مجھ کو لایا ہے یہ بات سنتے ہی بنیے کی حالت بدل گئی قصور معاف کرایا اور کہا کہ یہ تو میری ماں ہے غرض کبیر نے بقال کو تعلیم کی اور لٹے دال کا بھاؤ سب بھلا دیا۔

ایک روز حاضر خدمت ہوا (اکثر راقم کی یہ عادت تھی کہ جس وقت کلام فیض انجام کے سننے کا اشتیاق ہوتا تو یہ شعر زبان پر لاتا ؎

باز گو از نجد و از یاران نجد — تا در و دیوار را آری بوجد

میں نے یہ شعر پڑھا تو ارشاد ہوا کہ ؎

[1]جا کی جیسی لگن ہے واسے واکو کام — روم روم میں رم رہی نہیں اور سے کام
پاس کہوں تو پاس ہے اور دور کہوں تو دور — جان اجان جہاں میں سب میں ہے بھرپور
دور کہوں تو دور ہے اور پاس کہوں تو پاس — [2]روم روم میں رم رہی جون پھولن میں باس

---

[1] جس شخص کی کسی سے جس قدر محبت ہوتی ہے اسی قدر اس کا وہ مطیع ہے اور ہمارے تو بال بال میں بس گیا ہے دوسرے سے مطلب ہی نہیں رہا۔

[2] یعنی ہمارے بال بال میں ایسے بسے ہیں جیسے گل میں خوشبو۔

نحن اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یعنی ہم قریب ترین بندے کی طرف رگ گردن سے۔

یار نزدیک تر از من بمن است ویں عجب تر کہ من از دے دورم
چہ کنم باکہ توان گفت کہ او درکنار من و من ہجورم

نقل ہے کہ ایک راجہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ آخر کار مرنا اور دنیا کو ترک کرنا ہے جیون[1] مکت ہوجانا چاہیئے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ تمام برہمنوں کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی ایسی بات بتلاؤ کہ جس سے جیون مکت ہوجاوے۔ برہمنوں نے بچار کے جواب دیا کہ مہاراج ایک تو گائے بناؤ سونے کی اور اتنا اتنا مال دھن برہمنوں کو دو چونتھ تیرتھ کرو تو بھگوان کی دیا سے جیون مکت ہوجاؤ گے راجہ نے یہ سب کرم کئے مگر کچھ بھی نہ ہوا تب جوگیوں کی طرف رجوع کی انہوں نے اوّل تو کان پھاڑے پھر بیا پرکار کی تعلیم کی پہلا پرکار برہم چرج دوسرا پرکار بان پرست[2] تیسرا پرکار ڈنڈ کمنڈل چوتھا پرکار بجیا ہوم اور بعض کے نزدیک اوّل برہم چرج دوم گہرست سوم بان پرست چہارم بجیا ہوم پہلے تین پرکار تو چیلے کے اختیار میں ہوتے ہیں راجا نے سب کے لئے چوتھا پرکار گرو کی توجہ پر تھا یعنی ہم[3] جنس بنادینا سو کچھ نہ ہوا پھر علماء اسلام کو جمع کیا اور اپنا سوال پیش کیا انہوں نے جواب دیا کہ صاحب اگر دین اسلام قبول کرو تو یہ بات ہوسکتی ہے۔ راجہ راضی ہوا کہ بہت اچھا

نہ نفع دے گا مال اور نہ اولاد مگر جو شخص کہ لاوے اللہ کے پاس قلب سلیم یعنی وہ دل کہ جس میں محبت غیر خدا مطلقاً نہ ہو یعنی محبت دنیا وغیرہ ۱۲ [1] جیون مکت یعنی جیتے جی آزاد ہوجاوے امید بہشت و خوف دوزخ جاتا رہے۔ [2] علم دین خوب حاصل کرکے اس پر عمل جیسا کہ چاہیے کرے ۱۲ [3] جوان و خوبصورت عورت کے ساتھ خفت و خیز کرے کوئی مانع بھی نہ ہو اور خود بھی ہتھیاروں سے درست ہو اور نہ کرے بلکہ خیال بھی نہ آوے ۱۲ [4] جہان کا رہنے والا وہاں گھر گھر بھیک مانگی۔ [5] توجہ اتحادی یعنی اپنے جیسا بنادے جیسے حضرت باقی باللہ صاحب نے نان بائی کو بنادیا تھا ۱۲

عالموں نے اس کو مسلمان کیا ختنہ کرڈالے نماز روزہ حج زکوٰۃ کے ارکان سکھائے جب خوب واقف ہوگیا تو کہا کہ جاؤ اب حج کرو مدینہ منورہ جاؤ یہ بھی کیا جب اپنے ملک میں پہنچا تو پھر علماء کو مجتمع کیا اور کہا کہ اب کیا فرماتے ہو مجھے تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا

مکہ گئے مدینہ گئے کربلا گئے ۔ جیسے گئے تھے ویسے ہی پھر پھرآگئے

ان سب نے جواب دیا کہ جو کچھ ہمارے دین کی باتیں تھیں ہم تم کو بتا چکے اور ہم کچھ نہیں جانتے جب کہ سب طرف سے جواب ملا اور یاس کلی ہوگئی تو راجہ کو جنون پیدا ہوا ایک ہاتھ سے کان پکڑا اور دوسرے سے دوسرا اور چلا کہنا شروع کیا کہ یہ ہندو یہ مسلمان اور میں کون ہوں ۔ ؎

ظاہر ہے گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں
پر جانتا نہیں ہوں میں کون ہوں کہاں ہوں

آخر جوینده یابنده وَمَنْ دَقَّ بَابًا وَ لَجَّ وَ لَجَ۔

ہر کہ چیزے جست بے شک یافت او
چون بجد اندر طلب بشتافت او

چوں نہادی در طلب پا اے پسر
یافتی و شد میسر بے خطر!

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب
تا بیابی ہر چہ خواہی اے عجب!

عاقبت جوینده یابنده بود
چونکہ در خدمت شتابنده بود

در طلب چالاک شو این فتح باب
مے طلب واللہ اعلم بالصواب

سایۂ حق بر سر بنده بود
عاقبت جوینده یابنده بود

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت زان در برون آید سرے

چوں نشینی بر سر کوئے کسے!
عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک
عاقبت اندر رسی در آب پاک

ناگاہ ایک مرد خدا مع چند مریدوں کے وہاں آپہنچے راجہ کو دیکھا اور پوچھا کہ کیا کہتا ہے اس نے کہا یہ ہندو یہ مسلمان میں کون مرد خدا نے مریدوں کو اشارہ کیا کہ اس کو جوتیاں مارو مارتے مارتے بے چارے کو بیدم کردیا جب ہوش ہوا تو پھر وہی درس غرض کہ اس مرد خدا نے چار دفعہ پٹوایا اور بار وہی حال پایا پس معلوم کیا کہ

عشق اپنے مد پر آگیا ہے ایک نگاہ پاک اس پر ڈالی نگاہ کا پڑنا تھا کہ گم صم ہو گیا۔

ست گرو پورا ملگیو جو کھول دکھائے نین | جگ جھوٹا دیکھن لگا جو دیکھے بین
بجیس سے جھوجا ڈس کے اور سے سو گئے بدھ ہوئی | بھنے مرنا پیچ رہے بھر نہ نکسا کوئی
درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار | کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

پھر مرد صاحب دل نے دریافت کیا کہ بولو اب تم کون ہو جواب دیا کہ اب میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کون ہوں۔

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں | صورت حیرت ہوں یا شکل جنون
در بشر رو پوش آمد آفتاب | فہم کن واللہ اعلم بالصواب!
چندا جھلکی سب گھٹ ماتیں | اندھری آنکھ کر دیکھت ناہیں
اب کے جپ تپ کون کرے مورے بھائی | بھولے مایا گھٹ میں پائی
بھلا میں دیکھا ست گر سنگھ سپاہی | رام نام کا پٹا لکھائی آپھی جاگیر پائی
سرت سنیکھ ری ساج بچھ کا تن کی ٹیک بنائی | جوگ جام بدھ کا مندرا ریت پیالی پی آئی
ست کا سیل جگت کلجمر رچیا ڈھال ڈھل کی | مرہ مور چھر پہلے مارا ویدا مار ہٹائی
آپا مار جگت سب مارا تنخ رام پر باہی | بھر کام کے منڈے کاٹ گاد ھوتب ہم ہنسے سپاہی

۱؎ یعنی پیر کامل مل گئے کھول دیں آنکھیں تمام جہان جھوٹا معلوم ہوا جب انہوں نے دور سے اشارہ کیا تو لڑائی کے نقارے بج رہے ہیں جو سنتا ہے وہی مست ہو جاتا ہے بہت بہادر اس جنگ میں کر گئے ہیں اور ایک بھی باہر نہیں نکلا۔ ۲؎ چاند کی روشنی ہر جگہ موجود ہے لیکن اندھی آنکھ کو کچھ نظر نہیں آتا۔ ۳؎ اب کوئی عبادت میں محنت کرے جب کھوئی ہوئی نعمت اور مال اپنے ہی میں مل گیا۔ ۴؎ یعنی میرے پیر پورے سپاہی ہیں خدا کے نام کا پروانہ لکھ کر ابھی جاگیر دلوائی۔ ۵؎ اور یہ ہتھیار عنایت کئے ہیں چالاکی میکھری یعنی گیا بادوں کی اور سارا سامان بچھ کا اور تن کی بندوق اور فقر کی جاگی جو دیسی بندوقوں میں ہوتی ہے جسکو توڑا کہتے ہیں اور علم کا مندرا جس پر جانگی لگائی جاتی ہے اور اس میں محبت کا پیالہ ہے۔ ۶؎ صلاحیت یعنی حق تی ہونے کا نیزہ اور عزت کی تلوار صبر کی ڈھال دے گی ان ہتھیاروں سے کیا کام واقع ہو چرما سو اننڈ کا مار لیا اور شک کو دور کر مٹادیا۔ ۷؎ پھر اپنے آپکو مار دیا جب اپنے آپکو مار لیا گیا اور ایک تلوار کا کام بھی تمام کر دیا اور انانیت کی گردن کاٹ کر اب ہم ہوئے سپاہی

پانچوں پکڑی کام دھام سے پکڑی ممتا مائی — داس کبیر چڑھے گڈھ اپر ابھی نشان گھرائی

ایک روز فرمایا کہ سالک راہ رو کو کہتے ہیں اور سلوک یہ ہے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے بزرگوں کی تعلیم و تلقین سے آہستہ آہستہ حاصل ہو جاتا ہے جیسے رہ رو چلتا چلتا اپنی منزل مقصود کو پہنچتا ہے اور بر بر جو دفعتہً کسی کو ملا ہے بربات اور ہے سلوک کے خلاف ہے بعض طالب جو اس امر کے خواہاں رہتے ہیں کہ دفعتہ مل جائے سو یہ بات ہر شخص کے واسطے نہیں ہو سکتی لاکھوں کروڑوں میں خدا نے کسی ایک کے لئے یہ بات مقرر کر دی تو ہوئی ورنہ سالک کا یہی کام ہے کہ بزرگوں سے جو کچھ ان کو پہنچا ہے طالب کو بتلا دیا آگے ہونا نہ ہونا اس کے مقسوم پر منحصر ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں اور خدا کو جب کسی پر رحمت منظور ہوتی ہے تو جس طور سے چاہتا ہے کر دیتا ہے چنانچہ ایک شخص تھا اس کے خیال میں یہ سمائی کہ ایسے پیر کا مرید ہوں گا جو ذات کا شریف صورت کا اچھا عالم باعمل و صاحب کمال ہو اور حیلہ او صاف حمیدہ سے موصوف ہو پس ایسے شخص کا ملنا دشوار مدت تک تلاش میں رہا جب کوئی نہ ملا تو ایک دن ناچار دل میں ٹھانی کہ آج صبح کو جو راہ میں مل جائے اسی کو پیر بنانا چاہیے۔ اتفاقاً ایک چور ملا اس نے ارادت ظاہر کی اس نے کہا بھائی میں تو نہ پیری سے واقف نہ مریدی سے آگاہ ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا! — ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جتنا اس کو انکار تھا اتنا ہی اس کو اصرار تھا غرض یہ بے پیر ایسا دامن گیر ہوا کہ چور غریب کو پیچھا چھوڑنا مشکل ہو گیا دیکھا کہ کسی ڈھب سے باز نہیں آتا تو کہا کہ فلاں پہاڑ پر جا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھ جب دوسری رکعت کے سجدہ کی نوبت آئے تو جب تک تجھ کو الہام نہ ہو سر نہ اٹھانا اس نے ایسا ہی کیا آخر بحکم خداوندی خضر آئے اور کہا سر تو اٹھا پوچھا تو کون ہے جواب دیا کہ میں خضر ہوں اور تیری تعلیم کے لئے آیا ہوں تو نے جس کو پیر بنایا وہ تو ایک چور تھا طالب نے جواب دیا کہ حضرت پہلے تو

لے پانچوں یعنی حواس خمسہ جو دشمن تھے انکو بھی پکڑ لیا اور خواہشیں جو تری دشمن تھیں انکو بھی گرفتار کر لیا اب کبیر داس نے قلعہ فتح کر کے نشان کو پھرایا ہے ۱۲۔

کبھی آپ بھی تشریف نہ لائے جب وہ چوپر پیر ملا تو آپ بھی ملے ہیں آپ کا کہنا ہرگز نہ مانوں گا تب حضرت خضر کو جناب باری سے حکم ہوا کہ جاؤ اوّل اس چوپہ کو تعلیم کرو خضر وہاں پہنچے اور اس کو سرکاری سبق پڑھا دیا۔

خضر نے گم گشتہ راہ کو آ لیا! حاصل مطلب کا مطلب پا لیا!

پوتھی سب تھوتھی بھی پنڈت بھیا نکوئی ڈھائی اچھر پریم کے پڑھے سو پنڈت ہوئی

اب اس پیر غارت گر کو خیال آیا کہ آہا ایک شخص ہمارا مرید ہوا تھا دیکھیں اس کا کیا حال ہے آئے اور اس کو تعلیم دی اب یہ اس کے قدم لیتے ہیں اور وہ اس کے قدم لیتا ہے کیونکہ پیر نے مرید کی بدولت ہدایت پائی اور مرید نے پیر کے توسل سے مراد حاصل کی اس کے بعد جناب قبلہ نے ارشاد کیا کہ ان کی تقدیر میں اسی طرح تھا اب اگر ہر شخص اسی طور سے چاہے تو نہیں ہو سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ نوابی لکھنؤ میں ایک شخص ناظم پرگنہ تھا اتفاقاً ایک کسبی سے اس کو تعشق ہو گیا جو کماتا اس کو کھلاتا یہاں تک کہ سرکاری روپیہ بھی اڑا دیا۔ جب نواب کو خبر ہوئی تو موقوف کئے گئے جو کچھ اندوختہ تھا وہ بھی کھلا چکے تو کسبی سے کہا کہ اب ہمارے پاس صرف ایک صندوق رہ گیا ہے اس میں جو کچھ ہے وہ بھی لے اور رات کو پھر آکر اس نے سمجھا کہ صندوق میں بہت کچھ مال ہوگا تمام شب ناچی اور صبح کو صندوق لے گئی وہ امیر بھی ہمراہ گئے جب اس نے گھر جا کر صندوق کھولا تو ایک ازار بند نکلا ایک ٹوپی ایک کرتا ایک رنگین رومال کسبی کو حیرت ہوئی کہ اس نے یہ کیا کیا اس وقت امیر خانہ خراب نے کہا اب تم مجھ کو اپنا مرید کر دو اور یہ خرقہ پہنا دو وہ بولی میاں اللہ اللہ کرو اگر تم کو اپنی مال و دولت کا قلق ہے تو جو کچھ میرے گھر موجود ہے سب لے جاؤ وہ بولا کہ نہیں نہیں میں تو مال و جان تیری نذر کر چکا ایک جان ہے سو یہ بھی حاضر ہے لیکن خدا کے لئے مجھ کو اپنا مرید کر ہر چند اسے سمجھایا مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ناچار کسبی نے اپنی تمام برادری کو جمع کیا اور کہا کہ اس سڑی کو سمجھاؤ اگر وہ نامال لے کر بھی پیچھا چھوڑے تو میں راضی ہوں ہر ایک نے سمجھایا کسی کی نہ سنی آخر سب نے کسبی کو یہ صلاح دی کہ تیرا کیا بگڑتا ہے اسی کی

خوشی کو مرید بنا کپڑے پہنا رخصت کر غرض پیر دلبر نے خود بھی غسل و وضو کیا اور مرید
مستقل کو بھی نہلا دھلا کر پہلے خود دو رکعت نماز پڑھی اور رو رو کر جناب باری
میں دعا کی کہ بار خدایا تو ہمارے اعمال و افعال سے خوب واقف ہے مجھ گنہگار کو
اس کام کی قابلیت کہاں اب شرم تیرے ہاتھ ہے بیعت کر کے کفنی گلے میں ڈال
یکایک رحمت الٰہی کا دریا جوش زن ہوا اور فیضان غیر متناہی کا طوفان امنڈ آیا
تو کچھ اور ہی رنگ پیدا ہوا وہ امیر چل دیا عورت کو بھی جذب دل نے کھینچا اسی کے
ساتھ ہولی اب مرید آگے آگے اور پیر پیچھے پیچھے پھرتے پھرتے دونوں گنگوہ میں پہنچے
حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا عرس ہو رہا تھا مشایخین کبار کا مجمع اور قوالی کی مجلس
گرم تھی یہ دونوں بھی آ بیٹھے ذرا دیر بعد اس امیر کو ذوق و شوق پیدا ہوا وجد کی حالت
میں الا اللہ کا نعرہ لگایا اور دھم سے ایک کنویں میں جا گرا لوگ سہم گئے نکالنے کو
دوڑے عورت بولی کہ تم کیسے مشائخ ہو ڈر گئے اگر اس کا وجد و حال صحیح ہے تو خود نکل
آئے گا کچھ جائے اندیشہ نہیں ورنہ ایسے کا ڈوب مرنا بھلا ہے ہاں قوالی ہونے دو اور وہ
ہی غزل جاری رہے غرضکہ کنویں کے کنارے پھر غزل شروع ہوئی صاحب وجد نے
پھر جوش و خروش کیا اور پانی منڈ کر لب چاہ تک آ گیا وہ شخص سطح آب پر رقص کرتا
ہوا باہر نکل آیا ایک شخص جو حضرت شاہ عبدالقدوس کے مزار پر مدت سے معتکف
تھے ان کو رشک پیدا ہوا اور سوچا کہ لونڈی کا مرید نہ زہد نہ عبادت نہ آگا
پیچھا نہ جبہ اور یہ زور و شور کی حالت ہم کو خراب ہوتے اتنی مدت گزری جوار حضرت
میں عمر گزری اور کچھ بھی اثر نہ تاثیر نہ پیدا ہوا یہ سوچ کر اپنا جبہ و دستار اتار قبر پر پھینک
دیا اور کہا کہ حضرت بس ہمارا تو سلام ہے اس مشائخی کو۔

آ سن[1] مارے کیا بھئے جو گئے نہ من کی آس | جوں تیلی کے بیل کو گھر گھر کوس پچاس

[1] آسن طریق نشست من دل۔ آس حرص یعنی اس نشست عبادت سے کیا حاصل ہو جو حرص دل نہ گیا گویا
تیلی کے بیل کی طرح اپنے گھر ہی گھر میں پچاسوں کوس کا سفر ہے ۱۲۔

مالا پھیرے جگ گیو اور گیا نہ من کا پھیر — کر کا منکا چھوڑ کے من کا منکا پھیر
مونڈ منڈائے کیا ہوا جو گیا گھوم گھوٹ — منوا تو مونڈا نہیں جس کا سگرا کھوٹ

اس شخص کو ندا آئی کہ تم اس امیر کی حرص مت کرو اس کے لئے یہی مقدر تھا۔ اور یہ نادرات ہے ؎

کیمیا گر بغصہ مردہ و رنج — ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

اپنا کام کرتے رہو جو خدا کو منظور ہے وہ ہو جاوے گا کیوں گھبراتے ہو۔ ع

ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت لقمان حکیم سے کسی شخص نے کچھ زر و دینار قرض حسنہ لئے ایک مدت کے بعد اس شخص نے لکھا کہ صاحب مجھے فرصت نہیں معتبر آدمی ملتا نہیں۔ صاحبزادہ کو بھیج دیجئے تاکہ قرض لے جائیں حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو تین نصیحتیں فرما کر روانہ کیا ایک یہ کہ پہلی منزل میں ایک بڑ کا درخت آتا ہے اس کے نیچے نہ سونا دوسری منزل میں ایک بڑا شہر واقع ہوگا اس کے اندر قیام نہ کرنا کھا پی کر جنگل میں جا رہنا تیسرے یہ کہ اس مقروض کے گھر نہ ٹھہرنا اس کے بعد یہ بھی اجازت دی کہ راہ میں اگر کوئی واقف راہ و تجربہ کار زیادہ ملے اور ہماری نصیحت کے برخلاف ارشاد کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ویسا ہی عمل میں لانا جب پسر لقمان نے کچھ راہ طے کی تو ایک بوڑھا مسافر ملا پوچھا کہ میاں لڑکے کہاں جاتے ہو سب حال کہہ سنایا بڑے میاں بولے خیر مجھ کو بھی اسی شہر میں پہنچنا ہے خوب ہوا کہ ہمارا تمہارا ساتھ ہو گیا جب پہلے منزل میں وارد ہوئے تو بڑے میاں نے کہا کہ اس درخت کے نیچے رہیں گے تاکہ شبنم سے بچیں لڑکا بولا کہ صاحب مجھ کو والد نے منع کیا ہے کہا کہ بھلا کچھ اور بھی کہہ دیا تھا بولا کہ ہاں یہ بھی فرمایا ہے۔

مالا تسبیح جگ مدت من دل۔ پھیر بھی۔ کر ہاتھ یعنی تسبیح کو پھیرتے ہوئے ایک مدت گزر گئی لیکن دل کی کجی دور نہیں ہوئی ہاتھ کا منکا یعنی ریا کاری کو چھوڑ کر دل سے خدا کو یاد کر[2] یعنی ظاہری صورت بنانے سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ نفس تو سیدھا ہوا ہی نہیں جس کا یہ سارا فساد ہے ۱۲ ۱۲ -

کہ اگر کوئی اس راہ کا واقف تر ملے تو ان کا کہنا مانو کہا کہ ہم اس راہ سے خوب واقف و آگاہ ہیں
ہمارا کہنا مانو۔ ؎

بے سجدہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بےخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

غرض دونوں نے درخت کے نیچے بستر کیا آدھی رات گئی ایک سانپ درخت پر سے
اترا بڑے میاں نے سانپ کو مار ڈھال تلے ڈھانک دیا جب صبح ہوئی تو کوچ کی ٹھہری
لڑکے کے دل میں یہ خیال آیا کہ جناب والد ماجد صاحب نے خواہ مخواہ منع فرمایا تھا یہ
درخت تو بڑے آرام کا مقام ہے پیر روشن ضمیر نے معلوم کیا کہ لڑکا باپ
سے بدظن ہوا جاتا ہے رات کا ماجرا سنایا اور ڈھال کے نیچے سے نکال کر سانپ
دکھلایا اس وقت لڑکے کی تشفی ہو گئی پھر بڑے میاں نے ارشاد کیا کہ صاحبزادہ سانپ
کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھو داشتہ آید بکار گرچہ بود سر مار۔ اس نے فوراً تعمیل کی
اور چل نکلے دوسرے دن ایک بادشاہی شہر میں پہنچے بڑے میاں نے کہا کہ اسی شہر
میں رات کو رہیں گے لڑکے نے کہا بہت اچھا میں تو اب آپ کے فرمانے کی تعمیل
کروں گا دونوں ایک مسافر خانہ میں جا ٹھہرے اس شہر کا یہ دستور تھا کہ جب
کوئی مسافر جوان آجاتا تو بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دیتا اور صبح کو
وہ مسافر مردہ نکلتا۔ حسب دستور بادشاہ کو خبر پہنچی اور نوجوان مسافر کی طلبی ہوئی
نکاح ہو گیا جب لڑکا دلہن کے پاس جانے لگا تو پیر دانا نے فرمایا کہ پہلے سانپ کے
سر کو جو تمہارے پاس ہے آگ میں رکھ کر اپنی بیوی کو اس کی دھونی دیجیو اس لڑکے
نے ایسا ہی کیا عورت کے رحم میں ایک مرض تھا جو مرد اس کے پاس جاتا جیتا نہ بچتا
اس دھونی کی تاثیر سے وہ مرض جاتا رہا اور صبح کو وہ لڑکا صحیح و سلامت محل
سے باہر نکل آیا بادشاہ کو بہت خوشی حاصل ہوئی وہ چار روز کے بعد روانہ ہوئے۔
تیسری منزل طے کی تو جب بڑے میاں بولے کہ اسی منفروض کے گھر ٹھہریں گے۔ چنانچہ
شب کو وہیں قیام کیا میزبان کی نیت بگڑی کہ رات کے وقت ان دونوں کو مار
ڈالو تاکہ روپیہ بچ جاوے مہمانوں سے پوچھا کہ صاحبو اندر سوؤگے یا باہر بڑے

میاں بولے کہ گرمی ہے ہم تو باہر سوئیں گے چنانچہ یہ دونوں باہر رہے اور اندر صاحب خانہ کے دو لڑکے سوئے جب آدھی رات گزری تو بڑے میاں نے پسر لقمان کو جگایا کہ اب سردی لگتی ہے اندر چلو یہ دونوں تو اندر پہنچے میزبان کے لڑکوں کو جگا کر کہا کہ بھائی تم ہماری جگہ جا لیٹو ہم کو یہاں سونے دو جب تیسرا پہر رات کا ہوا تو مالک مکان آیا اور باہر کے سونے والوں کو قتل کر دیا صبح کو دیکھا تو اپنے لڑکوں کو مردہ پایا نہایت صدمہ ہوا مگر چپ رہ گیا کہ خود کردہ را چہ علاج چار و ناچار مہمانوں کو روپیہ دے کر رخصت کیا دونوں صاحب منزل بمنزل واپس ہوئے۔ جب اس مقام پر پہنچے۔ جہاں بڑے میاں سے ملاقات ہوئی تھی پیر بزرگوار نے کہا کہ لو صاحب خدا حافظ اب ہم تو جاتے ہیں اپنے والد سے ہمارا سلام کہنا لڑکے نے نام پوچھا کہا کہ تمہارے باپ خوب جانتے ہیں۔ غرضکہ باپ کی خدمت میں پہنچے ماجرا سفر گذارش کیا اور پوچھا کہ حضرت یہ بزرگوار کون تھے انہوں نے کہا کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے راقم غرض اس بیان سے یہ ہے کہ لقمان تو اصل اصول ہے۔ کل شیء یرجع الی اصلہ اور مسافر سالک اور منازل راہ منازل سلوک بڑے میاں پیر کامل سانپ نفس و شیطان شاہزادے دنیا خانہ مقروض جہان دنیا مقروض انسان و حملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا اور پسران مقروض اہل دنیا اور روپیہ محبت و عشق الہی ہے ؎

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران　　　گفتہ آید در حدیث دیگران

دوسری غرض اس نقل سے یہ ہے کہ جو مرد کامل ہوتے ہیں وہ طالب خدا کو دوسرے شیخ کامل کی خدمت میں جانے سے مانع نہیں ہوتے بلکہ اوروں کی خدمت میں جانے اور ان سے استفادہ کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں چنانچہ جناب قبلہ بھی طالبان راہ خدا کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی مرد کامل مسلمان یا ہندو سالک یا مجذوب ملے اس سے بے تکلف ملو اور جو کچھ از راہ توجہ یا القا یا اور کسی طرح سے فیض و فائدہ پہنچا دے اور تعلیم و تلقین کرے اس کو مت چھوڑو یہ مرتبہ نبوت نہیں ہے کہ جو ختم

ہو چکا یہ مرتبہ ولایت ہے ایک سے ایک افضل و اعلیٰ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ فَضَّلْنَا بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط اور جو کوئی مرید کسی طرف کو جاتا یعنی سفر کرتا تو اس کو یہ ارشاد ہوتا۔ ؎

گفت حق اندر سفر ہر جا روی   باید اول طالب مردے شوی

چنانچہ ایک روز حضرت نے فرمایا کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو اکابر تھے خواجہ صاحب اپنے معتقدوں اور مریدوں کو ان کی خدمت میں بھیج دیا کرتے اس میں یہ حکمت تھی کہ مبتدی کو شیخ کی تعلیم و تلقین کا ابتداء میں علم نہیں ہوتا جو اکابر جوہر شناس تھے وہ چشم باطن سے جوہر کو پہچان کر فرماتے تھے کہ کسی نے خوب جوہر بھرے ہیں یعنی تعلیم خوب کی ہے تو ان کی جوہر شناسی سے طالب کی تسلی ہوتی تھی اور شیخ کا کمال معلوم ہوتا تھا اور اس زمانہ میں اگر کوئی طالب خدا کسی فقیر کی خدمت میں چلا بھی جاوے تو حضرات مشائخ اس مرید کو فوراً مردود کر دیتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ خلیفہ بغداد حضرت شبلی علیہ الرحمہ کا مرید تھا اور از راہ حسن ارادت اپنے ملازمین کو حکم دیا تھا کہ اگر کسی مجرم کی نسبت ہزار بار حکم قتل صادر ہو اور حضرت پیر و مرشد اس کی رہائی کے لئے ایما فرماویں تو بلا اطلاع سلطانی فوراً رہا کر دو چنانچہ ایک بار ایک چور کے حق میں سزائے موت کا حکم صادر ہوا حسب الحکم سلطانی اس کو قتل گاہ میں لے گئے اتفاقاً حضرت کا بھی اس راہ سے گزر ہوا کیفیت واقعہ دریافت فرمائی مجرم سے اقرار لیا کہ پھر ایسا کام نہ کرنا اور رہا کرا دیا چند روز کے بعد وہ شخص پھر چوری کی علت میں ماخوذ ہوا اور حکم قتل صادر ہوا حضرت کو پھر خبر ہوئی اور رہا کرا دیا چند بار یہی کیفیت گزری کہ وہ چوری سے باز نہ آتا اور حضرت براہ ترحم رہا کرا دیتے۔ ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ   گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

این درگہ ما درگہ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

غرض کہ پھر ایک بار اس چور کے لئے قتل کا حکم ہوا ملازمین سلطانی نے سوچا کہ یہاں نہیں آتا اور حضرت پھر چھوڑ دیں گے ایک اور مقام پر لے گئے جہاں کہ حضرت کی گزر نہ تھی اور اس کو دار میں کھینچ دیا جب حضرت کو اس کی خبر ہوئی تو لاش پر تشریف لائے اس کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش ؎

طالب راہ را ادب دادی | جان خود را درین طلب دادی
مرے پیچھے سے ملو کہے کبیر ارام | لوہا ماٹی ہو گیا پھر پارس کس کام
بھوکہ گئی بھو جن ملے اور جاڑا گئے قبا | جوبن گئے تریا ملی جو تینوں دیو جرائے
وقت پر قطرہ بہت ہے ابر خوش ہنگام کا | جل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا

ایک روز ارشاد ہوا کہ منشی امیر علی صاحب کو کیمیا کا شوق بدرجہ غایت تھا چنانچہ مرض الموت میں حاجی فرید الدین صاحب کو بلا کر وصیت کی کہ یہ بیتیس [۳۲] دن تو کھرل ہو چکی ہے تین روز اور بچوں کے پیشاب میں کھرل کر کے پان سیر اپلوں کی آگ دے دینا اکسیر اعظم بن جائے گی خیر یہ تمہارے نصیب میں تھی ہم تو محروم ہی چلے ؎

امید بستہ بر آمد ولے چہ فائدہ زانکہ | امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید

اس کے بعد کچھ اور ترکیب بتلائی اور اسی حالت میں جاں بحق ہو گئے۔ دم آخر تک اپنے مطلوب کا خیال نہ چھوڑا اسی کے دھیان میں جان گئی بھلا طالب کو خدا کے ساتھ اتنی تو محبت ہو ورنہ کاذب ہے ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود | گوئی گشتن بہر او اولیٰ بود!

ایک روز کسی شخص پانی پتی نے عرض کیا کہ سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ منصور حلاج کو مردود لکھا ہے جناب قبلہ نے پوچھا کہ کس طور سے لکھا ہے۔ میر عباس علی لدھیانوی نے عرض کیا کہ یہ بات نہیں ہے، بلکہ مردود دست لکھا ہے یعنی پہلے یوسف خیر علی نساج سے بیعت تھے پھر حضرت جنید بغدادی سے کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کچھ بات نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

گفت حق اندر سفر ہر جا روی | باید اول طالب مردے شوی

بایزید اندر سفر جستی بسے	تا بیابد خضر وقت خود کسے
دید پیرے با قدے ہمچوں ہلال	بود در وے فرو گفتار رجال
دید نابینا و دل چون آفتاب	ہمچو پیلے دیدہ ہندوستان بخواب
بایزید او را چو از اقطاب یافت	مسکنت بنمود و در خدمت شتافت

فرمایا کہ حضرت بایزید نے اوّل امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی چونکہ ہمت بلند اور حوصلہ فراخ رکھتے تھے تسلّی نہ ہوئی بہت سے کاملین کی خدمت میں گئے اور فائدہ اُٹھایا پھر بھی تسکین نہ ہوئی آخر اس نابینا سے تشفی ہوئی کہ جس کا ذکر مثنوی میں موجود ہے میر عباس علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ شاہ منصور کی حالت انا الحق کے وقت اگر ہم ہوتے تو ان کو اس منزل سے نکال دیتے لیکن مجھ کو دو بات تامل ہے اوّل یہ کہ خود حضرت جنید موجود تھے دوسرے اور بہت سے اکابر ایک سے ایک اعلیٰ اس زمانہ میں تھے کیا ان کو اس قدر تصرّف نہ تھا۔ اس پر جناب و قبلہ نے فرمایا کہ ہاں حضرت غوث الاعظم نے ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ حرف کہنا ہی کہنا ہے جو حالت شاہ منصور کی تھی خود حضرت جنید کی نہ تھی جب حضرت جنیدؒ کو قریب مرگ حالت توحید طاری ہوئی ہے تو روتے اور کہتے تھے کہ افسوس تمام عمر قیل و قال میں گزری یہ حال کھلتا تو عمر ضائع نہ کرتے۔ شاہ منصور نے مجاہدہ بھی نہایت سخت کیا تھا۔ کہیں روم کہیں شام کہیں چین جا بجا چلہ کشی کرتے رہے جس وقت آپ کے لئے سولی تیار ہوئی اور جبّہ اتارا گیا۔ بغل میں ایک بچھو بقدر دس مثقال برآمد ہوا لوگ مارنے لگے تو آپ نے منع فرمایا کہ یہ ہمارا بیس برس کا رفیق ہے اس کو مت مارو پھر جب شاہ منصور کو دار پر کھینچ دیا۔ جسم کو جلایا خاکستر کو دریائے دجلہ میں بہایا تو دریا جوش میں آ گیا لوگوں نے امام محمد کو خبر دی امام صاحب دجلہ کے کنارے آئے اور کہا کہ سن منصور ہم جانتے ہیں کہ تو طریقت میں سچا تھا لیکن ہمارا قلم خلاف شرع چلا ہو تو شہر کو غارت کر ورنہ تجھ سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اسی وقت دریا کا جوش فرو ہو گیا بہر حال منصور ہرگز مردود نہیں ہو سکتا کیونکہ مردود درست وہ شخص ہوتا ہے جو پیر سے انکار کرے اور پیر اس کو مردود کرے

نکال دے انہوں نے نہ پیر سے انکار کیا نہ پیر نے مردود کیا اور جو یا صفا پر ہوتا ہے بعد تعلیم تعلیم کے اپنے مرید کو اجازت دیتا ہے کہ اگر زیادہ حوصلہ ہو تو اور بزرگ کی خدمت میں جاؤ ایسا شخص مردود نہیں کہلاتا اور جو حالت منصور پر طاری ہوئی تھی اس نے منصور کو من کل الوجوہ فنا کر دیا تھا اگر منصور کچھ باقی رہتا تو کوئی اس حالت سے نکالتا اور خود حضرت جنید موجود تھے ان سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب منصور حلاج کی خاکستر میں سے صدائے انا الحق آتی تھی اس وقت ایک عاشق آیا اور کہا کہ اب تو حق ہی حق ہے پھر انا الحق کہنا کیا ضرور ہے ؎

عاشقے آمد مگر چوبے بدست	بر سر آں مشت خاکستر نشست
پس زبان بکشاد ہمچوں آتشے !	بانگ بر شورید خاکستر خوشے
داں یکے می گفت بر گوئید راست !	کانکہ میزد دادا نالحق او کجاست
آنچہ گفتی آنچہ بشنیدی ہمہ !	آنچہ دانستی تو دیدے ہمہ
ان ہمہ جز اول افسانہ نیست	محو شد جانب دریں ویرانہ نیست
اصل باید اصل منتفنے دیاک	گر بود فرع دگر بنود چہ باک
ہست خورشید حقیقی بر دوام	گو نہ ذرہ ماں نہ سایہ والسلام

کہتے ہیں کہ بعد اس کے آواز نہ آئی۔ اس کے بعد جناب قبلہ نے یہ شعر فرمایا ؎

آں شعلہ رو بغمزہ دلم را کباب کرد	مارا چہ کرد خانۂ خود را خراب کرد

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقیری ایک بات ہے کان میں کہنے کی یا تو انسان ادھر تھا یا ادھر ہو گیا گویا کہ آگ میں پھونک ماردی نہ اس کے لئے وقت نہ زمانہ درکار ہے نہ نماز نہ روزہ نہ درود وظائف کی شرط ؎

داد را قابلیت شرط نیست	بلکہ شرط قابلیت داد است

کسی شخص نے سوال کیا کہ حضور جب فقیری ایسی آسان ہے، تو پھر مشقت و مجاہدہ کیوں کراتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک شخص کے پاس تیل کے دو ہنڈے تھے نہایت میلے کچیلے اور تیل میں چکٹے ہوئے ایک ہنڈا ایک کاریگر کو دیا اور

پوچھا اس کو کتنے عرصہ میں صاف کر دو گے کہا کر پورے چالیس روز۔ دوسرا ہنڈا ایک اور کو دیا۔ اس نے کہا کر لو میں آج ہی صاف کئے دیتا ہوں پہلے شخص نے کیا کیا۔ کبھی تو اس ہنڈے کو کھرچا اور کبھی کھار دے کر دھوتا کبھی نرم آنچ میں اس کو گرم کرتا اسی طرح چالیس روز میں صاف و شفاف کر دیا اور ٹھوک بجا کر حوالہ کیا دوسرے شخص نے کیا ترکیب کی کہ ہنڈے کے چاروں طرف اپلوں کا انبار چنا اور آگ لگا دی۔ ہنڈا جھٹ پٹ صاف ہو گیا لیکن کسی کام نہ رہا جہاں ذرا ٹھیس لگی اور چور چور ہو گیا بے شک صاف تو دونوں ہو گئے مگر ایک کار آمد رہا اور دوسرا نکما ہو گیا۔ چنانچہ نقل ہے کہ خواجہ باقی باللہ صاحب کی خدمت میں ایک نان بائی ہمیشہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک روز خواجہ صاحب کے پاس چند مہمان عزیز آئے کھانا کچھ موجود نہ تھا آپ متفکر ہوئے یہ دیکھ کر نان بائی اپنی دکان سے چند قسم کا کھانا لے آیا اور حضرت کے مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مانگ کیا مانگتا ہے اس نے عرض کی کہ حضور مجھ کو اپنا جیسا بنا دیجئے۔ خواجہ صاحب اس کو حجرہ کے اندر لے گئے اور ایک نگاہ کی جس کو اتحادی توجہ کہتے ہیں اسی وقت بالصورت والعلم ایک ہو گیا۔ جب حجرہ سے برآمد ہوئے تو کسی کو تمیز نہ ہوتی تھی کہ خواجہ صاحب کون ہیں اور نان بائی کون سا ہے صرف اتنا فرق تھا کہ خواجہ صاحب ہوشیار تھے اور وہ مدہوش لیکن تین روز کے بعد وہ شخص مر گیا کیونکہ دفعتہً تعلیم ہوئی تھی۔

تیر نگاہے نشست مسکین خود جان گذاشت　　　طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت

بس اسی واسطے دفعتہً تعلیم نہیں دیتے اور محنت و مجاہدہ کراتے ہیں کہ حوصلہ بڑھ جاوے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مامپور میں ایک امیر کے مکان پر کوئی کیمیا گر آئے اس امیر نے غریب فقیر سمجھ کر خوب خدمت کی چھ مہینہ کے بعد جانے لگے تو کہا کہ ہم کو اکسیر یاد ہے جی چاہے تو سیکھ لو امیر نے کہا کہ صاحب مجھ کو اس کی حاجت نہیں فقیر نے کہا کہ خیر تم کیمیا نہیں سیکھتے تو ہمارے ہاتھ کی پکی ہوئی ایک چیز چالیس روز کھا لو امیر نے کہا بہت اچھا چالیس دن تک کھلا کر رخصت ہوا اور بولا کہ لو تم نے کیمیا نہیں سیکھا مگر ہم نے تم کو

اکسیر بنا دیا ہے کچھ عرصہ کے بعد انقلابِ روزگار نے ایسی خانہ خرابی کی کہ اس امیر کو فقیر بنا دیا ہے۔ فاقہ کشی کی نوبت پہنچی ایک پرانی دیگچی بازار میں بیچنے گیا خوبی قسمت سے وہ بھی نہ بکی۔ دوپہر کا وقت گرمی کے دن نہایت حیران و پریشان ہوکر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور افسوس کرنے لگا کہ اگر اس فقیر سے کیمیا سیکھ لیتے تو آج کام آتی۔ اس وقت خیال آیا کہ فقیر نے یہ بھی تو کہا تھا کہ میں تم کو اکسیر بنا چلا ہوں فوراً اپنا پسینا لے کر اس دیگچی کو مل دیا اور جنگل میں اُپلے جمع کرکے اس کو آگ دے دی۔ دیگچی کندن ہو گئی لیکن اس پر ایک ایسی حالتِ حیرت طاری ہوئی کہ تین روز تک متحیر بیٹھا رہا آخر چوتھے دن غائب ہوگیا چونکہ دفعتہً اپنی تاثیر اس پر ظاہر ہوئی متحمل نہ ہو سکا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شاہ بھیک صاحب نے بابا ستیل پوری کی خدمت میں جو کہ حضرت شاہ کمال قادری رحمتہ اللہ علیہ سے فیض یاب تھے یہ شعر لکھ کر ارسال کیا ؎

چلتے چلتے جگ گیو اور بھیک دواری دور
خرچی بنری پگ تھکے جا کوئی کہے حضور

اس کے جواب میں بابا ستیل پوری نے یہ شعر تحریر کیا ؎

ست نام ستیل پوری جو من مکھ رہے حضور
جن بیٹھن تم جات ہو اُن بیٹھن ہیں دور

مطلب یہ ہے کہ راہ سلوک تو ایک نہایت دور دراز رہ ہے جوں کی چال چلنا راہ و رستہ کا اتار چڑھاؤ بھگتنا اور گاؤں گاؤں میں منزل و مقام کرنا صعوبات سفر اور عقبات رہ گذر اور عجائبات منازل اور طلسمات راہ کی سیر دیکھنا اس طور سے سفر طویل اور منزل مقصود بعید ہو جاتی ہے جیسے کوئی دہلی سے کلکتہ کا سفر پیادہ پا قطع کرے مگر راہ قلندری میں سیر منازل اور تماشا مراحل کچھ نہیں جیسے کوئی آدمی ریل میں سوار ہو کر جھٹ پٹ کلکتہ میں جا اترے ؎

صنمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

ان دونوں میں ہر طرح بڑا فرق ہے۔

ایک روز کسی طالب نے شکایت کی کہ حضور آج تک ہم کو کچھ حصول نہیں ہوا ہنوز روز اوّل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میر پنجہ کش صاحب دہلوی سے ہم نے بھی مشق خط

کی تھی اس وقت ان کی نقل یاد آتی ہے۔ میر صاحب کا دستور تھا کہ جب کوئی لڑکا ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اوّل روز اس کے ہاتھ سے ایک وصلی لکھواتے اور اپنے پاس رکھ لیتے جب کوئی شاگرد شکایت کرتا کہ حضرت اتنی مدت گزری لیکن میرا خط درست نہیں ہوا تو اس کی پہلی لکھی ہوئی وصلی نکال کر سامنے رکھ دیتے کہ اس سے مقابلہ کرلو کتنا فرق ہوا ہے جب کہ پہلی تحریر دیکھتا تو فرق بین معلوم ہوتا اور شاگرد کی تسکین ہو جاتی۔ ایسا ہی حال طالبان طریق کا ہے کہ جب تعلیم بتدریج حاصل ہوتی ہے تو امتیاز حاصل نہیں ہوتا اور طالب کو تشنگی طلب بدستور رہتی ہے اور خیال کرتا ہے کہ ابھی کچھ حاصل نہیں ہوا حالانکہ مرد کامل کی صحبت اپنا کام کرتی رہتی ہے اگر اس میں بھی وصلی لکھی جاتی تو ہم بھی لکھوا رکھتے آج مقابلہ ہو جاتا۔ لیکن تبدیل خیالات میں کچھ فرق ہوا یا نہیں پہلے کی نسبت خود ہی کمی وبیشی معلوم ہوتی ہوگی رہا انکشاف اگر اس کو منظور ہے تو وہ بھی ہو جاوے گا۔ ؎

در بلا صبرے بباید مرد را   صبر خود کے باشد اہل درد را

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہزادہ بام محل پر ہر طرف سیر کر رہا تھا ناگاہ اس کی خالی کی بیٹی بھی اپنے بالا خانے پر جلوہ افروز ہوئی شہزادہ اس کو دیکھتے ہی بیہوش ہو گیا ؎

ان[1] دکھیاں انکھیں کو سکھ سرجو ہے نا ہیں   دیکھت اتی نہ دیکھتیں بن دیکھے اکلائیں

غلام وکنیز اس کو اٹھا کر محل سرائے میں لائے جب لخلخہ سونگھایا تو ہوش میں آیا لیکن مرض عشق اپنا اثر کر چکا تھا روز بروز دل ہی دل میں گھلنے لگا ہر چند علاج ومعالجہ کیا شفا نہ پائی آخر ایک حاذق طبیب معالج ہوئے راز مخفی ان پر منکشف ہوا بادشاہ کو اطلاع کی بادشاہ نے فوراً شادی کا پیام دیا منظوری کے بعد دھوم دھام شروع ہوئی اس وقت طبیب روشن ضمیر نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی شادی میں توقف کرو کہ جس کو دیدار کی تاب نہیں وہ وصال کا کیا متحمل ہو سکتا ہے ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پہلے دو مکان بنوائے جاویں۔

---

[1] یعنی ان زخمی آنکھوں کو کسی طرح چین نہیں دیکھنے کے وقت تاب نہیں بغیر دیکھے قرار نہیں ۱۲

جن میں ایک دیوار حائل ہو اور روزن دیکھ بھال کے لئے رکھے جاویں اور دونوں جدا جدا مکان میں رہیں شہزادی کبھی کبھی اپنے دیدار کی جھلک دکھا دیا کرے جب شہزادہ متحمل ہو جاوے پھر مضائقہ نہیں اس وقت شادی کرنی چاہیے یہ بات سب نے پسند کی کیونکہ دفعتہً وصال ہوتا تو شہزادہ شادی مرگ ہو جاتا غرض تجویز کے موافق مکان تیار ہوا دونوں جدا جدا رہنے لگے۔ شہزادہ ہر وقت شوق دیدار میں بیقرار ہو کر تاک جھانک کرتا۔ اور شہزادی نے یہ انداز اختیار کیا کہ کبھی روزن دیوار سے ذرا انگلی دکھائی ردنہ انگوٹھا کبھی پنجۂ نگارین ساعد سیمین چمکا دیا۔ کبھی چشم مخمور کے جام سے مست کیا کبھی شمع رخسار و صبح جبیں کی جھلک دکھائی کبھی گیسوئے عنبر بار کا لخلخہ سونگھایا۔ کبھی سرو قامت کی خرم سے قیامت برپا کی کبھی آواز جاں نواز سنا کر جلا دیا۔ القصہ رفتہ رفتہ شہزادہ کے دل بیقرار کو یہاں تک تحمل ہونے لگا کہ دیر دیر تک معشوقہ کے دیدار کی بہار دیکھا کرتا اور جلوہ حسن سے بیخود نہ ہوتا اس وقت وصال کی ٹھہری۔ ایسے ہی پیر دانا طالب کے ظرف کا اندازہ کر کے اس کی استعداد کے مناسب تعلیم و تلقین بتدریج فرماتے ہیں۔ ورنہ طالب مبتدی اور کم حوصلہ کو دفعتہً تعلیم کرنا موجب زیان جان ہوتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شاہجہان پور میں ایک خان صاحب تھے ان کی بیوی نہایت حسینہ و جمیلہ تھی ؎

پتری لکھی سی تت پائے داگھر کے جو پاس　　　نت پت پونو ہے رہت آنن اوپ چاس

جب خان صاحب سفر میں ہوتے تو وہ بیوی خط لکھنے پڑھنے کے واسطے محلہ کی مسجد کے امام کو بلا لیتی تھی چنانچہ ایک بار وہ بیک تخت پس پردہ بیٹھی تھی اور امام صاحب لکھنے کو تیار پوچھا کہ کیا لکھوں اتنے میں ہوا نے پردہ اٹھا دیا اور اتفاقاً مولوی صاحب کی نگاہ اس پردہ نشین سے دو چار ہو گئی ہوش و حواس جاتے رہے اس کے بعد عورت نے

پترا جنتری تت تاریخ نت پت ہمیشہ۔ پونو شب چہاردہم یعنے وہ معشوق کہ مانند چاند چودہویں کے ہے اور اس کے گھر کی جو طرف روشنی چودہویں رات کی سی ہے تو شاعر کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسکے گھر کے پاس جاوے تو تاریخ بھول جاویگا تاریخ اسکو جنتری میں ملے گی کیونکہ وہاں تو ہر وقت روشنی چودہویں رات کی سی رہتی ہے۔ ۱۲

مضمون بتانا شروع کیا مولوی صاحب لکھنا تو بھول گئے بار بار کہتے تھے کہ کیا لکھوں اب عورت جو کچھ کہتی ہے مولوی صاحب کی زبان پر یہی جاری ہے کہ کیا لکھوں آخر وہ عورت سمجھ گئی کہ ملاء غریب آفتاب حسن کی تاب نہ لا سکا ایک ہی جلوہ میں چکا چوند ہو گئی شہباز عشق نے طائر عقل کے پر نوچ لئے ؎

در دل عاشق چو عشق آتش فروخت ہرچہ جز معشوق بود از ابسوخت

اپنی کنیز کو اشارہ کیا کہ جا مولوی صاحب کو جلدی سے مسجد میں پہنچا دے کنیز ان کو مسجد میں چھوڑ گئی۔ لیکن خورد و خواب آرام و قرار سب فراموش ہوا اس لفظ کے سوا کچھ یاد نہ رہا ہر وقت یہی وظیفہ تھا کہ کیا لکھوں آخر راز فاش ہوا چند روز کے بعد خان صاحب بھی آن پہنچے۔ مولوی صاحب کا احوال سن کر بہت افسوس کیا ایک روز اپنی بیوی سے کہہ گئے کہ تم اس وقت اچھا لباس اور عمدہ زیور پہن کر آراستہ ہو جاؤ کہ مولوی صاحب کی آج دعوت ہے عصر کے وقت اس دیوانہ عشق کو اپنے گھر میں لائے اور کھانا سامنے رکھا مولوی صاحب کو تو وہی ایک بات یاد تھی بولے کیا لکھوں۔ اس وقت خان صاحب نے بیوی کو اشارہ کیا کہ پردہ سے باہر آ جاؤ اس کا سامنے آنا اور نگاہ کا دوچار ہونا تھا کہ دونوں بغل گیر ہو کر فنا ہو گئے۔ ؎

عشق یوسف را از آن سازد غلام ۔ تا کہ آرد مر زلیخا را بدام !
عشق موسیٰ را بکوہ طور برد ۔ بہر دید دوست سوئے نور برد
عشق احمد را بود معراج دین ۔ تا مقام او شود حق الیقین
عشق چہ بود قطرہ دریا ساختن ۔ از دو عالم باخدا پرداختن
عشق از ہستی خود وارستن ست ۔ در مقام سرمدی پیوستن ست

غرض دونوں شہید خنجر عشق اسی طرح ہمکنار دفن کئے گئے لوگوں نے چاہا بھی کہ جدا کریں لیکن خان صاحب نے منع کیا کہ جن کو خدا نے ملایا اُن کو ہم کیوں جدا کریں۔ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ۔ تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

چونکہ حسن پردہ در اور عاشق کم حوصلہ تھا وہ وصال یک بیک ہر گیا نہ عشق رہا نہ

عاشق نہ معشوق یہ بھی ندارد اور وہ بھی ندارد فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔

زبسکہ حسن فزود و عشق گداخت مرا ز من شناختم او را نہ او شناخت مرا

ایک بار مولوی عبدالحکیم صاحب و محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھ سے اور سید غلام محمد صاحب وکیل لدھیانہ سے واسطے قدم بوسی جناب و قبلہ کے حاضر ہوئے تھے سب صاحبوں نے راقم سے کہا کہ حضرت کے کلام کے ہم بہت مشتاق ہیں آج کسی طور سے تحریک کرو چنانچہ بعد نماز عشاء ہم سب حاضر خدمت مبارک ہوئے اور تسلیم بجا لا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد راقم نے یہ شعر عرض کیا ؎

باز گو از نجد و از یاران نجد تا در و دیوار را آرے بہ وجد

اس وقت جناب و قبلہ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا۔

ارے او میکدہ کے جلنے والے ذرا اُٹھ دیکھیو پیر مغاں کو!

شراب شوق کی کم ہو گئی کیف پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو!

ایک فقیر دل خستہ کسی شہر میں وارد ہوا اور نان بائی کی دکان پر جو بادشاہی محل کے قریب تھی روٹی خریدنے کے لئے گیا اتفاقاً شہزادی صاحب جمال حور تمثال سیر بازار میں معروف تھی۔ فقیر کی اس پر نگاہ جا پڑی شہزادی شوخی و ناز سے انگوٹھا دکھا کر ہنستی ہوئی چل دی اُس نان والا کو فقیر بیچارہ کا دل قابو میں نہ رہا تیر نگاہ سینۂ بے کینہ کے پار اور تیغ ابرو سے جگر فگار ہو گیا ؎

دل بسوئے آں مہ غرفہ نشیں حیران بماند شمع در فانوس شد پروانہ سرگرداں بماند

تا بگلشن سرو سیمیں را خراماں ساختے رونق از گل رفت و بلبل را پریشاں ساختے

تا سمند ناز را سرگرم جولاں ساختے! شور محشر بر سر گور غریباں ساختے!

پریتم کہانی بس بھری مت سینو کوئی آئے باتوں باتوں بس چڑھی دیکھت ہی ڈس جائے

نین پیا سے پھنس رہے پریتم پیچ کے پیچ من گوئند کا ڈھس گئے وہ بھی رہ گئے بیچ

جب ہوش آیا تو محل شاہی کے پیچھے دھونی لگا کے بیٹھ گیا رفتہ رفتہ تمام شہر میں اس

کے عشق کا شہرہ ہوا اور یہ خبر بادشاہ کے کان تک بھی پہنچ گئی وزیروں سے پوچھا اب کیا تدبیر ہے انہوں نے عرض کی کہ حضور والا کسی شخص کو کہہ دینا چاہیے کہ اس فقیر کو قتل کر ڈالے یہ مشورہ شہزادی نے بھی سنا رات کے وقت اس عاشق زار کو بلوایا اور پس پردہ اُن کے اس سے کہا کہ سن فقیر تیرے قتل کا سامان ہو رہا بہتر یہ ہے کہ تو یہاں سے نکل جا ورنہ مارا جائے گا فقیر بولا کہ اے شہزادی میں تو اسی دن مر چکا تھا جب تم نے ناز و انداز سے انگوٹھا دکھایا اب مردہ کو جو چاہیں سو کریں میری جان تو پہلے ہی تم پر قربان ہو چکی ہے ہم کو رنج و راحت دونوں برابر ہیں۔ نظم

زندہ کنی عطائے تو در بکشی رضائے تو

آپ کسی طرح کا فکر نہ کریں میں تو اپنی جان آپ کے قدموں پر پہلے ہی تصدیق کر چکا بات صحیح ہے اس سے زیادہ میرے لئے سعادت کون ہے سچ تو یہ ہے کہ رنج و ... دونوں ہمارے واسطے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ راحت تو ہمارے لئے ہو اور رنج ... اُٹھادے اگر یہ جان آپ پر قربان ہو جاوے تو عاشقوں کا عین دین و ایمان ہے

از محبت تلخہا شیریں شود	از محبت مسہا زریں شود !
از محبت دردہا صافی شود	از محبت دردہا شافی شود !
از محبت خارہا گل مے شود	از محبت سرکہا مل مے شود
از محبت دار تختے مے شود	از محبت بار بختے مے شود
از محبت [illegible] گلشن مے شود	از محبت روضہ گلخن مے شود
از محبت حزن شادی مے شود	از محبت غول ہادی مے شود
از محبت نار نوری مے شود	از محبت دیو حوری مے شود
از محبت سنگ روغن مے شود	بے محبت موم آہن مے شود
از محبت نیش نوشے مے شود	از محبت شیر موشی مے شود
از محبت سقم صحت مے شود	از محبت قہر رحمت مے شود
از محبت مردہ زندہ مے شود	از محبت شاہ بندہ مے شود

چوں خلیل از آسمان ہفتمی! | بگذرد کہ لا اُحِبُّ الاٰفِلِیْنَ!
آب کم جو تشنگی آور بدست | تا بجوشد آب از بالا و پست
تا سقاہم ربہم آید خطاب | تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
آب رحمت بایدت رو پست شو | وانگہاں خور خمر رحمت مست شو
رحمت اندر رحمت آید اے پسر | بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
چرخ را در زیر آور اے شجاع | بشنو از فوق فلک بانگ سماع
پنبہ وسواس بیروں کن ز گوش | تا بگوشت آید آں بانگ خروش
دفع کن از مغز و از بینی زکام | تا کہ ریح امیہ آید در مشام

پھر شہزادی نے کہا کہ اچھا ہم تیرے ساتھ چلنے کو راضی ہیں تو بھی چل اور ہم کو بھی لے چل فقیر نے کہا کہ ؎

من شمع جاں گدازم تو صبح دل کشائی | سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیک ایں چنینم دور آنچنانکہ گفتم | نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا کجا تم کہاں میں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک یہ بوجھ مجھ سے ہرگز اٹھایا نہ جاوے گا میری تاب و طاقت سے باہر ہے جب فقیر اس بات پر راضی ہوا اور مرنا ہی اختیار کر لیا تو شہزادی نے پردہ اٹھا کر کہا کہ آؤ معانقہ ہی کر لو زندگی کا کچھ اعتبار نہیں ہے ؎

من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم | کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

دونوں معانقہ کرتے ہی جاں بحق ہو گئے۔

بیا ساقی کہ من مردم کفن از برگ تاکم کن | بآب می بدہ غسلم دریں میخانہ خاکم کن!
بحل فاتحہ بدرہ وجم دگر گورم ازیں ترکن | کہ روز عاقبت مارا بیک جرعہ نجاتم کن
عاشقاں دانند مر لیلاں درد | تا فنائے عشق بامرداں چہ کرد
تا نباشی مدتے زیروزبر | کے توانی یافت زآسائش خبر را
سالہا بردند مرداں انتظار | تا یکے را بار شد از صد ہزار

اگر انسان کو اتنی بھی محبت خدا سے نہ ہو تو وہ انسان کیا حیوان ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بادشاہ کو وزیر زادہ سے ایسی محبت پیدا ہوئی کہ بغیر اس کے ایک دم چین نہ تھا اتفاق سے کچھ مدت کے بعد وہ وزیر زادہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہر وقت اسی کے ذکر و فکر اور اسی کی تاک جھانک میں رہنے لگا بادشاہ کے پاس آنا جانا کم ہو گیا ہر چند بادشاہ خفا ہوتا مگر وہ کب سنتا تھا۔ ؎

نہ میری سنے وہ نہ میں ناصحوں کی　　　نہیں مانتا کوئی کہنا کسی کا!

ایک شب وزیر زادہ بادشاہ کے پاس تھا جب دیکھا کہ بادشاہ کی آنکھ لگ گئی چٹ وہاں سے اٹھا اور اپنی معشوقہ کے پاس پہنچا بادشاہ اتنے میں جاگ اٹھا دیکھا تو محبوب ندارد گھبرا کے بیقراری اور غصہ کی حالت میں جستجو شروع کی آخر پتہ لگاتے لگاتے وہیں پہنچا جہاں وہ دونوں دلدادہ عیش و نشاط میں مصروف تھے دیکھتے ہی آتش غضب بھڑک اٹھی اور کہا کہ او وزیر زادہ میں نے تجھ کو اس قدر ناز و نعمت سے پالا تمام ملک کی حکومت تجھ کو عطا کی تمام خزانوں کی کنجیاں تجھ کو دیں جو تیرا جی چاہتا ہے سو کرتا ہے ہر قسم کی عزت ہر طرح کا اقتدار تجھ کو حاصل ہے پھر تو میرا مطلوب ہو کر غیر کی طرف کیوں مائل ہوا۔ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ یعنی اے انسان کس چیز نے تجھ کو فریفتہ کیا جو کافر ہوا تو ساتھ خداوند اپنے کے وہ خدا تعالیٰ کہ تجھ کو پیدا کیا پس درست کئے اعضاء تیرے اور متمیز کیا تجھ کو غیر سے جس صورت میں چاہا۔ اس جوش غضب میں بادشاہ نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس نابکار کی کھال کھینچ کر سولی پر چڑھا دو تاکہ اور لوگ عبرت پکڑیں اور بہت جلد تعمیل حکم کر کے ہم کو خبر دو اتنے میں وزیر کو خبر پہنچی وہ دوڑا ہوا آیا اور غلاموں کو بہت کچھ زر و جواہر دے کر کہا کہ تم جانتے ہو بادشاہ کو اس سے کس قدر محبت ہے یہ حکم شان غضب میں دے دیا ہے جب غصہ فرو ہو جاوے گا تو پھر تم پر الٹا غضب نازل ہو گا۔ اس وقت اس کو کہاں سے لاؤ گے اور اپنے بچنے کی کیا تدبیر کرو گے بہتر یہ ہے کہ اس کو چھپا دو اور کسی واجب القتل مجرم کو سولی پر لٹکا دو، غلاموں

ایسا ہی کیا جیسے کہ وزیر نے صلاح دی اگلے دن بادشاہ نے غلاموں سے حال دریافت کیا سب نے عرض کیا ہم کو جیسا حکم ملا تھا اس کی تعمیل کی گئی۔ چنانچہ ابھی تک وہ دار پر آویزاں ہے، بادشاہ یہ سن کر نہایت خوش ہوا، اور سب کو خلعت و انعام دیا اور کہا کہ خوب کیا اس کو اسی طور سے رہنے دو تاکہ خلقت اس کے حال سے عبرت حاصل کرے، تمام شہر میں غوغا ہو گیا ہر ایک شخص اس کی نعش پر آتا۔ اور اس کی حالت غیر پر غور کر کے روتا تھا چند روز گزرے تو بادشاہ کی آتش خشم سرد ہو گئی اور عشق و محبت کی سوز و گداز کا زور شروع ہوا اپنے کئے سے نہایت پشیمان ہوا اس کی صورت اس کی باتیں یاد کر کے زار و زار رونے لگا اس کی عزاداری میں ماتمی لباس پہنا ؎

مے کشد پنہاں دمے پوشد کبود
از فسونِ نرگس شہلا مپرس!

رات کے وقت جب کہ دار اغیار سے خالی ہوتے تو وہاں جاتا اور صبح تک اس کے فراق میں تن تنہا خاک و خون میں لوٹتا اور سر و پیٹ کر واپس چلا آتا چالیس روز تک بادشاہ پر یہی کیفیت گزری ؎

از پس چل روز آں بخورد و خراب	آں پسر را دید یک ساعت بخواب
روئے ہمچوں ماہ او در مشک غرق:	از قدم در خوں نشستہ تا بفرق
شاہ گفتش اے لطیف جانفزا	از چہ تو غرقے بخوں سر تا بپا
گفت در خوں زآشنائے توام	ایں چنیں از بے وفائے توام
باز کردی پوست از من بے گناہ	از وفاداری بنود اے بادشاہ
یار خود با یار آخر ایں کند	کافرم گر ہیچ کافر ایں کند
من چہ کردم تا تو۔ را دم کنی	سرتری و سرنگوں سارم کنی
روئے اکنوں مے بگیر دانم زتو	در قیامت داد بستانم زتو!
چوں شود دیوان وا آدر آشکار	داد من از تو ستاند کردگار

جب بادشاہ نے یہ خواب دیکھا اور لڑکے سے بے وفائی کا دردناک گلہ سنا تو

اور بھی زیادہ بیقرار ہوا آنکھ کھل گئی دل کی بیچینی اور طبیعت کی بے تابی اس قدر بڑھی کہ بے ہوش ہو گیا جب وزیر نے دیکھا کہ بادشاہ کی بری حالت ہے تو لڑکے کو اشارہ کیا وہ تیغ و کفن لے کر بادشاہ کے قدموں پر جاگرا اور دونوں بیخود ہو گئے ؎

شاہ چوں شد از فراق او خلاص ۔۔۔ ہر دو خوش رفتند در ایوان خاص

بعد ازاں کس واقف اسرار نیست ۔۔۔ زانکہ آنجا موضع اغیار نیست

آنچہ آں یک گفت آں دیگر شنید ۔۔۔ کور دید آں حال گوش کر شنید

پھر فرمایا کہ خواب میں یہ شکایت بادشاہ سے کس نے کی وزیر زادہ تو زندہ تھا بات یہ تھی کہ بادشاہ کا جو تخیل تھا وہ ہی پیش آیا ۔ ؎

پندار اینکہ حیرت از دل عاشق رود ہرگز ۔۔۔ چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اپنے بندہ کے ساتھ ایسا ہی ہے انسان کو لازم ہے کہ سوائے خدا کے غیر کو دل میں جگہ نہ دے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہزادی اپنے غلام پر عاشق ہو گئی جب کہ جنون عشق کا غلبہ ہوا اور عصمت و حیا کا پردہ چاک ہونے لگا تو چار اپنی دس کنیزوں کو جو فن موسیقی میں کامل تھیں اور لحن داؤدی سے تاثیر سحر دکھلاتی تھیں اپنے پاس بلایا اور راز دل ظاہر کیا کہ اب مجھ میں تاب جدائی باقی نہیں کوئی تدبیر کرو کہ اس غلام پری بیکر کو خبر نہ ہو اور لطف وصال حسب دلخواہ میسر آوے ورنہ میری جان اس غم میں گھل جاوے گی ان سب نے عرض کیا کہ یہ کیا بڑی بات ہے لو آج ہی سہی ۔ ایک عیار ان میں سے گئی اور غلام کو ایک جام داروئے بیہوشی پلا دیا اور اس حالت بے خبری میں اس کو لا کر شاہزادی کے پلنگ پر لٹا دیا جب نصف شب کے بعد اس کو ہوش آیا تو اپنے تئیں بہشت میں پایا ؎

نیم شب چوں نیم مستی او غلام ۔۔۔ چشم نرگس بر کشود از غم تمام

دید قصرے ہمچو فردوس از نگاہ ۔۔۔ تخت زریں او کنارش تا کنار

اس بزم عیش و سامان نشاط کو دیکھ کر غلام متحیر اور شاہزادی کے حسن بے کمال و جمال

پریشانی میں محو ہو گیا۔

انگ انگ پرتی بنت پری درپن سب گات
دوہری تیہری چوہری بھوگن جانے جات

کنیزان سحر فن گانے بجانے میں مصروف ہوئیں اور شہزادی مشاہدۂ جمال اور لطف وصال میں مشغول رات بھر وہ غلام یہ عجیب سانگ دیکھتا رہا قریب صبح سو گیا تو شہزادی کی چالاک کنیزوں نے اس کو اٹھا کر پھر اسی جگہ پر جا ڈالا جب آنکھ کھلی تو وہ نہ محفل نہ وہ سامان وہی جگہ وہی مکان اب غلام حیرت کے دریا میں ڈوب گیا کہ یہ کیا حال تھا خواب تھا یا خیال تھا رونا پیٹنا اور آہ وزاری شروع کی لوگوں نے حال دریافت کیا تو کہا کہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا ایک خواب تھا بیداری سے بہتر ایک بیداری تھی خواب سے پریشان تر نہ خواب تھا نہ بیداری۔

ہیچ نشنیدم چو بشنیدم ہمہ
من ندیدم گرچہ من دیدم ہمہ

جب عارف دریائے توحید میں غوطہ لگا کر باہر آتا ہے تو اس پر یہی حالت طاری ہوتی ہے ؏

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک فقیر روشن ضمیر ایک شاہزادے پر عاشق ہو گیا اور اس کے عشق و محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے، بادشاہ آتش غیرت میں سوختہ ہو گیا اور وزیر کو حکم دیا کہ اسی دم گدائے شوخ چشم کو سولی دے دو وزیر بموجب فرمان شاہی کے درویش دل ریش کو زیر دار لایا اس وقت اس سوختہ جگر نے کہا کہ اگر تھوڑی مہلت دو تو دوگانہ پڑھ کر کچھ دعا کر لوں چنانچہ وزیر نے اتنی مہلت دی اور فقیر نے نماز شروع کی۔

پس میان سجدہ گفتا کائے الٰہ
چوں بخواہد گشتن شاہم بے گناہ

پیش ازاں کز جان برایم بے خبر
روزیم گرداں جمال آں پسر

انگ انگ ہر عضو پرتی یعنی عکس درپن آئینہ گات جسم بھوگن زیور۔ یعنی تمام جسم معشوق کا مانند آئینہ کے شفاف ہے زیور کا عکس جو اس کے ہر عضو میں پڑتا ہے تو دوہرے تیہرے چوہرے زیور معلوم ہوتے ہیں۔[۱۲]

تیر دعا نشانۂ مدعا پر جا لگا فقیر کی دعا نے وزیر کے دل پر اثر کیا اس نے فوراً بادشاہ سے اس کے عشقِ صادق کا حال بیان کیا بادشاہ کا بھی دل نرم ہو گیا شہزادہ سے کہا کہ جاؤ اور نہایت خاطر و مدارت سے اس دلدادہ کو ہمارے پاس لاؤ شہزادہ گیا اور فقیر کا سر اپنے زانوں پر رکھا فقیر سوختہ نے دیکھا تو آپ کو کنارِ معشوق میں پایا جمال یار پر جان نثار کی ۔ سے

سورج کے سامنے نہیں شبنم کو کچھ قرار ۔۔۔ ہم پاس تم جو آئے تو پھر ہم کہاں رہے

نعرۂ زد جان بہ بخشید و بمرد! ۔۔۔ ہمچو شمعی باز خندید و بمرد!

چوں وصال دلبرش معلوم شد ۔۔۔ فانیٔ مطلق شد و معدوم شد

سالکان دانند در میدان درد ۔۔۔ تا فنائے عشق با مردان چہ کرد

جملہ مردان فنائے رہ شدند ۔۔۔ در فنائے حق بحق آگہ شدند

تا نباشی مستِ زیر و زبر! ۔۔۔ کے توانی یافت زآسائش خبر

عاشقاں جان باز ایں راہ آمدند ۔۔۔ وز دو عالم دست کوتاہ آمدند

کس دریں وادی بجز آتش مباد ۔۔۔ وآنکہ آتش نیست عیشش خوش مباد

عاشق آں باشد کہ چوں آتش بود ۔۔۔ گرم رو سوزندہ و سرکش بود

مرد کار افتادہ باید عشق را ۔۔۔ مردم آزادہ باید عشق را!

نے تو کار افتادۂ نے عاشقی ۔۔۔ مردۂ تو عشق را نے لائقی!

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت نظام الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک دن قوالی سن رہے تھے آپ کو جوش آیا اور جوش میں رومال ہلا کر فرمایا کہ افسوس ہم دھوبی کے لڑکے کے برابر بھی نہ ہوئے اس وقت تو کسی خادم کو تاب نہ ہوئی کہ دریافت کرے لیکن دو تین دن کے بعد حضرت امیر خسرو نے وقت فرصت میں عرض کیا کہ اس روز جو حضور کی زبان الہام بیان سے یہ الفاظ صادر ہوئے تھے اس راز سے آگاہ فرمائے آپ نے فرمایا کہ بادشاہی دھوبی کا لڑکا بن دیکھے بھالے شہزادی پر شیفتہ ہو گیا ۔ سے

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۔۔۔ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

وہ لڑکا تمام دن شہزادی کے کپڑے دھوتا اور طرح طرح سے ان کو درست کرتا اور غائبانہ اس کے حسن و جمال کی یاد میں نالہ و فریاد کرتا ہے

رخنہ ہائے بیعد د بجر تو در دل ساختہ
عشق چوں زنبور در ہر خانہ منزل ساختہ

الن گن چھین گرتیج ہیں پچو پی پھرٹت دین
برہ تتیا ہرئے کے چھین چھین گھر لیس !

چند روز تو یہ راز پوشیدہ رہا آخر طشت از بام ہوا لڑکی کے گھر والوں کو یہ بھید کھل گیا ہے

عشق نہ آنست کہ ماند نہاں!
گرچہ بود پردہ جہاں در جہاں

اس کے والدین کو فکر دا ندیشہ پیدا ہوا کہ بڑی خرابی کی بات ہے اگر شاہزادی کو خبر ہو گئی تو یہ مارا جائے گا اور اگر یہ چپ چاپ اس غم و حسرت میں مبتلا رہا تو مر جائے گا۔ ع

گویم مشکل دگر نہ گویم مشکل !

ایسی جگہ اس نے کمند ڈالی ہے کہ جہاں رسائی دشوار ہے ہم دھوبی وہ شاہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ آخر یہ خیال آیا کہ کسی طور سے لڑکے کی طبیعت کو بدلنا اور اس کے دل سے یہ خیال مٹانا چاہیے اس کی ماں نے کیا سوانگ بھرا کہ ایک دن اُداس صورت اور غمگین چہرہ بنا کر بیٹے کے پاس جا بیٹھی اور سرد آہیں بھرنے لگی۔ اس نے پوچھا کہ اے اماں خیر تو ہے۔ آج تمہارا کیا حال ہے بہت ہی اصرار کے بعد کہا کہ بیٹا کیوں کچھ کہا نہیں جاتا کلیجہ منہ کو آتا ہے یہ کہہ کر آنسو بہانے لگی اور بولی کہ جس شہزادی کے تو کپڑے دھویا کرتا تھا آج اس کا سوم تھا اس نے مضطرب ہو کر تین بار دریافت کیا کہ کیا وہ مر گئی پھر نعرہ مار کر جان بحق ہو گیا ہے

ابتدا ہی میں اُٹھ گئے سب یار
عشق کی کون انتہا لایا!

اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا!

لہ الن گن بیشمار چھین سوراخ۔ کرتیج دل پی محبوب پھرٹت فراق برہ عشق یعنے دل میں بیشمار سوراخ معشوق کے فراق میں ہو گئے ہیں تو عشق نے نیتاں کے ہر سوراخ کو اپنا گھر بنالیا ہے۔

سوچا کچھ تھا ہو گیا کچھ رونا پیٹنا شروع کیا۔ اب کیا ہوتا تھا آخر روز دھو کے بیٹھ رہی

چوتھے روز دھوبن شہزادی کے کپڑے لے گئی اس نے دیکھ کر کہا یہ کپڑے آج کس نے

دھوئے ہیں پہلے سی صفائی نہیں وہ تو کچھ محبت کی صفائی معلوم ہوتی تھی یہ بات سن کر

دھوبن ممتزدہ زار و قطار رونے لگی پہلے تو جھوٹا رونا تھا اب سچ مچ کا رونا ہو گیا

جھرمٹ کھیلے سچ مچ ہوئے   سچ مچ کھیلے برلا کوئے

شہزادی نے پوچھا کہ کمبخت بتا تو سہی روتی کیوں ہے کچھ منہ سے بولو اس نے

تمام حال اپنے لخت جگر کی رحلت کا رو رو کے بیان کیا اور کہا کہ وہ نامراد جو تمہارے

کپڑے دھوتا تھا اس طرح جہان سے اٹھ گیا یہ اس کا پیغام ہے ؎

اتنا پیغام درد کا کہنا   گر صبا کوئے یار میں گزرے

کونسی رات آن ملئے گا   دن بہت انتظار میں گزرے

شہزادی بولی کہ اچھی دھوبن ہم کو بھی اپنے لڑکے کی قبر دکھا دے ؎

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی   مارا خراب کردی و خود مبتلا شدی

یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی اور دھوبن کو ساتھ لے قبرستان کی طرف روانہ ہوئی ؎

وہ چلا جو آتا ہے دوستو ذرا اس سے بچتے رہا کرو   کیا قتل جس نے نظر کو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

مرے پیچھے مت ملو کبھی کبیرا رام   لوہا ماٹی ہو گیا پھر پارس کس کام!

چلتے چلتے قبر پر پہنچی اور اس کو نہایت درد و حسرت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا

تو وہ قبر شق ہو گئی شہزادی نے کہا ؎

شق جا بجا ہے آہ یہ کسکا مزار ہے   شاید کہ اس میں دفن دل بیقرار ہے

پھر بتیاب ہو کر شہزادی اسی قبر میں سما گئی ؎

اس چمن کی سیر میں آیا پیو یوں مل کے مل   کیا بنائے صانع قدرت نے رنگین گل کے گل

سر تہ وہ دریا کہ جس سے گزرے پل باندھ کر   موج چشم عاشقاں دے توڑ پل میں پلکے پل

ایک شور مچ گیا بادشاہ کو خبر ہوئی وہ بھی آیا قبر کھودی گئی دیکھا کہ جسم ایک ہے۔

اور دو سر ؎

نکلے باہر دے موئے نکلے	دونوں دست دبغل ہرسے نکلے
ربط چپان ہم ہویدا تھا	مر گئے پر بھی شوق پیدا تھا
ایک کا ہاتھ ایک کے بالیں	ایک کی لب سے ایک کو تسکین
جو نظر ان کو آن کرتے تھے	ایک قالب گمان کرتے تھے

بعد اس قصہ کے سلطان جی نے فرمایا کہ یہاں ایسا عشق ہم کو نہ مرشد سے ہوا نہ رسول سے نہ خدا سے ورنہ ہمکو بھی وصل نصیب ہو جاتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مجنوں عاشق ہوا اور عشق مشتہر ہوا تو امتحان کے لئے لیلیٰ نے ایک آدمی بھیجا کہ مجنوں سے ایک پارۂ گوشت مانگ لاؤ اس نے مجنوں کو یہ پیغام سنایا پوچھا کہ کہاں کا گوشت طلب کیا ہے اس نے لیلیٰ سے پوچھا کہا کہ ابھی کچا ہے مرتبۂ ناسوتی میں ہے۔ چند مدت کے بعد پھر ایک آدمی گوشت کی طلب میں پہنچا تو مجنوں نے جواب دیا کاٹ کرلے جاؤ اس نے آن کر لیلیٰ سے بیان کیا کہا کہ ہاں اب عشق میں آیا ہے اور یہ مرتبہ ملکوتی ہے کچھ عرصہ کے بعد آیا لیلیٰ سے کہنے لگا جس طرح شاہ منصور نے انا الحق کہا تھا یہ مرتبہ جبروتی اور فنا فی العشق ہے چند روز کے بعد صرف لیلیٰ لیلیٰ کہنا شروع کیا یہ مرتبۂ لاہوت و توحید ہے، بعد اس کے گم گشتگی پیدا ہوئی نہ لیلیٰ یاد رہی نہ مجنوں، یہ مرتبہ ہاہوت ہے نہ خود نہ خودی نہ خدا کچھ باقی نہ رہا نہ ذکر نہ ذاکر نہ مذکور ؎

دلدار طلب مکن کہ دلدار نماند!	بے یار بسری کہ در جہاں یار نماند
دامن درکش خوش بنشیں یک نفسے	انگار کہ در زمانہ دیار نماند!
سر برہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک	ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

ایک روز ارشاد ہوا کہ عشق حقیقی ہو یا مجازی آثار و اطوار عشق بہر صورت یکساں ظہور کرتے ہیں شاہ منصور کو بھی غلبہ عشق تھا اور مجنوں کو بھی لیکن ان کو تو مرتبۂ انا الحق میں عشق کے زور شور نے مار رکھا مگر مجنوں کوئے لیلیٰ سے گذر گیا شاہ منصور کی حالت اس شعر کے مطابق تھی ؎

بعد از فنا بھی لے نہ گئے کوئی یادہ میں — کیا بار تھا صبا مری مشت غبار میں!

اور مجنوں صحرا نوردو خانماں برباد کی کیفیت اس شعر کے موافق تھی۔

آوارگان عشق کا پوچھا جو میں نشاں — مشت غبار لے کے صبا نے اڑا دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ میں ایک سقا تھا ایک دن اس کو آپ کی زیارت ہوئی حضرت نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ درد محبت چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو خود ہمارے احتمال و حوصلہ سے باہر ہے تجھ کو کیا تعلیم کرے تیرا ہم تجھ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں وہاں تو اپنا مدعا پیش کر۔ چنانچہ اس نے مجلس شریف آنحضرت میں بار پایا اور اپنی آرزو گذارش کی آنحضرت نے اس کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا آپ نے سقے سے ارشاد فرمایا کہ تو درد محبت کیوں چاہتا ہے تیرا ظرف اس کے قابل نہیں اس نے بمنت عرض کی کہ خیر جو ہو سو ہو اگرچہ میں قابلیت نہیں رکھتا لیکن یہ آرزو تو آخر میرے دل میں کسی وجہ سے ہوئی ہے غرض اس کی تمنا کے موافق حضرت علیؓ نے اس کو تعلیم فرمایا تو اس کا جسم مثل مجذوبوں کے جابجا سے شق ہو گیا جناب و قبلہ سید اعظم علی شاہ صاحب باردی نے ان کو دیکھا تھا اکثر اوقات زخموں پر خاکستر ڈالا کرتے تھے درد محبت کا سوز و گداز بھی غضب ہے آتش دوزخ بھی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی جس کے ظرف و حوصلہ میں یہ استعداد رکھی گئی وہ متحمل اس کا ہوتا ہے۔ چنانچہ عطا فرماتے ہیں ؎

من نخواہم مال و جاہ و طمطراق — سوز خواہم درد خواہم اشتیاق

تا نباشی مرد صاحب درد تو! — در صف مردان نباشی مرد تو

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست — درد را جز آدمی در خورد نیست

ذرۂ درد خدا و جهد دل ترا! — بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا!

کفر کافر را و دین دیندار را — ذرۂ دردے دل عطار را!

ذرۂ درد دم دہ اے درمان من — زانکہ بے دردم بمیرد جان من

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

تحقیق ہم نے پیش کیا تھا امانت کو آسمان اور زمینوں اور پہاڑوں پر پس انکار کیا یہ کہ اٹھاویں کے اُس سے اور اُٹھالیا اور اس کو انسان نے البتہ تھا وہ ظلم کرنے والا، نادان کہتے ہیں کہ وہ امانت عشق و محبت الٰہی تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ تھے مدت تک مجاہدہ میں معروف رہے ایک دن ان کو الہام ہوا کہ اچھا بتاؤ کیا مانگتے ہو ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا طلب کروں عرض کی کہ آٹھ دن کی مہلت ملے تا کہ میں کسی دانا سے مشورہ کروں وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ چنانچہ وہ ایک بزرگ شیخ کی خدمت میں گئے جو کہ اس زمانہ میں مشہور و معروف تھے اور تمام حال بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ میں اس قابل ہوں ہاں ایک مردِ خدا فلاں جگہ میں پڑا ہے جھاڑ پھونکا کرتا ہے اس کی خدمت میں جاؤ یقین ہے کہ وہ تمہارے سوال کا جواب دے سائل ان کے پاس گیا اور کیفیت عرض کی فرمایا کہ اچھا کل آؤ تو اس کا جواب دیں گے دوسرے روز حسبِ وعدہ وہ بزرگ سائل وہاں گیا تو شور و غل کی آواز سنی دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ رات کے وقت کسی نے اس کو قتل کر ڈالا دھڑ ایک سنڈاس میں پڑا ہوا ملا اور سر ایک کوڑی پر پایا۔ حاکم تک مقدمہ گیا وہاں سے حکم ہوا کہ یہ بدمعاش تھا پاؤں میں رسی باندھ کر کشاں کشاں بیرون شہر پھینک دو تا کہ کوئی کتے اس کی نعش کو کھا جاویں یہ بزرگ اس تماشہ کو دیکھ کر نہایت حیران ہوئے کہ اس بزرگ کے ساتھ یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے اور مجھ سے اس نے غلط وعدہ کیوں کیا تھا آخر سوچا کہ مردوں کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا اس بے تن سر سے جا کر سوال کیا کہ آج کا وعدہ تھا۔ اب جواب عنایت ہوا اگر تم اذا وعدوفا اس سر میں سے آواز آئی کہ میاں صاحب تمہارے سوال کا یہی تو جواب ہے جو تم نے تماشا دیکھا ہمارے اوپر سرکار کی بڑی عنایت محبت اور بڑا پیار تھا لیکن ساری عمر نہ پیٹ بھر کے کھانا ملا نہ پہننے کو کپڑا نصیب ہوا ہمیشہ لنگوٹی باندھی اور جھاڑ پھونکا زندگی کی یہ صورت تھی کہ موت کی کیفیت تم نے خود دیکھ لی کہ کیا عمدہ گت ہوئی نہ گور

ملی نہ کفن میتر ہوا نہ کہاں دھڑ کہاں عمر بھر کبھی غسل کرنا نصیب نہ ہوا نماز و روزہ سے ہمیشہ محروم رہے آخر غسل میت اور نماز جنازہ بھی ہاتھ نہ آئی باقی رہا ایمان اور عاقبت بخیر اس کا بھی پتہ نہ ملا نہ کوئی حساب کتاب کا فرشتہ آیا نہ کسی نے مردود و مقبولیت کی خبر دی۔ اشعار حضرت علی رض ؎

رضیت بما قسم اللہ لی! | وفوضت امری الی خالقی
لقد احسن اللہ فی ما مضیٰ | کذا یحسن اللہ فی ما بقےٰ[1]

الغرض اہل محبت و عشق کے ساتھ تو یہ سلوک ہوتا ہے جو کہ بیان کیا گیا پس اگر تم کو مانگنا ہے تو مراتب میں سے کوئی مرتبہ مثل ولایت و غوثیت و قطبیت وغیرہ مانگ لو مزے میں رہو گے محبت کا نام کبھی بھول کر بھی نہ لینا ؎

عشق را ہرگز نشاید ناتواں! | مرد کامل باید واں پہلواں!
پہلواں باید دریں راہ شگرف | نکتہ داں دمنگے باید شد زحرف

یہ بات سن کر اس بزرگ کی آنکھیں کھلیں اور دل میں کہا کہ بھلا جب دینے والے کو کچھ دینا منظور ہوتا ہے تو کہیں پوچھ پوچھ کے دیا کرتا ہے میں تو کچھ نہیں مانگتا جو مجھ کو دینا منظور ہو گا بغیر دریافت عطا کرے گا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کوہ طور پر تشریف لے گئے اور جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی دوست خاص کا طلب گار ہوں حکم ہوا کہ اے موسیٰ تجھ سے زیادہ خاص دوست کون ہو گا تو بھی تو ہمارا خاص دوست ہے۔ پھر دوبارہ سہ بارہ عرض کیا حکم ہوا کہ جاؤ فلاں پہاڑ میں ہمارا خاص دوست ہے تم کو ملے گا۔ آپ پہاڑ میں پہنچے ایک شخص نظر آیا تمام بدن جزام سے گل سڑ گیا تھا اور بدبو کے مارے دماغ پھٹا جاتا

---

[1] یعنی راضی ہوا میں ساتھ اس چیز کے جو حصہ لگایا اللہ نے واسطے میرے میں نے اپنے کام سپرد کئے اپنے خالق کو تحقیق بہتر کیا اللہ نے جو کچھ کہ گزرا اسی طرح بہتر کرے گا۔ اللہ اس میں جو کچھ کہ باقی ہے ۱۲۔

تھا حضرت موسیٰ کو نفرت ہوئی واپس چلے اس شخص نے پکارا کہ اے موسیٰ آئے تو ایسی گرم جوشی و محبت سے اور بھاگے ایسی سرد مہری و نفرت سے رام نام ؎

کنٹے بھلے جو ٹپ ٹپ ٹپکے رام ۔۔۔ دار د کچن دیہہ کو جا کھ ناہیں رام

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معلوم کیا کہ وہ یہی شخص ہے ملاقات کی اور پوچھا کہ تم ایسے دوست خدا اور تمہارا یہ حال کہا کہ حضرت عاشقوں کا یہی حال ہوتا ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں۔ ؏

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے

پھر پوچھا کہ آپ کو کچھ طلب بھی ہے کہا کہ دو چیز کی آرزو تھی سو ایک اور حاصل ہو گئی یعنی آپ کی ملاقات دوسری یہ ہے کہ ہم کو کہیں سے لاکر سرد پانی پلا دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پانی کی تلاش میں گئے بعد میں ایک شیر آیا اور اس نے فقیر کو پھاڑ ڈالا آپ پانی لے کر آئے تو یہ حال دیکھا بہت افسوس کیا اور اس کو دفن کر دیا بعد فراغت کوہ طور پر پہنچے اور درخواست کی کہ یہ بھید کیا تھا حکم ہوا کہ اس شخص نے دو خطائیں کیں اول یہ کہ ہمارے عشق کا دم بھرا اور طلب غیر کی دوسرے یہ کہ ہمارے پاس کیا سرد پانی نہ تھا جو تم سے مانگا اگر ہم سے کہتا تو اسی دم دریا بہا دیتے وَ مَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۔ اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔

تا رہبر تست عادت خویش ۔۔۔ مردود نہ منافقے نہ درویش

غیر را گر در دلت جائے بود ۔۔۔ عشق نبود ہرزہ سودائے بود

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب موحد مقام توحید میں پہنچتا ہے تو وہاں نہ موحد رہتا ہے نہ توحید نہ واحد نہ بسیار نہ خودی نہ خدا نہ عابد نہ معبود نہ ہستی نہ نیستی نہ ذات نہ صفات نہ جبرئیل نہ قرآن نہ ولی نہ ولایت نہ صفات نہ موصوف نہ اسم نہ مسمی نہ اول نہ آخر نہ ظاہر نہ باطن نہ بہشت نہ دوزخ

؎ یعنی با خدا جزا ہی جس کے بدن سے خون ٹپکے وہ بہتر ہے قربان کروں اس تندرست خوبصورت جسم کو کہ جو بے یاد خدا ہے ۱۲۔

نہ روشنی نہ تاریکی نہ نفی نہ اثبات نہ آسمان نہ زمین نہ منزل نہ مقام نہ طلب نہ طالب نہ مطلوب نہ عشق نہ عاشق نہ معشوق نہ آدم نہ ابلیس نہ کفر نہ اسلام نہ کافر نہ مسلمان نہ مومن نہ ایمان نہ حلال نہ حرام نہ وجود نہ عدم اَلتَّوْحِیْدُ تَرْكُ التَّوْحِیْدِ فِی التَّوْحِیْدِ۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ کلام حضرت کا درست ہے مگر اس مقام میں حضرت ٹھہرے نہیں چنانچہ نقل ہے کہ ایک بار حضرت غوث الاعظمؓ پر ایک نور عظیم متجلی ہوا اور اس میں سے ندا آئی کہ اے عبدالقادر ہم نے تجھ کو نماز معاف کی چونکہ صاحب فضل کمال تھے سمجھ گئے کہ یہ شیطان کا فریب ہے فوراً لاحول پڑھی وہ نور غائب ہو گیا اور شیطان نے مجسم ہو کر کہا کہ تم خوب بچے ورنہ میں نے بڑوں بڑوں کو غارت کر دیا ہے اگر حضرت اس وقت شان جلال و جمال میں تمیز نہ فرماتے اور اس کا کہنا مان لیتے تو ملحد ہو جاتے لیکن بڑے ہوشیار تھے بچ گئے شرع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا علم راہ نما ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مولوی صاحب طالب علموں کو حدیث کا درس دے رہے تھے اس وقت یہ حدیث پڑھی گئی۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ فَلَمَّا صَلّٰى عَلَيْهِ صلعم فَسَبَّحْنَا طَوِيْلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ وَوُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ فَسَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

وعن ابنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم هٰذَا الَّذِيْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَشَهِدَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ اِنْتَهٰى

یعنی فرمایا ہے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نکلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طرف سعد بن معاذ انصاری کے جبکہ کہ فوت ہوئے پس پڑھی آپ نے نماز جنازہ اور رکھا قبر میں اور دفن کیا تو آپ نے تسبیح پڑھی یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پس ہم نے بھی تسبیح کہی دراز پھر آپ نے تکبیر کہی یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ پس ہم نے بھی تکبیر
کہی پس بعض صحابیوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں آپ نے
اول تسبیح کہی اور بعد میں تکبیر فرمایا کہ تحقیق تنگ ہو گئے تھے اس بندۂ صالح پر قبر اس کی
حتیٰ کہ کشادہ کیا اللہ نے قبر ان کی کو روایت کیا ہے اس حدیث کو احمد نے اور حضرت ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ سعد بن معاذ
ایسا شخص تھا کہ جنبش میں آیا عرش اور کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور ستر ہزار فرشتے
واسطے نماز جنازہ کے حاضر ہوئے تحقیق دبا لیا قبر نے جو حق دبانے کا تھا پھر فراخ ہوئی
روایت کیا ہے اس حدیث کو نسائی نے۔ اس حدیث شریف کو بیان فرما کر مولوی صاحب
رونے لگے کہ بڑے خوف کا مقام ہے جب رسولِ خدا کے صحابی کا یہ حال ہو تو عوام امت
کا کیا ٹھکانا ہے میں نے عرض کیا کہ جناب مولوی صاحب یہ تو رونے کا محل نہیں ہے
بلکہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ اس خبر عبرت اثر سے ارباب فہم کو نہایت عمدہ نصیحت
ہوتی ہے یہ جائے غور ہے کہ حضرت سعد ابن معاذ انصاری ایسے ذی مرتبہ اور بزرگ صحابی
کہ ان کے جنازہ کی نماز رسول خدا نے پڑھی ان کے لئے عرش کو جنبش ہوئی آسمانوں کے
دروازہ کشادہ ہو گئے ستر ہزار فرشتوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر کیا سبب تھا کہ زمین قبر
نے ان کو تنگ کیا ظاہر ہے کہ ان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و
عنایت پہ ناز تھا اپنی مغفرت و نجات کا ذریعہ رسول خدا کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ ہمارے
ہادی و شفیع تا بہ دفن ہمارے ساتھ ہیں پس یہی خیال ان کا خالصاً تکیہ رحمت الٰہی پر نہ
تھا بلکہ رسولِ مقبول کی عنایت کا سہارا بھی لگا ہوا تھا تنگی قبر کا باعث ہوا غیرت کبریائی
اور عظمت الٰہی نے ان کو دکھلا دیا کہ تم نے ہماری ذات پر تو اعتماد نہ کیا اب ایسا بڑا حامی تمہاری
قبر پر کھڑا ہے دیکھیں تو وہ کیا مدد کر سکتا ہے اور کیونکر بچا سکتا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ
عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ رسولِ خدا نے راہ خدا بتلائی خدا پرستی سکھائی توحید ربانی کا نعرہ
بلند کیا خدا پر توکل کرنا ذات حق پر بھروسہ رکھنا اور اسی ذات کو فاعل مطلق اور لاشریک
سمجھنا تعلیم فرمایا پس جو کوئی خلاف ان ہدایات کے غیر خدا پر نظر رکھے خواہ نبی پر یا ولی پر

بے شک وہ مستحق عذاب و سزا وار عتاب ہے، اور جس قدر اس کے دل میں تعلق ماسوا اللہ ہے اسی قدر تنگی قبر کا باعث ہے جب کہ خداوند ذوالجلال نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت شاملہ سے انسان کو پیدا کیا جان دی جسم دیا پالا پرورش کیا زن و فرزند مال و متاع کا مالک بنا دیا ان سب کاموں میں کوئی نبی یا ولی خدا کے ساتھ شریک نہ تھا سفارشی نہ تھا کسی کی خاطر و مدارت سے اللہ تعالیٰ نے یہ عنایتیں نہیں کیں تھیں پھر حیف کی بات ہے کہ ایسی ذات کو چھوڑ کر نجات و مغفرت اور معاملۂ آخرت کے لئے کسی دوسرے کی حمایت اور سفارش پر آدمی نظر ڈالے اور کوئی وسیلہ اور واسطہ تلاش کرے۔[1]

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؁

من نخواہم رحمتی جز رحم شاہ | من نخواہم غیر آن شہ را پناہ!
غیر شہ را بہر آن لا کردہ ام | کہ بسوی شہ تولا کردہ ام!
من نخواہم آفریں ہیچ کس | مدح من و شنام لیلی یاد و بس
گر ترا سنگے زند معشوق مست | بہ کہ از غیرے گہر آرد بدست
حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است | رفتن بپائے مردے ہمسایہ در بہشت

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی میری امت کے افعال میرے روبرو پیش ہوا کریں حکم ہوا کہ یہ بات ہم کو ہی سزاوار ہے تم سے اس کا تحمل نہ ہوگا تین بار درخواست کی اور یہی جواب ملا آخر حکم ہوا کہ اچھا۔ اس زمانہ میں رسول علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ جب کسی لڑائی پر جاتے تو دو دو صحابیوں کے درمیان بنلائے اخوت فرماتے یعنے دینی بھائی بنلاتے ایک صحابی کو لڑائی میں اپنے ہمراہ لے جاتے اور دوسرے صحابی کو گھر میں چھوڑ جاتے تاکہ وہ اپنے گھر اور اپنے

---

[1] یعنی مثال ان لوگوں کی جنھوں نے پکڑا سوائے خدا کے مددگار مانند مکڑی کے ہے کہ بناتی ہے گھر کو اور البتہ کمزور تر گھروں میں ہے مکڑی کا گھر اگر تم جانو ۱۲۔

دینی بھائی کے گھر کی خبر گیری کرتا ہے غزوۂ تبوک میں درمیان ثعلبہ انصاری اور سعید بن عبدالرحمان کے بھائی چارہ ہوا سعید بن عبدالرحمن تو لڑائی میں گیا اور ثعلبہ کو گھر میں چھوڑا ایک روز ثعلبہ نے اپنے بھائی کی بیوی کی آواز خوش الحان سنی اور عاشق ہو گیا دوسرے روز بہ تماشا بارادۂ فاسد اپنے بھائی کے گھر میں چلا گیا اس پاک دامن بیوی نے کہا کہ اے ثعلبہ تجھ کو کیا ہوا۔ خدا و رسول سے شرم نہیں کرتا کہ اپنے بھائی کے گھر میں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی میں ہے فاسد ارادہ سے آیا خدا اور رسول کو کیا جواب دے گا۔

اس بات کے سنتے ہی خوفِ خدا اس کے دل پر غالب ہوا اور نعرہ مار کر بآہ و زاری جنگل میں چلا گیا یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب قافلۂ تجارت یا لشکر فتح پیکر واپس آتا تو دوست و بیگانے اپنے دوست و بیگانوں کے استقبال کے لئے جاتے اور اس قافلہ یا لشکر کو بعزت و اکرام خوشی کے نعرہ مارتے ہوئے لاتے۔ سب آدمیوں نے اپنے یگانوں کے استقبال کیا ان کی ملاقات سے سرور ہوئے لیکن سعید بن عبدالرحمن اپنے دینی بھائی ثعلبہ کا منتظر رہا اور بہت افسوس کیا اور کہا کہ خدا خیر کرے بھائی ثعلبہ کیوں نہیں آیا آخر گھر میں آن کر اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ بھائی ثعلبہ کہاں ہے اس نیک بخت نے تمام قصہ بیان کیا یہ حال سن کر ان کو نہایت رنج و قلق ہوا کہ ہائے میرے بھائی کو کیا ہو گیا۔ القصہ اس کی جستجو میں جنگل کی راہ لی ڈھونڈتے ڈھونڈتے دیکھتا کیا ہے کہ ایک صحرا میں نعرے مار کر روتا پھرتا ہے سعید نے کہا کہ بھائی ثعلبہ تجھ کو کیا ہوا چل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہاں تیری تقصیر معاف ہو جاوے گی ثعلبہ نے کہا کہ اچھا میرے ہاتھ باندھ اور گردن میں رسی ڈال کر لے چل۔ اسی حیثیت سے سعید ان کو مدینہ منورہ لایا اول حضرت ابوبکر رض کے گھر گیا پھر حضرت عمر رض کے گھر پھر حضرت عثمان رض کے گھر پھر حضرت علی رض کے گھر گیا اور کہا کہ میری کوئی نجات کی صورت ہے۔ چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ تم نے گناہِ عظیم کیا ہے ہمارے سامنے سے چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سبب سے ہم بھی آفت میں گرفتار ہو جاویں آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

لہ یہ قصہ تفسیر الجواہر میں ہے ۱۲۔

میں بحالت زار پہنچا اور اپنا حال پُر ملال و کیفیت ناگفتنی گذارش کر کے طالب شفاعت و مغفرت ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لئے کوئی صورت بخشش نہیں اور خبیث یہاں سے نکل جا ایسا نہ ہو کہ ہمارے شہر پر غضب الٰہی نازل ہو ؂

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد!

آخر الامر تمام وسائل سے مایوس ہو کر پھر جنگل کی راہ لی اور جنابِ الٰہی میں نعرہ مار کر فریاد کرنے لگا کہ الٰہی تیرے محبوب پر بھروسہ تھا انہوں نے صاف جواب دے کر شہر سے باہر نکال دیا۔ اب تیرا در چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ ؂

راندۂ عالم وسوئے تو سے آیم باز | بیخرد کاغذ باطل شدہ را کاغذ ساز

جب کہ اس کا درد حد سے زیادہ ہوا۔ اور سب طرف سے اس کا تعلق قطع ہو کر خدا کے کسی کا بھروسہ باقی نہ رہا دل سوختہ کو یکسوئی حاصل ہوئی تو دریائے رحمت کا ملہ ایک جوش مارا اور ایک ندا عالم غیب سے اس کے گوش جان میں وارد ہوئی کہ اے بندہ عاصی میری رحمت سے ناامید مت ہو میں مالک ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں لیکن تو نے یہ بڑی بیوقوفی کی جو اپنے گناہ پر ایسے اولوالعزم رسول کو گواہ کر لیا یا تو واقف تھا یا ہم نے کو کیوں مطلع کیا ہمارے سوا غفور الرحیم کون ہے ؂

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ | گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست | صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت استغفار نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۔

اور وہ لوگ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا بُرا کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے گناہ بخشا سوائے اللہ کے اور اڑ نہ رہیں اپنے کئے

والے ہوان کی جزا بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے بہتی نہریں رہ پڑے
ایک خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی یعنی ہم نے اس کا گناہ معاف کیا بلاؤ اس کو
اور خوشخبری دو۔ اس آیت کے نازل ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علی اور حضرت سلمان فارسی رضی کو بھیجا کہ ثعلبہ فلاں درخت کے تلے رات کے وقت اس
فریاد کیا کرتا تھا وہاں سے ڈھونڈ لاؤ۔ دونوں صاحب ان کی تلاش کو چلے اور
اور کے وقت اس درخت کے تلے فریاد کرتے پایا دونوں صاحبوں نے بآواز بلند فرمایا
کہ مبارک تمہارے گناہ معاف ہوئے چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو
بلایا ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آیت مغفرت نازل فرمائی اٹھ
ان کے ہمراہ ہوا مسجد نبوی میں آیا اس وقت نماز عشاء ہو رہی تھی اور سورۃ تکاثر
پڑھی تینوں صاحب شامل ہوئے پہلی آیت میں ثعلبہ نے نعرہ مارا کہ تمام جماعت پر
اس کا اثر ظاہر ہوا دوسری آیت میں بیہوش اور تیسری میں جان بحق ہوا۔ ان کے جنازہ کے
ساتھ فرشتوں کی یہ کثرت تھی کہ آنحضرت پنجوں کے بل چلتے تھے ثعلبہ کی ایک بیٹی تھی وہ رو
کر کہنے لگی کہ اب میں باپ کس کو کہوں گی آپ نے فرمایا میں تیرا باپ ہوں اور فاطمہ رضی تیری
بہن ہے کسی طرح کا غم تم کرو غرض برے وقت میں بجز خدا کوئی ساتھی نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شہر میں پہنچے دیکھا کہ ایک بوڑھا
ضعیف لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے چلا آتا ہے اس کے حال زار پر رحم آیا نام دریافت فرمایا
کہا کہ سلیمان حضرت کو خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک میں سلیمان ہوں کہ تمام ملک زیر نگیں
ہے اور ایک یہ سلیمان ہے کہ پیری میں ایسی سخت مصیبت جھیلتا ہے فوراً اپنے تاج میں
سے ایک لعل اس کو حوالہ کیا اور کہا کہ یہ تجھے بلکہ تیری اولاد کو بھی کفایت کرے گا مناسب
ہے کہ آئندہ اس محنت کو چھوڑ دے اور آرام سے بسر کر بڈھے نے لکڑیوں کا بار سر سے
پھینک دیا اور لعل کو لے کر شاد و خرم گھر کو چلا بار بار لعل کو دیکھتا اور حیران ہوتا کہ اللہ تعالیٰ
نے کیا قدر و قیمت اس سنگریزہ کو عطا کی ہے یکایک ایک چیل نے اس کو گوشت سمجھ کر
جھپٹا مارا اور صاف لے اڑی بڈھا ہاتھ ملتا رہ گیا اب یہ فکر پڑی کہ آج زن و فرزند کو کیا

کھلاؤں گا چلو پھر اپنے گھٹے کو سنگواؤ اور نیچ کھوج کے پیٹ پالو وہاں جا کر دیکھا تو گٹھا
کوئی اٹھالے گیا تھا ناچار شرم کے مارے رات جنگل ہی میں کاٹی صبح دم پھر لکڑیاں چننے لگا
اتنے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری آئی سوچا کہ یہ حریص بڈھا اب بھی اپنی معمولی
مشقت میں معروف ہے دریافت کیا تو اس نے قصہ سنایا حضرت کو پھر رحم آیا اور دوسرا
لعل عنایت کیا آج بڈھے نے نہایت احتیاط سے مٹھی میں بند کر گھر کی راہ لی راستہ میں ایک
ندی تھی جب منجدھار میں پہنچا تو پاؤں اکھڑ گئے دو چار ایسی ڈبکیاں کھائیں کہ ڈوبتے
ڈوبتے بچا اور لعل ہاتھ سے نکل گیا پھر حسرت و افسوس کے ساتھ واپس گیا اور لکڑیاں چننے لگا
اتنے میں حضرت سلیمانؑ کے لشکر کا کوچ ہوا تو دیکھا کہ وہی بدقسمت بڈھا لکڑیوں کا پشتارہ
باندھے چلا جاتا ہے پھر طلب فرمایا اور حال پوچھا اس نے کیفیت واقع عرض کی اور کہا
کہ آج تیسرا دن ہے خدا جانے زن و فرزند پر کیا گزری ہو گی۔ حضرت کو بہت ہی رحم آیا
اور تیسرا لعل جو نہایت ہی گراں بہا اُس کو دیا اب کی دفعہ خوب کس کے پگڑ باندھا تھوڑی
دور چلا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا اس نے تاڑ لیا کہ اس بڈھے کی پگڑی میں لعل چمکتا ہے
گھوڑا دوڑا کر قریب آیا اور پگڑی اچک یہ جا وہ جا۔ جھٹ نظروں سے غائب ہو گیا بڈھا
روتا پیٹتا حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اے پیغمبر خدا آپ نے خوب میری راہ کھوٹی
کی خدا نے جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا میں اس پر راضی تھا آپ نے چاہا کہ مجھ کو فقر سے رہا
ہو سو یہ بات خدا کو منظور نہ تھی آپ کے چاہنے سے میں امیر تو نہ بنا البتہ اس کے عوض میں
مجھ کو میرے بال بچوں کو تین دن فاقہ کشی کرنی پڑی۔ حضرت نے فرمایا کہ سلیمان کیا کرے جب
خدا ہی نہ چاہے غرض بڈھا بدستور لکڑیاں لاتا اور کنبے کو پالتا تھا ادھر حضرت سلیمان کی انگو
گم ہو گئی ماہی گیر کے گھر جا رہے جب دوبارہ تخت سلطنت ملا اور لشکر کا گزر لکڑہارے کی
بستی میں ہوا تو آدمی بھیج کر اس کو طلب فرمایا اس نے جواب دیا کہ اب تو بغیر سواری کے ایک
قدم بھی نہیں چل سکتا حضرت کو تعجب ہوا سواری بھیج کر اس کو بلوایا اور حال دریافت
کیا اس نے عرض کیا کہ جب آپ کے دیئے ہوئے لعل گم ہو گئے اور میری آس ٹوٹ گئی تو میں
نے بے اختیار خداوند کریم کی جناب میں گریہ و زاری شروع کی کہ خدایا تیرے نبی نے بہت

کوشش کی مگر تونے نہ چاہا تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اب سوائے تیرے کسی کا آسرا نہیں تو ہی اپنے خزانہ غیب سے وہ کھوئے ہوئے لعل عنایت کر اتفاقاً ایک دن حسب عادت لکڑیاں توڑنے کو درخت پر چڑھا وہاں چیل کا گھونسلا تھا دیکھا تو وہی تینوں لعل رکھے ہیں ان کو پاکر اب میں امیر کبیر بن گیا جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھروسہ تھا تو محروم رہا۔ جب خدا کی طرف خلوص دل سے متوجہ ہوا مالا مال ہوگیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کہ آپ کی عمر بارہ برس کی تھی۔ حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے دل میں کس کی محبت ہے فرمایا کہ تمہاری پھر پوچھا کہ بھائی حسین کی فرمایا کہ ان کی بھی پھر پوچھا کہ اماں جان کی فرمایا کہ اُن کی بھی پھر پوچھا کہ نانا جان کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی پھر پوچھا کہ اللہ میاں کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی تب حضرت حسن بولے کہ ابا جان آپ کا دل ہے یا کوئی مسافر خانہ ہے دل میں تو صرف ایک کی محبت رہ سکتی ہے نہ ہزاروں کی حضرت علی رضؓ نے ان کو چھاتی سے لگایا اور فرمایا کہ بیٹا تم سچ کہتے ہو محبت تو ایک ہی کی رہے گی سبحان اللہ جب بچپن میں یہ سمجھ تھی تو بڑے ہو کر کیا کیفیت ہوئی ہوگی سچ ہے۔ ؎

بچۂ بط اگر چہ بیضہ بود | آب دریاش تا بسینہ بود

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت امام حسن رضؓ کو جو تعلیم فرمائی ہے ہم کو نہایت ہی پسند ہے وہ یہ ہے یا وَلَدِیْ فِکْرُكَ فِیْكَ یَکْفِیْكَ دَآءُكَ وَ دَآءُكَ فِیْكَ لَیْسَ شَیْئٌ خَارِجًا مِنْكَ اَنْتَ اُمُّ الْکِتَابِ یَا وَلَدِیْ اَنْتَ جِسْمٌ صَغِیْرٌ وَ فِیْكَ عَالَمٌ اَکْبَرُ۔

ترجمہ:۔ اے میرے فرزند تیرا فکر تجھ میں تیرے لئے کافی ہے تیرا درد اور تیری دوا تجھ میں ہے کوئی چیز باہر نہیں تجھ سے تو ام الکتاب ہے اے میرے فرزند تو ایک چھوٹا جسم ہے اور تیرے اندر ایک بڑا جہان ہے۔

تو بمعنی جان جملہ عالمے! | ہر دو عالم خود تو ہی بنگر دمے
در حقیقت خود توئی ام الکتاب | خود ز خود آیات خود را باز یاب

صورتِ نقشِ الٰہی خود توئی — عارفِ اشیاء کماہی خود توئی
آنچہ مطلوب جہان شد در جہان — ہم توئی بازجو از خود نشان
ہم ملک ہم نہ فلک بشناختے — گر بکنہ خویشتن رہ یافتے

ایک روز ارشاد ہوا۔ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان ایک تیسری چیز ہے درمیان میں خوف اور رجا کے یعنے نہ تو خوف ایمان ہے نہ رجا بلکہ انکا وسط ایمان ہے اور قلندر صاحب فرماتے ہیں ؎

آب رحمت چیست کو پاک از ہمہ — مرد عارف کیست بیباک از ہمہ

اور یہ مرتبہ اولیاء اللہ کا ہے کہ قال اللہ تعالیٰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنے سن رکھ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق اولیاء اللہ نہ خوف ہے ان پر اور نہ وہ غم کھاویں اور حضرت شمس تبریزؒ نے رسالہ مرغوب القلوب میں فرمایا ہے ؎

لباس زہد و تقویٰ تا ن پوشی — شرابِ معرفت را کے تو نوشی
سخن در معرفت چون رفت اکنون — بروں آرم ز دریا دُرِّ مکنون
میان کفر و ایمان راہ فقر است — ازاں رہ دور بودن ہم کفر است
تشابہ خوف غالب نے رجا را! — میان ہر دو باید بود مارا!

ایک روز گفتگوئے توحید شروع ہوئی دریائے معرفت پر خروش اور بحر حقیقت کا جوش تھا ارشاد ہوا کہ میاں سچ پوچھو تو توحید بھی شرک ہے ایک یا احد تو محدود ہے اور وہ ذات بھی نہایت بے غایت حد و حصر اور عدد و شمار سے پاک و منزہ ہے پس ایک کہنا بھی درست نہیں اور اگر یہ کہو کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کیوں فرمایا اس کا حال یہ ہے کہ کہنے اور کلام کرنے کے واسطے احد سے بہتر کوئی لفظ نہیں ہے، اگر سب کو چھوڑ چھاڑ کر آدمی ایک پر مصر ہو رہے تو سبحان اللہ اور اگر ایک سے بھی پاک و صاف ہو جاوے۔ تو پھر کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے دتا ترہ فقیر شیناسی جس نے چوبیس گرو کئے تھے منجملہ ان کے ایک عورت بھڑ بھوجن بھی تھی جب اپنے سسرال میں آئی تو

وہاں کوٹھی کا اتفاق پڑا۔ ہاتھوں میں چوڑیاں تھیں ان کے جھنکار سے اس کو شرم آئی کہ سسرال کے مرد سنتے ہیں یہ سوچ کر ایک ایک چوڑی توڑ دی پھر بھی آواز قائم رہی اور ایک ایک توڑی آخر کار سب کو توڑ پھوڑ کے صرف ایک ایک چوڑی دونوں ہاتھوں میں باقی رہ گئی اس وقت آواز بالکل بند ہو گئی۔ فقیر شبیا ہی نے اس کیفیت سے توحید کی تعلیم پائی اور اس عورت کو اپنا گرو مانا لیکن ہمارے نزدیک تو اگر یہ ایک بھی توڑ دی جائے تو بالکل بکھیڑا پاک ہے۔

نیستم من ہر چہ ہتی بس توئی　　　　چوں یکے نبود کجا باشد دوئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ فرعون کی ایک عزیز چیز گم ہو گئی تھی اس نے ہزار غلاموں کو حکم دیا کہ تم میں سے جو کوئی ڈھونڈ لا دے گا ہزار دینار انعام و خلعت پا دے گا اور آزاد بھی کیا جاوے گا۔ سب نے کوشش کی بڑی جستجو کے بعد وہ چیز ایک غلام کو ملی سب غلام فرعون کے سامنے حاضر ہوئے جس نے وہ چیز پائی تھی نہایت شاد و خنداں تھا۔ باقی مایوسی کی حالت میں کھڑے تھے فرعون نے پوچھا کہ یہ لوگ ملول اور افسردہ کیوں ہیں۔ ہامان نے جو وزیر تھا کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ طلب شئے میں تو برابر تھے مگر یافت میں ناکام رہے۔ بادشاہ نے کہا پہلے انہی کو انعام دے کر آزاد کرو وہ غلام جس نے چیز پائی تھی بولا کہ حضور مجھ میں اور ان سب میں فرق کیا رہا فرعون نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک تو کچھ فرق نہیں غلامی میں سب تمہارے ہم رتبہ طلب میں برابر مگر چیز چونکہ ایک تھی اس لئے ایک ہی کو ملی سو اب ہم یہ فرق بھی اٹھائے دیتے ہیں یہ کہہ کر اس چیز کو زمین پر دے مارا اور توڑ دیا لو بس اب تم سب برابر ہو گئے نہ کچھ اس کے کھوئے جانے سے ہمارا نقصان ہے نہ پانے سے کچھ فائدہ ہوا۔

سب دربار ہے اللہ کا اے طوبیٰ میں صدقے　　　　ہنر مندوں سے پوچھے جائیں گے وہاں بے ہنر پہلے

ایک روز ارشاد ہوا کہ سلطان محمود کے پاس ایک جام بیش بہا تھا ارکین دولت کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دو سب نے عذر کیا کہ حضور نایاب چیز کو توڑ ڈالنا مناسب نہیں آخر ایاز کو اشارہ کیا اس نے ... کر دیا اہل دربار نے اس کو ملامت کی کہ آہ ایسی

جنس عزیز تو نے ضائع کر دی ؎

گفت فرمان بردن ایں شہ مرا | برتر از ماہے بود تا مہ مرا!
تو بسوئے جام افگندی نگاہ | من نیم جز بندۂ فرمان شاہ

لیکن ہم کو یہ بھید نہیں کھلتا کہ نافرمان کون ہے اور فرمان بردار کون یُضِلُّ بِهَا مَنْ يَشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَآءُ ؎

نہ مستغنی از خط عشق پشت کس | نہ بر حرف او جائے انگشت کس

ایک روز ارشاد ہوا کہ نواب لکھنؤ کا ایک دوست تھا اور ان کی خدمت میں رہتا تھا ایک دن نواب صاحب نے کہا کہ اگر کوئی عہدۂ جلیلہ یا منصب چکلہ داری وغیرہ چاہو تو تم علی نقی خان سے جا کر ملو کیونکہ اہل مناصب و مراتب کے تقرر وغیرہ کا اختیار ہم نے اس کو دے رکھا ہے وہ وزیر ہے اور اس قسم کے کام وزیر ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس پڑے رہو گے تو خیر یہاں صرف دوستی ہی دوستی ہے اور کچھ فائدہ یہاں حاصل ہوتا معلوم۔ اس شخص نے جواب دیا کہ حضور میں کوئی جاہ و منصب علی نقی خان کی وساطت اور توسل سے نہیں چاہتا مجھ کو وزیر کی اطاعت منظور نہیں آپ کے دربار میں بیکار پڑے رہنا بھی منظور ہے کیونکہ آپ کا قرب اور آپ کی صحبت پھر کہاں میسر ہو گی نواب نے فرمایا کہ اچھا تمہاری خوشی علی نقی خاں کو یہ بات ناگوار گزری اور چاہا کہ اس شخص کو نواب کے دربار سے نکلوا دے نواب کو بھی قرینہ سے یہ بات معلوم ہو گئی کہلا بھیجا کہ یہ تمہارا ماتحت نہیں تم سے کسی منصب و مرتبہ کا طالب نہیں خاص ہماری صحبت کا آرزو مند ہے یہ تمہارے نکالنے سے نہیں نکل سکتا تمہارے اختیارات ملازمان ملک پر ہیں ہمارے خاص آدمیوں کے معاملہ میں تم کو کیا دخل۔ اگر اس کی نسبت پھر ایسا خیال کرو گے تو تمہارے واسطے اچھا نہ ہو گا۔ (راقم) دانشمند آدمی اس میں سے بہت سے مقاصد و مطالب نکال سکتے ہیں حاجت بیان نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ کلکتہ کے نواح میں ایک بزرگ تھے دس بیگہ زمین ان کی وجہ معاش تھی جب بندوبست اراضی شروع ہوا تو حاکم نے اس زمین کی ضبطی کا حکم نافذ کیا

فقیر صاحب نے واویلا کی مگر کسی نے نہ سنی تب حاکم کے لئے بدعا کی وہ مر گیا دوسرا حاکم آیا تو اس نے سامنے اپنا رونا رویا اس نے بھی کچھ نہ سُنا جو حکم ہو چکا تھا وہی بحال رہا اس کے واسطے بھی تیر دعا لگایا وہ بھی مر گیا تیسرا حکم آیا وہ بھی اسی طرح بد دعائے فقیر کا شکار ہوا جب چوتھے حاکم کو کرسی حکومت ملی تو اس نے فہم و فراست سے معلوم کیا کہ جو حاکم آتا ہے وہ مر جاتا ہے کچھ اس کا سبب ہے پوچھا تو کسی نے تمام حال فقیر کا سنا دیا انئے حاکم نے فقیر کو بلایا اور کہا کہ سنو صاحب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا میں اس حکم ضبطی کو منسوخ نہیں کر سکتا لیکن تم صبر کرو میں پکا وعدہ کرتا ہوں کر اتنے عرصہ میں تمہارے لئے معافی زمین کی سند منگا دوں گا اس وعدہ سے فقیر کی تسلی ہو گئی حاکم نے حسب وعدہ منجانب سرکار سند بنام فقیر منگائی اور جا کر اس کے حوالے کی کہ لیجئے اپنی زمین کی سند لیکن مجھ کو اس بات کا جواب دیجئے یہ تین خون جو دس بیگہ زمین کے واسطے آپ نے کئے یہ کس کے سر رہے گو عدالت ظاہری اس کا مواخذہ نہ کرے لیکن خدائے غیب دان کے سامنے تو اس کی باز پرس ضرور ہو گی اور آپ تو فقیر خدا پرست ہیں خدا پر توکل نہ ہو سکا کیا اسی دس بیگہ زمین کو اپنا رازق سمجھتے ہو جس کے واسطے مخلوق خدا میں سے تین آدمیوں کو غارت کر دیا اس وقت فقیر کی آنکھیں کھلیں رونے لگا اور بولا کہ صاحب ہم سے بڑی خطا ہوئی کہ ہم نے خدا کو بھول کر اس زمین پر نظر رکھی اور درحقیقت تم تو ہمارے مرشد و راہنما ہی نکلے کہ ہم کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ دنیا بھی شیخ چلی کا گھر ہے جب بوجھ سر سے پھینک* دیا پھر کچھ بھی نہیں شیخ چلی سے ایک شخص نے کہا کہ یہ تیل کا مٹکا میرے گھر پہنچا دے اور میں تجھ کو ایک ٹکہ دوں گا اس نے کہا کہ بہت اچھا مٹکا سر پر رکھا اور چلا رستہ میں خیال آیا کہ اس ٹکے کی مرغی لوں گا وہ انڈے بچے دے گی ان کو بیچ کر ایک عمدہ نسل کی بکری خریدوں گا جو ایک بار میں دو تین بچے دے گی۔ چند روز میں بکریوں کا ایک ریوڑ میرے پاس ہو جاوے گا اس وقت بکریاں بیچ کر ایک گائے نہایت عمدہ خریدوں گا جو بہت سا دودھ دے گی اور ہر سال بیا دے گی کچھ عرصہ میں گائے بکریوں کے میرے گھر میں افراط ہو جاوے گی اور میں

ایک امیر اور خوشحال آدمی بن جاؤں گا اس وقت شادی کروں گا پھر میرے بیٹا ہوگا پھر وہ چلنے پھرنے بات چیت کرنے لگے گا جب میں باہر سے آیا کروں گا تو وہ پکارے گا ابا جان ابا جان ہمارے لئے کیا لائے اس وقت میں خفا ہو کر کہوں گا (دُ) یہ کہنا تھا کہ تیل کا مٹکا سر پر سے گر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اب شیخ چلی بیٹھ کر رو رہے ہیں۔ مٹکے کے مالک نے کہا ارے یہ کیا کیا میرا تیل کا مٹکا کیوں پھوڑ دیا۔ خواہ ہو کر بولا کہ واہ صاحب تم کو اپنے مٹکے کی فکر ہے میرا تو بنا بنایا گھر بگڑ گیا ہے

اے مصحفیؔ میں روؤں کیا پچھلی صحبتوں کو　　بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں !

اگر اس مثل میں غور کرو تو عرفان بھی ختم ہے وہ ٹسکا شیخ چلی کا نام خدا ہے جو تعلیم شیخ سے حاصل ہوتا ہے اس کی بدولت تمام انڈے بچے گائے بکری پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی سالک رہ کو منازل و مقامات اور کشف و کرامات ذکر و فکر ذوق و شوق سوز و گداز علم و انکشاف کیفیت و حالت یہ سب امور پیش آتی ہیں انجام کار جہاں مٹکا پھوٹا یہ سب بکھیڑا تمام ہوا ہے

انت پھوٹ سب جاتی ہوئی　　لبنا ایک نہ دینا دو ہے !

ایک روز حکیم احتشام الدین کا خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میری طبیعت حسنات سے تنفر اور سیئات کی طرف راغب ہے کچھ اس کا علاج فرمایا جاوے اس پر ارشاد ہوا کہ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ۝ کبھی دریائے شیریں جوش میں آن کر لہریں مارتا ہے کبھی دریائے شور کی طغیانی طلاطم برپا کرتی ہے۔ لیکن دونوں میں ظہور ایک ہی ذات پاک کا ہے تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۝ سیاہی سفیدی دونوں سرکاری ہیں جب دلی میں فوجی قواعد کا کیمپ مقرر ہوا تو نصف فوج کا نام سرکاری اور دونوں کے باہم جنگ و پیکار ہوئی باغی فوج غالب آئی سرکاری فوج مصنوعی جنگ میں مغلوب ہو گئی باغیوں کی فتح سرکار کی شکست ہوئی لیکن درحقیقت ہر صورت میں سرکار ہی کی فتح تھی کیونکہ باغی کیا اور سرکاری کیا دونوں لشکر سرکار کے محکوم اور دونوں کو سرکار ہی سے رسد و مدد پہنچتی تھی دونوں کے حال پر سرکاری الطاف و عنایت برابر

تھی نہ باغی گروہ کے واسطے کچھ کمی تھی نہ سرکاری فریق کے لئے کچھ زیادتی ہر دو جانب یکساں معاملہ تھا کوئی جیتے کوئی ہارے نہ سرکار کو شکست کا غم نہ فتح کی خوشی سرکار ان دونوں باتوں سے پاک تھی اور دونوں طرف سرکاری کھیل تھا بغاوت واطاعت حسنات وسیئات خیر و شر دونوں کی تعمیل حکم سرکاری کے مطابق ہو رہی تھی اور دونوں ملازم سرکار تھے۔

گر در عملند خلق دگر معزول اند چوں در نگری جملہ بحق مشغولند
در مذہب تست برگزیمی گردن اینجا کہ منم جملہ جہاں مقبولند

حسنات وسیئات ہدایت وضلالت ایک شان جمال ہے ایک شان جلال ہے۔ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی سرکار کی تعمیل سے کوئی خارج نہیں مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو مگر واسطے عبادت کے۔

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر جملہ ذات حق بداں اے بے خبر

ایک روز حاضر خدمت ہوا جناب قبلہ نے زبان فیض ترجمان سے یہ اشعار ارشاد فرمائے ؎

لَا اٰدَمَ فِي الْكَوْنِ وَلَا اِبْلِيْسَ[1] لَا مُلْكُ سُلَيْمَانَ وَلَا بِلْقِيْسَ
فَالْكُلُّ عِبَارَةٌ وَّاَنْتَ الْمَعْنٰى[2] يَا مَنْ هُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِيْسَ

اثار تعینات چوں یافت شکے[3] کثرت ہمہ واحدات سب بے شبہ وشکے
چوں نقطۂ صفر شد نہاں از تمت بنگر کہ دہ وصد ہزار است یکے!

مسی ایک جو رنگ ایک ہوا بھی بھن سب ہن کا روپ ہے جی
بے مات کوئی منگ مات لئے مس سب ہی میں تدروپ ہے جی

---

[1] نہ آدم ہے جہاں میں نہ شیطان نہ ملک سلیمان کا ہے نہ بلقیس کا ۱۲۔
[2] پس تمام جہان عبارت ہے اور تو معنی ہے اسے جو شخص کہ وہ واسطے ہر دل کے مقناطیس ہے ۱۲۔
[3] یعنی سیاہی جو ایک ہے اور حروف مختلف اور ہر ایک کی جدا جدا ہے ۱۲۔
[4] کوئی حرف ہے اور کوئی حرکت ڈالا لیکن سیاہی سب میں برابر ہے ۱۲

ایسے[1] کہاں چر دن چیدہ نند ہے میں چیدہ نند دیکھو سب تھوڑ ہے جی!
کبیر[2] بیگ سے جان لیجیئے نام روپ تو من کی دوڑ ہے جی۔

آپ لگا نا آپ میں آپ ہی ڈھونڈے یار — اور ہو دے تو پایئے یہ تو آپ ہی آپ

اس مرتبۂ توحید میں عذاب و ثواب یا پاپ یا پن کچھ باقی نہیں رہتا ہے

گیان دھیان سب اٹھ گیو بھاجی سب من — ادتیج انتر نہیں پاپ نہیں پن!

ایک شخص نے اس وقت سوال کیا کہ حضرت جب عذاب و ثواب نہیں تو بہشت و دوزخ کیوں ہے فرمایا کہ ہے بھی اور نہیں بھی اگر غیریت ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں جیسا سمجھو گے ویسا پیش آئے گا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مجھ کو والدۂ ماجدہ نے خفا ہو کر فرمایا کہ جا یہاں سے کالا منہ کر میں نے کہا کہ بہت اچھا اس زمانہ میں میری دس برس کی عمر تھی چپکے سے چل دیا وطن سے بیس[2] کوس چل کر ایک مولوی صاحب کے پاس جو کر ہمارے خاندان سے واقف تھے ٹھہر گیا یہاں تمام بستی میں تلاش ہوئی پتہ نہ لگا مہینہ بھر کے بعد گھر والوں کو خبر ملی کہ فلاں مقام پر قیام پذیر ہے چچا صاحب تشریف لائے میں نے کہا کہ صاحب میں تو گھر نہیں جاتا۔ یہیں پڑھوں گا مولوی صاحب نے بھی کہا کہ کیا مضائقہ ہے۔ یہ بھی گھر ہے وہ بھی گھر ہے یہاں پڑھنے دیجئے غرض چچا صاحب واپس چلے گئے چند روز کے بعد والدہ صاحبہ نے ایک میراثی بھیجا اور پیغام دیا کہ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو بچہ چپکے سے چلے آؤ ورنہ میں خود ان کے تمام رستے جوتیاں مارتے لاؤں گی جب یہ پیغام وعید پہنچا تو چار ناچار اس کے ہمراہ ہو لئے جب گھر پہنچے تو خوف کے مارے روبرو نہیں جاتے آخر تھر در دیش بر جان درویش جی سخت کر کے گئے اور جھٹ والدہ صاحبہ کے قدموں میں جا گرے اب غصہ

---

[1] اس چاروں طرف کی پیدائش میں یعنی اول انڈج جو بیضہ سے جانور پیدا ہوتے ہیں دوم خیرج جو مشیمہ سے پیدا ہوتے ہیں سوم ابدج یعنی حشرات الارض چہارم شیوذج یعنی جو پانی میں پیدا ہوتے ہیں ذات سب میں ایک ہے ۱۲

[2] اے کبیر عقل سے دریافت کرے کہ یہ جو اختلاف صورت سے نام ہر شئے کا جدا جدا مقرر ہوا ہے یہ نقط دل کی بناوٹ ہے ورنہ ذات الٰہی سب میں یکساں ہے اس میں کچھ کمی و بیشی نہیں ۱۲

بھول گئیں چھاتی سے لگا کر رونے لگیں اور بہت پیار کیا غرض یہ ہے کہ جب محبت مادری کی یہ نوبت ہو تو کیا خداوند حقیقی کو اتنی محبت بھی نہ ہوگی نہیں بلکہ کروڑوں درجہ والدین کی محبت سے زیادہ ہے کھلانا پلانا سلانا جگانا اٹھانا بیٹھانا ہر طرح کی پرورش ہر قسم کی خبرگیری رنگارنگ کی نازبرداری یہ ہر وقت کون کرتا ہے۔

اے ترا با ہر دلے رازے دگر　　　ہر گدا را بر درت نازے دگر

زُ رباب عشق تا ہے بیش نیست　　　ہست ہر جا نغمہ و سازے دگر

جس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کے حق میں بددعا کی کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اے پروردگار میرے مت چھوڑیو زمین پر کافروں میں بسنے والا۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا کہ اچھا ایک کشتی بنالے اور جو بیٹھے اس کو بٹھا حضرت نوح کا بیٹا کشتی میں سوار نہ ہوا اور ڈوب گیا تو حضرت نے عرض کی الٰہی مجھ سے تو یہ وعدہ تھا کہ تیری اہل کو نہیں ڈبوؤنگا

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا　　　کہ بیابد اہلت از طوفان را

دل نہادم بر امیدت اے سلیم　　　پس چرا بربود سیل از من کلیم

حکم ہوا کہ اے نوح ہم نے تمہاری خاطر سے اپنی تمام مخلوق کو ڈبو دیا ہماری بندگی سے خارج نہ تھے گو بت پرستی کرتے تھے ہمارا کیا حرج تھا البتہ تمہارا کہنا نہیں مانتے تھے ہم نے تمہاری دعا قبول کی اور سب کو غرق کر دیا تم کو ذرا بھی خیال نہ ہوا اپنے ایک بیٹے کے واسطے ایسا جی کڑا کیا ہم کو اپنی مخلوق کی جن کو پالا پرورش کیا اتنی بھی محبت نہ تھی اور ہمارا وعدہ تو ٹھیک ہے کیونکہ وہ تمہارے اہل میں سے کب تھا۔

گفت او از اہل و خویشانت نبود　　　خود ندیدی تو سپیدی از کبود

لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ وہ نہیں تیرے گھر والوں میں سے اس کے کام ناکارے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کے لئے بددعا کی تو وہ زمین میں دھنسنے لگا مضطرب ہو کر تین بار پکارا کہ اے موسیٰ مجھ کو بچاؤ لیکن حضرت موسیٰ صاحب جلال تھے ایک نہ سنی اس وقت بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ تم سے قارون نے

اس قدر التجا کی اور تم نے کچھ رحم نہ کیا اگر وہ ہم کو ایک بار بھی پکارتا تو ہم اس کو فوراً بچا دیتے مخلوق کی قدر تم کیا جانو نہ تم نے پیدا کیا نہ پالا یہ رتبہ ہمارے ہی واسطے زیبا ہے بقول

جہاندار داند جہاں داشتن !

پس جس کو اپنی مخلوق کی محبت انبیاء سے ماں باپ سے کروڑ ہا مرتبہ زیادہ ہو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ عذاب کرے گا۔ ؎

حق جہاں را از محبت آفریدہ   ہر دو عالم از محبت شد پدید

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر ایک اپنی شکل و حوصلہ کے موافق کام کرتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ یعنی کہدے اے محمدؐ ہر ایک کام کرتا ہے اپنی شکل پر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ یعنی بڑھ گئی میری رحمت میرے غضب سے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا نام ارحم الراحمین ہے پھر ہم کو کس طرح یقین آوے کہ اللہ تعالیٰ عذاب کرے گا یہ بات اس کی شان سے عیاں ہے لیکن شرع شریف کے موافق جو عذاب و ثواب ہے وہ ایک دوسرے کی نسبت اور اختلاف حالت کے اعتبار سے ہے جس کو جس حالت میں رکھے گا اس کا وجود بھی اسی کے مناسب بنا دے گا۔ ایک کی حالت دوسرے کے لئے عذاب اور بجائے خود اپنی اپنی حالت ثواب ہو گی ؎

بدریا نخواہد شدن بط غریق   سمندر چہ داند عذاب الحریق

دریا والے خشکی سے ڈرتے ہیں اور خشکی والے دریا سے ہوائی آگ سے اور آتشی ہوا سے چنانچہ سفر حج میں ہم نے خود دیکھا کہ ایک روز دریائے شور کی مچھلی کے منہ میں جہاز والوں نے میٹھا پانی ڈالا وہ فوراً مر گئی ایسی ہی آب شیریں کی مچھلی دریائے شور کے اندر نہیں جی سکتی ایک کا دوزخ آب شیریں ہے ایک کا دوزخ آب شور ایک بار جبرائیل علیہ السلام خوف عظمت و جبروت الہٰی سے رونے لگے اور ڈر سے کہ مبادا دوزخ میں مجھ کو ڈال دے حکم ہوا کہ جاؤ دوزخ کے سامنے سے سیر کرتے ہوئے گزرو وہ گئے اور دوزخ کے مقابل پہنچے تو دیکھا کہ مالک دوزخ بیٹھے ہوئے زار زار رو رہے ہیں اور

شان بے نیازی کی ہیبت طاری ہے حضرت جبرئیل نے پوچھا کہ مالک تم کیوں روتے ہو تم کو کس بات کا ڈر ہے دوزخ جو مقام عذاب ہے وہاں تم خود رہتے ہو اس سے زیادہ خوف کی چیز ہے کیا وہ بولے کہ حضرت رونا تو یہ ہے کہ کہیں مجھ کو دوزخ سے نکال کر خلد بریں میں نہ بھیج دے ورنہ دوزخ تو ہمارا عشرت کدہ ہے سبحان اللہ ہر ایک کے دل میں کیا ڈر بٹھا رکھا ہے ؎

در حدیث آمد کہ مومن در دعا — چون امان خواہد ز دوزخ از خدا

دوزخ از وے ہم امان جوید بجان — کہ خدایا دور دارم از فلاں!

ایک روز ارشاد ہوا کہ سلطان محمود غزنوی غزائے ہندوستان میں ایک ہندو بچہ کو گرفتار کر کے لے گیا اس کو نہایت شفقت و محبت سے رکھا اور یہاں تک التفات اس کے حال پر کیا کہ ایک حصہ لشکر سلطانی کا اس کے جلوہ میں مقرر ہوا اور وہ کسی مقام کا حاکم بنایا گیا اس وقت وہ نہایت غمگین ہو کر رو پڑا سلطان نے دریافت کیا کہ یہ موقع تہنیت و انبساط کا تھا نہ گریہ و زاری کا کیا سبب ہے کہ تو روتا ہے وہ بولا جب میں بچہ تھا اور گھر میں شوخی کیا کرتا تھا تو میری ماں مجھ کو ڈرایا کرتی تھی کہ دیکھ تو جا نہار تجھ کو محمود لے جاویگا میں یہ نام سن کر سہم جاتا اور اپنے دل میں سوچتا کہ خدا جانے محمود کیا آفت اور کیسی بری بلا ہے جس سے مجھ کو ڈراتے ہیں لیکن اب مجھ کو محمود سے کام پڑا تو منکشف ہوا کہ محمود تو ماں سے زیادہ شفیق اور باپ سے زیادہ مہربان ہے کاش اس وقت میری ماں ہوتی جو مجھ کو ڈرایا کرتی تھی اور اس لطف کو دیکھتی کہ محمود نے کیا کیا عنایتیں میرے حال پر کی ہیں وہ حالت جو میری ماں کی نزدیک اسفل السافلین سے بدتر تھی اس وقت میرے واسطے اعلیٰ علیین سے بہتر ہے الغرض بھلائی برائی کسی شئے کی اپنی حالت کی مناسبت پر موقوف ہے پس حقیقت میں اپنی حالت ہی بری یا بھلی ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ چلم بھر اس نے کہا کہ آگ نہیں اس نے کہا کہ جاؤ دوزخ میں سے لے آؤ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک چٹیل میدان ہے آگ کا پتا بھی نہیں مالک دوزخ سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ میاں یہاں تو کچھ بھی نہیں جو کوئی آتا ہے اپنا دوزخ اپنے ساتھ لاتا

ہے یعنی وہی اس کی حالت اور اس کے خیالات آتش دوزخ ہیں لیکن ہر ایک کی حالت جو کہ اس کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اس کے لیے موجب راحت ہے اور دوسری کی حالت کے اعتبار سے باعث کلفت ہے سرد خطہ کے رہنے والے گرم ملک کو دوزخ جانتے ہیں اور گرم ملک والے سرد خطوں کو بلائے جان سمجھتے ہیں لیکن جو شخص گرمی و سردی کے بکھیڑے سے پاک ہو اس کے لئے سب مقام برابر ہیں اسی لئے توحید و یک رنگی کے عالم میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے کیونکہ موحد نہ بخوف دوزخ طاعت و عبادت کرتے ہیں نہ بامید بہشت جب تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا جبار و قہار بھی ہے اور غفور و رحیم بھی ہے پس ان دونوں میں جس طرف ہمارا خیال و وہم پختہ ہو گا وہی پیش آوے گا

چنانچہ دو بھائی تھے برہمن ان کے گھر میں ایک بت تھا۔ ایک بھائی جو کہ متقی اور عابد تھا وہ ہمیشہ ان کی پوجا کرتا دوسرا رند تھا وہ ہر صبح کو اس بت کے سر پر پانچ جوتیاں لگاتا ایک روز متقی برہمن نے سپنا دیکھا کہ ٹھاکر جی کہتے ہیں کہ یا تو اپنے بھائی کو اس فعل سے روک ورنہ ہم تیری گردن توڑ دیں گے اس نے کہا کہ مہاراج میں تو آپ کی پوجا کرتا ہوں میری گردن کیوں توڑتے ہو اُسی کی گردن نہ توڑو جو بے ادبی کرتا ہے کہا کہ وہ تو ہم کو مانتا ہی نہیں اُس کی گردن نہیں توڑ سکتے لیکن تو مانتا ہے اس لئے تیری خبر ضرور لیں گے حاصل یہ ہے کہ جس صفت کو کوئی شخص موجب نفع و نقصان خیال کرتا ہے وہ اس پر موثر ہوتی ہے۔ مانو تو دیو نہیں تو بھینت کا لیو۔ ایسی ہی مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے بزرگان دین کو بُرا کہتے ہیں اور ایک دوسرے کے تبرکات کی توہین کرتے ہیں کچھ بھی پر اثر نہیں ہوتا لیکن جن پر وہ یقین رکھتے ہیں اور جن کو مانتے ہیں ان کی شان میں گستاخی کریں تو فوراً اثر ہوتا ہے پس موحدان خدا پرست جو تمہاری درحت یعنی ہر ایک شان میں ذات واحد کو سمجھتے ہیں نہ غیر کو ان کے لئے عذاب ہے نہ ثواب ہے

الٰہی را رحیم و رحمٰن چہ بلاست

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک آنکھوں والا اندھے کو اپنے ساتھ باغ میں لے گیا اس کو کھڑا کیا اور اُس کے کندھے پر چڑھ کر سیب توڑے خود بھی کھائے اور اُس کو بھی کھلائے اتنے

کی مالک باغ کو آتے دیکھا اور اس اندھے کو بھی چھوڑ چھاڑ آنکھوں والا چنپت ہو گیا اب ہم شرعی مسئلہ پوچھتے ہیں کہ آیا اس اندھے کا کچھ قصور ہے اور اس کو از روئے شرع کچھ سزا ملنی چاہیے ایسے ہی روح کے اعمال و افعال کے سبب جسم کیا آتش دوزخ میں جلایا جاوے گا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ چار مسافر سفر کو چلے ایک بخار ایک درزی ایک سنار ایک فقیر چلتے چلتے جب رات ہو گئی تو جنگل میں قیام کیا باہم صلاح کی کہ ہر ایک آدمی ایک ایک پہر رات کو پہرہ دے تاکہ کوئی صحرائی جانور چوٹ نہ کرے اور خیریت سے رات کٹ جائے پہلا پہرہ بخار کا تھا تینوں یار سو گئے اور وہ جاگتا رہا سوچا کہ خالی سے بیکار بھلی کوئی شغل کرنا چاہیئے اپنے اوزار نکال کر ایک درخت کاٹا اور اس کی لکڑی سے ایک نہایت نازنین شکل عورت کی گھڑی دوسرا پہرہ درزی کا تھا اس نے پہلے یار کی کارگزاری دیکھ کر اپنی صناعی شروع کی اور ایک عمدہ پوشاک تیار کر کے اس تصویر نازنین کو پہنا دی اور تیسرے پہرہ پر سنار کو جگایا اس نے دیکھا کہ پہلے دو یاروں نے تو خوب کارستانی کی ہے ہم کو بھی کچھ کام کرنا چاہیے سونے چاندی کے تاروں کا بہت خوشنما زیور بنایا اور اس دل پذیر تصویر کو آراستہ کر دیا۔ چوتھے پہرہ پر فقیر اٹھا اور دیکھا کہ سابقین حریفوں نے عجب منتر یہ پا کیا ہے اب ہم کیا کریں کوئی ہنر کوئی صنعت کرتب تو ہم کو آتا نہیں پھر کچھ تو کیا چاہیئے وضو کر کے قاضی الحاجات کی جناب میں التجا شروع کی کہ الٰہی ان تینوں یاروں نے تو اپنی اپنی ہنر مندی ظاہر کی مجھ بے ہنر کو رفیقوں کی نظر میں حقیر نہ کر اور اس جسم بے جان میں اپنی قدرت کاملہ سے روح پھونک دے اس کی دعا مستجاب ہوتی صبح کو اٹھ کر سب یاروں نے دیکھا کہ ایک معشوقہ پری جمال حور تمثال آراستہ و پیراستہ بیٹھی ہے نیز غمزہ چاروں کے جگر سے پار ہوا اور ہر ایک اس کا دعویدار ہوا باہم بحث و تکرار ہونے لگی آخر یہ ٹھہری کہ عدالت میں چلو قاضی جو فیصلہ کر دے اسی پر سب راضی ہو جائیں عدالت میں پہنچے اور قصہ بیان کیا قاضی جی اس کی صورت دیکھ کر پھسل پڑے بولے کہ تم چاروں جھوٹ بولتے ہو یہ تو ہماری لونڈی تھی چند روز ہوئے کہ گھر سے بھاگ گئی تھی۔ اب یہ پانچوں

مدعی بن کر بادشاہ کے روبرو گئے بادشاہ کی نیت بھی اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر بگڑ گئی اور کہا یہ تو ہماری حرم ہے تو پانچوں فریبی ہو ؎

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد　　وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا

ایک فقیر نے بر حال شادیاں آیا اور کہا کہ تم سب ناحق جھگڑتے ہو یہاں سے قریب جنگل میں ایک درخت ہے جس کو شجرۃ الحکم کہتے ہیں اس کے پاس جاؤ اور اپنا اپنا دعویٰ بیان کرو جو مستحق ہوگا اس کو مل جائے گی۔ اس ہدایت کے بموجب چاروں مسافر اور بادشاہ اور قاضی سب جمع ہو کر مع اس عورت کے شجرۃ الحکم کے پاس پہنچے اور سب نے اپنا دعویٰ بیان کیا یک بیک وہ درخت پھٹا اور وہ نازنین اس میں سما گئی ؎

صورت از بے صورتے آمد بروں　　باز شد انا الیہ راجعون !

صورتے از پردہ آمد عیاں　　باز اندر پردہ خواہد شد نہاں

یہی کیفیت انسان خاکی نژاد کی ہے کہ اس جہاں میں قدم رکھتے ہی انواع اور اقسام کے دعویدار اس کے کھڑے ہو جاتے ہیں ماں باپ کو پرورش کا دعویٰ استاد کو ترتیب کا پیر کو ہدایت کا آقا کو حق نمک کا حاکم کو حفاظت کا رشتہ داروں کو قرابت کا دوستوں کو محبت کا صاحب امت کو ابلاغ رسالت کا مثلاً ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ صبح و شام نبی علیہ السلام پر درود بھیجے اور ان کی آل و اصحاب کی خیر منائے یا ہندو ہے تو رام ذکرشن کی [illegible] کرے دیوتاؤں کے نام کی مالا جپے لیکن ایک روز یہ تمام رشتے تقطع جملہ حقوق باطل اور سب دعویٰ رد ہو جاتے ہیں کسی کو پتا نہیں لگتا کہ کہاں سے آیا تھا اور کدھر گیا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ط اب فرمایئے کس کی فرمانبرداری کریں ؎

وہ عقل جز تپیچ بر تپیچ نیست　　بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست

ایک اور ارشاد ہوا کہ سات مسافر ہم سفر تھے راہ میں ایک ندی آئی جب پار ہو گئے تو سب کو خیال ہوا کہ گنتی کر لینی چاہیے کہ ہم میں سے کم تو نہیں ہوا ایک شخص نے گنتی کی اپنے سوا باقیوں کو گنا تو چھ ہوئے فکر ہوا کہ تو بھی ایک کم ہو گیا دوسرے نے کہا میاں

اس کو حساب نہیں آتا میں شمار کرتا ہوں اس نے بھی اپنے کو نہ گنا تو وہی چھ ہوئے اسی طرح ہر ایک نے حساب کیا وہی چھ سے چھ جب تو یقین ہو گیا کہ بے شک ایک آدمی ندارد ہے ضرور غرق ہو گیا سب جمع ہو کر رونے لگے اتنے میں ایک سوار آیا پوچھا ارے تم پر کیا آفت نازل ہوئی انہوں نے تمام قصہ بیان کیا سوار نے کہا اگر میں تمہارے سب آدمی جتنے تھے تو پورے کر دوں تو کیا دو گے بولے کہ صاحب اگر ہم پورے سات ہو جاویں تو سات روپے آپ کی نذر کریں گے اس نے کوڑا سنبھالا اور کہا کہ لوگ گنتے جاؤ ایک ایک کے کوڑا مارتا گیا اور الگ کھڑا کرتا گیا ساتوں پورے ہو گئے بہت خوش ہوئے اور شکر گزاری کر کے نذرانہ پیش کیا اسی طرح انسان کا حال ہے کہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا ادھر ادھر خیال دوڑاتا اور جا بجا ٹٹولتا ہے دربدر مارا پھرتا ہے یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ ہے میرے اندر ہے۔

بید ہمارا بھید ہے ہم سب بید کے ہاتھ — بھید بتادے اور کو ہمیں بتادیں ناتھ

لیکن یہ بات نہایت مشکل ہے اس کے لئے بڑا جگر اور حوصلہ درکار ہے کیونکہ یہ جہاد اکبر ہے ؎

دھجا بھڑکے سن میں اور باجیں انہد طور[1] — تکیہ ہے میدان میں اور پہنچیں گے کوئی سور

پہنچیں[2] گے جد کہیں گے اور اب کچھ کہا نجائے — اس من کا بیوہ نہیں لڑے کہ بھاگا جائے

سہل شیراں ست صف ہا شکند — شیر آن را دان کہ خود را بشکند

منتی[3] رن میں بھوجنا گھڑی ایک کا کام — نت اٹھ من سے جھوجنا بن کھانڈے سنگرام

---

[1] جس روز کہ بھاگیں گے مرد بھائی اپنے سے اور ماں اپنی سے اور باپ سے اور عورت اپنی سے اور فرزند اپنے سے ہر شخص کو ان میں سے ایک فکر لگا ہے جو اس کو بس ہے ۱۲۔

[2] یعنی جس وقت اس میدان میں پہنچ جاویں گے اس وقت کہیں گے اب کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ اس من کو اختیار نہیں لڑے یا بھاگ جاوے ۱۲

[3] یعنی اے منتی میدان میں قتل ہو جانا کچھ بڑی بات نہیں ایک گھڑی کا کام ہے لیکن ہر روز نفس سے جنگ کرنا بہت مشکل اور بے تلوار کے لڑنا ہے ۱۲

ایک روز حاضر خدمت مبارک ہوا اس وقت بے ثباتی دنیا کا ذکر تھا ارشاد ہوا کہ یہ دنیا سب
بے بقا ایک خواب و خیال ہے اس میں دل لگانا عقل سے بعید ہے ایک نقل یاد آئی کسی
شہر میں ایک راجہ تھا اس نے اپنے کھانے پکانے والوں سے کہا کہ جلد کھانا تیار کرو بھوک
لگی ہے غرض کھانے کی تیاری ہونے لگی اور راجہ کو نیند آگئی سپنے میں دیکھا کہ شکار کے واسطے
مع لشکر کے جنگل کو روانہ ہوا ایک جانب سے ہرن نکلا راجہ نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا
لشکر سے جدا ہو گیا بہت دور تک پہنچ کر اس کو شکار کیا اور واپس چلا لیکن مارے پیاس کے
بیتاب تھا ادھر ادھر پانی کی تلاش کی ؎

ہر کجا دردے دوا آنجا رود — ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
ہر کجا مشکل جواب آنجا رود — ہر کجا پستی ست آب آنجا رود
آب کم جو تشنگی آور بدست — تا کہ جوشد آبت از بالا و پست
تا نگرید طفلک نازک گلو — کے رواں گردد ز پستان شیر او
زرع جاں را کش جواہر مضمر است — ابر رحمت پر ز آب کوثر است!
تا سقاہم ربہم آید خطاب — فہم کن واللہ اعلم بالصواب

ناگہاں ایک گاؤں نظر آیا اور اس کے قریب ایک کنواں دیکھا ایک نا کتخدا لڑکی
بھنگی کی پانی بھر رہی تھی راجہ نے آتے ہی پانی مانگا لڑکی نے اوکھ سے پانی پلا دیا جب پی
چکا تو پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں بھنگی کی لڑکی ہوں راجہ کو بڑا افسوس ہوا اور کہا کہ
ہائے میرا دھرم بھرشٹ ہو گیا وہ لڑکی اپنا گھڑا لے کر گھر کو روانہ ہوئی راجہ پیچھے ہو لیا اس کے
گھر والوں نے پوچھا کہ مہاراج آپ کیسے تشریف لائے راجہ نے کہا کہ میرا تو دھرم بھرشٹ ہو گیا
اس کے ہاتھ کا پانی پی لیا۔ اب میں تم لوگوں میں رہوں گا بھنگی نے تمام برادری جمع کی اور اس
کو بھنگیوں میں داخل کر کے لڑکی کی شادی راجہ سے کر دی اب راجہ بھنگی بن گئے ٹوکرا اٹھانا
اور جھاڑو دینا اختیار کیا اور اولاد بھی پیدا ہوئی بارہ برس تک اسی حال میں گزارے آخر بیمار پڑا
ہر چند علاج کیا کچھ سود مند نہ ہوا اسی بیماری میں مر گیا یہاں خواب میں تو مرا اور یہاں آنکھ کھل
گئی اب راجہ کو ایک جنون پیدا ہوا اور چت بھنگ ہو گیا یعنی متحیر کہ یہ کیا معاملہ تھا پوچھا کہ

ہم کتنی دیر سوئے لوگوں نے جواب دیا کہ صاحب ابھی تو آپ نے کھانے کی تیاری کا حکم دیا ہے کچھ یوں ہی آپ کی آنکھ جھپک گئی تھی اب کھانا تیار ہوا چاہتا ہے حکم دیا کہ خیر کھانا موقوف لشکر تیار ہو ہم شکار کو چلیں گے غرض اسی طرح جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا شکار کے لئے روانہ ہوئے۔ وہی صحرا وہی میدان وہی کنواں آیا اور اسی طور کی بستی دیکھی بھنگیوں کے محلہ میں پہنچا وہاں رونے کی آواز سنی جا کے دیکھا تو اس کی صورت کا ایک آدمی مرا پڑا ہے اور اس کے جورو بچے رو پیٹ رہے ہیں حال دریافت کیا بھنگیوں نے نے پچھلی سرگذشت وہی بیان کی جس طور سے راجہ نے خواب میں دیکھا تھا یہ سن کر اور بھی حیران ہوا کہ یہ تمام کیفیت تو مجھ پر گزری اور میں ہنوز زندہ ہوں پھر میں کون ہوں اور یہ مردہ کون ہے بہت دیر تک سوچتا رہا آخر یہ سمجھ میں آیا کہ یہ دنیائے فانی ایک خواب و خیال ہے راج پاٹ چھوڑ کر فقر اختیار کیا اور باقی عمر گوشہ نشینی میں گزاری۔ ؎

ایں عمر کہ بیتاب بہ بینی آں را — نقش است کہ بر آب بہ بینی آں را
دنیا خواب ست کہ زندگانی در وے — خوابے ست کہ در خواب بہ بینی آں را

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا — ہم سبھی مہمان تھے ایک تو ہی صاحب خانہ تھا
وائے نادانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا — خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

سپن یہ سنسار بھائی رے سپن ست اونار — سپن ماتا سپن پتا سپن گردو دار!
سپن گھوڑا سپن ہاتھی سپن ست اونار — سپن راجا سپن پرجا سپن سب بیوپار
علم دنیا کے حلم نائم است — خفتہ پندارد کہ ایں خود قائم است

ایک روز ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی گردن میں طوق لعنت ڈال کر اپنا مقید کر لیا دوسرے کی اطاعت و فرمانبرداری کے کام کا نہیں رکھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو سال بھر تک اپنے پاس رکھا تھا۔ حضرت یوسف کے بھائی بنیامین خرید غلہ کے واسطے کنعان سے مصر میں آئے چونکہ ان کو بھائی کی محبت زیادہ تھی اس لئے چاہا کہ کسی ڈھب سے ان کو جانے نہ دوں چنانچہ یہ تدبیر کی کہ بنیامین کے بار میں سرکاری پیمانہ پوشیدہ رکھوا دیا۔ جب پیمانہ کی جستجو ہوئی تو ان کے اسباب میں سے برآمد ہوا

اور جرم ان پر ثابت ہوگیا اس لئے اس زمانہ کے قانون شریعت کے موافق سال بھر ان کو حضرت یوسف کی خدمت میں رہنا پڑا۔ اسی طرح شیطان کو بھی سجدہ کے نہ کرنے سے اپنا قیدی کرلیا اور طوق لعنت اس کے گلے میں ڈال دیا تاکہ لوگ اس سے نفرت کریں جیسے کہ خوبصورت بچہ کی پیشانی پر نظر بد کے لئے اس کی ماں سیاہی کا ٹیکا لگا دیتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں یہ قصہ لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ ایک دن ایسے کہ نماز صبح کا وقت تنگ ہوگیا شیطان نے آکر بیدار و ہوشیار کیا امیر معاویہ رضؓ نے پوچھا کہ تیرا کام تو گمراہ کرنا ہے نہ ہدایت مجھ کو کیوں بیدار کیا اس نے جواب دیا کہ ایسا نہ ہو آپ کی نماز قضا ہو جاوے آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز تیرا کہنا نہ مانوں گا۔ پس تیا شیطان نے کہا کہ پہلے تمہاری ایک نماز قضا ہو گئی تھی اس کی فوت سے تم کو ایسا سوز و گداز پیدا ہوا کہ اللہ نے اس کے عوض میں ستر مقبول نمازوں کا ثواب عطا کیا مجھ کو یہ امر گوارا نہ ہوا اس لئے میں تم کو جگاتا ہوں تعجب ہے کہ مردود کو تو سب کا حال معلوم و منکشف ہو جاوے اور مقبول کو اپنی بھی خبر نہ ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ یہ شعر جو کسی نے کہا ہے ؎

در مذہب عاشقاں یک رنگ ابلیس و محمدؐ ست ہم سنگ

بدرجۂ غایت گستاخانہ کلام ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی بیبا کی مناسب نہیں اگرچہ اس کلام کی تاویل ہو سکتی ہے کہ اللہ جل جلالہ کی دو شانیں ہیں جلال اور جمال ایک شان کا مظہر تو پیشوائے ضلالت یعنی ابلیس لعین ہے اور دوسری شان کے مظہر سراج ہدایت یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن مقام توحید و یک رنگی میں یہ دونوں شانیں یعنی ابلیس لعین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سنگ و ہم وزن ہیں اور وہ ذات واحد ہر ایک شان میں یکساں نمودار رہے لیکن ایسا کہنا راہ ادب سے بعید ہے۔ ؎

باخدا دیوانہ باشد و با مصطفےٰ ہوشیار باش

کیونکہ ذات احد و صمد بے نیاز و مستغنی الآن کما کان ہے وہاں نہ کفر و اسلام نہ ہدایت و ضلالت نہ طاعت و عصیان نہ اعتبار و امتیاز ہے لیکن ظہور صفات میں فرق مراتب اور

اور لحاظ مدارج اور آداب و قواعد بہت ضروری ہیں پس ایسے کلام سے کہ جو خلاف ظاہر اور فہم سامعین سے بعید ہو کیا حاصل ہے

در عالم فقر بے نشاں اولیٰ — در قصۂ عشق بے زبانے اولیٰ

زانکس کہ نہ اہل ذوق و اسرار بود — گفتن بطریق ترجمانے اولیٰ

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک بزرگ کامل تھے انہوں نے اپنے ایک خلیفہ سے ارشاد کیا کہ تم بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو جاؤ کر وہ مرید چپ ہو رہے لیکن ان کے مرشد نے تین بار یہی اشارہ کیا تب وہ بولے کہ حضرت میں ذات کا دیکھنے والا ہوں صفات کو کیا جا کر دیکھوں شیخ نے فرمایا کہ جب تم صفات کا جلوہ دیکھو گے تو حقیقت معلوم ہو گی آخر بہ تعمیل حکم اس غار میں پہنچے جہاں حضرت بایزید رہتے تھے وہ غار سے برآمد ہوئے ایک نگاہ ان کی طرف کی فوراً قلب پھٹ گیا اور مر گئے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات تھی کہ ذات کے دیکھنے والے اور صفات کے متحمل نہ ہو سکے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر آفتاب کو دیکھو تو دیکھ سکتے ہو چنانچہ بعض آدمی آفتابی کیا کرتے ہیں لیکن شیشۂ آتشی میں اگر کوئی آفتاب کو دیکھے تو آنکھیں پٹ ہو جاویں صفات کا متحمل ہونا ہر ایک کا کام نہیں اس میں بڑے بڑے خراب ہو گئے ہیں عام کا تو کیا حوصلہ ہے۔ ایک روز کسی شخص نے اس آیت کے معنی دریافت کئے حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى[1] اس وقت ارشاد ہوا کہ بعض علما نے تو ہر نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ کہا ہے مگر اکثر نے نماز عصر پر اتفاق کیا ہے اور فقرا کے نزدیک وسط مقام قلب ہے نہ یہ قلب کہ ایک پارہ گوشت ہے بلکہ ایک عالم ہے عوالم غیب سے ایک روز حافظ عبدالرحمٰن نابینا حاضر خدمت ہوئے اور دو مولویوں کے مجادلہ اور مکاتبہ کا ذکر کیا عد کہا کہ ایک اثر کا انکار کرتا ہے اور ایک دوسرے کی کتاب پر معترض ہیں آپ نے فرمایا کہ قَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اگر غور کرو تو دونوں سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی اور بنظر تحقیق دیکھو

---

[1] خبردار ہو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے ۱۲

گے تو نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یعنے اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو تم بھی اُس پر درود اور سلام بھیجو اور شیطان لعین کے حق میں ارشاد ہوا اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ یعنے تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک یہاں کسی فرشتہ یا پیغمبر اور مومن کو اپنے ساتھ شامل نہیں کیا اس میں یہ بھید ہے کہ ہم جو چاہیں سو کہیں لیکن ہمارے عاشق کو کوئی اور نہ چھیڑنے پاوے اگر دشمن ہوتا تو سب کو اس کے پیچھے لگا دیتے صلوٰۃ اور لعنت دونوں سرکاری خطاب ہیں ایک محبوب کے لئے ایک عاشق کے لئے ؎

عاشقاں را ایں چنیں قسمت بود	عشق را با کافرے نسبت بود
من کیم فرمان ہمہ فرمان تو	رحمت آں تست لعنت آں تو

ایک روز ارشاد ہوا کہ دیکھو قسمت کے دھنی حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے آگ لینے مل گئی پیغمبری۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر وطن کو چلے تو اندھیری رات میں جنگل اور پہاڑ کے اندر راہ بھول گئے ناگاہ ایک پہاڑی پر آگ جلتی نظر آئی بیوی سے فرمایا کہ تم بیٹھو میں آگ لاتا ہوں جب قریب پہنچے تو درخت روشن تھا اس میں سے آواز آئی یاموسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالوادی المقدس طوی اے موسیٰ میں تیرا پروردگار ہوں پس اتار ڈال اپنی دونوں جوتیاں کہ تو وادی مقدس طویٰ میں ہے۔ یہاں نعلین سے ظاہری جوتیاں مراد نہیں بلکہ نعلین عبارت ہے دین و دنیا سے کیونکہ اکثر جوتی پیزار اہنی دو کے لئے ہوا کرتی ہے اور وادی مقدس سے عشق و محبت کا میدان مراد ہے جس کے اندر دین و دنیا دونوں کو جوتیوں کی طرح اتار کر پھینک دینا واجب ہے یعنی اس ذات پاک کی محبت میں دین و دنیا دونوں کو ترک کرنا چاہیے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور یہود نے کہا نہیں نصاریٰ کچھ راہ پر اور نصاریٰ نے کہا یہود نہیں کچھ راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہیں کتاب ۱۲

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تجلی الہیٰ ہوئی اور بیہوشی سے ہوش میں آئے تو شیطان نے کہا کہ پھر رَبِّ اَرِنِیْ کہو حضرت نے کہا کہ میں جل بھی جاؤں گا اس نے کہا کہ اپنے عاشق کو کوئی نہیں جلاتا اگر جلانا ہوتا تو پہلی ہی تجلی میں جلا دیتے لیکن ہیبت الہیٰ سے ڈر گئے اور دوبارہ درخواست نہ کی آخر یہ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے انہوں نے بھی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہہ کر اپنی جان چھڑائی تھی یہ حوصلہ ہر ایک کا نہیں گستاخی تو شیطان لعین پر ہی ختم ہے یہ بات دوسرے کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ تیری بارگاہ میں میرا کونسا فعل پسند ہے تاکہ میں اس کو زیادہ کروں حکم ہوا کہ تمہارا یہ فعل ہم کو بہت پسند آیا کہ زمانہ طفلی میں جب تمہاری ماں مارا کرتی تھی تو تم مار کھا کر بھی اسی طرف دوڑتے تھے پس طالب خدا کو بھی یہی لازم ہے کہ گو کیسی ہی مصیبت و سختی ذلت و خواری پیش آوے لیکن بہر حال خدا کی طرف متوجہ رہے ؎

غم نہ کیجئے غم کا اور شادی نہ کیجئے عیش کی ۔۔۔ دونوں حالت دیکھئے منہ سے نہ کچھ فرمایئے

قومے بر تماشائے زرد مالی خوش اند ۔۔۔ قومے بتماشائے خط و خال خوش اند

اینہا ہمہ اسباب خرابی دارند ۔۔۔ خوش حال کسیکہ بہر حال خوش اند

اور یہ بات تو شیطان پر ہی ختم ہے کہ اتنی ذلت و خواری اٹھائی طوق لعنت پہن لیا مگر بھول کر بھی غیر کا نام نہیں لیتا۔ رباعی

سر مید تو حدیث کعبہ و دیر مکن! ۔۔۔ در وادی شک چو گمراہان سیر مکن

رو شیوۂ بندگی ز شیطان آموز ۔۔۔ یک قبلہ گزیں و سجدہ بر غیر مکن

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کو جاتے تھے راہ میں شیطان ملا کہا کہ اے موسیٰ میری طرف سے بھی عرض کرنا کہ الہیٰ سب لوگ گمراہی کا انہام مجھ پر لگاتے ہیں لیکن میں کس کا نام لوں مجھ کو کس نے گمراہ کیا ہے جب کلیم اللہ اپنی گذارش سے فارغ ہوئے تو پیام شیطان بھی عرض کیا حکم ہوا کہ وہ سٹری ہے اس کی بکواس پر خیال مت کرو پھر

جناب ذہینلہ نے فرمایا کہ ہاں یہ تو اپنے گھر کو لگتی تھی اس کا جواب ہی کیا دیتے ؎

کہتے ہو یوں کہ ہے وہی ہادی وہی عقل | تو راہ پر ہیں سب کوئی گمراہ ہی نہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیطان ملا آپ نے فرمایا کہ او ابلیس تو نے کیوں حکم نہ مانا اور حضرت آدم کو کیوں سجدہ نہ کیا ؎

گفتا سخن تو حل کنم من! | خود نبلہ چرا بدل کنم من!

یہ تو فرمائیے کہ آدم کی سجدہ سے کیا حاصل ہوتا بہت ہوتا تو تم جیسا ہو جاتا فرمایا کر دیکھ ہم کو نبوت عطا ہوئی کہا کہ ہاں نبوت تو ہوئی لیکن فتوت آپ کو نہیں ملی اگر فتوت ہوتی تو پہاڑ کی طرف نہ دیکھتے ؎

دعوائے تو گر تمام بودے | بر کہہ نظرت حرام بودے
صد بار ندا بر آمد آندم | مائل نشدم بسوئے آدم!

حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تو نے اپنی سرکشی کا مزہ بھی تو خوب چکھا وہ بولا کہ واہ حضرت جو بھید کی بات یاروں کو معلوم ہوتی اس کی تو کسی کو ہوا بھی نہیں لگی میں تو جیسا تھا ویسا ہی ہوں لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دیا ورنہ میرے نزدیک جہاں سے حکم تھا وہیں سے انکار و سرکشی بھی تھی ؎

بسیار کساں کہ رہ بپردند | یک نکتہ ازیں بسر نبردند!

پھر حضرت نے سوال کیا کہ کیا تو خدا کو اب بھی یاد کرتا ہے کہا کہ بھلا جس نے مجھ سے یہ دھوم دھام اور شور و غل مچوایا ہے اس کو کسی لحظہ اور کسی دم بھول سکتا ہوں ؎

اینجا نہ طمع نہ علت آمد | نے مذہب و کیش و ملت آمد
در راہ حقیقی و مجازی | ایں ست کمال عشق بازی
در فقر مزن دم اسے مزلق! | ایں ست سواد وجہ مطلق!
طائر بس تو پر نزد اینجا | سر چشمہ کفر خیزد اینجا
اے رہ رو تیز گام چالاک | ایں مرتبہ ایست بس خطرناک

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مرد خدا جزامی بے دست و پا شل مغنہ گوشت تھا

اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام دیا کہ میری طرف سے جناب باری میں عرض کرنا کہ میں تو محض بیکار ہوں بھلا مجھ کو کس لئے پیدا کیا حضرت نے یہ بات عرض کی حکم ہوا کہ اس سے کہہ دو کہ دوزخ کے درک اسفل میں ایک بدررو ہو گی۔ جس سے تمام ملبعات دوزخ کا پیپ اور خون جاری ہو گا اس موری میں تجھ کو ٹھونسیں گے اور اس کی ڈاٹ تجھ کو بنا دیں گے۔ حضرت موسیٰ نے یہ جواب سنا دیا متعجب ہو کر بولا کہ او ہو میں ایسے بڑے کام کے لئے پیدا ہوا ہوں آہا میں تو بڑے کام کی چیز ہوں اس خوشی اور مسرت میں ایسا بے تاب ہوا کہ لوٹ گیا اور تڑپ تڑپ کے شادی مرگ ہو گیا ؎

چاشنی درد عشق قابل ہر سلطنت نیست زہر زخوان شہان تا مورے راد بند
یکے پیش شوریدہ حالے نشست کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت !!
بگفتا مپرس از من این ماجرا پسندیدم آنچہ او پسندد مرا !!

ایک روز ایک امیر آدمی حاضر خدمت ہوا اسی وقت ایک بیچارہ غریب شکستہ حال بھی اسی امیر کے برابر آ بیٹھا وہ امیر اپنے کپڑے سمیٹ کر علیحدہ ہو گیا حضرت نے یہ تماشا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مکان میں بیٹھے تھے اوپر سے کچھ قطرے حضرت کے کپڑوں پر گرے دیکھا تو چھپکلی تھی۔ جناب باری میں عرض کی کہ خدایا اس کو کیوں پیدا کیا یہ کس مرض کی دوا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ یہ چھپکلی بھی ہر روز یہی سوال کیا کرتی ہے کہ خدایا موسیٰ کو کیوں پیدا کیا اس سے کیا فائدہ ہے۔ ؎

نے ز آدم ہر گزت سودے رسد نے ز ابلیست زیاں بودے رسد
نے ز ابراہیم ہر گز سودے رسد نے ز نمرودت زیاں بودے رسد
نے ز موسیٰ ہم ہر گزت سودے رسد نے ز فرعونت زیاں بودے رسد
نے ز احمد ہر گزت سودے رسد نے ز بوجہلت زیاں بودے رسد
مومن و کافر بخون آغشتہ اند یا ہمہ سرگشتہ و برگشتہ اند
گر بدانی این بود سرگشتگی ! در بدانی این بود برگشتگی !

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے شیطان سے دوستی پیدا کی اور پوچھا کہ یار تم کو لوگ کیوں بدنام کرتے ہیں اس نے کہا کہ میرا تو کچھ بھی قصور نہیں صرف دشمنی سے بُرا بھلا کہتے ہیں ؎

بر اندا ختم بیخ شان از بہشت   کنونم بکیں مے نگارند زشت

آؤ میں تم کو ایک تماشا دکھاؤں مگر خاموش دیکھتے رہیو کچھ دم نہ ماریو ایک شہر میں لے گیا اور کہا کہ آج اس کی بربادی کا حکم ہے اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔ حلوائی کی دکان میں چاشنی پک رہی تھی شیطان نے اس میں سے انگلی بھر کر دیوار سے لگا دی فوراً مکھیوں کا جمگھٹ ہو گیا چھپکلی نے ان کی تاک لگائی حلوائی کی بلی نے چھپکلی پر داؤ لگایا کہ جھپٹا مارے ناگہاں ایک فوج کا سپاہی ادھر سے گزرا اس کے ساتھ نہایت تیز رفتار کتا تھا اس نے جو بلی بیٹھی دیکھی جھپٹ اس کو جا دبوچا بلی چاشنی کے اندر گری اور جھلس گئی حلوائی کو غصہ آگیا کتے کے سر میں ایسا کفگیر مارا کہ وہیں لوٹ گیا پھر سپاہی کو کہاں تاب بگڑ گیا اور حلوائی کا مارتے مارتے خون کر دیا حلوائیوں نے جمع ہو کر سپاہی پر یورش کیا وہ بھی وہیں کھیت رہا لشکر میں جو سپاہی کے قتل کی خبر پہنچی تو لگا کے توپ خانہ تمام شہر کو اڑا دیا جب یہ ماجرا گزر چکا تو شیطان اس شخص کی طرف متوجہ ہوا کہ کہو دوست اب اس میں میرا کیا قصور ہے صرف انگلی چاشنی میں نے لگا دی تھی باقی بکھیڑا کس نے کیا لیکن کرنے والے کا نام کوئی نہیں لیتا مجھی کو نشانہ بنا رکھا ہے۔ ؎

آپ کرتے ہیں جہان کا نام ہے !   آپ کے ہاتھوں میں سارا کام ہے

مجھ کو کچھ اختیار نہیں جو کام ہونے والا ہے اسی کو میں کرتا ہوں ورنہ میری کیا مجال ہے۔ ؎

او بہ صنعت آذر ست و من صنم   آلتے کو سازدم من آں شوم

گر مرا ساغر کند ساغر شوم   ور مرا خنجر کند خنجر شوم !!

گر مرا چشمہ کند آبے دہم !   ور مرا نارے کند تابی دہم

گر مرا باراں کند خرمن دہم   ور مرا ناوک کند در تن جہم

گر مرا مارے کند زہرا فگنم !   ور مرا یارے کند مہر آگنم !

گر مرا شکر کند شیریں شوم | در مرا حنظل کند پرکیں شوم
گر مرا شیطاں کند سرکش شوم | در مرا سوزاں کند آتش شوم
من چو کلکم در میاں اصبعین | نیستم در صفت طاعت بین بین

غرض کہ سوائے اللہ کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

گرچہ تیرا از کماں ہمی گذرد | از کماں دار بیند اہل خرد!

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت آدم علیہ السّلام ایک دفعہ شیطان کو دیکھ کر بنظر حقارت ہنسے اس نے رنجیدہ ہو کر جناب باری میں شکایت کی اس وقت حضرت عتاب نازل ہوا کہ اے آدم ہمارے فعل پر ہنستا ہے ؎

بانگ بر زد غیرت حق کائے صفی | تو نمے دانی ز اسرار خفی!
پوستیں را باز گونہ گر کنم! | کوہ را از بیخ و از بن بر کنم!
پردۂ صد آدم آں دم بر درم! | صد بلیس تو مسلماں آ ورم
گفت آدم توبہ کردم زیں نظر | ایں چنیں گستاخ نندیشم دگر

شیطان بھی بڑا بہادر ہے ہر بنی ولی کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر ڈٹا رہتا ہے اپنے فن میں بے ہمتا ہے بہتوں نے اس رتبہ کی خواہش کی مگر یہ منصب خاص کسی کو نصیب نہ ہوا چنانچہ وقت آخر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بہت خاک اڑائی اور روئے کہ افسوس لعنت کا خطاب ابلیس کو ہوا ہم کو نہ ہوا ؎

وقتِ مردن بود شبلی بیقرار | چشم پوشیدہ ولے پر انتظار
بر میاں زنار حیرت بستہ بود | بر سر خاکستری بنشستہ بود
بر گرفتی اشک بر خاکستر او | گاہ خاکستر فشاندی بر سر او
سائلے گفتش چنیں وقتیکہ ہست | دیدۂ کس را کہ او زنار بست
گفت میسوزم چہ سازم چوں کنم | جاں ز غیرت مے گدازم چوں کنم
جان من کز ہر دو عالم چشم دوخت | ایں زماں از غیرت ابلیس سوخت
چوں خطاب لعنتی او راست بس | زیں اضافت آید افسوسم بکس!

مانند شبلی تشنہ و تفتہ جگر!! — او بدیگر کس دہد چیزے دگر!

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب بارگاہِ کبریائی سے فرشتوں کو حضرت آدم کے سجدہ کا حکم ہوا تو سب نے تعمیل کی مگر ابلیس نے نہ مانا اور غیر کو سجدہ کرنا شرک جانا اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝[1] اس پر خطاب ہوا اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ کہتے ہیں کہ اس ندائے دلربا کو سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو پھر وہی خطاب گوش زد ہوا پھر ہوش جاتے رہے اور چیخ مار کر گر پڑے تیسری دفعہ حواس ٹھکانے ہوئے تو اسی آواز بیان نواز پر کان لگائے کہ پھر سنائی دے کہ اس وقت حکم ہوا کہ تجھ سے کام لینا ہے اگر تیری یار سنے گا تو کام سے جاتا رہے گا۔ ؎

مست مے بیدار گردد نیم شب — مست ساقی روز محشر بامداد

نہیں معلوم کہ اس آواز میں کیا کیفیت تھی کہ اپنے فعل پر نادم تو نہ ہوا بلکہ خوشی کے مارے بے ہوش ہو گیا شاید کوئی راز ہوگا ؎

میان عاشق و معشوق رمزیست — کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اگر کچھ بری بات ہوئی تو حضرت آدم کی طرح چلا اٹھتا کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا اور اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ میں الیٰ۔ کے لفظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غایت لعنت قیامت ہے اس کے بعد نہ لعنت نہ رحمت ؎

نیست کس را از حقیقت آگہی — جملہ میرند با دست تہی!

کس نمیداند درین بحر عمیق — سنگریزہ قدر دارد یا عقیق

---

[1] جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی جان تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سارے مگر ابلیس نے تکبر کیا اور تھا وہ منکروں میں سے ۱۲

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو سریر سلطنت ملا اور جن انس وحوش وطیور ان کے تابع کئے گئے تو حضرتِ عزت میں عرض کی کہ شیطان کو بھی میرا مطیع کر دیجئے حکم ہوا کہ یہ فتنہ عالم ہے اس کو اپنے ساتھ ملاؤ نہ ورنہ تمہاری ملک داری میں خلل واقع ہوگا لیکن حضرت نے باصرار یہی التجا کی تو شیطان کو حکم ہوا کہ جا سلیمان کی فرمانبرداری کر ناچار حاضر ہوا اور پائے تخت کے ساتھ بیٹھ کر رونے لگا۔ حضرت نے پوچھا روتا کیوں ہے بولا کہ میں بھلا تھا برا ملعون تھا یا مردود مقبول تھا یا مردود جیسا تھا اسی در کا بندہ تھا مگر اب میرے گلے میں طوق لعنت پڑ گیا اور ہیچ پوچ کا مردود ہو گیا کیونکہ غیر کے تابع کیا گیا حضرت نے تسلی دی کہ میرا تو یہ ارادہ تھا کہ قیامت کے دن بہشت میں تجھ کو ہمراہ لے چلوں گا بھلا شیطان اس لالچ میں کب آتا تھا کہا کہ واہ حضرت ایسا بہشت جو غیر کے توسل سے ملے ہزار دوزخ سے بڑھ کر عذاب الیم ہے اور جس دوزخ کے لئے خاص سرکاری حکم ہو اس پر ہزار نعیم بہشت قربان ہیں ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است | رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

تین دن تک شیطان روتا رہا آخر اس کی گریہ وزاری اور آہ و بیقراری نے اثر دکھایا ؎

زابر گریاں شاخ سبز و تر شود | زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود
تا نگرید ابر کے خندد چمن! | تا نگرید طفل کے جوشد لبن!
کام تو موقوف زاری دل ست | بے تضرع کامیابی مشکل ست

حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم تھا کہ اپنی مزدوری سے قوت لایموت حاصل کریں چنانچہ زنبیل بافی کیا کرتے تھے ان تین دن کے عرصہ میں کوئی زنبیل نہ بکی اور حضرت کو روٹی نصیب نہ ہوئی ناچار التجا کی کہ اب کیونکر بسر کروں خزانہ سے کھانے کا حکم نہیں اور زنبیل کے دام نہیں اٹھتے حکم ہوا کہ زنبیل بکے کیونکر دلال تو تمہارے پاس مقید ہے عرض کی کہ الٰہی تو اپنی بلا کو اپنے ہی پاس رکھ میں اس کی اطاعت سے باز آیا غرض چوتھے دن اس دلاور پہلوان نے قید سے رہائی پائی اور اطراف جہاں میں پھر وہی دھوم مچائی ؎

سرمد تو حدیث کعبہ و دیر مکن | در وادی تنگ چو گمرہاں سیر مکن

رو شیوۂ بندگی ز شیطان آموز — یک قبلہ گزیں سجدہ بر غیر مکن
پریت تو کیجئے ایک سے جاسے جی پتیائے — تھوڑ تھوڑ کی پریت میں مت کلنک چڑھ جائے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کا دم بھرا تو ابلیس نے ...
ہو کر اس سے درخواست کی مجھ کو اپنا پیغمبر بنائے فرعون نے کہا اچھا آج سے تو ہمارا پیغمبر
ہے اتفاقاً خشک سالی ہوئی اور خلقت تنگ آگئی سب نے جمع ہو کر فرعون کے سامنے
دہائی دی کہ تو تو خدا ہے مینہ کیوں نہیں برستا اس نے شیطان کو اشارہ کیا کہ ہاں پیغمبر
کوئی ترکیب مینہ کی نکال ورنہ اس خدائی اور پیغمبری کی قلعی کھل جائے گی اور مخلوق ...
ہو جائے گی شیطان بولا آہ - یہ کیا بڑی بات ہے ان لوگوں کو کہہ دیجئے کہ آج رات ...
مینہ برسا دیں گے لوگ یہ مژدہ سن کر چلے گئے شیطان نے اپنی تمام ذریات کو بلا کر حکم ...
کہ آج رات بھر اس شہر پر خوب پیشاب کرو انہوں نے ایسا ہی کیا صبح کو لوگ اٹھے ...
دیکھا کہ مینہ تو برسا ہے مگر مارے بدبو کے دماغ پھٹا جاتا ہے الٰہی یہ کیسا مینہ ہے ...
کو جا کر دیکھتے ہیں تو رہی سہی کھیتی بھی جل گئی پھر لوگ دوڑے اور فرعون سے جا کر فریاد
کی کہ صاحب یہ تو خوب مینہ برسا فرعون نے متعجب ہو کر شیطان سے پوچھا کہ او پیغمبر ...
کیا کام کیا وہ بولا کہ ارے احمق تو سمجھ تو سہی جہاں تجھ سا نابکار خدا اور مجھ سا مردود پیغمبر
ہو گا وہاں بارانِ رحمت بھی ایسا ہی نازل ہو گا ؎

وزیرے چنیں شہر یارے چناں — جہاں چوں نگردد قراری چناں

تجھ کو شرم نہیں آتی ایسی برتے پر خدائی کرتا ہے کہ پیغمبر سے مدد کا طالب ہوا تف
ہے تیری خدائی پر - اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہی حال ظاہری صوفیوں کا ہے کہ توحید
میں دم مارتے ہیں انا الحق کہتے ہیں اور خدا بننے کو تیار ہیں لیکن خدمت مریدوں سے لیتے
ہیں اور ان کی امداد پر نظر رکھتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ فرعون کے گھر میں انار کا درخت تھا شیطان نے ایک انار
توڑ کر اس کی دو قاشیں کیں اور فرعون سے کہا کہ اگر تو سچا خدا ہے تو اس انار کو جیسا تھا
ویسا ہی بنا دے اس سے کیا ہو سکتا تھا اپنا سا منہ لے کر رہ گیا پھر شیطان نے بدستور ...

شاخ میں لگا دیا اور کہا کہ اسی پر خدا بنا ہے کہ ٹوٹا ہوا انار بھی نہ جوڑ سکا بھلا پیدا تو کیا کر سکے گا دیکھو مجھ کو اتنی قدرت وطاقت ہے لیکن آج تک خدا بننے کا خیال بھی نہیں کیا ارے احمق ہم کو تو بندگی ہی زیب دیتی ہے نہ خدائی ایک روز میں نے حسبِ عادت عرض کیا ؂

بانگ گو از نجد و از یارانِ نجد ! ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تا در و دیوار را آرے بوجد

اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ ؂

ہر کسے را بہر کارے ساختند ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ میل آن اندر دلش انداختند

اللہ تعالیٰ کا بھی عجیب معاملہ ہے کسی کے دل میں کچھ ڈال دیا کسی کے دماغ میں کچھ بسا دیا فرعون کو تو یہ سوجھائی کہ انا ربکم الاعلیٰ پکار اٹھا حضرت موسیٰؑ کو یوں راہ بتائی کہ جاؤ تم اس مردود سے لڑو کیونکہ بندہ ہو کر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے ادھر حضرت موسیٰ کو فتح ونصرت کی بشارت دی ادھر فرعون نے خفیہ آہ وزاری کی تو اس کی دعا بھی رد نہ کی سبحان اللہ کیا شان کبریائی ہے ؂

کفر و ایمان عاشق آن کبریا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ مس ونقرہ بندۂ آن کیمیا !

روز موسیٰ پیش حق نالاں شدی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نیم شب فرعون ہم گریاں شدی

چونکہ بیرنگے اسیر رنگ شد ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد

چون بہ بیرنگے رسی کان داشتے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ موسیٰ و فرعون دارند آشتے !

اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست

چوں گل از خارست خار از گل چرا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہر دو در جنگ اند واندر ماجرا !

یا نہ جنگ ست ایں برائے حکمت ست ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہمچو جنگ خر فروشاں صنعت ست

حضرت آدمؑ کو ابلیس سے حضرت نوحؑ کو ان کی قوم سے حضرت ابراہیمؑ کو نمرود سے حضرت موسیٰ کو فرعون سے حضرت عیسیٰؑ کو یہود سے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو قریش سے بھڑا دیا ؂

جب بیرنگی رنگ دکھایو ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ موسیٰ فرعون لڑنے آیو

کسی کو مومن کا لقب عنایت کیا کسی کو کافر کا خطاب دیا دونوں کو لڑا کر خوب تماشا دیکھا نہ مومن سے کچھ منفعت پائی نہ کافر سے کچھ مضرت اٹھائی ؂

نے ز مومن ہر گزت سودے رسد ۔۔۔ نے ز کفر عونت زیانے بود رسد

آخر کار نہ یہ رہے نہ وہ نہ مومن باقی نہ کافر موجود نہ مقبول رہے نہ مردود خدا کی شان میں کچھ فرق نہ پڑا۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ

حق ز ایجاد جہاں افزوں نشد ۔۔۔ آنچہ اول آں نبود اکنوں نشد

در اثر افزوں شدہ در ذات نے ۔۔۔ ذات را افزونی داغات نے

جب یہ جہان نہ تھا تب بھی خدا تھا اور جب جہان نہ ہوگا تب بھی خدا ہوگا ؂

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ۔۔۔ ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

پس کل موجودات ایک تماشا کٹ پتلی کا سا ہے اپنے اپنے وقت پر پتلیاں آتی اور تماشا دکھا جاتی ہیں وقت معہود پر پردہ عدم میں جا چھپتی ہیں ؂

تا بتنگائیم و فلک لعبت باز ! ۔۔۔ از روئے حقیقت ستے نہ از روئے مجاز

یک چند دریں سراچہ بازی کردیم ۔۔۔ رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

بازیگر جو کام چاہتا ہے پتلیوں سے لیتا ہے ارادہ کے تار نے جو اشارہ کیا پتلی نے وہی کام دیا جو ناچ نچایا جاتا ہے ناچتی ہیں پس سب کام منشائے ازلی سے ظہور پکڑتے ہیں لیکن یہ طرفہ ماجرا ہے کہ شیطان کا خوف ہر انسان کے دل میں بٹھا دیا ہے تمام انبیاء علیہم السلام باواز بلند پکارتے چلے آئے کہ بچیو بچیو اس ملعون سے بچیو کہ انسان کی رگ و ریشہ میں ساری اور گمراہ کنندہ ونادی ہے پھر خود ہی جا بجا یوں ارشاد فرمایا کہ کوئی سوائے میرے ہادی اور مضل نہیں[1] مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

کچھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اسکی ۔۔۔ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

---

[1] جسکو اللہ ہدایت کرتا ہے پس کوئی اسکا گمراہ کرنیوالا نہیں اور جسکو اللہ گمراہ کرے پس کوئی اسکا ہادی نہیں۔

عاجز ہے خیال اور تفکر حیران | بے سود یقین ہے اور بیہودہ گمان
کھلتا نہیں عقدہ کھولنے سے کوئی | بنتی نہیں بات کچھ بنانے سے یہاں

ہم کو تو یوں ارشاد ہوا کہ شیطان مردود ہے ملعون ہے گمراہ کنندہ ہے رہزن ہے اس کی راہ مت چلو۔ اس کی پیروی ہرگز مت کرو اور موسیٰ علیہ السلام نے جب معلم کی درخواست کی تو حکم ہوا کہ رمز کی بات پوچھتے ہو تو جاؤ شیطان سے پوچھو بھلا جو ایسا معلم ہو کہ پیغمبر اس کے پاس بھیجے جاویں تو اس کی گمراہی بھی عجیب و غریب ہے جب حضرت موسیٰ اس کے پاس پہنچے تو کیسی برجستہ تعلیم توحید کی دی ہے چنانچہ شیخ عطار نے لکھا ہے ؎

من مگو تا تو ہم چو من نشوی! | ایں سخن را از من بجا طرہ دار
یعنے اول بحو من شوائے سرہ مرد | زخم او را اس پر بسینہ بیار
گر شوی ہمچو من برد پس ازاں | ہرچہ خواہی بگو و باک مدار

شیطان کی یہ تعلیم اور اس کا نام گمراہ کرنے والا اس غریب کو ناحق کیوں بدنام کیا فاعل حقیقی تو ایک ہے نزدہ۔ وہی ہادی ہے وہی مضل شل پیچ کہوں تو ماں ماری جائے جھوٹ کہوں تو باپ کتا کھائے ؎

رحمن و رحیم و رحمت اللہ مائم! | شیطان رجیم و لعنت اللہ مائم
ہر نیک و بدی کہ در جہاں مے گذرد | باللہ مائم و ثم باللہ مائیم

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جنگل میں کسی درخت کے نیچے لیٹ گئے اور ایک اینٹ اٹھا کر سر کے نیچے رکھ لی اسی دم شیطان پہنچا اور کہا کہ اے ابن مریم اب میرے ملک میں بھی دخل دینے لگا۔

گفت اے ملعون چرا استادۂ | گفت خشتم زیر سر بنہادۂ
جملۂ دنیا چو اقطاع منست | ہست ایں خشت آں من ایں روشن ست
تو تصرف مے کنی در ملک من | خویشتن آدرۂ در سلک من!

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فوراً وہ اینٹ اٹھا کر پھینک دی شیطان بولا کہ بس اب پڑے رہو ہم سے تم سے کچھ واسطہ نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بڑے ترک و تجرید کی حالت میں رہے ہیں تمام عمر کہیں گھر نہیں بنایا ہمیشہ قلندرانہ وار پھرتے رہے نقل ہے کہ ایک روز آپ کہیں تشریف لے جاتے تھے اثنائے راہ میں بارش ہونے لگی ناچار ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹ میں گھس گئی آپ کو خیال آیا کہ سبحان اللہ جانوروں کے لیے تو ٹھکانا اور میں خانہ بدوش خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا۔ اور ندا آئی کہ اے دوست اگر مکان درکار ہو تو یہ موجود ہے ہمارے پاس کسی شے کی کمی نہیں لیکن تمہارے واسطے یہ رتبہ قلندری اس مکان سے اعلیٰ ہے آپ نے عرض کیا کہ الٰہی میں اسی حال میں خوش ہوں مجھ کو اور کچھ درکار نہیں۔ یہاں جناب قبلہ نے فرمایا کہ سرکار نے تو ان کی تقدیر میں یوں ہی لکھ دیا تھا کہ یہ ہمیشہ خانہ بدوش پھریں گے پھر مکان کیونکر لیتے آخر انہیں کی زبان سے اقرار لے لیا کہ میں کچھ نہیں چاہتا غرض یہ ہے کہ مقدر سے زیادہ کسی کو کچھ نہیں ملتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت نوحؑ کی دعا سے طوفان برپا ہوا اور وہ کشتی پر سوار ہوئے تو شیطان بھی آموجود ہوا اور بولا کہ آپ نے خوب ہی کیا جو دعا مانگ کر خلقت کو غارت کرا دیا۔ آپ ہدایت کرتے کرتے میں بہکاتے بہکاتے دق ہو گیا دونوں خرابی میں مبتلا تھے اب خوب پاؤں پھیلا کے چین سے سوئیں گے نہ ہدایت کا کھڑاگ رہا نہ گمراہی کا بکھیڑا۔ یہ بات سن کر حضرت نوحؑ تازیست روتے رہے۔ ؎

جہاں دارد اندجہاں داشتن! یکے را بریدن یکے کاشتن!

نہ باایں است مہر ونہ باآن ست کیں تو داناتری اے جہاں آفریں

ایک روز ارشاد ہوا کہ شیطان نے تو یہ نافرمانی کی کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور حضرت آدمؑ سے یہ تقصیر ہوئی کہ دانۂ گندم باوجود ممانعت کے کھا لیا حکم سرکاری سے عدول کرنے میں دونوں مساوی تھے لیکن جب عتاب ہوا تو شیطان نے بے دھڑک جواب دیا کہ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ اور حضرت نے شرما کر فریاد کی کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اس وقت حضرت سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ جھوٹ بولا کہ اس فعل کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا آیا ہم فاعل حقیقی نہیں ہیں حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ بار خدایا بلاشک میں فاعل حقیقی جانتا ہوں لیکن معصیت کو تیری ذات پاک کی طرف نسبت کرنے سے شرم آئی اور مقتضائے ادب یہی معلوم ہوا ؎

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ ۔ تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است

یہ ادب ان کا پسند بارگاہ کبریائی ہوا مقبول ٹھہرے اور شیطان مردود خیر رد و قبول اور دوسری بات ہے مگر اُن کا جھوٹ اور اُس کا سچ خدا پر دونوں روشن تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب رامپور میں مولوی فضل حق صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے کہ افسوس ہے تمہارے کتب درسیہ تھوڑی ناتمام رہ گئیں اگر چندے یہ فقیر اور رہتا تو تحصیل تمام ہو جاتی میں نے کہا کہ جناب مولوی صاحب ایک نقل یاد آئی ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی جانب جاتے تھے راہ میں شیطان مل گیا آپ نے اس سے کہا سن تو ابلیس اگر تو آدم کو سجدہ کر لیتا تو کیا اچھا ہوتا اس نے کہا کہ اچھا کیا خاک ہوتا بہت ہوتا تو آپ جیسا ہو جاتا فرمایا کیوں ہم کیسے ہیں کہا کہ ہاں نبوت بے شک آپ کو ہے لیکن نبوت تو آپ میں نہیں جب جانتے کہ دوبارہ ربِّ ارنی کہتے سو مولوی صاحب کتبِ درسیہ کی غایت تکمیل یہ تھی کہ آپ جیسا فاضل ہو جاتا یہ بات سن کر مولوی صاحب آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ میاں صاحب سچ ہے ہم کو علم حجاب الاکبر ہو گیا ایک روز جناب قبلہ نے بذریعہ کرامت نامہ کے منشی نقل رسول صاحب کو یہ شعر قلندر صاحب کا لکھ کر فرمایا ؎

در گذر از گفتگو اے نامراد ۔ بے مرادی نامرادی را مراد

بعد چندے جب کہ منشی صاحب خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ

۱؎ میں جیسا تو نے مجھے بدراہ کیا ہے ۱۲ ۔ ۲؎ اے رب ہمارے ہم نے خراب کیا اپنی جان کو اور اگر تو نہ بخشے ہم کو اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ہو جاویں نامراد ۱۲ ۔

اِس شعر میں جو مضمون قلندر صاحب نے بیان فرمایا ہے کیا یہ رتبہ ان کو حاصل تھا ا...
ہوا کہ یہ رتبہ نامرادی تو ابلیس ہی پر ختم ہو گیا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت
ختم ہو گئی اب نہ کوئی ابلیس بنے گا نہ یہ رتبہ پائے گا اور جیسا ابلیس شاداں و فرحاں
رہتا ہے ایسا نہ کوئی ولی خوش ہے نہ نبی ؎

رندے دیدم نشستہ بر خنگ زمیں | نے کفر و نہ اسلام نہ دنیا و نہ دیں
نے حق نہ حقیقت نہ شریعت نہ یقیں | اندر دو جہاں کرا بود زہرۂ ایں

ایک روز ارشاد ہوا کہ قصیدہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ
طالبین کے حق میں نہایت مفید ہے اور آپ کو بھی یہ تمام قصیدہ حفظ تھا اکثر
موقع پر اس کے اشعار پڑھا کرتے تھے اب میں اس مقام پر تمام اس قصیدہ کو لکھتا
ہوں تاکہ شائقین اُس سے بہرہ ور ہوں ؎

می نگارم قصیدۂ عطار | کہ مرا نیست جز نگارش کار
چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار | متجلی ست از در و دیوار
نحن اقرب الیہ آمدہ است | دُور اُفتادہ تو از پندار
کل شئی محیط می بینم | آنکہ می بینمش بہ نقش و نگار
تو ز کوتاہ بینی اے احمق | می سرائی بہ لحن موسیقار
تا بہ کے در صفات حیوانی | ہمچو یک چند احمقے بر عار
او بہ پیش تو ایستادہ چو سرو | سر فرو بردۂ تو نرگس دار
سرمۂ گر ز تو بہ بی یبصر | در کشی در دو چشم پر زنگار
از درون و بروں نشیب و فراز | از پس و پیش در یمین و یسار
شاہد لا الٰہ الا اللہ | پیش تو پردہ گیر و از رخسار
ثم وجہ اللہ آیدت بہ نظر | و ہوا معکم نمایدت دیدار
کار واں تفخت من روحی | بسر آئی تو بر کشاید بار
ایں تماشا چو بنگرے کوئی | لیس فی الدار غیر نا دیار

احدست و اگر تو بشماری — واحدیت رساندت بہ ہزار
ہمہ یک قطرہ است ایں دریا — ہمہ یک دانہ است ایں خروار
اسپ و فیل و پیادہ و فرزیں — بر تن واحد آمد سپہ سالار
مے نماید بچشم احول تو — شتر و اسپ و فیل و گاؤ و حمار
زاغ و طاؤس مار و مور و مگس — بلبل و قمری و چکاوک سار
کافر و گبر و ملحد و مومن — متقی و شقی بد کردار
گر تو علم الیقین بدست آری — سوئے عین الیقین بیابی بار
روے حق الیقین عیاں بینی — شوی از کائنات برخوردار
بہ ہمیں دیدہ بنگری ظاہر — صورت خویش را بصورت یار
پس ز خود گوئی ز خود شنوی — لمن الملک واحد القہار
تو بدیں پایہ کے رسی ہیہات — کر خرت باز ماندہ از رفتار
من طلبنی وجدنی آمدہ است — عاشقاں را بدست اوست قرار
من رانی فقد رای الحق — زیں سبب گفت احمد مختار
من عرف نفسہ نمے فرمود — گر نہ دید حیدر کرار
رمز من کان ہذہٖ اعمیٰ — بشنویدا اے خراں کو دن سار
ہر کہ اینجا نہ دیدہ محروم است — در قیامت ز لذت دیدار
کار کن کار پیش ازاں کہ اجل — بدر آرد ز ہستی تو دمار
منزل تو نہ دور نزدیک است — پائے مردی بکن قدم بردار
قاطعان طریق در راہ اند — شتر مست تو گسستہ مہار
انا لیلی بگو اگر مردی — ورنہ چوں ابلہاں سری میخار
بچو معنی انا نیست کفر است — ہیچ فہمیدی اے نکو کردار
خویشتن را مگو منم یعنی — من رانی بگو بہ پیمبر دار
قل ہو اللہ وصف احمد دان — از میانش ولیک میم بر آر

این سخن در تو کے کند تاثیر ۔ دارد آئینہ دلت زنگار
روزی از روزہا کلیم اللہ ۔ خواست مرشد ز ایزد دادار
وحی آمد برائے او کہ برود ۔ پیشِ ابلیس مفسداں سالار
راہ طے کرد و سر بحکم نہاد ۔ رفت در پیشِ آں لعین ناچار
گفت خواہم من از تو ارشادے ۔ اے تو در راہ عشق پاک عیار
یعنے ایزد برائے ارشادم ۔ بر سرِ تو نہاد تاج مدار
زیں سخن ہمچو شعلہ سر پیچید ۔ جست در ہر جا نشستہ ہمچو شرار
گفت من از دم ازل دادم ۔ طوق لعنت بگردنِ ادبار
تو ندیم الٰہی نداری ننگ ۔ تو کلیم الٰہی نداری عار
من کجا و طریق ایں احکام ۔ من کجا و سبیل ایں اطوار
گر ز من چشم داری ایں معنی ۔ دربیں بر تو نیسی ایں طومار
من نہنگم نہنگ عصمت خوار ۔ من پلنگم پلنگ دیں ادبار
راہ رسم بدعت از من پرس ۔ مفسداں را منم سپہ سالار
بر زبان نیاز یازش گفت ۔ اے تو در راہ عشق خوش رفتار
درس کرد بیان توے گفتی ۔ نکتۂ ہم برائے من بگمار
در تکلم در آمد بکشود ۔ لب گوہر فشاں و شکر بار
من نگو گفت تا چو من نشوی! ۔ ایں سخن را ز من بخاطر دار
یعنی اول چو من سوائے سر رد ۔ زخم او را سپر بسینہ میار
چوں شندی ، ہمچو من برجیم ازلی ۔ ہر چہ خواہی بگو و پاک مدار
چوں شنید سخن از موسے ۔ گفت از روئے عجز و انکسار
ہرچہ گفتی بر فنت بر انصاف ۔ ایں سخن از تو اے ملک عیار
عین آبیم باداد ما ما ۔ بہم آمیختہ شکر کردار
عین آتیم گرچہ در ظاہر ۔ مے نمائم لولوے شہوار

نام خود را کنوں چو آب برم — زآنکه ما شربتیم شکر دار

آب را تو تمام ژاله نگر — ژاله را عین آب مے پندار

خویشتن را تو درمیانه مبیں — سد را سکندر از میاں بردار

لیک اندر قمار خانهٔ عشق — بہ ز منصور کس نہ باخت قمار

تا تو، ہستی خدائے در خوب ست — چوں بمیری تو او شود بیدار

فتمنوا الموت ان کنتم — صادقین آمده است در اخبار

گر بمیری تو پیشتر ز اجل — نکند بر تو تیر و خنجر کار

یعنی ایں، ہستی عناصر خود — باعلومش ز جان خویش ابرار

صید عنقا کجا تواند کرد — بو الفضولی اگر رود بشکار

ملک الموت را شود به یقیں — ہمچو سیماب کشتنت دشوار

تو بخوف و رجا ازیں درگاه — باز میمانی اے خجستہ شعار

عشق گر در دلت فروزد شمع — روز روشن نمایدت شب تار

محو گردی چناں تو از ہستی — نشناسی کلاه از دستار

از زبانت کہ مے کند من من — جان من یک زمانگی ہشدار

دو صفت سر زند ازیں ہستی — بطرازم به صفحهٔ اظہار

لیک طال اللسان ہلاک شود — سر و پا گم کند دہد دستار

یا به کل اللسان شود خاموش — یا به طال اللسان کند گفتار

وانکه کل اللسان بود چه شود — با سلامت بالیند ہموار

کم نگه دوز کالش یک موئے — کم نگه دوز خرقه اش یک تار

آنکه او سر و ہد زہے سر مست — وآنکه او سر برد زہے ہشیار

گاه طال اللسان بود خاموش — گاه کل اللسان زہے مکار

مے زند موج اندریں معنے — مطلعے ہمچو مطلع الانوار

او خردشاں چو بلبلاں بہار — او خموشاں چو طبلهٔ عطار

خود انا الحق زد از لبِ منصور
خود برآمد ز شوق بر سردار

گفت انا احمد بلا میم
از زبانِ محمد مختار

رب ارنی بگوش خود خود ریخت
خود ز خود کرد حیرت دیدار

باز خود گفت لن ترانی را
بهر چه بهر گرامی بازار

غیر او کیست کو سخن گوید
یا خمش بر نشیند اے دلدار

ناظر خود خود است و خود منظور
خود تماشا و خود تماشا کار

خود پیمبر شد و پیام آورد
گشت خود معترف نمودار اقرار

عاشق خود خود است و خود معشوق
خود طبیب خود ست خود بیمار

از جرائے زیب خود خود گشت
جلوه در قد و در قدم رفتار

تاب بر زلف و وسمه بر ابرو
سرمه در چشم و غازه بر رخسار

رنگ در آب و آب در یاقوت
بوئے در مشک و مشک در تاتار

هست خود فعل و فاعل و مفعول
هست خود قبض و بسط در هر کار

خود شده طوطی و خود آئینه
خود شده پیش طوطی آئینه دار

خود کند ساز هر گناه که هست
خود زند باز بابِ استغفار

حمد خود از زبان خود خود گفت
تا که بر خود شود پذیر رفتار

من نیم او خود ست قافیه سنج
من نیم او خود ست در گفتار

هست آن یک حیات صرف مدام
با همه خیر و شر خود دوار

روز آدینه بر سر منبر
گشت شبلی برائے خطبه سوار

کرد توحیدے ایزدی آغاز
که یک ست او چه ده چه چه صد هزار

مگر آنجا جنید حاضر بود
گفت اے پاکباز پاک عیار

آنچه من با تو گفته ام به نهفت
تو عیانش همی کنی اظهار

گفت هیهات اے یگانهٔ عصر
سخن مشرکانه را بگذار

من همی گویم و همی شنوم
نیست کس غیر من بهر دو دیار

قم باذنی وقم باذن اللہ　　ہر دو یک نغمہ ایست از لبِ یار

خواہ قرب نوافلش بر خواں　　خواہ قرب فرائضش پہ شمار

نیست جز نام فرق زیر و بم　　زیر و بم میزند سر از یکتار

لوح دل را ز نقش غیر بشوی　　خویشتن را خدائے خود انگار

نور چشم من از خودی بگذر　　زانکہ باشد خودی ز جملہ خوار

گر بدیں بال و پر کنی پرواز　　شاہبازی تو جبرئیل شکار

وآنکہ غیر تو چیست ہستی تو　　خویشتن را کنار گیر کنار

ورنہ گر با خودی خدا گوئی　　مشرکے باشی و خدا آزار

شرک دو ہست ہم خفی و جلی　　ہر دو را پیش تو کنم تکرار

اے پسر لا الٰہ الا اللہ　　بود ز شرکِ خفی ست آئینہ دار

ہست شرک جلی رسول اللہ　　خویشتن را ازیں دو شرک برآر

چوں ازیں شرک با خلاص شوی　　شوی آں وقت صوفی ستار

یہاں حضرت فرمایا کرتے تھے سنو ہمارے بزرگ حضرت شبلیؒ کیا فرماتے ہیں ؎

آں یکے وقت نزع شبلیؒ را　　گفت اے قدوۂ صغار و کبار

کہ بگو لا الٰہ الا اللہ　　مغفرت خواہ زایزد غفار

بہ تبسم در آمد و بشگفت　　ہمچو روئے بہار و چہرۂ یار

گفت معشوق من ز استغنا　　نکشاید ز روئے رشوت کار

بعد ازیں ما و ساقی و لبِ جو　　بعد ازیں ما و یار و بوس و کنار

بعد ازیں ما و نغمۂ و مطرب　　بعد ازیں ما و خانۂ خمار

یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ چھوٹے میاں سو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ یعنی سید الطائفہ حضرت جنیدؒ کا ارشاد سنو ؎

سالکے مر جنید را پرسید　　کائے ز سر تا قدم ہمہ اسرار

بہ تکلم در آگر مشترک کیست　　گفت کائے ہرزہ گوی کودن سار

ہر کہ نادیدہ نام او گوید — مشرک ست آں فضول ناہموار
والا تیک تعال را بشنو — اے برادر ز گوش پنبہ برآر
ہر وارد سے نزد نالحق سر — ہست او از جماعت کفار
ہر کہ منکر شود بود مشرک — من از او چوں خدائے او بیزار
تا نہ کارے یگانگی را تخم — کے دہد شاخ آشنائی بار
چوں دوئی از میانہ برداری — تو نمانی من او کند اقرار
یعنی ایں طبع چار را یک کن — تا نگردد مخالف ہر چار
دین احمد گزیں مسلمان شو — بگذار خویش بگسل ایں زنار
ایں بت ار بشکنی چو ابراہیم — گرد را آتش روئے شوی گلزار
شو بہر قول و فعل تابع سلف — غیر باطن بظاہرت بسیار
شو بہ باطن کو بیت پرداز — کن بظاہر عبودیت قرار
ظاہر خویش پاک کن بہ وضو — باطن خویش را نماز گذار
پس وضو چیست پاک کردن دل — صافی دل چو شستن از اغیار
مسجد تو مقام تسلیم ست — قبلہ گاہِ تو طاق ابروئے یار
در عبادت کسے شریک مکن — زانکہ لا یشرک است حکم نگار
اے پسر در رہ شریعت فرض — عشر دہ یک بود بد نیادار
در طریقت گذشتن از لذات — در حقیقت گذشتن از فگار
تو اگر مرد ایں خجستہ رہے — دامن از کائنات خود بفشار
ہستی خویش را زکوٰۃ بدہ — بر سر دوستی بکن ایثار
روز حفظ دل ست از خطرات — پس بود از مشاہدہ افطار
دل بود طعمہ خورد چار خطر — مرد باید کہ بگذرد زین چار
گر بود خاطر تو مائل حق — خطرۂ آسمانیش پندار
در بسوئے عبادتت بکشد — خطرات ملائکش بشمار

در بیابیش در تردد و جاہ   که چنیں و چناں بر آرم کار
یا فلاں را دہم کلاہ و کمر   یا فلاں را کنم سپہ سالار
یا کنم خوض آسماں پہنا   یا بکیواں برم سر دیدار
جانمن ایں خطر ز شیطان ست   ایں خطر از درست مردم خوار
در شود ایں تن تو مائل خور   مستی تن بدل شود بہ خمار
ایں کشاکش ز نفس بد کیش است   شترت را بدست اوست مہار
از خطرہا معطلے گردے   گرچہ ہستی ز جعفر طیار
از خطرہا اگر بروں آئی   نہ خزاں ماند و نہ فصل بہار
ورنہ گرود دل فرشتہ خویت   ہیچ گر مائل اندریں ہر چار
نام ایں منزل تو ادا دنی   ہست جائے شکیب و جائے قرار
لیک ایں جا ستادنت مشکل   بلکہ زاینجا گذشتنت دشوار
چیست[1] تو بہ گذشتن از جملہ   جز خدا و رسول جنت و نار
حج چہ باشد ز خود سفر کردن   بہ کجا جانب ہدایتہ کار
ہست قربانیت پس از حجت   قطع احکام صبحہا یک بار
فرض یزداں گراں ترا ز کوہ است   کوہ بر گردن فرشتہ مدار
شد جنابت تمام شرک و دوئی   غسل فرض است ازاں بہر دیدار
غسل[2] چہ بود بورطۂ توحید   غوطہ خوردن بیامدن بکنار

---

[1] اس شعر پر حضرت فرمایا کرتے کہ یہ مضمون بخار کا سا جوش و خروش ہے جب انسان کو بخار چڑھتا ہے تو غثیان میں جو چاہتا ہے کہتا ہے ۱۲

[2] اس شعر پر جناب قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ ؎

کہ درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار   کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار
نترسد خرد مند ازیں بحر خوں   کہ وکس نہ بر دست کشتی برون

خرد مند مراد ہے انبیاء علیہم السلام سے اور بحر خون توحید ذاتی ہے ۱۲

چیست تجرید گشتن آزاد / از ہزاران ہزار یار و دیار

بعد ازان از برادر و خواہر / بعد ازان از تمام خویش و تبار

غم اینہا بہ ہیچ نوع مخور / بگذر از جملہ و بحق بسپار

زانکہ داریم ما ہمہ خود او / لطف او ہست بر ہمہ غمخوار

ماہ و خورشید زہرہ و برجیس / ابر و نیلان و دی مہ آذار

ہمہ بہر تو در مشقت و رنج / تو نہ بہر کہ مے کشی آزار

ہفت و چار اند حاکم ظاہر / باطنت ہست جملہ را مردار

بعد تجرید بایدت تفرید / یعنے از آخرت شدن بیزار

فارغ الدین و تارک الدنیا / نہ کندن فرق افسر از افسار

دین و دنیا و دوزخ و فردوس / تو رہا کن باي خران بگذار

آنکہ زانہا گذشت گشت فقیر / مال او راست دوست در احصار

در شریعت بود ہر آنچہ حلال / در طریقت بود ہمان مردار

چون حقیقت نقاب برگیرد / ہر دو یک گردد اے نکو کردار

روئے بیگانہ گر مے نگری / آشنا وانمایدت ہر بار

صفت طبع را چو نفی کنی / روئے حق بینی از در و دیوار

گر ز شرک خفی خلاص شوی / خویش را از خفی خلاص شمار

ذوق و شوق چنان عیان بینی / گر شوی شی من ز خود بیزار

یکے شبے بایزید را در خواب / دید شخصے کہ بود از ابرار

گفت اے شاہباز عالم قدس / گفت اے قدوہ اولی الابصار

بگو از سر گذشت اول شب / کہ چہ بشنیدی از یمین و یسار

گفت آمد ندا ز عالم قدس / کہ چہ آوردۂ بیاد بیار

گفتم آوردہ ام گناہ کہ ہست / نام تو ہم غفور و ہم غفار

لیک از من نرفت در توحید / شرک اے کردگار لیل و نہار

یہاں جناب قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت بایزید نے دعویٰ توحید کیا تو دودھ کی رات یاد دلائی گئی یعنے ایک رات حضرت بایزید کے پیٹ میں درد ہوا تھا۔ مریدوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ دودھ پینے سے درد ہوا پس دعویٰ باعث گرفتاری ہوا ہے

اذکر اللیلۃ اللبن فرمود — خوردہ بودی و زد شدی بیزار
گفتم ایں بد خلاف در توحید — وقنا ربنا عذاب النار
چند خواہی چو شاخ گل بالید — کایں مراد لب ہست و آں دلدار
زود باشد کہ بے مناقشہ ! — بینی از خویشتن شدہ بیزار
او ز تو کندہ خوردہ ہم چو خدنگ — تو درہی باز ماندہ چون سوفار
ہر چہ بے او تو نوشی و خوری — زہر ہست ارچہ ہست نوش وگوار
ہر چہ بے یاد او ببند و زی — مار ہست ارچہ ہست مہرۂ مار
شہد و شکر مثال باشد پاک — گرچہ در یاد او خوری مردار
چند ماضی و چند مستقبل — بذلہ سنجی کنی لب افکار
جانمن وقت آں غنیمت داں — کہ ابوالوقت خواندت احرار
سال آیندہ را گذشتہ شمر — ہمچو پیراسال و ہمچوں پار
خویشتن را بایں ہمہ عالم — مثل بادِ رواں و خاک شمار
انت اعمیٰ عصائے تو ہم است — کہ ہمی افتی از سرِ دیوار
ورنہ ہنگام رفتن تو زمیں — زیر پا آیدت ہماں مقدار
اے چو کردی تو نام من عاصی — رفتہ ام راہ معصیت بسیار
نام خود بر صحیفہ ام لاتیأس — خود رقم کردہ انا الغفار
کیسۂ من پر از گناہاں است — تو خریدار و ایس بازار
ہر چہ داری رخیص بخشائش — توبہ ہل من مزید لطف بیار
ایں قصیدہ است حی ہاتف غیب — طبع والا پسند آئینہ دار

وحی چہ بود ہر آنچہ در دلِ تو | سر زند از نتائج اسرار
ہست الہام ایں کہ خاطر تو | ہر دو سوئے خیر از بدکار
باز وسواس دیو ہست کہ تو | بروی سوئے بد ز نیک شعار
ایں نہ شعر لیست بلکہ معجزہ است | گرچہ ماند بصورت اشعار
ہمہ عشق است اندریں مصحف | ہمہ وصل ست اندریں گفتار
ہمہ شوق است اندریں صفحہ | ہمہ ذوق است اندریں طومار
ایں کلام کلام مرداں است | نہ کلام مخنث بازار
قلم از راستی بدست آور | بر ورقہائے جان و دل بنگار
روز و شب ورد خویش کن ایں را | تا رہد جانت از ہمہ آزار
لیک باید کہ کار فرمائی | ورنہ خون خوردن دلم بچہ کار
ایں قدر بس بود نصائح و پند | در سلوک فرید دین عطار

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ نے حضرت قلندر صاحب پانی پتی کی خدمت میں یہ سوال تحریر کیا۔ مسئلہ ہیچ بن ہیچ بن ہزاراں ہزار ہیچ من خود را ہیچ مے پندارم وحق مے فرماید کہ من در توام و شریعت میگوید کہ ادب کن پس جواب ایں ہر سہ کلمہ قلمی فرمائید۔ قلندر صاحب نے جواب میں یہ رباعی ارسال فرمائی ؎

اسرار ازل را نہ تو دانی ونہ من | ایں حرف معما نہ تو خوانی ونہ من
ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو | چوں پردہ افتد نہ مانی ونہ من

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معرفت خدا میں سوال کیا آپ نے فرمایا اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْإِدْرَاكِ اِدْرَاك یعنی عاجز ہونا ادراک کے دریافت سے یہی معرفت ہے۔ ایک شخص نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے معرفت میں سوال فرمایا کہ عَرَفْتُ رَبِّيْ بِفَسْخِ الْعَزَائِم یعنی میں نے خدا کو پہچان لیا بسبب ٹوٹ جانے ارادوں کے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ نے یہ رباعی حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر کی خدمت میں تحریر کی ؎

اے راہ بر حق مرا راہ نما — در مشکلم ایں بیت جوابم فرما
گویند خدا بود و فلک ہیچ نبود — گر ہیچ نہ بود دست کجا بود خدا

قلندر صاحب نے اس کے جواب میں یہ رباعی رقم فرمائی ؎

در ملت و مذہب خبرے نیست مرا — میداں بیقیں کہ لامکانست خدا
خواہی کہ ترا کشف شود ایں معنی — جان در تن خود بیں کہ کجا دارد جا

ایک روز ارشاد ہوا کہ دارا شکوہ نے میاں میر صاحب لاہوری رحمۃ اللہ کی خدمت میں یہ سوال تحریر کر کے بطلب جواب ارسال کیا سوال ہر روز ارادہ سیکنم کہ بخد شریف برسم لیکن میسر نمی شود اگر من ہستم خلاف من چرا داگر من نیستم چہ تقصیر ما۔ دقتل امام حسین علیہ السلام اگر بر حق است پس یزید پلید درمیاں کیست واگر خلاف مشیت ست یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ چیست احمد مختار علیہ التحیہ والسلام در جنگ کفار رفت شکست بلشکر اسلام افتاد علماء ظاہر می فرمایند کہ تعلیم صبر است و حدیث ناطق است کہ کُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ میں نبی تھا اور آدمؑ درمیان خمیر کے۔ جواب ایں ہر سہ کلمہ قلمی فرمایند۔ میاں میر صاحب نے یہ جواب ارسال کیا (جواب) بچۂ شیر خوار را حلوہ خوردن نباید اے شاہزادہ تا از شاہزادگی بیروں نیائی ہرگز شاہ نشوی۔ مابقی مَنْ سَكَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا ترجمہ جو شخص خاموش رہا اس کو سلامتی ملی اور جس کو سلامتی ملی اس نے نجات پائی اس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ میاں میر صاحب نے جان بچائی اور ٹال دیا کیونکہ جواب بہت مشکل تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ عالمگیر بادشاہ نے سرمد رحمۃ اللہ سے سوال کیا ؎

اے عارف سرمد بود کار وحدت کو — آتش زدۂ بخویشتن دودت کو
دلدادی وجان دادی وایماں دادی — اینک ہمہ سود است بگو سودت کو

حضرت سرمد نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا ؎

نابود شدم بود نمے دانم چیست | انگہ شدہ ام وجود نمیدانم چیست
دلدادم و جان دادم و ایمان دادم | سوداست دگر سود نمیدانم چیست

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب کبیر نے یہ دوہا کہا ؎

تن مٹکی ہے من دہی سرت بلوؤں ہار | کبرا ماکھن کھا گیو چھاچھ پئے سنسار

یعنی کمال معرفت کبیر کو حاصل ہوگیا۔ اس کے جواب میں کمال ابن کبیر نے ایک دوہا کہا اور باپ کو ہوشیار کیا کہ یہ آپ کا وہم ہے بیچون کسی پر ختم نہیں ہو سکتا ؎

مصری کا پربت بھیو اور چیونٹی نکسی آئے | اُن بکھ اپنا بھر لیو پربت کا کیا جائے

یہ بات سن کر کبیر چونکا اور ہوش میں آیا کہ حقیقت میں دھوکا لگا کمال نے خوب سمجھائی قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا[۱]

علمہا از بحر علمش قطرہ ایست | آں چہ خود شد ہست اینہا ذرہ ایست
گر کسے در علم صد لقمان بود | پیش علم کاملش ناداں بود

ایک روز ارشاد ہوا کہ کبیر بڑا مرد موحد تھا جب اس کی توحید کا شہرہ ریداس تک پہنچا تو اس نے یہ شعر لکھا کیونکہ ریداس سرگنی تھا یعنی اہل صفات اور کبیر نرگنی یعنی اہل ذات تھے ؎

ماتر[۲] گنی باپ جو لہئے پوت بھئے برہم گیانی | آوانت کی جانے ناہیں اپنے من کی ٹھانی
جو لہئے نہیں نیں ہست موری لیے

اس کے جواب میں کبیر نے اس طرح رقم کیا ؎

---

[۱] کہدے اے محمد اگر ہو جاوے پانی دریاؤں کا سیاہی واسطے لکھنے آیات اور انعام پروردگار میرے کے البتہ خشک ہو جائیں گے دریا پہلے اس سے کہ کچھ لکھے میرے پروردگار کے علوم میں سے اور اگر آویں ایسے کروڑ ہا سمندر اس سیاہی کی ۱۲ [۲] یعنی ماں غیر قوم اور باپ جولاہہ اور بیٹے ہوئے صاحب معرفت آگے پیچھے کی خبر نہیں اپنے دل میں ٹھان لی کہ میں عارف ہوں اے جولاہے اگر تو میرے سامنے ہوتا میں تم کو سمجھا دیتا ۱۲

برہم گیان بن برہم تت بن کایا شدنہ ہوئے پورن برہم سکل گھٹ بیاپک دوجے اور نہ کوئی
چمری نہیں نیو ہت موری گرے

آخر ایک روز اتفاق ملاقات ہوا اور دونوں میں گیان چرچا کی ٹھہری کبیر نے کہا کہ میری بھگتی اچھی ہے۔ ریداس نے دعویٰ کیا کہ میری اب فیصلہ ہو تو ریداس نے رام چندر جی کو یاد کیا فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر دہنش بان یعنی تیر کمان ہاتھ میں لیے ہوئے آموجود ہوئے اور کہا کہ اے کبیر ریداس کو کیوں نہیں ستاتا اسی کی بھگتی اچھی ہے کبیر نے کہا کہ مہاراج آپ سیتا جی کی چوکسی کریں اس معاملہ میں دخل نہ دیجیے گفتگو میری اس کی ہے ہم دونوں بھگت ہیں گمے چپ ہو کے دور کھڑے ہو گئے تب ریداس نے کرشن جی کو یاد کیا وہ بھی گرڑ پر سوار سر پر مکٹ لگائے مکھ مرلی دھر سامنے آ گئے اور کبیر کو سمجھایا اس نے کہا کہ مہاراج گوپیوں سے کلول کیجئے میرا اس کا جھگڑا چک جائے گا وہ بھی الگ ہو گئے پھر اس نے مہادیو جی کا دھیان کیا فوراً بیل پر سوار ترسول ہاتھ میں لے آئے اور درشن دینے کبیر نے ان کا کہنا بھی نہ مانا اور جواب دیا کہ مہاراج تم پاربتی پاس جاؤ اس بات سے آپ کو کیا مطلب مہادیو جی کو غصہ آیا اور کبیر کے مارنے کو ترسول اٹھایا کبیر وم یعنی لاکہہ کر غائب ہو گیا اس وقت ریداس کے تمام دیوتا بولے کہ اس دریائے توحید و یگانگی میں جہاں کبیر نے غوطہ لگایا ہے ہم اور وہ سب برابر ہیں یہاں ہمارا بھی کچھ بس نہیں چلتا ریداس نے کہا کہ میں نے اتنی مدت تمہاری سیوا اور پوجا کی اس وقت کچھ نہ ہو سکا تو آیندہ آپ لوگوں سے توقع رکھوں بس میرا سلام ہے اس کے بعد ریداس نے سب کو دستا بتائی اور مسلک توحید اختیار کیا اور کبیر کا چیلہ ہو گیا ؎

ٹھاکر پتھر مالا لکڑا تیرتھ ہیں سب پانی رام کرشن امر گئے دیکھے چاروں دید کہانی
رام مر گئے کرشنا مر گئے مر گئے لکھو بائی اس کو سادھو کیوں نہیں پوجو جسکو موت نہ آئی
دل گفت مرا علم لدنی ہوس است تعلیمے کن اگر ترا دسترس است

یعنی بغیر معرفت محمد اور نفس کی جسم صاف نہیں ہوتا وہ ذات تمام شئے میں سمائی ہوئی ہے سوائے اس کے دوسرا نہیں اے چمار اگر تو میرے سامنے ہوتا تو میں تجھ کو سمجھا دیتا ۱۲

گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ　　　　در خانہ اگر کس ست یک حرف بس است

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے ایک عالم سے یہ بات دریافت کی تھی کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں لا نفی جنس کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی خدا ہیں جن میں سے ایک کو ہم نے مستثنیٰ کیا اوروں کو چھوڑ دیا اس میں بڑا ہی شرک بھرا ہوا ہے انہوں نے جواب دیا کہ اکثر لوگوں نے اور بھی تو خدا مان رکھے ہیں ہم نے کہا کہ حضرت پہلے تو یہ فرمایئے کہ قرآن شریف لوح محفوظ پر کب لکھا تھا جب کہ یہ قرآن لوح پر لکھا گیا اس وقت کون جو دوسرا خدا مانتا انہوں نے کہا کہ تم وہابی معلوم ہوتے ہو ہم نے کہا کہ درست ہے جب ہم نے سچی بات کہی اور آپ جواب دے سکے تو ہم وہابی ہو گئے ؎

لا و الا ہر دو لفظے ساختند　　　　خلق را در دم وہم انداختند

اس کے بعد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے روز ازل سے ہی یہ رنگ آمیزی کر رکھی ہے اس کا بھید نہ کسی کو کھلا ہے اور نہ کھلے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت علی مرتضیٰ رضؓ اور حضرت امیر معاویہ رضؓ میں مجادلہ ہوتا تھا تو حضرت ابوہریرہؓ ایک ٹیلہ پر جا بیٹھتے اور دونوں لشکروں کے جنگ و جدال کا تماشا دیکھتے اور فرماتے کہ بھائیو دونوں فریق حق پر ہیں اور جب کھانے کا وقت آتا تو امیر معاویہؓ کے دستر خوان پر شریک ہوتے لیکن نماز ہمیشہ حضرت علی رضؓ کے پیچھے پڑھتے کسی نے اُن سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا کھانا وہاں اور نماز یہاں فرمایا کہ میاں سچ تو یوں ہے کہ روٹی کا مزا امیر معاویہ رضؓ کی دستر خوان پر ہے اور لطف نماز نماز حضرت علی رضؓ کی امامت میں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دہلی کی زینت المساجد میں مقیم تھے تو باقر شاہؒ نے کسی پوشش سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک کفر و اسلام میں کچھ فرق ہے یا نہیں جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں دونوں خدا میں سرکاری ہیں۔ اندھیرے اجالے کا سا حال ہے ؎

کفر و اسلام در رہش پویاں　　　　وحدہٗ لا شریک لہ گویاں

پھر پوچھا کہ تم کس طریقہ میں ہو کہا کہ کسی میں بھی نہیں سردی میں معلوم ہوتی ہے

اور گرمی میں چھاؤں دن کو اُجالا اچھا لگتا ہے اور رات کو اندھیرا پھر یا فرشاہ ہماری طرف متوجہ ہوئے کہ تم کس طریقہ میں ہو ہم نے کہا صاحب ظاہر میں تو ہم لاالٰہ اللہ محمد رسول اللہ میں بخریک ہیں باطن کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہیں اور کون ہیں اگر حال باطن معلوم ہوتا تو کچھ بیان کیا جاتا کوئی کہتا ہے کہ اس کے اندر خدا ہے کوئی کہتا ہے کہ ایک نفس ایک شیطان بھی اس میں گھسا ہوا ہے پس اگر اس میں خدا ہے تو ان سب کا اور اک ہو سکتا ہے۔ ہاں بطور خدمت گاروں کے رہیں تو مضائقہ نہیں ؎

ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

ایک روز ارشاد ہوا کہ زینت المساجد میں ایک کمبل پوش سے مولوی محبوب علی کی گفتگو ہونے لگی اس آیت کے معنی میں فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي۔ مولوی صاحب تو کہنے لگے کہ بیت سے مراد کعبہ ہے اور کمبل پوش کا قول تھا کہ بیت سے عبارت قلب انسانی ہے یہاں تک کہ بحث ہوئی کہ نوبت بجدال پہنچی اتنے میں مولوی فضل حق صاحب تشریف لائے دونوں صاحبو کی تقریر سنی اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ صاحب آپ خاموش بیٹھے سنتے ہیں فیصلہ کیوں نہیں کر دیتے میں نے کہا کہ مولوی صاحب مجھ کو ایک نقل یاد آئی ہے۔ میرٹھ میں لالہ بانکے رائے کے مکان پر مقیم تھا جہاں ایک چھوٹا سا درخت پیپل کا لگا ہوا تھا۔ اتفاقاً گائے اس درخت کو ایک روز کھانے لگی اس کو ہٹا دینے کے لیے کہا تو لالہ بانکے رائے بولے کہ یہاں چپکے ہو رہو یہ دونوں ہمارے دیوتا ہیں آپس میں خود ہی سمجھ لیں گے دونوں کے درمیان ہم کیوں دخل دیں۔ سو جناب عالی یہ دونوں صاحب ہمارے دیوتا ہیں اور ان کا معاملہ خضر و موسیٰ علیہما السلام کا سا ہے شریعت و طریقت کی جنگ ہے ابھی هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ کہہ اٹھیں گے بھلا میں ان کو کیا سمجھاؤں ؎

ما ز قرآں مغز را برداشتیم	استخواں پیش سگاں انداختیم

آپ تشریف رکھیئے اور ان دونوں صاحبوں کو لڑنے دیجئے یہ بات سن کر دونوں صاحب ہنس پڑے اور کہا کہ واہ صاحب آپ نے ہم دونوں کو کتا بنایا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت منصورؒ کو سولی دینے کی وجہ یہ تھی کہ حق کے ساتھ انا لگا دیا ورنہ حق حق تمام دنیا پکارتی ہے اور کوئی کسی پر معترض نہیں ہوتا ایک روز کسی شخص نے عرض کیا کہ اہل خدمت سوائے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں نہیں ہوتے آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے نزدیک تو یہی بات ہے مگر اور قومیں کہتی ہیں کہ ہمارے ہی طریقہ میں ہوتے ہیں مسلمانوں میں نہیں اور اصل یہ ہے کہ سب قوموں میں ہوتے ہیں۔ خدا کے کام کسی خاص قوم پر محدود و منحصر نہیں ہیں۔

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ بلا واسطہ پیر و پیغمبر کے بھی کوئی صاحب معرفت ہو سکتا ہے فرمایا کہ ہاں ہو سکتا ہے لیکن شاذ و نادر اور جو کوئی ایسا ہوا ہے اس نے خدا کے سوا کسی اور کو نہیں سمجھا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جب عطر کھینچتے ہیں تو زمین صندل کی ضرور ہوتی ہے پس انبیاء اور اولیاء زمین عطر ہیں جن کے واسطے سے عطر تیار ہوتا ہے اور اگر بغیر کسی زمین کے عطر تیار کیا جائے تو ممکن ہے مگر صدہا پھول خراب ہوں۔ تب تھوڑا سا عطر نکلے جیسے انبیاء علیہم السلام کہ ہزارہا خلقت تباہ ہوئی تو ایک رسول سر آور دہ روزگار ہوا۔ اور یہ عطر خالص ہیں ؎

صد ہزاراں سبزہ پوش از غم بسوخت ۔۔۔ تا کہ آدم را چراغے بر فروخت

صد ہزاراں پشتہ در لشکر فتاد ۔۔۔ تا براہیم از میاں سر بر نہاد

صد ہزاراں جسم خالی شد ز روح ۔۔۔ تا دریں حضرت در گہ گشت نوح

صد ہزاراں خلق سر بریدہ شد ۔۔۔ تا کلیم اللہ صاحب دیدہ شد

صد ہزاراں خلق در زنار شد ۔۔۔ تا کہ عیسےٰ محرم اسرار شد

صد ہزاراں خلق در تاراج یافت ۔۔۔ تا محمد یک شبے معراج یافت

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک کنجڑا ایک رند ایک حافظ ایک صوفی ایک برہمن ہمدم اور ہمسفر تھے جنگل میں سیاہ تیتر بولا ایک شخص نے کہا کہ یارو یہ تیتر کیا بولتا ہے کنجڑے نے کہا کہ یہی کہتا ہے۔ پیاز لہسن ادرک، رند بولے نہیں صاحب یہ کہتا ہے قاضی تیری فطرت۔ حافظ جی بولے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۔ صوفی باصفا نے کہا سبحان تیری قدرت

قدورت برہمن دیو بولے رام لچھمن جبرت۔ غرض کہ ہر ایک نے اپنے اپنے مذاق اور اپنے اپنے خیال پر تمیز کی بولی کو محمول کیا لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ تمیز درحقیقت کیا کہتا ہے ؎

زاہد بر نماز و روزہ ضبطے دارد　　عاشق بے دو سالہ ربطے دارد
معلوم نشد کہ یار مشغول بکیست　　ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لائے حضرت نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیل تم جانتے ہو کہ وحی کہاں سے آتی ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میری رسائی سدرۃ المنتہٰی سے آگے نہیں اس مقام معلوم پر ایک نداء غیب وارد ہوتے ہی اس کو آپ تک پہنچا دینا میرا کام ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا آپ نے فرمایا اب کے بار ندا ہو تو اسی پر پرواز شروع کرو اور دیکھو کہ یہ ندا کہاں سے آتی ہے حضرت جبرائیلؑ نے ایسا ہی کیا اور ایک طول طویل مسافت طے کرنے کے بعد دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ ندا وحی کر رہے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل زمین کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرت اپنی جگہ پر موجود ہیں۔ اس کے بعد جناب و قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ اس بات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت نے اپنے تئیں اس عالم اور اس عالم میں دکھلا دیا ؎

حدیث از مطرب مے گو و راز دہر کمتر جو　　کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہر اندھوں کا تھا اس میں ہاتھی آیا چار پانچ اندھے بڑے شوق سے دوڑے ہوئے گئے کہ دیکھیں ہاتھی کیسا ہوتا ہے ٹٹولنا شروع کیا کسی نے کان کو ہاتھ لگایا، کسی نے دُم کو، کسی نے پاؤں ٹٹولے، کسی نے پشت کسی نے سونڈ جب اپنی اپنی جگہ میں واپس آئے تو عارفان فیل نے حقائق و معارف بیان کرنے شروع کئے ایک نے کہا کہ سبحان اللہ ہاتھی بعینہٖ چھاج ہے دوسرے نے بیان کیا کہ اللہ اکبر مثل ستون ہے تیسرے نے کہا کہ میں نے خوب تحقیق کیا کہ بالکل دیوار ہے چوتھے نے کہا کہ مجھ کو منکشف ہوا کہ ہاتھی ایک لاٹھی ہے غرض سب نے اپنا علم و

عرفان جو جس کو حاصل ہوا تھا ظاہر کیا اگرچہ سب کا مشاہدہ اور سب کی تحقیق بجائے خود درست تھی اور ان کو در حقیقت ہوا تھا لیکن حقیقت کل سے سب نا آشنا اور نابینا تھے پس معرفت خدا بھی اندھوں کا ہاتھی ہے۔ اس مخبر صادق صادق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَاعَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ یہ بات اپنی ہی نسبت نہیں ارشاد کی بلکہ سب کو شامل کیا کیونکہ عرفنا میں ضمیر جمع کی ہے یعنی کسی نبی یا ولی کو معرفت کلی حاصل نہیں ہوئی ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ۔۔۔ وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ۔۔۔ ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت مولانا روم صاحب و شیخ فریدالدین عطار و شاہ بو علی قلندر کی توحید میں کیا فرق ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین مسافر چلے جاتے تھے سرِ راہ کنواں نظر آیا ایک عورت پانی بھرتی تھی مسافر اوّل نے کہا کہ مائی صاحب پانی پلا دیجئے اس نے نہایت مہربانی سے پلا دیا۔ دوسرے مسافر نے کہا کہ میرے باپ کی جورو پانی پلا دے وہ عورت گالیاں دینے لگی لیکن پانی پلا دیا۔ تیسرے مسافر نے بالکل صاف صاف کہہ دیا وہ اینٹ پتھر لے کر اس کے پیچھے دوڑی ہر چند کہ از روئے معنی مطلب تینوں شخصوں کا ایک تھا مگر طرز بیان اور تاثیر الفاظ ہر ایک کی جدا تھی ایک میں پاس ادب تھا دوسرے میں بے حجابی تیسرا تو بالکل ہی بھگڑ تھا یہ ہی کیفیت مولانا روم اور شیخ عطار اور شاہ بو علی قلندر کی توحید کی ہے مطلب یہ کہ حضرت مولانا روم کا کلام چونکہ مطابق شریعت ہے اس لیے اہل ظاہر کے نزدیک بھی مقبول و مسلم ہے۔ اور شیخ عطار کا کلام ایسا ہے کہ اہل ظاہر اس کو دیکھ کر چونکتے ہیں لیکن قلندر صاحب کا کلام توحید میں ایسا صاف بے باکانہ ہے کہ اہل ظاہر اس پر لاحول و استغفار پڑھتے ہیں حقیقت میں سچ بات کہنا بہت مشکل کام ہے الحق مرّ نقل ہے کہ ایک لڑکا تھا اس کو لوگ اکثر مارا پیٹا کرتے ایک بار اس کی ماں نے پوچھا کہ بیٹا تم کو لوگ کیوں مارتے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں سچ بات کہہ دیتا ہوں اسلیے مجھ کو لوگ جینے نہیں دیتے ماں بولی

کہ بھلا سچ کہنے پر بھی کوئی مارتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس نے کہا اگر تمہارے سامنے بھی سچی بات کہدوں تو تم بھی مارنے لگوگی اس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا لڑکا بولا کہ اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ باپ تو میرا مدت ہوئی مر گیا اب تم کنگھی پٹی کاجل سرمہ کس کے واسطے کرتی ہو اس نے لیکے جوتی تو بیٹا کہا کہ دیکھ لو سچ بات کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

ایک روز اتفاق ہوا کہ راجہ پریچھت ایک دن شکار کے لیے جنگل میں گیا جہاں سمیکہ رشی یادِ الٰہی میں مراقب بیٹھا تھا راجہ نے ایک سانپ رشی کے گلے میں ڈال دیا وہ تو بیخبر تھا مگر اس کے بیٹے سرنگی رشی نے اس حرکت سے خفا ہو کر سراپ دیا کہ یہی سانپ آٹھویں دن راجہ کو ڈسے گا راجہ یہ بات سن کر ڈرا اور سمیکہ کی خدمت میں عذر تقصیر کے لیے حاضر ہوا اس نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہے تیر نشانہ پر پہنچ گیا پھر آپ نے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ راجہ کو تو نے کیوں بددعا کی فقیروں کا یہ کام نہیں اس نے کہا کہ اب تو میری زبان سے نکل گیا راجہ کو یہ حرکت کب زیبا تھی ؎

جا کی جیسی سبھاؤ جائے نہ جیسے ۔ نیم نہ میٹھے ہو سینچے گڑ گھی سے

جیسی کرنی دیو کو ویسی اتپجے بدھ ۔ ہوں پار سر دبسے لیسر جات سب سدھ

سمیکہ رشی نے راجہ سے کہا کہ جو تقدیر میں تھا وہ ہوا اب مناسب ہے کہ کتھا سنو تاکہ تم کو گیان ہو جاوے اور موت و حیات دونوں سے پاک ہو جاؤ ؎

چوتھے کھنڈ چڑھ کرے جو باسا ۔ مرن جیون کا رہے نہ سانسا

۱؎ نام ہندو فقیر ۱۲

۲؎ یعنی جیسی جس کی عادت ہے وہ ہرگز نہیں جاتی درخت نیم کا میٹھا نہیں ہوتا اگرچہ گڑ گھی سے پرورش پاوے ۱۲

۳؎ یعنی جو کام اللہ کو منظور ہوتا ہے انسان کی سمجھ بھی ویسی ہی کر دیتا ہے ہونے والا کام دل میں بس جاتا ہے اور ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں ۱۲

۴؎ چوتھے کھنڈ سے مراد منزل توحید ہے یعنی جو شخص توحید میں قیام کرتا ہے تو اس کو موت حیات کا خوف نہیں رہتا ۱۲

ہد ہد کرتے سب گیو اور اہد گیو نگوئے انہد کے میدان میں ہے بیراسو
انہد باجے باجن لاگے چور نگر یا تج تج بھاگے

راجہ مایوس ہو کر اپنے مکان کو چلا آیا اور سکھ دیو جی کو کتھا سننے کے واسطے بلایا۔ راجہ کتھا سننے بیٹھے اور دھنتر بید کے پاس ایک قاصد روانہ کیا گیا کہ سرنگی کے سراپ کے موافق راجہ کو سانپ کاٹے گا تو چل اور اس کو اچھا کرو دھنتر بید اپنے تین سو چیلے ہمراہ لے کر چلا مگر اپنی خبر نہ تھی ؎

تو بر اوج فلک چہ دانی چیست چوں ندانی کہ در سرائے کیست

راہ میں وہ سانپ انسان کی صورت بن کر دھنتر بید کے سامنے آیا اور پوچھا کہ مہاراج تم کہاں جاتے ہو جواب دیا کہ میں راجہ پرچھت کو اچھا کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ بھلا تم کس طور سے اچھا کرو گے دھنتر بولا میری نظر کو خدا تعالیٰ نے یہ تاثیر دی ہے کہ مار گزیدہ کے زخم پر پڑتے ہی وہ اچھا ہو جاتا ہے سانپ نے کہا کہ بھلا میں سانپ بن کر اس درخت میں کاٹتا ہوں تم نظر ڈالو دھنتر نے کہا کہ اچھا تب وہ سانپ بن گیا اور درخت کو کاٹا فوراً اس درخت میں آگ لگی اور جل کر خاک ہو گیا اسی وقت دھنتر بید نے نظر ڈالی بدستور اپنی ہیئت اصلی پر آ گیا وہ سانپ پھر آدمی کی صورت میں آیا اور کہا جہاں آپ کی نظر نہ پہنچے وہاں کیا کر سکتے ہو اس نے کہا کہ پھر ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا یہ بات چیت کر کے سانپ چل دیا اور آگے جا کر ایک اچھی سی بیراگن یعنی خمدار لکڑی بن کے راہ میں پڑ گیا اس کو ایک چیلہ گرو جی کے پاس اٹھا لایا انہوں نے پسند کی اور اپنے کندھے پر رکھ لی وہ فوراً سانپ بن گئے اور دھنتر کے دونوں شانوں کے درمیان کاٹ کھایا اس وقت دھنتر نے معلوم کیا کہ یہ وہی سانپ ہے اب میں نہیں بچوں گا کیونکہ اس نے ایسا موقعہ تاکا ہے جہاں نظر نہیں پہنچ سکتی چیلوں کو

ا؎ ہد ہد مقام محمدی انہد میدان غیر محمدی مراد توحید ہے یعنی سب لوگ مقام محمدی میں رہے کبیرا میدان توحید در اسورا میں پہنچا ۲؎ یعنی جب منزل توحید اور آواز سرمدی کھلتی ہے تو سب چور دل کے بھاگ جاتے ہیں۔

جمع کیا اور کہا کہ جس وقت میں مر جاؤں مجھ کو کاٹ کے کھا جانا تم سب دھنتر بن جاؤ گے پھر تم راجہ کو اچھا کیجیو ایک بستی کے قریب پہنچ کر دھنتر نے انتقال کیا چیلوں نے حسب وصیت اس کا گوشت کاٹ کر پکانا شروع کیا وہی سانپ آدمی بن کے گاؤں میں گیا اور لوگوں سے کہا کہ تمہاری بستی کے پاس آدم خور آگئے ہیں اور ایک آدمی کو کاٹ کے پکا رہے ہیں دوڑو اور جلد ان کی خبر لو گاؤں والے لٹھ لے کے چڑھ آئے اور سب کو مار پیٹ کے وہاں سے نکال دیا اور وہ گوشت دریا میں بہا دیا۔ دھنتر بیچارا راجہ جی رسیدہ کو بچاتے چلے تھے خود ہی طعمۂ اجل ہوئے ؎

شد غلامی کہ آب جو آرد　　آب جو آمد و غلام ببرد

مرغکے اند شکار کردم بود　　گربہ آمد ناگہاں اورا ربود

اب راجہ پریچھت کا حال سنو کہ سات شبانہ روز سکھدیو جی نے کتھا سنائی لیکن راجہ کی سمجھ میں کچھ نہ آئی ؎

فائدہ کیا کرے صحبت جو نہ ہو استعداد　　باغ میں جا کے کبھی زاغ خوش الحان نہ ہوا

آٹھویں دن سکھدیو جی نے پوچھا کہ راجہ صاحب کچھ سمجھے کہا کہ مہاراج میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا اتنے میں سکھدیو جی قضائے حاجت کے لیئے گئے اور وہاں سے بہت دیر کے بعد آئے راجہ نے دیر کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ میں ایک عجیب تماشہ دیکھ رہا تھا گوہ میں ایک کیڑا تھا ہر چند میں نے اس کو وہاں سے جدا کیا مگر وہ پھر پھرا کے جاتا تھا گوہ ہی میں جاتا تھا اس وقت راجہ نے کہا کہ مہاراج بس اب میں سمجھ گیا اور موت و حیات مجھ کو برابر ہو گئی۔ اس کے بعد جناب وقبلہ نے ارشاد کیا کہ اسی لیئے رسول خدا نے فرمایا ہے کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُولِهِمْ ہر ایک شخص سے اس کی سمجھ اور حوصلہ کے موافق گفتگو کرنی چاہیئے تاکہ وہ سمجھے اور مستفید ہو چنانچہ راجہ پر کتھا کے مضامین کا تو کچھ اثر نہ ہوا اور سمجھے تو ایسی سڑی مثال سے سمجھے چونکہ دنیا دار تھا عالی مضامین کی طرف طبیعت نے صعود نہ کیا اسفل کی جانب گر پڑے اور اس مثال سے تسلی ہوئی ؎

قسمت ہر کس بود نوع دگر　　کرگساں را مردہ لوطی را شکر

نقل ہے کہ ایک بادشاہی خاکروب کی ذات گاؤں میں تھی اس کا داماد گاؤں سے
آیا اور اپنی سسرال میں رہا اس کی بیوی نے کہا کہ جاؤ بادشاہی پاخانہ صاف کرو وہاں
گیا تو پاخانہ اقسام عطریات اور خوشبویوں سے معطر ہو رہا تھا اس کا دماغ خوشبو کا متحمل نہ
ہوا فوراً مدہوش ہو کر گر پڑا اسکی بیوی نہایت ہوشیار تھی وجہ غشی سمجھ گئی اور کتے کا گوہ لاکر
جھٹ پٹ اس کو سونگھایا تھوڑی دیر میں ہوش آگیا آخر الامر راجہ کو سانپ نے
کاٹا اور وہ موافق سراپ کے مر گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سکھدیو جی نے اپنے باپ بید ابیاس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں
کہ مجھ کو گیان حاصل ہو جاوے اور جیون مکت کا مرتبہ میسر ہو باپ نے ہدایت کی کہ تم راجہ
جنک کے پاس جاؤ چونکہ طالب صادق تھا طے منازل کر کے راجہ کے دروازہ پر
پہنچا اور دربانوں سے کہا کہ راجہ صاحب کو میرے آنے کی اطلاع کر دو چنانچہ اطلاع
ہوئی کہ سکھدیو جی بید ابیاس کا پتر آیا ہے راجہ نے کہا کہ اچھا کھڑا رہنے دو سات روز
کے بعد پھر اطلاع کی تو کہا اچھا دوسرے دروازہ پر لاؤ وہاں بھی سات روز کھڑا رہا
تیسری بار کہا کہ آنے دو سکھدیو اندر آگیا تو دیکھا کہ تمام ٹھاٹھ دنیا داری کا موجود ہے
دل میں خیال آیا کہ یہ تو خود جگت بیوہاری ہے مجھ کو کیا تعلیم کرے گا ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند ۔۔۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند

راجہ کو یہ وسوسہ منکشف ہو گیا اس کو ٹھہرایا اور دوسرے دن شہر کے تمام اطراف اور
گلی کوچوں میں ناچ رنگ کرا دیا پھر سکھدیو جی کو طلب کیا اور ایک کٹورہ دودھ سے لبریز
اس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ جاؤ شہر جنک پوری کی پرکرما کرو مگر خبردار دودھ نہ گرنے
پاوے اور دو سپاہی شمشیر برہنہ اس کے ہمراہ کئے کہ اگر ایک قطرہ بھی اس میں سے گرے
تو سکھدیو کے پرزے اڑا دو اسی طور سے جیسا کہ حکم ہوا تھا وہ دونوں مؤکل سکھدیو کو شہر
کے گرد پھرا کر لے آئے راجہ نے پوچھا کہ دودھ تو نہیں گرا سپاہیوں نے کہا کہ حضور ایسا ہوتا
تو یہ آپ کے پاس سلامت کیسے پہنچتے پھر راجہ سکھدیو کی جانب متوجہ ہوئے اور
دریافت کیا کہ آج تم نے تماشہ تو خوب دیکھا ہوگا جا بجا ناچ کی دھوم دھام تھی اس

واب دیا کہ مہاراج مجھ کو تو اس کٹورے کی حفاظت ملائے جان ہو رہی تھی خوف
تھا کہ گرا اور مارا گیا بھلا اس حالت میں تماشا کیا خاک دیکھتا۔ مجھ کو تو بجز اس کے
اور کوئی شے نظر نہیں آئی اس وقت راجہ نے فرمایا کہ جس طرح تم پر یہ ایک ساعت گزری
ہے ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے اس دولت و حشمت کی طمطراق اور مال وجاہ کی
اور ہماری نگاہوں میں سب ہیچ ہے ہماری توجہ کسی کی طرف نہیں ہے

چیست دنیا از خدا غافل بودن — نے قماش و نقرۂ و فرزند و زن

تم نے ظاہری سلطنت و حکومت اور دولت و ثروت دیکھ کر ہماری حالت کو قیاس کیا ہے

حال پاکان را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اے سکھدیو اسی واقعہ سے جو تم پر گزرا سمجھ لو کہ سپاہی ملک الموت ہے تن کٹورا
اور من دودھ اور راگ و رنگ جو راہ میں ہو رہا تھا وہ دنیائے فانی کا سیر و تماشہ تھا
اسی طرح ہم بھی دنیا کے دھندے میں مشغول نہیں ہوتے کہ ایسا نہ ہو دودھ گر جائے
یعنی دل یاد الٰہی سے چوکے اور مارا جائے ہے

جب کوئی ایسے من کو لگاوے — من کے لگایوں سے ہر یاوے
جیسے کاؤں بھر کوپ چلکر چھوڑ دمنتکاوے — اپنا پریم سکھی سے باکھی سرتی گگر میں لاوے
جیسے نٹنی چرہٹ بانس پر نٹوا ڈھول بجاوے — اپنا بھاؤ نول دیھی کا سرتی بانس میں لاوے

اس کے بعد راجہ جنک نے سکھدیو جی کو اس کے حوصلہ کے موافق تعلیم کر کے رخصت کیا۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ جب راجہ جنک کے دل میں درد طلب پیدا ہوا تو تمام
فقرا کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی ایسا ہے جو مجھ کو تعلیم کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اسی وقت

یعنی من دل۔ ہر خدا کا دن عورت کوپ کنواں دجل پانی گر ہاتھ پریم محبت سکھی سہیلی باکھی بیان
اے سرتی خیال گگر گھڑا یعنی جیسے عورت گھڑا پانی کا بھرا ہوا تھا سر پر رکھ کر ہاتھ چھوڑ
ہوئے اپنی سہیلی سے شوق کی باتیں کرتی جاتی ہے اور خیال اس کا گھڑے میں لگا ہوا ہوتا
ہے اور اد نٹنی کا خیال بانس میں ہوتا ہے اس طرح خدا کے ساتھ دل لگاوے
یعنی دست با کار دل با یار ۱۲

گیان ہو جاوے سب نے انکار کیا اور کہا کہ یہ قدرت ہم میں نہیں البتہ جو طریقہ سلوک کا ہے
وہ ہم تعلیم کر سکتے ہیں یہ حال اشٹابکر منی نے سنا اور راجہ سے کہا کہ میں تم کو تعلیم کروں گا
بشرطیکہ جو چیزیں سب تم سے طلب کروں مجھ کو دیدو راجہ نے یہ منظور کی اول اشٹابکر نے
کہا کہ جتنا تمہارا راج پاٹ ہے سب مجھ کو دے دو راجہ نے کہا کہ میں نے دیا پھر کہا جس قدر
تمہارا مال و اسباب و زر گھر بار ہے سب میرے حوالہ کر دو راجہ نے کہا یہ بھی تو پھر اشٹابکر نے کہا کہ
اچھا اپنی جورو بچے بھی میری نذر کر دو راجہ نے کہا بہت خوب حاضر ہیں پھر اشٹابکر نے فرمایا
کہ اپنا جسم اور اپنی جان بھی ہم کو دے دو راجہ نے کہا یہ بھی لے لیجئے پھر اشٹابکر نے کہا
کہ اے راجہ جنک جب تمہاری کوئی چیز نہ رہے یہاں تک کہ جسم و جان بھی تو سوچو کہ
اب تم کون ہو اور تمہارا کیا ہے راجہ نے غور کیا اور سمجھا کہ در حقیقت میرا تو نہ کچھ
پہلے تھا نہ اب ہے صرف ایک جھوٹا دعویٰ تھا سر اٹھایا اور بولا کہ (جنکا نجینہ)
یعنی نہ جنک ہے نہ جنک کا کچھ اور ہے اور اگر ہے تو جنک سب کچھ ہے ؎

مرا گنج است اندر دل گدائے خوش نمی آید — شہنشاہ جہاں را پادشاہی خوش نمی آید
خودی را از میان برداشتم خود گشتہ ام لیکن — خدا خود را چہ گویم خود نمائی خوش نمی آید
گنجہا داری چرائی بے نوا — پادشاہی از چہ میمانے گدا
عین آبی آب مے جوئی عجیب — نقد خود را نسیہ میگوئی عجب

بھولتوں بھولتوں بھول ایسی پڑی اپنا روپ نہیں نیک جانا [۲]
گیان بچار بلیک بن بھولیاں سنگھ کا روپ لے بھیڑ مانا

---

[۱] ہند و فقیر کا نام ہے اور اس کے جسم میں آٹھ خم تھے اس واسطے نام اس کا اشٹ بکر ہوا اشٹ
کہتے ہیں آٹھ کو ۱۲ [۲] یہ اشعار قصہ طلب ہیں کسی چرواہے نے ایک بچہ شیر کا بھیڑوں میں پالا
جب وہ بڑا ہو گیا تو بھیڑوں کے ہمراہ رہا کرے اس نے سمجھ لیا کہ میں بھی بھیڑ ہوں ایک روز جنگل
میں سے شیر نکلا اور دیکھا کہ بھیڑوں میں شیر پھرتا ہے اس نے معلوم کیا اس نے اپنے آپ کو بھیڑ
مان رکھا ہے جنگلی شیر جھٹ پٹ ایک بھیڑ کو پھاڑ کر کھانے لگا اور کہا ذرا تو بھی تو اپنے آپ
کو دیکھ کہ تو کون ہے اب شاعر کہتا ہے بھول نے انسان پر ایسا غلبہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو بھول گیا

سنگہ سے سنگہ جب سنگہ سنگر لیے ٹیر کی اپنی نکٹ آنا
دیکھ تو بوجھ تو روپ ہے اپنا کون سی آنکی تلینہ مٹھانا
جیو سے برم ہے برم سے جیو ہے نیر اور چھیر لے ملا چھانا
کہے کبیر گر گیان بن بھولیاں وار کو چین اور پار جانا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے سنبھل میں یہ معاملہ دیکھا کہ ایک ہندو عورت آٹے کا ٹھاکر بنا کر پوجا کرتی تھی کتا آیا ٹھاکر جی کو اٹھا کر چنپت ہوا عورت ہائے ہائے کرتی رہ گئی ناچار ہوئی تو کیا کہتی ہے کہ اے مہاراج ٹھاکر جی تم تو بڑے ہی رحمدل اور دیا وان ہو۔ جو کتے کو بھی نہ دھتکارا۔ غرض یہ ہے کہ ہر شخص اپنے خیال میں خوش ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم مراد آباد سے سنبھل کو آتے تھے راہ میں دو کہار ملے ان کے پاس کچھ بوجھ نہ تھا اس لیے چلنا دو بھر ہوا ہم سے کہا کہ میاں صاحب اپنا اسباب اس بہنگی میں رکھ دو ہم نے سوچا کہ اگر یہ لوگ ہمارا اسباب لیکر اڑ گئے تو کہاں ان کے پیچھے دوڑتے پھریں گے ان کا اعتبار نہ کیا ہم نے کہا دیں اپنا بوجھ دوسرے پر نہیں رکھتا) ناچار انہوں نے چند اینٹ پتھر بہنگی میں رکھے اور اسی تیزی سے چلنے لگے جیسی ان کی عادت تھی یہی کیفیت سالکان طریقت کی ہے کہ جب تک ہدو ریاضت اور مشقت و عبادت کا بار گران نصیب وقت نہ ہو عمر بسر کرنی دشوار معلوم ہوتی ہے تمام جہان کسی نہ کسی قید میں مقید ہے غرض وہی کہار دوپہر کے وقت رستہ میں کنواں اور درخت کا سایہ دیکھ کر ٹھہر گئے اور روٹیاں موجود تھیں کھا پی کے درخت کے سایہ میں لیٹ گئے جب کہار روٹی پکا چکے تو ایک کہار جو

اور عقل پر ایسا پردہ پڑا ہے کہ شیر ہو کر بھیڑ بن گیا خیر کو جب شیر ہی ست گر ملے تو ایک للکار میں باہر آجاوے ذرا غور سے اپنی شکل کو دیکھ کر تو کون ہے اور کہاں سے آیا اور کہاں آکر محبت لگائی۔ روح اور ذات میں کچھ فرق نہیں اور یہ بات میری وہ سمجھے گا جو پانی اور دودھ کو جدا کر دیگا کبیر کہتا ہے کہ بغیر عنایت گرو کے اس دریا سے پار اترنا مشکل ہے

بھگت تھا سالک رام کی پوجا میں مشغول ہوا اور دوسرا اقتضائے حاجت کے لیے گیا کتا موقع پاکر سب روٹیاں لے گیا اور وہ بھگت پوجا کے سبب سے بول نہ سکا جب یہ فارغ ہوا اور دوسرا ساتھی پاخانہ سے واپس آیا اور دونوں میں جنگ شروع ہوئی ایک تو کہتا تھا کہ میں رفع حاجت کے لیے گیا تھا تو نے کتے کو کیوں نہ مارا دوسرا کہتا تھا کہ مارتا کیسے میں تو سالگ رام کی (...) کر رہا تھا ہم نے کہا کہ میاں تم تو تم سے روٹیوں کی نگہبانی کے لیے کہہ دیا ہوتا تو یا طمینان سالگ رام کی (...) خدمت کی ہوتی یہ سن کر وہ ہنس پڑا۔

بتے مے گفت روئے با برہمن خدائے من توئی اے بندۂ من

مرا بر صورت خود آفریدی ولیکن خویشتن را خود تدیدی

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مجذوب تھے ننگے مادر زاد دو چار دنیا دار معتقد ہو گئے خدمت کرنے لگے چند روز کے بعد ان سے کہا کہ میاں صاحب برہنہ رہنا خلاف شرع شریف ہے لنگوٹی باندھ لو خیر انھوں نے حسب درخواست لنگوٹی باندھ لی اتفاقاً ایک دن لنگوٹی سن گئی چوہے جو آئے تو لنگوٹی کتر ڈالی اور جسم کو زخمی کیا۔ صبح کو معتقدین آئے میاں صاحب کا حال دیکھا کہا کہ حضرت بہتر یہ ہے کہ بلی پالی جاوے تاکہ موذی چوہوں کو کھا جاوے غرض ایک بلی لائے دو چار روز اس کے واسطے دودھ لاتے رہے ایک دن عرض کیا کہ میاں صاحب اس روز کے بکھیڑے سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک بکری لے آویں اس کے دودھ سے بلی پلتی رہے گی، غرض بکری بھی لا باندھی چند روز تو بکری کے واسطے چارہ لاتے رہے پھر اپنے دھندے میں لگے ہر روز کی خدمت کون کرتا کیونکہ دنیا داروں کا اعتقاد ایسا ہی ہوتا ہے۔ ابھی تو اتنا بڑا اور ذرا دیر میں بالکل غائب پھر درویش پر جانِ درویش اب میاں صاحب خود جاتے اور جنگل سے بکری کا چارہ لاتے ایک روز درخت پر چڑھ گئے تاکہ پتے توڑیں پاؤں جو پھسلا دھم سے نیچے گرے ایسی چوٹ لگی کہ بازو ٹوٹ گیا مکان پر پہنچ کے مرہم پٹی کی مریدان سُست اعتقاد بھی جمع ہو کر عیادت کے واسطے آئے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہوا

اس کے جواب میں مجذوب نے کھول لنگوٹی ان کے منہ پر ماری کہ لو سارا اسی کا فساد ہے خبردار جو آئندہ تم آئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک گرو تھا اور ایک چیلہ شہر بیداد نگری میں پہنچے وہاں تمام اشیاء خوردنی کا بھاؤ ٹکے سیر تھا گرو نے چیلہ سے کہا کہ میاں یہاں سے بھاگو کیونکہ یہاں حفظ مراتب کا کچھ لحاظ نہیں، چیلہ بولا حضور یہاں تو سب چیزیں ارزاں ہیں بڑے چین سے زندگی بسر ہو گی گرو نے کہا خیر تمہاری خوشی ہمارا کام تو رہنمائی ہے وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ چیلے کو جو ٹکے سیر حلوہ پوری ملا چند روز میں کھا پی کے خوب موٹا تازہ ہو گیا اتفاق سے اس شہر میں ایک مجرم بجرم قتل ماخوذ ہوا راجہ نے حکم دیا کہ اس کو سولی دے دو، وزیر بولا کہ مہاراج یہ تو دبلا ہے راجہ نے بھی ملاحظہ کیا اور کہا کہ فی الحقیقت یہ بہت ضعیف اور ناتوان ہے اچھا کسی اور موٹے تازہ آدمی کو پکڑ لاؤ اور اس کے عوض میں سولی چڑھا دو، چونکہ چیلہ ان دنوں خوب ہٹا کٹا اور چکنا چپڑا بنا ہوا تھا۔ راجہ کے سپاہی گرفتار کر کے لے گئے راجہ نے بھی پسند کیا اور کہا ہاں یہ شخص پھانسی کے قابل ہے چیلے نے دہائی دی کہ صاحب میرا قصور کیا ہے راجہ نے کہا کہ قصور تو کچھ بھی نہیں لیکن تو خوب موٹا ہے اس وقت گرو پہنچے اور چیلے سے آہستہ کہا کہ اور کھا ٹکے سیر کا حلوا پوری اب تجھ سے کہا نہ تھا کہ یہ شہر بیداد نگری ہے یہاں سے بھاگ تو نے نہ مانا اب اپنے کئے کو بھگت ؎

آنچہ تو در آئینہ بینی عیاں پیر اندر خشت بیند پیش ازاں

چیلہ نے عاجزی کی کہ بس اب میری توبہ ہے آئندہ کبھی خلاف مرضی مبارک نہ کروں گا

ما نبودیم و تقاضا ما نبود لطف تو ناگفتہ ما مے شنود

گرو نے فرمایا کہ خیر اب میں کہوں گا کہ پہلے مجھ کو پھانسی دے دو تو کہنا کہ نہیں پہلے مجھ کو دیدو دونوں نے یہ مشورہ کر کے راجہ کے روبرو اپنا اشتیاق پھانسی کے لیے ظاہر کیا راجہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں یہ کیا بات ہے کہ تم اس کی تمنا کرتے ہو گرو جی کہا کہ خوش قسمتی سے آج وہ ساعت آئی ہے

کہ اس میں جو کوئی پھانسی پائے گا سیدھا بیکنٹھ کو چلا جاوے گا راجہ نے یہ سن کر کہا یہ بات ہے تو پہلے ہم کو ہی پھانسی دیدو چنانچہ راجہ کو پھانسی لگی اور یہ دونوں بھاگ نکلے۔ غرض کہ حفظ مراتب کا چھوڑنا اور بے قیدگی زلقموں سے خواہشوں کو ترو تازہ کرنا موجب ہلاکت ہے پس ہمیشہ مرشد کامل کی ہدایت و رہنمائی کے موافق کاربند ہونا چاہیئے ؎

گفت پیغمبر علی را کای علی ——— شیر حقی پہلوانے پر دلی
لیک بر شیرے مکن ہم اعتمید ——— اندر آ در سایۂ نخل امید
ہر کسے گر طاعتے پیش آورند ——— بہر قرب حضرت بیچون و چند
تو تقرب جو بعقل و سر خویش ——— نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش
اندر آ در سایۂ آن عاقلے ——— کش نتاند برد از رہ ناقلے
پس تقرب جو بدو سوے اللہ ——— سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ
زانکہ او ہر خار را گلشن کند ——— دیدۂ ہر کور را روشن کند
ظل او اندر زمین چون کوہ قاف ——— روح او سیمرغ بس عالی طواف
دستگیر و بندۂ خاص اللہ ——— طالبان را مے برد از پیش گاہ
گر بگویم تا قیامت نعت او ——— ہیچ آنرا غایت و مقطع مجو
یا علی از جملۂ طاعات راہ ——— بر گزین تو سایۂ خاص الٰہ
ہر کسی در طاعتے بگریختند ——— خویشتن را مخلصے انگیختند
تو برو در سایۂ عاقل گریز ——— تا رہی زان دشمن پنہاں ستیز
چون گرفتی پیر ہین تسلیم شو ——— ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو
صبر کن بر کار اے بے نفاق ——— تا نگوید خضر رو ہذا فراق
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن ——— گرچہ طفلی را کشد تو مو مکن
دست او را حق چو دست خویش خواند ——— تا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ براند
دست حق میراندش زندش کند ——— زندہ چہ بود جان پایندش کند

ایک روز پورے دنیا دار حاضر خدمت ہوئے اور جناب قبلہ سے گفتگوئے معرفت شروع کی اس وقت آپ نے یہ اشعار کبیر کے ارشاد فرمائے ؎

عملیؔ ہو کے دہر سے دھیان　　گرہے ہو کے کتھی گیان
جوگی ہو کے کوٹے بھگ　　کہیں کبیر یہ تینوں ٹھگ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب تیمور صاحبقران نے خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر سنا ؎

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا　　بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے سمرقند و بخارا کو سخت جنگ اور خونریزی کے بعد حاصل کیا ہے آپ نے ایک خال پر نثار کر دیا خواجہ حافظ نے فرمایا کہ اسی دریا دلی اور بخشش نے تو ہمیں ایسا مفلس بنا دیا کہ تن پر کپڑا بھی نہیں رہا یہ کہہ کر خواجہ صاحب نے امیر کی بڑی تعظیم و تکریم کی وہ عذر معذرت کرنے لگا کہ میں اس قابل نہیں آپ بڑے بزرگ و تارک ہیں انہوں نے فرمایا کہ نہیں صاحب ہم سے بڑھ کر آپ تارک ہیں امیر بولا بھلا حضرت میں نے کیا ترک کیا ہے آپ تو دنیا کے تمام تعلقات و تمدہات کو ترک کر کے آزاد ہو بیٹھے ہیں خواجہ صاحب نے کہا کہ یہی تو فرق ہے کہ ہم ایک دنیائے دون کو جس کی کچھ اصل و حقیقت نہیں نعمائے عقبیٰ کے عوض چھوڑ بیٹھے لیکن ہم تم سے بڑھ کر ہو کہ اس دنیا کے واسطے عقبیٰ جیسی اعلیٰ چیز کو ترک کیا۔ پس تم قابل تعظیم ہو اس بات نے امیر کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب جاہ و حشم سے الگ ہو ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھا غیبی روز جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں تیمور اٹھ اور تلوار باندھ ملکوں کو فتح کر اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اسی کام پر مقرر کیا ہے اس دیوانہ کی بات کا کچھ

لہ عملی نشہ باز یکہ ہے دنیا دار گیان معرفت جوگی آزاد قلندر بھگ ستر عورت یعنی جو نشہ باز ہو کر مراقبہ کرے اور دنیا دار ہو کہ معرفت میں گفتگو کرے اور آزاد قلندر ہو کر عورت سے ہم صحبت ہو۔ کبیر کہتا ہے کہ یہ تینوں ٹھگ ہیں ۱۲ منہ

خیال مت کر سے

ہر کسے را بہر کارے ساختند   میل آں اندر دلش انداختند

چونکہ مشیت ایزدی میں تیمور کے لیے لشکر کشی اور ملک گیری تھی نہ کہ گوشہ نشینی اور فقیری اس واسطے اس کو ایسی ہی ہدایت کی گئی اور جس کام کے واسطے پیدا کیا گیا تھا اسی کی طرف راغب کیا گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص ٹپیالہ میں تھے پہلے تو ان کا نام صبغۃ اللہ تھا پھر انہوں نے پیشانی پر قشقہ لگایا اور گلے میں زنار ڈالا یعنی ہنود کی سی وضع بنائی ایک دن ایک شخص شیخ کریم الدین دہریہ بڑھانوی کے مریدوں میں سے ان کی ملاقات کو آیا اور پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے بولے کہ صبغت کے معنی ہیں رنگ اور اللہ کے بجائے ہم نے رام بدل دیا ہے یعنی رنگین رام ہمارا نام ہے اس نے سن کر یہ شعر پڑھا ؂

رکس لیے قشقہ لگایا مہ جبین پر نازنین   کفر اور اسلام کیا ایک فرق ہے فہمید کا

پھر اس نے رنگین رام کے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ تو نے کفر و اسلام میں کیا فرق دیکھا جو ایک قید سے نکل کر دوسری قید میں جا پھنسا ع

آخر چہ بدی شعد ز خدا و ز رسول

اگر نکلنا تھا تو دونوں سے نکلا ہوتا ہم تو سمجھے تھے کہ تو موحد ہے تو تو ابھی کفر و اسلام ہی کی قید میں مبتلا ہے یہ کہہ کر چل دیئے اور اس کے پاس نہ ٹھہرے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک وہمی آدمی نے پہچان کے لیے اپنے گلے میں سرخ دھجی ڈالی تاکہ میں لوگوں میں گم نہ ہو جاؤں ایک کو اس کا یہ خبط معلوم ہو گیا اس نے بوقت خواب وہ دھجی اس کے گلے میں سے نکال اپنے گلے میں ڈال لی اور اس کے سامنے بیٹھ گیا جب وہ نیند سے چونکا اور آنکھ کھلی تو دیکھا کہ علامت شناخت دوسرے کے گلے میں ہے اس سے کہا کہ میاں تو میں ہے پھر میں کون ہوں یا میں تو ہوں اور تو میں ہے یا تو تو ہے اور میں میں ہوں بتا میں کون ہوں سو یہی حال عارف کا ہے کہ جب منزل عرفان میں پہنچتا ہے تو متحیر ہو کے کہتا ہے کہ میں کون ہوں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شہر لکھنؤ میں ایک سنی شیعوں کی محفل میں پہنچا اور کہا کہ
رات میں نے عجیب و غریب دیکھا ہے کہ زبان کو یارا سے بیان نہیں تمام اہل
محفل مشتاق ہوئے کہ قبلہ کچھ تو ارشاد کیجئے اس نے کہا کہ رات میں کیا دیکھتا ہوں
کہ ایک سواری نہایت شان و تجمل سے اور دھوم دھام سے چلی آرہی ہے یک
زرق و برق لشکر ہمراہ ہے ہاتھی گھوڑے اونٹ ہر طرح کے ساز و سامان سے
سے آراستہ و پیراستہ ہیں لشکر کے جھنڈوں پر زردوزی پھریرے اڑتے ہیں میں نے
دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداء شہید کربلا
کی سواری ہے۔ اس کے بعد ایک اور سواری نمودار ہوئی ساز و سامان تو سب
کچھ تھا مگر پہلی سواری کی کروفر اور زیب و آرائش نہ تھی معلوم ہوا کہ یہ سواری حضرت
امام حسن کی ہے اس کے بعد ایک تیسری سواری نمودار ہوئی صرف سوار و پیادہ
ہمراہ تھے اور کوئی بات شان و شوکت نہ تھی سنا کہ یہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا
تشریف لیے جاتے ہیں۔ اس کے پیچھے ایک اور گرد اٹھی اس میں سے ایک اور
بزرگ مع چند سواروں کے ظاہر ہوئے جن کے گھوڑے بے سروسامان اور دُبلے
پتلے تھے سنا کہ یہ حضرت محمد مصطفےٰ رسول خدا ہیں۔ میں یہ کیفیت دیکھ ہی رہا تھا کہ دور
سے ایک ٹٹو نظر آیا اس پر ایک پیر کہن سال سر جھکائے بڑی افسردگی کی حالت
میں بیٹھے ہیں نہ تو ٹٹو کا چارجامہ درست نہ پوری دُمچی سلامت ایک رکاب اونچی
ایک نیچی قدم رکھتا کہیں ہے پڑتا کہیں ہے بڑے میاں کے کپڑے بھی میلے
کچیلے پاؤں میں پھٹی جوتیاں نہ کوئی خدمتگار ہے نہ سائیس میں نے بعد آداب
ان سے پوچھا کہ حضرت آپ کون ہیں انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بندہ خالق
کائنات موجد کائنات میں ہی تو ہوں تم لوگ نہ میری خبر لیتے ہو نہ میرے نام پر کوڑی
دیتے ہو رسول کی فاتحہ بھی سال میں ایک بار کہیں کہیں ہو جاتی ہے علی رض کے
نام پر بھی محبان علی رض کے نام پر بھی محبان علی کسی قدر خیر خیرات کرتے ہیں حسن رض کی
مجلسیں بھی کم ہوتی ہیں حسین رض کے تو بڑے بڑے امام باڑے اور لنگر خانے جاری ہیں

ان حسیب کے پاس ساز و سامان بہت کچھ ہیں ہمارے پاس کیا خاک ہو ہم کو تو کو ئی بھی نہیں پوچھتا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی یہ بات شیعہ لوگ سُن کے بہت خفا ہو اور کہا کہ میاں تم کیسے بہتان لگاتے ہو اور جھوٹے خواب بیان کرتے ہو اس نے کہا کہ صاحبو تمہارے نزدیک تو امام حسین کے مقابلہ میں خدا کچھ چیز ہی نہیں آپ صاحبوں کو کبھی خدا کا نام لیتے بھی نہ سنا سو یہی حال ہے تمام جہان کا کہ خدا کو کوئی پوچھتا ہی نہیں ہر ایک نے اپنے اپنے مقاصد و مطالب کو معبود بنا رکھا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک بار جشن شاہانہ کیا ہر قسم کی اشیاء بیش بہا جمع کیں اور حکم دیا کہ جو شخص جس چیز کو ہاتھ لگا دے وہ اسی کو ملے گی اس حکم کے سنتے ہی ہر شخص اپنی پسند کے موافق چیزوں کی لوٹ پر جھک پڑا ایک کنیز تھی اس نے پھر پوچھا کہ حضور جو جس کو ہاتھ لگا دے وہ اس کے لیے ہے کہا کہ ہاں اس نے فوراً خلیفۂ وقت پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ اصل کو چھوڑ کر فرع کی طرف کیوں جاؤں۔ خلیفہ نے کہا کہ تو نے ہم کو اختیار کیا تو اب تمام سلطنت تیری ہے۔ واہ ری کنیز ہزاروں مردوں پر فوق لی گئی اس ہمت اور سمجھ پر قربان جائیے ۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد . خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

حقیقت میں یہ بڑے بلند ہمت و جوان مرد کا کام ہے کہ فرع کو چھوڑ کر اصل کی طرف دوڑے ۔

من غلام آں کس ہمت پرست گو بغیر کیمیا نارد شکست

سب سے بیگانہ ہے اے یار شناسا تیرا حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں ایک ہندو رسالدار تھا فضول خرچی کی وجہ سے قرضدار ہو گیا نالش کی نوبت پہنچی عدالت سے حکم گرفتاری جاری ہوا جب یہ خبر ملی تو بھاگ کر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور میں مومن ہوتا ہوں نواب بہت خوش ہوئے اور اس کا تمام قرض ادا کر دیا خیر مومن تو ہو گیا مگر

دیوالی دسہرہ شب برات محرم گیارہویں سب کچھ کرتا سنّیوں کے وعظ میں، شیعوں کی مجالس میں، ہندؤں کی کتھا میں، بیراگیوں کی سبھا میں سب جگہ شریک ہوتا یہاں تک کہ بھنگیوں کے لال گرو کی نذر و نیاز بھی دیتا رہا کسی غماز نے نواب صاحب کو خبر دی کہ حضور یہ رسالدار تو لامذہب ہو گیا ہے سارے کرم کرتا ہے نواب صاحب نے بلا کر کہا کہ تم مومن ہو کر یہ پاکھنڈ کرتے ہو ؎

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اس نے جواب دیا کہ حضور آپ ہی کے مذہب کا یہ مسئلہ ہے کہ انجام کار خاتمہ پر موقوف ہے بالفرض اگر آپ کے مذہب کے موافق میرا انجام بخیر نہ ہوا تو لامحالہ کسی دوسرے فریق میں شامل کیا جاؤں گا اس واسطے سب کی نذر بھینٹ ادا کرتا ہوں کہ جس طرف جاؤں گا وہیں میری خاطر ہوگی ورنہ سب مذہبوں کے راہنما میرے کیا رشتہ دار ہیں جن کے واسطے بلا وجہ اتنا صرف گوارا کرتا ہوں، غرض یہ کہ جس آدمی کو یک سوئی حاصل نہیں ہوتی وہ اسی طرح ہر طرف سہارا ڈھونڈتا ہے اور مارا مارا پھرتا ہے کہ کوئی تو میری مدد کرے گا حالانکہ سوائے خدا کے کوئی کسی کے کام نہیں آتا ؎

گر جانب کعبہ میدوانی مارا گر بر در دیر نشانی مارا

این ہر دو صفت لازمہ ہستی ماست آن بہ کہ ز خویش وارہانی مارا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے مولوی مظفر حسین صاحب سے پوچھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک غریب کے بچہ کو قتل کیا اور انگریزوں نے غدر میں اکثر آدمی پھانسی دیئے ان دونوں سے مواخذہ ہوگا یا نہیں مولوی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت خضر سے مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ انہوں نے بحکم خدا مارا تھا لیکن انگریزوں سے باز پرس ہو گی ہم نے کہا پھر تو فرمایئے کہ انگریزوں نے کس کے حکم سے مارا تھا اس کے جواب میں مولوی صاحب نے کہا کہ اس بات ہم زیادہ گفتگو نہیں کر سکتے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مولوی صاحب کتاب لوائح میں جو مولانا جامیؒ

کی تصنیف ہے۔ اپنے طالب کو یہ مقام پڑھا رہے تھے کہ انسان جوہر لطیف است بہر چہ روئے آرد رنگ آن گیرد و باہر کہ نشیند خوئے آن پذیرد ؎

گر در دل تو گل گذرد گل باشی! ‌‌ در بلبل بیقرار بلبل باشی

تو جزوی و حق کل است گر روزے چند ‌‌ اندیشۂ کل پیشہ کنی کل باشی

ہم نے عرض کیا کہ مولوی صاحب یہ جزو کل اور گل و بلبل بنتا تو اپنا ہی تصور ہے جو چاہا سو بن گئے پس کیوں اس بکھیڑے میں پڑے اصل میں جو کچھ ہے وہی کیوں نہ بنا رہے یہ بات سن کر مولوی صاحب چپ ہو رہے کچھ جواب نہ دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شاہ ابو سعید صاحب دہلوی جب کسی کی زبان سے کلمات توحید سنتے تو خاموش ہو رہتے اور کچھ نہ کہتے مگر میاں غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے روبرو اگر کوئی ذکر توحید کرتا تو اس کو اپنی خانقاہ سے نکلوا دیا کرتے اور فرماتے کہ اس مقام میں آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام بسبب عدم اتباع امت کے خفا ہو کر پہاڑ پر جا بیٹھے ملک میں قحط سالی ہوئی لوگوں نے ان کو تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ لگا پیغمبر خدا کو دو روٹی صبح و شام فرشتے پہنچا جاتے اور مخلوق ہلاک ہوئی جاتی تھی، نہایت عجز و انکسار سے دعا مانگی کچھ اثر نہ ہوا کیونکہ بارش کا ہونا پیغمبر خدا کی دعا پر منحصر تھا تب اللہ تعالیٰ نے ان کی روٹی موقوف کر دی دو چار روز تو صبر و ثبات سے بیٹھے رہے آخر پہاڑ سے اتر کر کسی بستی میں گئے اور ایک عورت سے روٹی مانگی اس نے جواب دیا کہ ہمارے گھر میں جتنے آدمی ہیں ہر ایک کے حصہ کی ایک ایک ہلکی چپاتی رکھی ہے اگر تم کو دی جائے تو ہم مر جائیں گے معاف فرمائیے انہوں نے بہت اصرار کیا ناچار اس عورت نے ہر ایک روٹی میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر حضرت کو دیدیا اس کا چھوٹا لڑکا جو آیا تو دیکھا کہ میری روٹی توڑ کر اس فقیر کو دیدی وہ رونے لگا اور پیٹ پیٹ کے مر گیا اس کی ماں رونے لگی حضرت پیغمبر صاحب بھی گھبرائے ان لوگوں سے کہا کہ اچھا میں دعا کرتا ہوں آپ نے دعا کی تو وہ لڑکا زندہ ہو گیا لوگ جان گئے

کہ یہی پیغمبر وقت ہیں جو روپوش ہو گئے تھے فوراً پکڑ لیا اور کہا کہ تم بارش کے واسطے دُعا کرو انہوں نے انکار کیا لوگوں نے ایک کوٹھڑی میں بند کر کے بھس کی دھونی کر دی جب دُھوئیں کے مارے بہت دم گھبرایا تو فرمایا کہ اچھا مجھ کو چھوڑ دو اب میں دُعا کروں گا لوگوں نے نہ مانا اور کہا کہ پہلے دعا کرو پھر رہائی ہو گی آخر تنگ آکر دعا فرمائی بارش ہونے لگی اس وقت لوگوں نے اپنا قصور معاف کرایا۔ اس پر منشی فضل رسول صاحب نے سوال کیا کہ حضرت یہ کیا بات تھی اس کی مخلوق اسی کی بارش رسول کا واسطہ کیا ضرور تھا۔ ارشاد ہوا کہ رسول کی عظمت اور مرتبت منظور تھی ورنہ اس کا فعل کسی واسطہ پر موقوف نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ابتداء میں حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دیگ کھانے کی پکائی صلاءِ عام دیا کہ جس کو جو کھانا مرغوب و مطلوب ہو اس میں سے نکالے اور کھائے چنانچہ تمام شہری اور مسافر لوگ ٹوٹ پڑے اور کھانے لگے لیکن دیگ تمام نہ ہوتی تھی اتفاقاً اسی روز ایک مسافر سرائے میں وارد ہوا حضرت نے مرید کو بھیج کر اس کی دعوت کی ہر چند اصرار کیا مگر اُس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں یہ کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا یہاں تک کہ حضرت خود تشریف لے گئے اور کھانے کی تواضع کی اس نے کہا اچھا میں تو آدمی کا گوشت کھاؤں گا یہ بات سن کر حضرت بایزید چکرا گئے اور فرمایا خیر میرا گوشت جہاں سے چاہو کاٹ لو اور نوش کرو مسافر بولا کہ واہ آپ بھی آدمی بن گئے ذرا اپنی جانب غور تو کیجئے انہوں نے بنظر لطوان اپنی شکل کو ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ بصورت طاؤس ہیں اس وقت مسافر نے کہا کہ ابھی تو خدا خدا کر کے مور کی صورت بنے ہو جب آدمی کی صورت نصیب ہو گی اس وقت دعویٰ کرنا بھلا ابھی سے کس برتے پر مخلوق خدا کو کھانا کھلانے ہو یہ بات کہہ کر غائب ہو گیا۔ حضرت بایزید روئے اور فوراً دیگ توڑ پھوڑ کر پھینک دی غرض مردان خدا کے نزدیک کرامت بھی غایت کمال نہیں ہے ؎

اے برادر بے نہایت در گہیست ہر چہ او ئے میرسی بروئے مایست

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ کیتھل کو تعصب مذہبی بہت تھا ایک دفعہ اس نے وہاں کے شاہ ولایت شاہ کمال الدین کیتھلی کی قبر کے اوپر چوکی لگا کر اشنان کیا اسی وقت مادہ فالج گرا بہت گھبرایا اور نواب گنج پورہ کو چونکہ رسم دوستی تھی پیغام بھیجا کہ آپ کے شہر مسمی رام سنیہی ایک گرہ کیمیا گر رہتا ہے اس سے چاول بھر اکسیر لے کر بھجوائے تاکہ میں مرض سے نجات پاؤں نواب نے بصد مشکل اس فقیر سے قدرے اکسیر لے کر بھجوائی راجہ کو وہم ہوا کہ نہیں معلوم یہ اکسیر ہے یا نہیں اس لیے امتحان کرنا چاہیئے چنانچہ تانبے پر وہ مقدار اکسیر موافق ترکیب ڈالی گئی تو سونا بن گیا تب اس کو یقین ہوا چنانچہ دوبارہ نواب سے درخواست کی یہاں کیمیا گر کو عالم خواب میں شاہ ولایت نے متنبہ کیا کہ راجہ کو سزا بے ادبی ملی ہے تم ہرگز اکسیر نہ دینا، نواب صاحب نے اس فقیر سے پھر سوال کیا اس نے کہا کہ راجہ غضب الٰہی میں مبتلا ہے اس کو ہرگز دوا نہ دوں گا اگر آپ کو اپنی زمین کا گھمنڈ ہو تو میں آج ہی یہاں سے جاتا ہوں نواب نے اس کی تسلی کی اور کہا کہ اگر یہ بات ہے تو مت دو ہم کو کیا غرض راجہ ہے تو اپنے گھر کا ہے اس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ حضرت امام حسینؓ پر کیسے کیسے ظلم ہوئے لیکن لشکر یزید کو کچھ سزا نہ دی اور شاہ ولایت نے راجہ کو فوراً گستاخی کا مزہ چکھا دیا گیا یہ اُن سے کامل تھے۔ پھر فرمایا کہ نہیں حضرت امام مردمیدان رضا اور تسلیم تیر قضا تھے اور یہ بزرگ رضا و تسلیم میں ناقص ؎

عارف کہ بہ نجد تنگ آب بست ہنوز دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر ایک راہ سے گذرا کسی غریب ماہی گیر کی لڑکی جو نہایت بدشکل و بدقوارہ تھی بڑی ہی شوق اور امنگ سے اس لشکر کی سیر کو دوڑی اس کی ہمجولیوں نے طعن کیا اور چھیڑا کہ یہ تو نور بھری صورت اور یہ اشتیاق تو تو ایسی جا رہی ہے کہ گویا کہ سلیمان کی بیوی ہی بن جائے گی اس غریب نے کچھ نہ کہا اور جل بھن کے چپ ہو رہی خدا کی قدرت کچھ دنوں بعد وہ انگشتری کہ جس پر اسم اعظم کندہ تھا حضرت سلیمان کے پاس سے دیو نے چرالی اور سلطنت ان کے قبض و تصرف سے

نکل گئی۔ اتفاقاً اسی ماہی گیر کے گھر میں آگرہے جس کی وہ لڑکی تھی اور ماہی گیر کا پیشہ
اس کے ساتھ یہ بھی کرنے لگی وہ ہر روز ایک مچھلی ان کو دیا کرتی ان کی خصلت ماہی گیر کو
ایسی پسند آئی کہ اپنی لڑکی کا نکاح ان سے کر دیا۔ ایک دن اسی ماہی گیر کے جال میں تین
مچھلیاں لگیں اپنی لڑکی کو صاف کرنے کے واسطے دیں اس نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو
ایک انگشتری برآمد ہوئی سوچا کہ باپ کو دوں یا شوہر کو آخر سوچ بچار کر شوہر کی نذر کی
حضرت نے اس کو لے لیا اور کہا الحمد للہ۔ پھر وہی سلطنت تھی اور وہی کارخانہ اور
وہ دختر ماہی گیر جس کو ہمجولیوں نے طعنہ دیا تھا۔ مشیئت ایزدی سے سلیمان ع کی
بیوی بن گئی اب چھیڑنے والیاں شرمندہ ہوئیں اور اپنا قصور معاف کرایا ؎

کسے در عمر خود نشنید ازیں تجدید تر سخنے کہ در میخانہ گفتے تند بیخود بے سر و پائے
بزن جام در نجان ہیچ چیز برامشو منکر کہ ہر مور سیلمانست ہر جید لیست عنقائے

کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت سلیمان کی خاتم گم ہو گئی تھی تو اس وقت بھی آپ نے
الحمد للہ کہا تھا کسی نے دریافت کیا کہ گم ہونے پر بھی الحمد للہ اور پانے پر بھی الحمد للہ
اس میں کیا حکمت تھی آپ نے فرمایا کہ جب انگشتری گم ہوئی اور سلطنت جاتی رہی تو ہم
نے اپنے دل کی جانب غور کی کچھ اندوہ و قلق نہ پایا اس لیے شکر ادا کیا اور جس وقت
انگشتری ملی تو ہم نے دل کی حالت پر نظر کی کچھ خوشی اور مسرت نہ دیکھی ہم نے شکر ادا
کیا کہ اس کھونے اور پانے کا کچھ اثر نہ ہوا اور استقلال میں فرق نہ آیا ؎

نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے نہ پیش ہمت ما ہر کہ آمد بود مہمانے
غم نہ کیجے غم کا اور شادی نہ کیجے عیش کی دونوں حالت دیکھئے منہ سے نہ کچھ فرمائیے

ایک روز ارشاد ہوا کہ کماتا کوئی ہے اور کھاتا کوئی جس کے مقدر میں جو کچھ ہوتا ہے
اسی کو ملتا ہے ایک پیر جی کو مہوسی کی دھت تھی ہزاروں نسخہ جمع کر لیے اور تو تو ن
چھونکا چھانکی کرتے رہے اکسیر نہ بنی اتفاقاً ایک نئے مرید نے پیر سے استدعا کی کہ کوئی ترکیب
کیمیا کی ارشاد ہو جائے انہوں نے بے تکلف اپنی بیاض اس کے سامنے رکھ دی کہ جس نسخہ
کو تیرا جی چاہے نقل کر لے اس نے ایک نسخہ انتخاب کیا اور اس کو آزمایا تو ٹھیک

سونا بنا کر پیر جی کو بھی دکھلایا اور ان کے کمال کا نہایت اعتقاد اس کے دل میں پیدا ہوا سونا دیکھ کر پیر جی کی آنکھیں کھل گئیں مرید سے پوچھا کہ یہ کونسا نسخہ تھا اس نے بجز اس بات کچھ نہ بتلایا کہ آپ ہی کی کتاب کا نسخہ ہے پیر جی نے بہت التجا کی لیکن پتہ نہ دیا ؎

کیمیا گر بغصہ مردہ و رنج ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک گرو نے اپنے چیلہ سے بعد تعلیم کے کہا کہ فلاں پہاڑ میں ایک تالاب ہے اس کے اندر ایک رنگین ہاتھ کسی معشوقہ حور تمثال کا چیت کے مہینے چھٹی تاریخ نکلتا ہے اس کی ہتھیلی پر ایک زمردیں انگوٹھی رکھا ہوتا ہے اگر وہ کسی کے ہاتھ لگ جائے تو کیا کہنے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کو رکھ کر جہاں چاہے اڑتا پھرے اور روئے زمین کے تمام خزانے اس پر عیاں ہو جاتے ہیں اور دل مثل آفتاب منور ہو جاتا ہے لیکن اس کا ہاتھ آنا نہایت مشکل ہے جب اس کو کوئی لینا چاہے تو وہ نازنین لینے والے کا ہاتھ ایسا زور سے پکڑتی ہے کہ پھر چھوٹ نہیں سکتا پانی میں کھینچ کر اس شخص کو لے جاتی ہے مگر ہاں کوئی صاحب ہمت ہو تو کچھ دشوار نہیں ہمت مرداں مدد خدا الھمۃ اسم الاعظم[1] جب اس گرو کا انتقال ہو گیا تو وہ شخص اس جستجو میں تالاب پر پہنچا وقت مقررہ پر وہی ہاتھ جو گرو نے بتلایا تھا نکلا لیکن اٹھانے کی ہمت نہ بندھی سوچا کہ کسی پہلوان کو لاؤں چنانچہ ایک بڑا شہ زور پہلوان نوکر رکھا سال بھر تک خوب اس کو کھلایا پلایا جب وقت معین قریب آیا تو اس کو تالاب کے کنارے لے گیا ایک شخص تماشائی بھی ان کے ساتھ ہو لیا جب ہاتھ نکلا تو پہلوان سے کہا کہ اسی کام کے لیے تجھ کو نوکر رکھا ہے یہ انگوٹھی جس طرح بنے اٹھا لے پہلوان نے ہاتھ ڈالا جھٹ اس معشوقہ کے ہاتھ نے پہلوان کا ہاتھ پکڑ لیا بہت دیر تک زور آزمائی ہوتی رہی آخر وہ معشوقہ پہلوان کو کھینچتی ہوئی تہ کو لے گئی پھر دونوں

---

[1] یعنی ہمت اسم اعظم ۱۲

کف افسوس ملتے رہ گئے۔ تماشائی نے فقیر سے انگور کے اوصاف دریافت کئے غرض فقیر مایوس ہو کر چل دیا مگر تماشائی دھونی مار کر وہیں بیٹھ گیا جب وہ تاریخ آئی تو ہاتھ برآمد ہوا یہ شخص کنارہ پر آیا اور کہا کہ یہ ایک طلسم ہے دور سے انگور نظر آتا اگر سچ ہے تو ہمارے قریب لاؤ تاکہ خوب دیکھ بھال کر اس کے اٹھانے کو ہاتھ ڈالیں وہ ہاتھ قریب تر آگیا اس شخص نے خوب دیکھ کے اور تاک لگا کے اس معشوقہ کے ہاتھ کے نیچے اپنا ہاتھ لے جا کر ایک تھپکی دی کہ انگور اچھل کر باہر آپڑا اور جھٹ دوڑ کر اٹھا لیا تالاب کے اندر سے آواز آئی کہ او دغا باز تو نے بڑا فریب کیا اب میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائے گا اس نے فوراً وہ انگور رکھا لیا اور اٹھ کر چل دیا غرض یہ ہے کہ جن کی قسمت میں نہ تھا وہ تو ڈوب کے مر گئے اور جس کے نصیب میں تھا اس نے ایسی آسانی سے حاصل کر لیا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سات مسافر چلے جاتے تھے یکایک گھٹا امڈی اور آسمان پر چھا گئی بجلی کوندنے لگی بادل گرجنے لگا ترشح شروع ہو گیا ناچار مسافروں نے پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لی لیکن بجلی دمبدم اس غار میں آتی اور واپس چلی جاتی تھی سب نے خیال کیا کہ بھائی ہم میں سے کسی نہ کسی کی قضا آئی ہے ایسا نہ ہو کہ ایک کے بدلے سب ہلاک ہو جائیں مناسب ہے کہ ایک ایک آدمی غار سے باہر نکلے جس کی قضا ہے اس کو بجلی مار لے گی۔ چنانچہ ایک نکلا دوسرا نکلا غرض چھ آدمی باہر آگئے ساتویں کو غار کے اندر ہی بجلی نے جلا دیا۔ غرض یہ کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو بہر حال ہو کر رہتا ہے ؎

ان ہونی ہونی نہیں ہونی ہو سو ہونی ... لاکھ سیان پت کو ڈھونڈھ کر دیکھے جو کوئی

دو چیز محال عقل است خوردن بیش از رزق مقسوم و مردن بیش از وقت معلوم :۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝[1]

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا لنگر خانہ تھا انواع و

[1] یعنی پھر جب پہنچا ان کا وعدہ نہ دیر کریں گے۔ ایک گھڑی اور نہ جلدی کریں گے ۱۲

اقسام کے کھانے پکتے اور غربا و مساکین کھاتے ایک دن ایک مہمان آپ کے دستر خوان پر کھانا کھاکہ مسجد میں گیا وہاں دیکھا کہ ایک مرد خدا خوش صورت و خوش سیرت جو کے ستو سے روزہ افطار کر رہے تھے اس شخص نے کہا کہ حضرت یہاں ایک امیر کا لنگر جاری ہے مسافرین کے لیے صلائے عام ہے آپ بھی چلئے اور کھانا تناول فرمایئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میاں ہماری قسمت میں تو یہی ستو لکھے ہیں پھر وہ مہمان حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسافر مسجد کا حال سنایا اور کہا کہ آپ ان بزرگ کے لیے مسجد میں کھانا بھجوا دیں۔ حضرت امام آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ وہ میرے والد ماجد ہیں یہ سب ان کے دم قدم کی برکت ہے لیکن وہ سلطان تسلیم و رضا اور مرد میدان فقر و فنا ہیں، دنیا کا عیش ان کی نظر میں ہیچ ہے

غمگین مشو کہ دولت شد شد نہ شد نہ شد ایں پنج روزہ حشمت شد شد نہ شد نہ شد

ہمت بلند گردان اقبال دین بکن بنا برائے شوکت شد شد نہ شد نہ شد

حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہاں تو یہ فراخی اور وسعت دی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاں ہمیشہ فقر و فاقہ اور تنگدستی رہتی تھی لیکن حضرت علی مرتضیٰ نے کبھی نہ ان کو وسعت لباس و طعام کی ممانعت فرمائی نہ ان کو ناز و نعم کی رغبت دلائی کیونکہ آپ مرضی الٰہی سے آگاہ تھے کہ ان کے لیے تقدیر ازلی میں یہی ہے کہ عیش و عشرت سے بسر کریں اور ان کے حق میں یہ منشاء الٰہی یوں ہے کہ تنگی و عسرت کے عالم میں صبور و شکور رہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت علی رضی کرم اللہ وجہہ کو لوگوں نے چلنے نہیں دیا اگر حضرت کے زمانہ میں تزلزل واقع نہ ہوتا تو لوگوں کے سینے معرفت سے بھر دیتے۔ ایک شخص مسن کا قبالہ لکھانے آیا تو آپ نے یوں تحریر فرمایا

یہ خریدنے والا میت ہی میت سے ایک مکان کہ ہے وہ مذنبین اور غافلین کے شہر میں حد اول اس کے پہنچنے ہیں موت تک دوسری حد اس کی قبر تک تیسری حد حساب تک چوتھی حد اس کی طرف جنت کی ہے یا طرف دوزخ کی ۱۲

مَا اشْتَرِیْ مَیِّتٌ مِّنْ مَیِّتٍ دَارًا فِیْ بَلْدَۃِ الْمُذْنِبِیْنَ وَسَکَنَۃِ الْغَافِلِیْنَ اَلْحَدُّ الْاَوَّلُ مِنْهَا مُنْتَهِیْ اِلَی الْمَوْتِ وَالثَّانِیْ اِلَی الْقَبْرِ وَالثَّالِثُ اِلَی الْحِسَابِ وَالرَّابِعُ اَمَّا الْجَنَّۃَ وَاَمَّا اِلَی النَّارِ۔

بھلا جب یہ سمجھا ہو تو سلطنت کے کام کیسے چلے اور سلطنت۔ کے لیے رعب و سطوت بھی ضروری امر ہے۔ آپ کے دل میں تو شان رحم غالب تھی اسی جہت سے سلطنت میں فتور پڑا جب جانتے کہ امیر معاویہ رضؓ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں کان ہلاتے ایک بار حضرت عمر رضؓ نے تکلّف و تزئین کی بابت برس کے واسطے ان کو طلب کیا تھا خوف کے مارے تھرّا گئے، بدن کانپنے لگا عذر و معذرت کرکے جان بچائی ورنہ بیخ و بن تک اکھاڑ ڈالتے۔ حضرت علی مرتضیٰ کی یہ کیفیت تھی کہ جب حضرت امیر معاویہ رضؓ نے آپ سے جنگ کی اور کنارہ دریا پر قبضہ کیا تو آپ کے لشکریوں کا پانی بند کر دیا۔ لشکر والوں نے حملہ کیا اور اس مقام سے غنیم کو ہٹا دیا آپ نے اہل لشکر سے ارشاد کیا کہ جیسے تم پر پانی بند کیا تھا تم ان کا پانی نہ بند کرو اَخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا لَیْسُوْا بِکُفْرَۃٍ وَلَا بِفَسَقَۃٍ [1] کسی شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں نظم و نسق بخوبی رہا اور آپ کے عہد میں تزلزل واقع ہوا آپ نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر تم ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شیعہ تھے کہنے لگے کہ حضرت رسول اکرم صلعم کے پاس جبرئیل علیہ السلام ایک بار آتے تھے تو حضرت علی رضؓ کے پاس دو بار آتے تھے میں نے کہا کہ ہاں درست ہے خود رسول خدا نے فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔ جب کہ شہر میں کوئی ایک بار آئے گا تو بالضرور دروازہ سے دو بار گذرے گا لیکن اس سے دروازہ کو شہر پر کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی یہ بات سن کر وہ صاحب خاموش ہو رہے۔

---

[1] ہمارے بھائی ہیں بغاوت کی ہم پر نہ وہ کافر ہیں نہ فاسق ۱۲

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس زمانہ میں شجاع الدولہ ایران سے جل کر دیئے گئے ہے تو اس کے پاس ایک خنجر کے اور کچھ نہ تھا۔ چوک کے بازار میں چلا جاتا تھا ایک دیوانہ سا فقیر بولا ایک ٹکے میں وزارت اور دو ٹکے میں بادشاہی بکتی ہے جس کو لینی ہو لے لو۔ شجاع الدولہ یہ صدا سن کر اپنا خنجر ایک بنیئے کے پاس لے گیا اور کہ ایک ٹکہ میں گرو رکھ لے اس نے کہا کہ صاحب میں ایسی بیش قیمت چیز ایک ٹکہ میں نہیں رکھ سکتا آپ یوں ہی لے جایئے ایک ٹکہ اٹھا کر حوالہ کیا اس نے لا کر فقیر کو دیا وہ بولا کہ وزارت مبارک یہاں سے جاتے ہی شاہی ملازمت میں داخل ہوا، اور کچھ عرصہ کے بعد منصب وزارت پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بھلا ہم پوچھتے ہیں اس فقیر نے سوائے شجاع الدولہ کے اور کوئی دس بارہ آدمی بھی وزیر یا بادشاہ بنا دیے اصل بات یہ ہے کہ جس کے مقدر میں وزارت تھی اس کے واسطے فقیر کی زبان بھی ہلی اگر کسی دوسرے کے لیے دعا کرتے بھی تو کیا ابو جہل کی قسمت میں کفر تھا۔ ہر چند کوشش ہوئی لیکن آنحضرت رسول آ بھی منہ ولی باجابت نہ ہوئی ؎

سوزن تدبیر ساری عمر گر سیتی رہے ‌ ‌ ‌ رخنہ تقدیر کو ممکن نہیں کرنا رفو

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک خواجہ سرا بادشاہ دہلی کی طرف سے پانی پت کا عامل مقرر ہوا کسی وجہ سے اس نے مبارز خاں کو جو قلندر صاحب کے محبوب تھے طمانچہ مارا یہ خبر قلندر صاحب کو پہنچی آپ نے ناراض ہو کر شاہ دہلی کو یہ رقعہ لکھا شحنہ دہلی را اعلام آنکہ پس دریدہ بیش بریدہ ناحق طپانچہ بر روئے درویش کشیدہ چنانچہ فریادش باسمان رسیدہ یا بجایش دیگری بفرست ورنہ بجائے تو دیگرے را بادشاہ یہ رقعہ پڑھ کر ڈر گیا اور فوراً اس کے بجائے دوسرا عامل تبدیل کر دیا لیکن جو مرضی الٰہی ہوتی ہے اس میں کوئی پیر یا پیغمبر دم نہیں مار سکتا۔ جب نادرشاہ وارد پانی پت ہوا تو اس نے سنا کہ قلندر صاحب کے مزار پر کئی من چاندی کا کٹہرا لگا ہوا ہے زیارت کے بہانہ سے آیا اور کٹہرا اکھڑوا کر لے گیا اس کو گمان گزرا کہ شاید فقیر

بھی چاندی کی ہے ایک ہاتھ تلوار کا مارا غلاف کٹ گیا قبر پر خط پڑا چنانچہ اب تک نشان موجود ہے اس غارت گری کے بعد نادر شاہ نے کہا کہ قلندر پہلے تو قلندر تھا مگر اب میں نے قلندر بنا دیا اس بات کو سُن کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بولا کہ حضرت اس گستاخی کی سزا قلندر صاحب نے نادر شاہ کو کچھ نہ دی آپ نے فرمایا کہ خلاف مشیت ایزدی کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دیکھو کربلا میں کیا معرکہ گزرا پیغمبر خدا اور علی مرتضیٰ رضی کے نور چشم و لخت جگر کا گلا کاٹا گیا مگر تقدیر الٰہی میں کچھ دخل نہ دے سکے، پھر قلندر صاحب نادر شاہ کو کیا سزا دیتے حکم الٰہی اسی طور سے صادر ہو چکا تھا۔ اگر مرضی خدا نہ ہوتی تو جس بادشاہ کے نام رقعہ لکھا تھا اس کے حق میں بھی کچھ نہ کہہ سکتے:۔ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ ؎

حکم او را یفعل اللہ ما یشاء

او ست مر ہر پادشاہ را پادشاہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی مقام میں ایک درخت پیپل کا تھا اکثر لوگ اس کی پرستش کیا کرتے تھے ایک مرد متقی کو برا معلوم ہوا رات کے وقت کلہاڑا لے کر کاٹنے کو جا چڑھا اس نے ایک دو ہاتھ مارے تھے کہ ایک خوبصورت عورت نظر آئی اور کہا کہ تو یہ خیال چھوڑ دے اور ایک اشرفی روز لے لیا کر وہ متقی دام طمع میں پھنس گیا اور ایک اشرفی گرہ میں باندھ وہاں سے چل دیا۔ دوسرے دن اشرفی لینے آیا تو وہاں کچھ نہ پایا۔ پھر کلہاڑا سنبھالا اور کاٹنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ خبردار تیری گردن توڑ دی جائے گی اگر پتا بھی توڑا، پوچھا کیوں کہا کہ جب تو تیری نیت خالصاً للہ تھی اور اب اشرفی کے لالچ سے تو نے یہ ارادہ کیا ہے جا اپنی راہ لے ؎

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی

ازاں نیست مر مطمعان را بہی

ایک دور ارشاد ہوا کہ لاہور میں ایک مسلمان راجہ رنجیت سنگھ کا ملازم تھا وہ حضرت غوث الاعظم کی گیارہویں کیا کرتا تھا ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ اس کو کچھ میسر نہ آیا ناچار گائے جو اس نے پال رکھی تھی ذبح کر ڈالی اور فاتحہ کیلئے کھانا

پکایا ایک ہمسایہ برہمن چیل کا دن کو ہجوم دیکھ کر تاڑ گیا اور اس کو آ کر دھمکایا کر تو نے گائے ذبح کی ہے راجہ کو خبر دیتا ہوں اس نے بہت منت سماجت کی کہ میں نے عالم مجبوری میں یہ کام کیا ہے اور خراب تو مجھ سے خطا ہو گئی تو معاف کر کچھ تو حق ہمسائیگی کا لحاظ کر تیرے ہاتھ کیا آئے گا میں مفت میں مارا جاؤں گا اس برہمن نے ایک نہ سنی اور کہا کہ میں ضرور تجھ کو سزا دلاؤں گا اب دربار میں جا کر دوہائی دیتا ہوں جب اس نے دیکھا کہ دشمن کسی طرح نرم نہیں ہوتا کسی بہانے سے اس کو الگ لے گیا اور ایک ہاتھ تلوار کا ایسا چھوڑا کہ برہمن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ جب آدھی رات ڈھلی تو اس کی نعش کو گٹھڑی میں باندھ دریائے راوی میں پھینکنے کے لیے چلا اتفاق سے رات بہت تھی دروازہ شہر پر پہرہ والوں نے روکا کہ کون جاتا ہے جواب دیا کہ دھوبی ہوں ان کو شک ہوا گٹھڑی ٹٹولی تو آدمی کی نعش معلوم ہوئی فوراً گرفتار کر لیا اور صبح کو راجہ کے سامنے پیش کیا اظہار کے وقت راجہ نے کہا کہ ہم کو سچ پسند ہے جو سچی بات ہے بیان کرو اس نے کہا کہ صاحب خیر جو ہو سو ہو میں بھی سچ سچ کہہ دیتا ہوں آپ کو اختیار ہے جو سزا چاہے دے دیجئے یہ کہہ کر تمام ماجرا راست راست بیان کر دیا راجہ بولا کہ اس کیفیت کے سننے سے ہمارے دل کو یقین حاصل ہو گیا اور حقیقت تیرا اظہار ٹھیک ہے تو نے سچ بات ظاہر کر دی اور ہم بھی سچ ہی کے طالب ہیں جا تیرا قصور معاف کیا یہ برہمن اسی قابل تھا کیونکہ اس نے حق ہمسائیگی اور تیری منت دعا کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک سید صاحب راجہ بھرتپور کے ہاں سواروں میں نوکر تھے عید الضحیٰ کے روز سید نے گائے کی قربانی کی کسی مخبر نے راجہ کو خبر دی پکڑے گئے حکم ہوا کہ کل صبح کو توپ سے باندھ کر اڑا دو غریب سید نے حوالات میں دیوانِ حافظ منگا کر فال دیکھی تو یہ مصرع برآمد ہوا ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

خیال کیا کہ ایسا کون غیب سے آئے گا جو مجھ کو موت کے پنجہ سے چھڑائے گا خدا
کی شان نصف شب کے بعد راجہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا صبح دم سید کے قتل کی خبر
مشہور ہوئی شدہ شدہ رانی کے کان میں بھی اس کی بھنک پڑی اس نے جلدی سے راجہ
صاحب کو بلوا کر کہا کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے یہ ایسا مبارک دن ہم کو دکھلایا ہے
کہ جس کا شکریہ ہم سے ادا نہیں ہو سکتا اگر آج تمام خزانہ خالی کر دیں اور یہ سارے
قیدیوں کو اس خوشی میں رہائی دیں تو بھی کم ہے لیکن بڑے حیف کی بات ہے کہ
آج کے دن آدمی کی ہتیا ہو اور اشرف المخلوقات ایک حیوان کے بدلے میں مارا
جائے یہ بدشگونی اور ناشکری تو ہرگز مناسب نہیں راجہ نے اسی دم سوار دوڑا دیئے
اور سید کو بلا کر فہمائش کی کہ جاؤ پھر ایسا نہ کرنا جب اگلے برس عید الضحیٰ آئی تو
سید صاحب نے پھر گائے ذبح کی پکڑے گئے اور مثل سابق حکم قتل صادر ہوا
پھر فال دیکھی وہ ہی مصرعہ برآمد ہوا۔ اب سید کو انتظار ہوا کہ دیکھئے اب کی دفعہ کون
آتا ہے اور ہم کو رہائی دلاتا ہے قدرت خدا اسی شب کو نواب لکھنؤ بھرتپور میں
داخل ہوئے یہ ماجرا سنا اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ بات مناسب نہیں کہ حیوان
کے بدلے انسان کا قتل ہو خیر تمہارے سواروں میں ایک گستاخ بھی سہی مگر یہ شخص بڑا
بہادر معلوم ہوتا ہے اس کی قدر کرو شاید کسی وقت کام آئے اور اس کے جوہر کھلیں راجہ
نے خون معاف کیا اور سید سے کہا کہ جاؤ تم کو عید کے دن کی قربانی معاف ہے پھر جو عید
آئی تو سید صاحب نے گائے کی قربانی نہ کی راجہ نے بلا کر سبب پوچھا کہا کہ جب آپ نے
نفسانیت اور ضد چھوڑ دی تو میں نے بھی انسانیت اختیار کر لی یہ بات راجہ کو پسند
آئی اس کو اپنے محلات کا داروغہ مقرر کیا اور معتمدین میں داخل فرمایا جب بھرتپور پہ
جنگ ہوئی تو وہ سید صاحب بھی ایک حصۂ لشکر کا سردار تھا نہایت جوانمردی سے لڑا
اور جب تک زندہ رہا بھرتپور کو فتح نہ ہونے دیا آخر کار جب توپ کے گولہ سے
اڑ گیا تو قلعہ بھی فتح ہو گیا حقیقت میں بڑا بہادر آدمی تھا۔

ایک روز کسی شخص نے خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضرت جب یہ قاعدہ مسلم

ٹھہرا کہ ہر امر وابستہ تقدیر الٰہی ہے تو پیر و مرشد کی کیا ضرورت ہے اور وہ معاملہ مقدر میں کیا تصرف کر سکتا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ یہ تو بجا اور درست ہے کہ پیر تقدیر میں کچھ تغیر نہیں کر سکتا لیکن پیر باخبر کی تدبیر بھی موافق تقدیر ہوتی ہے اور طالب کو غایت تقدیر تک پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ کسی شہر میں ایک بڑا امیر کبیر تھا اس کے مکان پر ایک بزرگ رہا کرتے تھے امیر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس بزرگ نے فرشتۂ تقدیر سے اس لڑکے کا مقدر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک گھوڑا ہمیشہ اس کے تھان پر رہا کرے گا۔ پھر اس امیر کے گھر دوسرا لڑکا پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ چڑی مار ہوگا۔ پھر اس کے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا حال منکشف ہوا کہ یہ بیوہ ہوگی بازار میں بیٹھے گی اور ہر شب ایک مرد اس کے پاس رہا کرے گا وہ فقیر وہاں سے چلا گیا اور ایک مدت کے بعد اس شہر میں آیا اور اس امیر کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ سب کارخانہ درہم برہم ہو گیا ہے ایک لڑکا تو سواروں میں پانچ روپوں کا نوکر ہے اور دوسرا لڑکا چڑی کا پیشہ کرتا ہے اور اس کی لڑکی بازار میں بیٹھ گئی ہے وہ فقیر یہی حال سن کر بڑے لڑکے کے پاس گیا اگرچہ خود محتاج تھا مگر فقیر کی خدمت نان خشک سے کرتا رہا چند روز کے بعد فقیر نے ہدایت کی کہ تو نوکری چھوڑ دے اور گھوڑا اپنا بیچ ڈال اس کو طرح طرح کے خیال پیدا ہوئے لیکن فقیر کا معتقد ہو گیا تھا ایسا ہی ہو گیا گھوڑا اچھے داموں کو بکا۔ اگلے دن باجازت درویش ایک کم قیمت ٹٹو خریدا اور بیچ ڈالا یہ ہی کام کرتا رہا چند روز میں مالدار ہو گیا۔ فقیر نے کہا بس تم یہی کام کرو تمہارا تھان گھوڑے سے خالی نہ رہیگا روز خریدو اور بیچو اب ہم جاتے ہیں۔ پھر دوسرے لڑکے یعنی چڑی مار کے گھر گیا اس کی کیفیت دریافت کی اور کہا کہ جب شکار کے لیے جاؤ ہم کو ساتھ لے چلو دوسرے روز دونوں جنگل میں پہنچے اور جال لگا دیا۔ فقیر نے کہا کہ جب تک شاہ باز تیرے جال میں نہ آوے مت کھینچو وہ بولا کہ حضرت بھلا میری تقدیر ایسی کہاں دو آنہ روز بھی مل جاویں تو غنیمت ہیں فقیر نے سمجھایا کہ خیر تو دیکھ تو سہی غرض بہت سے جانور آئے اور نکل گئے

وہ چپ بیٹھا رہا آخر شام کے وقت شہباز جال میں آ ہی پھنسا چڑی مار نہایت خوش ہوا اور سو روپیہ کو وہ جانور بیچا فقیر نے کہا کہ یہ میری بات یاد رکھ جب تک شہباز ہی تیرے دام میں نہ پھنسے دوسرے جانور کو نہ پکڑنا چند روز میں وہ بھی اس طریقہ سے خوش حال اور دولت مند ہو گیا اس کے بعد بیوہ عورت کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ آج یہ کام کر کہ جب تک کوئی سو روپیہ ایک شب کے تجھ کو نہ دے اس کے پاس نہ جانا وہ بولی میاں صاحب میری دو آنہ کی اوقات چھوٹا منہ بڑی بات بھلا مجھ کو سو روپیہ والا کیوں پوچھے گا فقیر نے کہا کہ خیر اس کا تجربہ کر دیکھ اس نے تعمیل حکم کی اور جو خواہش مند آیا اس سے روپیہ مانگے لوگوں نے کہا کہ تیری عقل ماری گئی ہے آخر آدھی رات کے قریب کوئی امیر آنکھوں کا اندھا گانٹھ کا پورا آ ہی پہنچا سچ ہے ؎

مرد مفلس را خدا زر میدہد	قحبہ زن ہر شبے زر میدہد
بے مگس ہرگز نماند عنکبوت	رزق را روزی رساں پر میدہد

چند روز میں وہ عورت بھی مالدار ہو گئی فقیر نے وصیت کی کہ سو روپیہ سے کم قبول نہ کیا کر تجھ کو کوئی نہ کوئی مل ہی جایا کرے گا وہ بولی کہ حضرت آپ تو بزرگ آدمی ہیں کچھ ایسی ہمت اور دعا کیوں نہیں فرماتے کہ میں ان افعال شنیعہ کی علت سے پاک ہو جاؤں۔ انہوں نے جواب دیا کہ سنو صاحب ہم تقدیر شکن نہیں ہیں یہ تو جو کچھ ہو رہا ہے ہٹ نہیں سکتا اگر خدا کی طرف توجہ ہے تو اسی حال میں وہ بھی سمجھ میں آ یہ کہہ کر رخصت ہو گئے البتہ پیر باخبر نے ہر ایک کو تحصیل دولت و مال کی ہدایت اسی راہ سے کی جو اس کے لیے مقدر تھا یعنی تقدیر کا بدل دینا پیر کا کام نہیں بلکہ پیر دانا طالب کو اسی راہ سے منزل مقصود کی رہنمائی کرتا ہے جو اس کیلئے مقدر و مقسوم ہے۔

ایک روز راقم حاضر خدمت تھا، آزادی اور بے تعلقی کا تذکرہ ہونے لگا آپ نے فرمایا ؎

حیات خوش ممات خوش کسے راست	کہ دنیا را بدنیا در بسپرد
تکلف گر نباشد خوش تواں زیست	تعلق گر نباشد خوش تواں مرد

بے تعلق زیستن خود زیستن | با تعلق زیستن مگر زیستن
بجز رسم تعلق دلا چو مرغابے | بود در آب چو بر خاست خشک پر برخاست
بگیرم کہ سہ ریت از بلور و ریشم است | سنگش داند ہر آنکہ اورا چشم است
این سند قاقم و سمور و سنجاب | در دیدۂ بوریا نشینان پشم است

میاں سرمد صاحب اور ہرے بھرے صاحب دونو ایک جگہ بیٹھے تھے سرمد صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

بود درد سر ما بہ سرما افسر ما | شد کلاہ نمدی صندل دردِ سر ما

اس کے جواب میں میاں ہرے بھرے صاحب نے فرمایا ؎

کے کشد بار کلاہ نمدی را سر ما | ہست موئے سر ما بر سر ما افسر ما

سچ ہے جو لوگ بے تعلق ہوتے ہیں بڑے مزے سے زندگی بسر کرتے ہیں

زیر بار اند درختاں کہ تعلق دارند | ای خوشا سرو کے از بار غم آزاد آمد

ایک روز راقم حاضر خدمت ہوا جناب قبلہ نے یہ قطعہ ارشاد کیا ؎

کسے در عمر خود نشنید از یں سنجیدہ تر سخنے | کہ در میخانہ گفتے رند بیخود مے سر و پائے
بزن جام و مرنجان ہیچ چیزے اے توانگر | کہ ہر مورے سلیمان است ہر چند ست عنقائے

پھر فرمایا کہ ہم اجمیر شریف میں عرس دیکھنے گئے تو بانواؤں کا گروہ ماہی مراتب لے کر نکلا اُن کی گفتگو ہم کو بہت پسند آئی ایک عجیب کیفیت تھی سرگروہ کے آگے دائیں بائیں چار آدمی ہیں پچھلا آدمی کہتا ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است | از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اگلا آدمی بولتا ہے ؎

کعبہ بنگاہ خلیل آذر است | دل گذر گاہ جلیل اکبر است

بائیں طرف والا آواز لگاتا ہے ؎

کعبہ ہر چند سے کہ خانۂ بر اوست | دل نگر این نیز خانۂ سر اوست

داہنی طرف والا ندا کرتا ہے کہ ؎

تا بحر دا آن خانہ زادر درے نرفت — واندرین خانہ بجز آن حی نرفت

سبب کے بعد سرگروہ صاحب فرماتے ہیں ؎

گر ہمیدانی کہ در ہر دل خدا ست — پس ترا تعظیم ہر دل مدعا ست

ایک روز حافظ سعد اکبر صاحب مخدوم زادہ پانی پتی نے خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضور دہلی میں دربار قیصری منعقد ہوا ہے ایک مجمع کثیر اور تماشائے بینظیر ہوگا بہت لوگ جاتے ہیں میرا بھی ارادہ ہے کہ جاؤں کیا حضور کا جی اس سیر کو نہیں چاہتا اس بات کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میاں سعد اکبر آپ نے دربار قیصری کا تماشا بڑا سمجھا ہوگا ذرا دربار الٰہی کا جلسہ تو دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [1] اگر یہ تماشا کم ہو تو وہاں چلیں ؎

ہم بھی وحشت میں گر صحرا نوردی کی تو کیا — سیر کے قابل جو تھا دل کا بیاباں رہ گیا

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ [2] کتاب مبین سے مراد جسم انسان ہے اللہ تعالیٰ نے جسم انسان میں دونوں جہان پیدا کر دیئے ہیں یہ کیا کم ہے جو دوسری جگہ جاویں۔

ایک روز کسی شخص نے صحبت فقراء کا انکار کیا۔ جناب وقبلہ نے فرمایا کہ ہاں سچ ہے ؎

فائدہ کیا کرے صحبت جو نہ ہو استعداد — باغ میں جاکے کبھی زاغ خوش الحان نہ ہوا

مگر صحبت کی تاثیر بھی ضرور ہوتی ہے ؎

پسر نوح با بداں بہ نشست — خاندانِ نبوتش گم شد
صحبتِ صالح ترا صالح کند — صحبت طالع ترا طالع کند

---

[1] تو لاوے رات کو دن میں اور تو لاوے دن کو رات میں اور تو نکالے مردہ جیتے سے اور تو نکالے جیتا مردہ سے اور تو رزق دے جس کو چاہے بیشمار ۱۲

[2] ہرا نہ سوکھا جو کھلی کتاب میں نہیں ۱۲

وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ الْفُقَرَآءِ [1] یعنی صحبت فقراء مجلس الٰہی ہے۔ ہم نے باہری میں دیکھا کہ ایک کتے کو ہڑک اُبھری مالک نے آم کے درخت سے باندھ دیا جب ہڑک کا زور ہوتا تو وہ درخت کو بھنبوڑتا آخر تین دن میں کتا مر گیا اور مہینہ بھر کے بعد درخت بھی خشک ہو گیا اس شخص نے درخت کاٹا اور جلانے کے لیے گھر لے آیا جس کو اس کی لکڑی کا دھواں لگا اس کو بھی ہڑک اُبھری بھلا جب باؤلے کتے کی یہ تاثیر ہے تو کیا فقیروں میں اتنا بھی اثر نہیں، پیر کامل کی تعلیم کبھی ضائع نہیں جاتی کبھی نہ کبھی اس کا ظہور ہوتا ہے ؎

مردان خدا خدا نباشند   لیکن ز خدا جدا نباشند

ایک روز کسی شخص نے آن کر عرض کیا کہ حضرت میرے نزدیک تو دنیا میں کوئی کامل اور مرد خدا نہیں ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو اگر کوئی ہندوستان کا باشندہ کہے کہ دنیا میں کوئی مسلمان بادشاہ نہیں تو وہ سچا ہے اس لیے کہ اس نے اپنے ملک میں کبھی نہیں دیکھا لیکن جو لوگ ملک روم میں رہتے ہیں اور سلطان روم کو دیکھتے ہیں بھلا وہ اس بات کو کب تسلیم کریں گے کہ کوئی مسلمان بادشاہ نہیں ہے۔

ایک روز کسی شخص نے کہا اولیاء اللہ سے کچھ فیض نہیں ہو سکتا بعد مردن مثل جماد ہو جاتے ہیں اس وقت ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی، دکن میں ایک فاحشہ عورت مر گئی تھی جنگل میں دفن کی گئی اس جانب کو جو شخص تنہا جاتا وہ چھلاوہ بن کر خواہش پوری کرانی، تعجب ہے کہ ایک فاحشہ تو اپنے فحش میں ابھی کامل ہو اور اولیاء اللہ سے کچھ بھی فیض نہ ہو، عظیم آباد پٹنہ میں پن ڈبوں کا ماجرا معروف مشہور ہے یعنی پن ڈبے از قسم بھوت مشہور ہیں دریائے گنگ میں مردے بھلس کر بہائے جاتے ہیں اور وہ بھوت بن جاتے ہیں ان کا وتیرہ ہے کہ اگر رات کے وقت کوئی شخص

---

[1] اور جس نے ارادہ کیا یہ بیٹھے اللہ کے ساتھ پس وہ بیٹھے فقیروں کے ۱۲

تنہا کنارہ دریا پر چلا جاتا ہے تو وہ پن ڈبے اس کو زبردستی دریا میں کھینچ لے جاتے ہیں اور آپ جیسا بنا لیتے ہیں جس زمانہ میں ہم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھتے تھے تو ایک طالب علم تھا نہایت پاکیزہ صورت اس کے پاس ایک چڑیل حسین عورت بن کر آیا کرتی اور دو روپیہ ہر شب کو دے جاتی ہیں اور تمام رات اس کے پاس رہتی ایک رات دونوں ایک چارپائی پر بیٹھے اور چراغ دس گز کے فاصلہ پہ جل رہا تھا طالب علم نے اس سے کہا کہ جا چراغ گل کر دے اس نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر چراغ بجھا دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر طالب علم سہم گیا عورت بھی تاڑ گئی بہت کچھ اس کی تسلی و تشفی کی اور کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہوں تو کسی قسم کا اندیشہ مت کر خیر بصد مشکل رات بسر کی اور صبح کو یہ ماجرا شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے ایک تعویذ لکھ کر اس کے بازو پر باندھ دیا رات ہوئی رات ہوئی تو وہ عورت حسب عادت آئی مگر دور کھڑی رہی اور اس سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی جو تو ایسا ظلم مجھ پر کرتا ہے یہ تعویذ کھول ڈال اب میں چار روپیہ روز دیا کروں گی۔ لیکن اس نے تعویذ نہ کھولا آخر وہ چلی گئی۔ بھلا جب بھوت، چڑیلوں کو ایسی طاقت ہوتی ہے تو کیا اولیاء اللہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں کہ وہ بعد مردن جماد ہو جاویں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سید حسن رسول نما صاحب علیہ الرحمۃ کی بی بی صاحبہ نے ایک روز کہا کہ لوگوں کو حضرت رسول خدا کی زیارت تم کرا دیتے ہو میں چاہتی ہوں کہ یہ سعادت مجھ کو بھی نصیب ہو فرمایا کہ آج تم نہاؤ اور اچھی پوشاک پہن کر دلہن کی طرح خوب بناؤ سنگار کرو انہوں نے حسب ایماء تعمیل کی اتنے میں اس نیک بخت بی بی کے بھائی تشریف لائے، سید حسن صاحب نے کہا کہ میاں ذرا اپنی بہن کو سمجھاؤ دیکھو بڑھاپے میں کیا بناؤ سنگار کیا ہے میں تو بڈھا ہو گیا اب کیا دوسرا خصم کریگی وہ جا کر دیکھتے ہیں تو فی الحقیقت نہایت سج دھج سے دلہن بنی بیٹھی ہے کہا کہ اے بہن تم پر کیا پتھر پڑ گئے یہ کیا سوانگ بنایا ہے پچ فرماتے ہیں

کیا تم کو اس بڑھاپے میں دوسرے خاوند کی ہوس ہے یہ بات سنتے ہی اس نیک بخت بی بی نے چوڑیاں توڑ دیں، کپڑے پھاڑ ڈالے اور رو رو کے اپنا بُرا حال کیا کہ اس بڈھے نے مجھ سے نو کیا کہا اور بھائی سے کیا کہہ دیا اسی رونے پیٹنے اور غم و غصّہ کی حالت میں آنکھ لگ گئی اور آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوئیں اٹھیں تو نہایت بشاش و بشاش سید صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بھید تھا آپ نے فرمایا کہ تیرے دل میں غرور تھا تو مجھ کو حقیر جانتی تھی جب وہ جاتا رہا اور سوز و گداز تیرے دل میں پیدا ہوا تو زیارت ہو گئی۔ غرض یہ ہے کہ طالب جب تک انانیت سے نہیں گزرتا در اصل مطلوب نہیں ہوتا ؎

نیست از خود شو کہ تا یابی نجات   چون نو بر خیزی نشنید حق نجات

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابو بکر شبلیؒ کی خدمت میں دو شخص بارادہ بیعت حاضر ہوئے ان میں سے ایک کو فرمایا کہ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شِبْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس نے کہا اجی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ آپ نے بھی یہ ہی کلمہ پڑھا، اس نے پوچھا کہ آپ نے لاحول کیوں پڑھی آپ نے استفسار کیا کہ تم نے کیوں پڑھی بولا کہ میں نے تو اس واسطے پڑھی ایسے بے شرع کے پاس مرید ہونے آیا آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس لیے پڑھی کہ ایسے جاہل کے سامنے راز کی بات کہہ دی اسکے بعد دوسرے شخص کو بلایا اور فرمایا کہ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شِبْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت میں تو آپ کو کچھ اور ہی سمجھ کے آیا تھا آپ تو درے ہی گھر پڑے رسالت ہی پہ قناعت کی آپ نے ہنس کر فرمایا کہ اچھا تم کو تعلیم کریں گے۔ پس ہر شخص کا فہم و حوصلہ جدا ہوتا ہے ورنہ بات ایک ہی تھی جو ایک کے دل میں نہ سمائی اور انکار پیدا کیا دوسرے کا حوصلہ اس بات سے بھی اعلیٰ تھا حضرت شبلیؒ کا یہ مطلب نہ تھا جو شخص ظاہر میں سمجھا۔ بات یہ تھی کہ جو شخص تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کرتا ہے طالب کے لیے وہی رسول ہے اور رسالت الٰہی کا کام انجام دیتا ہے۔

ایک روز یہ شعر خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہوا ؎

اوّل ما آخر ہر منتہی　　　آخر ما جیبِ تمنّا تہی!

راقم نے یہ شعر سُن کر کہا کہ اگر حضور معاف ہو تو کچھ عرض کروں فرمایا اچھا کہو میں نے عرض کیا کہ یہ تو خواجہ نقشبند رح نے حضور ہی کی شان میں پیشین گوئی فرمائی ہے کیونکہ یہاں ابتداء ہی سے طالب کو تعلیم توحید ہوتی ہے اب آگے بجز جیب تمنّا تہی اور کیا ہے جو بات سیر و سلوک کا مرکز و منتہا ہے وہ یہاں کی ابتداء ہے فرمایا کہ ہم کو ایک بات یاد آئی بمقام پیران کلیر مخدوم صاحب کے مزار پر ہم مقیم تھے ایک دفعہ نماز مغرب کے وقت چند آدمی جمع ہوئے حسبِ اتفاق ایک خانصاحب نے ایک جولاہہ کو جو بڑا سا عمامہ باندھے کھڑا تھا امام بنا دیا اس کے اوسان کچھ ایسے خطا ہوئے کہ بغیر ضم فاتحہ اول ہی سے قل ہو اللہ شروع کر دی، پٹھان کو جو غصہ آیا تو نیت توڑ کر بولے کہ ابے جولاہے قل ہو اللہ تو تو نے پہلے ہی پڑھ دی اب آگے (ایسی تیسی) ضم کرے گا جبکہ ابتدا ہی سے تعلیم توحید ہوئی تو اب آگے یہاں کیا مراد ہے جس کو سالک طے کرے نہ کوئی منزل ہے نہ مقام نہ کشف نہ کرامت نہ آثار و اطوار نہ دکو نہ فکر توحید ہے یا فناہ اگر چہ طالب کے لیے توحید زہر ہے مگر ہم کو تو اور سب بکھیڑا معلوم ہوتا ہے۔ ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند غرض تو ہر منتہی و مبتدی کی تَطْهِيْرُ الْقَلْبِ عَنْ مَا سِوَى اللهِ [1] ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ پس پشت ہاتھ گھما کر بڑے ہیر پھیر سے ناک کو بتائے سیدھا ناک ہی پر ہاتھ کیوں نہ رکھے اور مقام توحید اصطلاح صوفیہ میں وہ ویران (اجاڑ گانا) کہلاتا ہے چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

عاشقاں را ہر نفس سوزیدنی است　　　بر دہ ویران خراج و عشر نیست

پس کوئی بڑا مسافر ہوتا ہے جو اجاڑ گانو میں ٹھہرے ورنہ یہاں کس کا جی لگتا ہے ہر چند کہ بحسب تفاوت مراتب تمام کاملین پہ حالت توحید گزری ہے مگر ایسے بہت

---

[1] اس کا پاک کرنا غیر اللہ سے ۱۲

کم ہیں جنہوں نے یہاں جھونپڑی ڈال دی ہو ۔

سب سے بیگانہ ہے اے یار شناسا تیرا — حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

ایک روز ارشاد ہوا کہ آدمی جس خیال میں مرے گا اسی خیال میں قیامت کے روز اٹھے گا ۔

پندار کہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز — چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد!

چو بعد از مرگ من بعنی گیاہ بر گور من رستہ — نوشتہ نام آں جانان بہر برگ گیاہ خیزد

ایک بہروپیا تھا ہمیشہ نیا بہروپ بنا کر بادشاہ کے روبرو جاتا کہ دھوکہ دے کر انعام لے لیکن بادشاہ کبھی اس کے داؤ میں نہ آتے تھے ۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ در پوش — من از رفتار پایت مے شناسم

ناچار ہو کر بہروپیا ایک جوگی پاس گیا اور کپالی چڑھانی سیکھی یعنی حبس دم پھر جوگی بن کر اپنے شہر کے سواد میں آن کر ٹھہرا اور ایک مختصر سا گنبد بنایا اور چند چیلے جمع کئے اور حسب معمول جوگیہ حبس دم کر کے بیٹھ گیا گنبد کا دروازہ تیغا کرا دیا اس خیال سے بادشاہ وقت یہ خبر سن کر کہ ایک فقیر اتنی مدت سے مکان میں بند ہے یہاں آئیگا اور مکان کھلوائے گا تو پھر زندہ ہو جاؤں گا اور اس سے انعام لوں گا خدا کی قدرت چند روز میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا نہ وہ بادشاہ رہا نہ وہ سلطنت شہر بھی تاراج و برباد ہو گیا جوگی کے چیلے بھی بھاگ گئے اور گنبد ویسا ہی در بند پڑا رہا، دو صدی کے بعد جب اس شہر میں پھر رونق اور آبادی ہوئی تو کسی شخص نے اس گنبد کو مسمار کرایا دیکھا کہ ایک آدمی صحیح سالم مراقب بیٹھا ہے لوگوں کا ہجوم ہو گیا اتنے میں ایک جوگی آ گیا اس نے پہچان لیا اور اپنے قاعدہ کے موافق اس کا علاج کیا روح نے تمام بدن میں سرایت کی ہوش و حواس درست ہو گئے اٹھ بیٹھا اور بولا کہ لاؤ میرا گھوڑا اور جوڑا لوگ متحیر ہوئے کہ الٰہی اس شخص کو یہ ہذیان ہے یا خفقان ہے خدا جانے کیا بکتا ہے اس سے کیفیت دریافت کی تو تمام ماجرا اپنا بیان کیا کہ صرف گھوڑے جوڑے کی غرض سے میں نے یہ عمل فلاں بادشاہ کے عہد

میں کیا تھا اب بیدار و ہوشیار ہوا تو وہی خیال رہا کہ بادشاہ نے مجھ کو اُٹھایا ہے غرض یہ ہے کہ جو اعمال و افعال درد و دو وظائف یا ریاضت و طالب و سالک کرتا ہے اس کا اثر بیشک مترتب ہوتا ہے لیکن جب تک تصفیہ ماسوا اللہ نہیں سب بے سود ہیں۔ کیونکہ ان آثار و اطوار میں بھی وہی سوجھے گا جو دل میں بسا ہوا ہے گناہوں کے خوف زدہ نجات طلب کریں گے اور ثواب کے اُمیدوار بہشت کا دم بھریں گے۔ غرض جو جس کا خیال ہے وہی رہے گا ۔

مرد عاشق را نباشد علتے　　　عاشقاں را مذہبے نے علتے

مذہب عشق از ہمہ دینہا جدا است　　　عاشقاں را مذہبے نے ملتے!

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بادشاہ نے نقاشان چین و مصوران روم جمع کئے اور حکم دیا کہ ایوان شاہی میں وہ نقاشی کرے جو زیادہ صناع ہو دونوں گروہوں نے اپنی ہنر مندی کا دعویٰ کیا آخر یوں ٹھہری کہ مکان کے اندر ایک دیوار پر چینی کام کریں اور دوسری پر رومی اور ایک پردہ دونوں کے درمیان حائل رہے تاکہ پردہ اٹھانے کے بعد دونوں کی صنعت کا مقابلہ کیا جائے غرض چینیوں نے جس طرح کی گلکاری رنگ آمیزی کی اور رومیوں نے اپنی دیوار کو مصالحہ دے کر ایسا صاف و شفاف بنایا کہ آئینہ ہو گئی آخر کار پردہ اٹھایا گیا تو دونوں یکساں بہار تھی اور مانی چین کی نقاشی آئینہ سکندریں نمودار دونوں فریق اپنے کمال میں یکتا نکلے لیکن رومیوں کی صفائی فوقیت رکھتی تھی کیونکہ جو رنگ یا جو گلکاری اس کے مقابل آئے گی وہ بالضرور اس کے اندر جلوہ گر ہو گی اور اگر سامنے سے اُٹھا لے جائے تو صاف آئینہ ہے ۔

اے مانی نقاش چین و صورت بادم ببین　　　یا نقش کن برایں چنیں یا ترک کن صورتگری

اسی طرح فقراء کے دو فرقہ ہیں ایک رنگ و صفات میں دوسرا بیرنگی ذات میں اپنا کمال ظاہر کرتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک دوست لڑکپن کے

زمانہ کا تھا وہ کنعان سے مصر میں آیا، حضرت سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ یار ہمارے واسطے کیا تحفہ لایا ہے اس نے جواب دیا کہ تمہارے لائق تو کوئی چیز مجھ کو میسر نہ آئی کہ تحفۃً لاتا مگر ہاں آپ کی نذر کے لیے آپ ہی کو لایا ہوں یہ کہہ کر ایک آئینہ پیش کیا ؎

آئینہ آوردمت اے روشنی تا چو بینی روئے خود یادم کنی

آئینہ بیروں کشید او از بغل خوب را آئینہ باشد مستقبل

اسی طرح اللہ جل شانہ بروز قیامت ہر ایک سے تحفہ طلب کرے گا پس جو شخص تَطْهِيرُ الْقَلْبِ عَنْ مَاسِوَى اللهِ ۔ کا آئینہ یعنی قلب سلیم زنگار دوئی سے صاف و شفاف کیا ہوا پیش کرے گا وہی پسند و مقبول ہوگا ورنہ شرمساری اٹھائے گا یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ[1]

دل چہ باشد مطلع انوارِ حق دل چہ باشد منبع اسرارِ حق

در حقیقت دان کہ دل باشد جام جم مے نماید اندر و ہر بیش و کم

دل بود مرآت وجہ ذو الجلال در دل صافی نماید حق تعال

پیش سالک عرش رحمٰن ست دل جملہ عالم چوں تن و جان ست دل

دل مقام استوائے کبریاست دل نباشد آنکہ با کبر و ریاست

ایک روز کشف و کرامات کا ذکر آیا۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ حضرت محی الدین کا قول ہے کہ اَلْكَشْفُ حَيْضُ الرِّجَالِ وَالْكَرَامَتُ نَفَاسُ الرِّجَالِ ۔ یعنی کشف و کرامات مردوں کا حیض و نفاس ہے۔ اس کے معنی لوگوں نے یہ لگائے ہیں کہ کشف و کرامت نکمی چیز ہے لیکن ہماری سمجھ میں تو یہ آتی ہے کہ جیسے حیض عورتوں کیلئے نشان رسیدگی ہے اسی طرح کشف سالک کیلئے علامت بلوغ ہے اور جیسے نفاس لبعد ولادت فرزند ظاہر ہوتا ہے اسی طرح کرامت بعد حصول یقین ظہور پکڑتی ہے یعنی جیسا حیض و نفاس کے درمیان ایک نتیجہ ہے ایسا ہی کشف و

[1] جس دن نہ کام آوے کوئی مال نہ مگر جو کوئی آیا اللہ پاس لیکر دل چنگا ۱۲

کرامت کے درمیان یقین ہے اور بغیر یقین کے کمال ایمان اور اطمینان قلب نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مردانِ خدا نتیجہ کو اصل سمجھتے ہیں نہ اس کے اطراف یعنی کشف وکرامت کو پس کشف وکرامت راہ سلوک میں دو مقام ہیں نہ اصل مقصود

ہر کشف بران چہرہ نقابے دگر ست　　　ہر بحر درین راہ سرابے دگر است
از رفع حجاب خویش مغرور مباش　　　کایں رفع حجاب ہم حجابی دگر ست

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا۔ یعنی جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے کہ الٰہی دکھا مجھ کو کیونکر زندہ کریگا تو مردے حکم ہوا کہ تو ایمان نہیں لایا عرض کیا ایمان تو لایا ہوں میں لیکن اس واسطے کہ اطمینان ہو میرے قلب کو فرمایا تو پکڑ چار جانور اڑتے پھر ان کو ملا اپنے ساتھ پھر ڈال ہر پہاڑ پر ان کا ٹکڑا ایک ایک پھر ان کو پکارو کہ آویں تیرے پاس دوڑتے، جب سب کچھ دیکھ بھال لیا تو خاموش ہو کر بیٹھے، اب فرمایئے خود پیغمبر تو اس طرح اطمینان کریں اور ہم کو ایمان بالغیب کی ہدایت ہو یہ عجیب بات ہے ؎

کہ چنیں بنماید و گہ ضد ایں　　　جز کہ حیرانی نباشد کار دیں

ایک روز حاضر خدمت ہو کر میں نے عرض کیا ؎

باز گو از نجد و از یاران نجد　　　تا در و دیوار را آرے بوجد

اس وقت ارشاد ہوا ؎

بو کی طرح سے غنچہ و گل میں سمائی　　　فصل بہار آئی ہے کچھ رنگ لائی
زلف دوتا ہے یا ایں کو بلسائے　　　جس رنگ میں ہو یار وہی رنگ لائی

جب حضرت بایزید بسطامیؒ کو فقرہ میں عروج حاصل ہوا تو عرش پر پہنچے اور عرش سے سوال کیا کہ خدا کہاں ہے انہوں نے جواب دیا کہ واہ صاحب ہم تو سنتا

کرتے تھے کہ خدا زمین پر ہے۔ تعجب ہے کہ آپ یہاں ڈھونڈنے آئے
واہ سبحان اللہ تعالیٰ شانہ عمّا یصفون ؎

یہاں بیت الصنم خالی وہاں بیت الحرم خالی ۔۔۔ پتہ لگتا نہیں اس کا عرب خالی عجم خالی
ہست در ہر ذرہ یعقوبے دگر ۔۔۔ یوسف گم گشتہ را بدسد خبر
ایں طرفہ کہ از محمل لیلیٰ خبرے نیست ۔۔۔ برداشت زہر جا بادیہ را شور جرسہا
نہیں ملتا تیرے ناقہ کا تیرے لیلیٰ ۔۔۔ چھان مارے تیرے مجنوں نے بیابان کئی

مجنون سے مراد عارف ہے اور بیابان ہفت وادی فقر ہیں یعنی اوّل طلب دوم عشق سوم عرفان چہارم توحید پنجم استغنا ششم فنا ہفتم بقا۔

ایک روز عرفان و حق شناسی کا چرچا ہوا اس وقت آپ ارشاد ہوا کہ نہ یہ کسی گناہ سے زائل ہو نہ چوری سے مٹے نہ زنان سے گھٹے ہاں جو امور کسبی ہیں یا داخل مراتب ہیں البتہ جاتے ہی رہتے ہیں دیکھو شیطان ملعون و مردود ہو گیا اپنے رتبہ سے خارج کیا گیا لیکن عرفان و حق شناسی میں جو کچھ اس کو حاصل تھا اب بھی ہے اس میں کچھ فرق نہیں آیا مثلاً کسی کو فن ہو اللہ یاد ہو تو وہ کسی حالت میں بھول نہیں سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا ؎

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران ۔۔۔ گفتہ آید در حدیث دیگران

سلطان محمود غزنوی کی اکثر یہ عادت تھی کہ رات کو لباس تبدیل کر کے شہر میں پھرا کرتا، ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ویرانہ میں چار آدمی نظر پڑے بادشاہ نے پوچھا کہ تم کون ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم چور ہیں اس نے کہا میں بھی چور ہوں، صلاح ٹھہری کہ چلو آج بادشاہی محل میں چوری کریں، سلطان نے کہا کہ اپنے اپنے اوصاف بیان کرو ایک چور بولا کہ میں جانوروں کی بولی سمجھتا ہوں دوسرے نے کہا میں قوت شامہ سے خزانہ کی جگہ معلوم کر لیتا ہوں تیسرے نے کہا کہ میں بغیر کنجی قفل کھول لیتا ہوں، چوتھے نے کہا کہ میں جس شخص کو شب تار میں دیکھ لوں تو دن میں پہچان سکتا ہوں، اب سلطان کی باری آئی یہ بولے کہ مجھ میں یہ کمال ہے کہ

اگر مجرم کو پھانسی ملتی ہو اور میں ذرا سر ہلا دوں تو فوراً رہائی ہو جاوے چو اس
بات سے نہایت خوش ہوئے اور کہا کہ بھائی تیرا کمال سب سے بڑھ کر ہے جب تو
ہمارے ساتھ ہے تو پھر کیا خوف ہے پانچوں آدمی شاہی محل کی طرف چلے راہ میں
ایک کتا بولا بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کتا کیا کہتا ہے، پہلا شخص بولا کہ کتا یوں کہتا
ہے کہ تم میں ایک بادشاہ ہے، بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا ہم میں سے کس کو بادشاہ بتلاتا
ہے اس نے کہا کہ بس اتنا ہی کہہ کر چپ ہو گیا پھر محل کے اندر پہنچے ایک نے
خزانہ پہچانا۔ ایک نے بغیر کنجی قفل کھولا مال لے کر اپنے گھر جانے لگے اس وقت
بادشاہ نام و نشان سب کا پوچھ لیا۔ صبح کو شور و غل ہوا کہ بادشاہی خزانہ میں
چوری ہو گئی، بادشاہ نے ان چاروں چوروں کو گرفتار کرا منگایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے
مت لاؤ، سولی دینے کے واسطے لے جاؤ مگر جب تک ہم حکم نہ دیں سولی نہ دینا۔
جب وہ چور زیر دار پہنچے تو آپس میں کہا کہ ہمارا پانچواں یار کہاں ہے ایک بولا کہ
میاں رات کتے نے خبر دی تھی شاید کہ وہ بادشاہ ہو چوتھے چور نے کہا کہ اگر
رات بادشاہ تھا تو میں اس کو ضرور پہچان لوں گا۔ یہ گفتگو کر کے سرہنگان شاہی
سے کہا کہ خیر سولی تو ہمارے لیے تیار ہے۔ ایک دفعہ ہم کو بادشاہ کے روبرو
لے چلو یہ اطلاع حضور سلطان میں دی گئی حکم دیا کہ اچھا بلاؤ جب سامنے گئے تو
جس چور میں یہ کمال تھا وہ بولا کہ حضور ہم چاروں کے اوصاف تو ظاہر ہو چکے
اب آپ کا سر کس وقت ہلے گا کہ یہ چار مجرم سزائے دار سے رہائی پا دیں ۔

جو کچھ کیا سو تم نے کیا اور میں نے کیا کچھ نہ
تجھ بن میں نے کیا کیا کہ تو بھی تھا مجھ ما نہ

آپ کے ہاتھوں میں سارا کام ہے
آپ کرتے ہیں جہاں کا نام ہے!

اسی وقت بادشاہ کو ہنسی آ گئی اور سب چوروں کو رہا کر دیا مطلب یہ ہے کہ
جب تک عرفان سلطان نہ تھا سب مجرم تھے جب عرفان حاصل ہوا کہ ہمارا فعل
عین فعل سلطان تھا پھر جرم کیسا اور پھانسی کس کو یہ سب بکھیڑا تو دوئی اور
خود بینی میں ہے ۔

مردِ عارف کیست بیباک از ہمہ　　　آبِ صافی چیست او پاک از ہمہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ کروڑوں میں کسی ایک کو فقر حاصل ہوتا ہے اور جب حاصل ہو گیا تو پھر کسی طور سے زائل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ نقل ہے کہ غوث بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ ایک روز بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے زیر دیوار شور و غل مچا معلوم ہوا کہ کوئی آدمی کنوئیں میں گر پڑا ہے آپ نے غرفہ میں سے ہاتھ بڑھا کر اس غریق کو تہ چاہ سے نکال کر باہر کھڑا کر دیا ایک فقیر شکستہ حال جو مردانِ خدا میں سے تھا اس طرف سے گزرا کیفیت صدورِ کرامت ملاحظہ کی اور کہا کہ صاحبزادہ یہ تو بازیچۂ اطفال ہے اگر سیکھنا ہے تو فقر سیکھو آپ بام خانہ سے اترے اور فقیر صاحب سے جا کر ملے پوچھا کہ فقر کیا چیز ہے انہوں نے جواب دیا کہ صاحبزادہ فقر وہ شئے ہے کہ نہ حرام سے جاوے نہ زنا سے بگڑے نہ شراب سے خراب ہو نہ چوری سے زائل کوئی اس کو مٹا نہیں سکتا وہ بے زوال اور پائیدار چیز ہے۔ آپ خاموش ہو کر چلے گئے اور خیال کیا کہ اس شخص کا امتحان کرنا چاہیئے کہ اپنے کام میں پکا اور بات کا پورا ہے یا نہیں اور اس کا قول مطابق فعل ہے یا صرف دعوٰی ہی دعوٰی ہے یہ سوچ کر ایک پلے کتے کا ذبح کیا اس کا پلاؤ دم کرایا اور اپنی کنیز کو لباس فاخرہ پہنا کر سمجھا دیا کہ تو بہ تحرمت کیجھو اور ایک بوتل شراب کی دی اور کہا کہ جا فلاں مقام پر ایک فقیر صاحب ہیں ان سے کہہ کر یہ سامان دعوت آپ کی خدمت میں ارسال کیا ہے وہ تو جانتے ہی تھے کہ یہ امتحانی ضیافت ہے پہلے تو شراب نوش کی پھر اس کنیز کی بانگی دیکھی پھر پلاؤ چٹ کیا اور کہلا بھیجا کہ ان ڈھکوسلوں سے کیا ہوتا ہے ؎

اوتم[1] سنتو کی دارنی جن سے کچورن منت　　　بھگت پریم پلٹی نہیں جی جگ جائیں اننت
نیچ[2] پرانی کیا کرے کسنگ　　　کچھ چندن لاگی نہیں جو لپٹی رہے بھونگ

[1] یعنی ان مردوں کے قربان جائیے کہ جن کے قلب سلیم میں پریم نور کا ہرگز خراب نہیں ہوتا اگرچہ جہان الٹ پلٹ جائے ۱۲ [2] یعنی برا آدمی نیکوں سے کچھ برائی نہیں کر سکتا

کنیز نے جاکر تمام کیفیت بیان کی جب تو حیرت میں آئے اگلے دن گھوڑے پر سوار
ہوا ان کی ملاقات کو چلے راہ میں ایک ندی تھی جب بیچ دھار میں پہنچے تو گھوڑے
نے لید اور پیشاب کیا اس کنارہ سے فقیر ہمہ نوش للکارا کہ دیکھو صاحبزادے کیوں
دریا کو ناپاک کرتے ہو یہ بولے کہ واہ حضرت بھلا کہیں لید و پیشاب سے دریا ناپاک ہوتا
ہے۔ شاید آپ مسائل فقہ سے بھی واقف نہیں ہیں مرد فقیر ہنسا اور کہا کہ سبحان اللہ
آپ بھی خوب فقیہ ہیں کہ ذرا سی ندی تو لید پیشاب سے گندہ نہ ہو اور معرفت
الٰہی کا بحر ناپیدا کنار جس کی ابتداء نہ انتہا پلہ کے پلاؤ اور شراب و کنیزک سے
ناپاک ہو جاوے، حضرت بہاء الحق سمجھ گئے کہ حقیقت میں کشف و کرامت اور
چیز ہے اور فقر دوسری شے ہے ؎

فقر حق ست و نہ جز از وے خدا	فقر لایحتاج باشد از خدا

از روئے ارادت فقیر کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے فرمایا کہ یہ چلے اور
اور چلے جو مدت العمر سے آپ کیا کرتے ہیں انکو ترک کیجئے اور مردان خدا کا طریقہ اختیار
فرمائیے اتنی بات کہہ کر چل دیئے پس فقیری کا حاصل کرنا اور فقیر بننا آسان بات نہیں ہے بلکہ
جب تک تمام مقاصد دین و دنیا اور مراتب و مدارج اور کشف و کرامت کو ترک نہ کرے
اور نامرادی و ناکامی کے میدان میں قدم نہ رکھے فقر کی ہوا بھی نہیں لگتی ؎

تا ایمان کفر و کفر ایمان نشود	یک بندۂ خاص حق مسلمان نشود
تا مدرسہ و منارہ ویران نشود	یک کار قلندری بسامان نشود

بڑے بڑے ہوشیار اور علمائے فضیلت شعار اور زاہدان پرہیزگار مراتب و
مدارج اور منازل و مقامات اور کشف و کرامات پر فریفتہ ہو کر فقر سے رہ جاتے ہیں
اور اسی کو معراج کمال سمجھ کر بیٹھ رہتے ہیں ؎

جلیں گھُن ٹلیں اوڑ جائیں	پر کایا پردیش کہائیں!
اور پرائے من کے جانے	چل کر جائیں بھاں من مانے

جیسے درخت صندل کو زہر کچھ اثر نہیں کرتا باوجودیکہ سانپ لپٹے رہتے ہیں ۱۲

بھولیں جہاں چتر اور گیانی　　ان کو تجے بھگت تن جانی

اور اس زمانہ میں تو فقیری مرید ہوتے ہی حاصل ہو جاتی ہے جہاں رنگین کپڑے پہنے اور حال کھیلنے لگے پھر تو کچھ شک و شبہ ہی باقی نہیں رہتا پورے قطب الاقطاب اور غوث الاعظم اور شیخ المشائخ بن کر اَنَا خَیْرٌ مِّن کُلِّ الْمَوْجُوْدَاتِ کا دم بھرنے لگتے ہیں۔

معرفت کا رنگ جس کو نا ہوا　　گیروے کپڑے کئے تو کیا ہوا

در قزاگند مرد باید بود!　　بر مخنث سلاح جنگ چہ سود

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند　　سوز دل پروانہ مگس را ندہند

عمرے باید کہ یار آید بکنار　　ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

نقل ہے کہ حضرت شبلیؒ نے جنگل میں ایک کھوپڑی پڑی پائی اس پر بخط سبز تحریر تھا خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ جو شخص اس کو دیکھتا ٹھوکر مارتا کہ لاحول ولا قوۃ کوئی بڑا ہی مردود ازلی ہے جس کی پیشانی پر داغ شقاوت لگایا گیا ہے حضرت نے اس کو نہایت ادب و تعظیم سے اٹھایا اور بڑے انس و محبت سے اس پر بوسہ دیا لوگوں کو حیرت دامن گیر ہوئی، پوچھا کہ آپ نے اُس کی تعظیم و تکریم کیوں کی فرمایا کہ میاں یہ کھوپڑی کسی مرد کامل کی ہے کیونکہ جس کو خسران دنیا و آخرت کا مرتبہ حاصل ہو وہی واصل بحق ہوتا ہے۔ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ ؎

چاشنی درد عشق قابل ہر سفلہ نیست　　زہر ز خوان شہان نامورے را دہند

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل!　　در نیست بہر دریا زنیست بہر کانے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک جوہری تھا۔ جب مرنے لگا تو اپنے فرزند کو وصیت

لہ یعنی جہاں چلے اور جگہ ظاہری ہو گئے اور یہاں دفن ہوئے اور جگہ موجود ہو گئے یہاں غرق ہوئے دوسری شکل آئے اور یہاں سے اڑ کر دوسرے شہر میں پہنچ گئے یا دوسرے کے جسم میں چلے گئے یا دوسرے کے دل کا حال معلوم کر لیا یہ مقام ایسا ہے کہ بڑے بڑے ہشیار مراتب میں رہ جاتے ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کہ میں تیرے واسطے ایک صندوق چھوڑتا ہوں اس میں ایک تو جوہر بیش بہا ہے اور ایک پتھر ہے تو کسی جوہر شناس کو دکھا لینا وہ بتلا دے گا جب باپ کا انتقال ہو گیا تو جوہری بچہ ایک جوہری کے پاس جوہر اور پتھر لے گیا اور شناخت کی درخواست کی اس نے کہا کہ تو پانچ برس تک میری ملازمت اختیار کر تب بتلاؤں گا وہ راضی ہو گیا اور پانچ سال تک جوہری کی دوکان پر کام کرتا رہا اس عرصہ میں اقسام و انواع کے جواہرات اس کی نظر سے گذرے یہاں تک کہ اس کو ایک بصیرت اور ملکہ شناخت جواہرات کا حاصل ہو گیا بعد مدت موعود کے سوال کیا کہ صاحب اب وعدہ پورا کیجئے اس نے کہا کہ اچھا اب اپنے جواہر لاؤ لایا تو پوچھا کہ اب تو خود بتلا کہ ان میں جوہر کونسا ہے اس نے فوراً پہچان لیا اس وقت جوہری نے کہا کہ میری غرض اس تامل سے یہی تھی کہ تو خود عارف جوہر ہو جائے۔ اگر اوّل روز میں بتلا دیتا تو نہیں معلوم تجھ کو یقین آتا یا نہ آتا اور تو کس قیمت پر اس کو دے ڈالتا اب کہ تجھکو عرفان حاصل ہو گیا اور تو خود واقف و شناسا ہو گیا اختیار ہے جو چاہے سو کر کسی کا دھوکا نہیں کھا سکتا۔

علم آموزی طریقش قولی است | حرفت آموزی طریقش فعلی است
فقر خواہی آن بصحبت قائم است | نے زبانت کار مے آید نہ دست
دانش انوار است در جان رجال | نے زراہ دفتر و نے قیل و قال

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مقام پر کوئی انگریز خیمہ زن تھا جنگل میں دیکھا کہ سپیروں کا مجمع ہے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایک سوراخ میں کالا ناس سانپ رہتا ہے جس کا یہ خاصا ہے کہ اگر ایک کو کاٹے تو اس کے تمام خاندان کا ناس ہو جائے اور اس کی پھنکار سے درخت تک جل جاتے ہیں کوئی سپیرا یہاں ایسا نہیں کہ اس کو پکڑ سکے واسطے بڑے بڑے افسون گر گرد و بنگلہ سے بلائے گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) جب تک اُن کو ترک نہ کرے فقر محال ہے۔ ۱۲۔ ؎۲ :۔ فقر دو نوں جہان میں روسیاہی ہے ۱۲ ۔

اُن کے انتظار میں یہ لوگ پڑے ہیں صاحب نے اُن سے کہا کہ کچھ پروا نہیں تم لوگ اس کے سوراخ کے گردا گرد لکڑیوں کا ڈھیر لگادو اور بین بجاؤ کہ وہ نکلے ایسا ہی کیا گیا سانپ نکلا اور پھنکار ماری تو لکڑیوں میں آگ لگ گئی آگ سے ڈر کر ہر جانب دوڑنے اور پھنکار مارنے لگا اس لیے سب طرف آگ لگ گئی آخرا سی آگ میں جل بھن کر خاک ہو گیا اسی کی آگ تھی جس نے لکڑیوں میں سرایت کی اور بھڑک اٹھی اور وہ اپنی ہی آگ سے خوف کرنے لگا۔ یہاں تک کہ جل مرا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے دوست مولوی محبوب علی صاحب جب زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہو کر واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم بمبئی سے چل کر ایک بستی میں آئے وہاں چند روز رہنے کا اتفاق ہوا شب کو نماز تہجد کے لئے مسجد میں گئے تو دیکھا کہ مؤذن ذکر میں مشغول ہے جب لا کھینچتا ہے تو غائب ہو جاتا ہے اور الا اللہ کہتا ہے تو موجود یہ دیکھ کر مجھ کو حیرت ہوئی بعد نماز فجر مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ قریب مسجد کے ایک کنجنی کا مکان ہے اور اس کے دروازہ پر ایک فقیر لنگوٹ بند بیٹھا ہے۔ مجھ کو دیکھتے ہی بولا کہ مولوی صاحب آپ کو تو بڑا ہی تعجب ہوا خیر کل ہم بھی تماشا دکھائیں گے دوسرے دن میں بوقت تہجد مسجد میں آیا تو وہ فقیر بھی آموجود ہوا غسل کیا اور میری چادر باندھ لی پھر نفی اثبات کرنے لگا جب لا کو کھینچتا تو اس وقت میں اور وہ فقیر اور مسجد سب نفی ہو جاتی تھی بلکہ میرا علم بھی مفقود ہو جاتا تھا اسی طرح دس بارہ ضربیں لگائیں پھر لنگوٹ باندھ چل دیئے اور کہا کہ مولوی صاحب اس کو فقیری نہیں کہتے یہ تو ایک شعبدہ ہے فقیری اور ہی چیز ہے جو زبان پر نہیں آسکتی۔ ؎

نکتہ دان را گنگ باید شد زحرف

صبح کو میں نے دیکھا تو وہ فقیر صاحب رنڈیوں کے چانٹے اور جوتیاں کھا رہے تھے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا۔ فرمایا کہ ہمارے واسطے یہی حکم ہے کہ حرام سے لقمہ کھانا اور جوتیوں کی مار سہنا نہ روزہ ہے نہ نماز نہ حج ہے اور نہ زکوٰۃ اس کے بعد جناب د

قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نفی و اثبات میں کمال حاصل ہو جائے تو کیا ہے خدا کا پتہ تو اس صورت میں بھی نہیں لگتا ؎

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ   کہ عنقا را بلند است آشیانہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی نصرانی کے گلے میں صلیب تھی دیکھا تو ندارد نہایت تشویش ہوئی جا بجا ڈھونڈا تلاش کیا کہیں پتہ نہ ملا ایک شخص نے اس کو پریشان حال دیکھ کر کیفیت دریافت کی کہا کہ میرے گلے میں صلیب تھی وہ گم ہو گئی ہے وہ ہنسا اور کہا کہ تم ناحق تردد میں مبتلا ہو صلیب گم نہیں ہوئی ہم تلاش کر دیں گے جب اس کو بہت اضطراب اور بیقراری ہوئی تو اس نے گردن کے پیچھے سے اٹھا کر سامنے کر دی اور کہا کہ تیرے ہی گلے میں پڑی ہے یہ تمام فکر و تردد اسی وہم کا ہے جو دل میں بیٹھ گیا ہے۔ ؎

دوست نزدیک تر از من بمن است   وین عجب تر کہ من از وے دورم

پس ہادی و مرشد صرف تعلیم کر دیتا ہے ورنہ جو بات ہے وہ عالم و جاہل سب کے لئے برابر ہے اور ہر ایک کی ذات میں موجود ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ[۱] سمجھ اپنی اپنی جدا ہے کسی کو علم ہوتا ہے کسی کو نہیں کوئی جلد سمجھتا ہے کوئی بدیر جیسے تر زمین میں پانی سب جگہ موجود ہے کہیں دور نکلتا ہے کہیں قریب۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت تھی[۲] جس کو اپنے شوہر سے بدرجہ غایت محبت تھی لیکن شوہر کو نہایت نفرت ہر طرح کی تدبیریں کیں کوئی کارگر نہ ہوئی اس نے سنا کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت بڑی ساحرہ ہے ناچار اس کے پاس گئی اور اپنا درد دل ظاہر کیا اس نے کہا کہ اچھا میں تجھ کو سطان

---

[۱] ہم قریب تر ہیں طرف بندے کے گردن کی شہ رگ سے ۱۲۔ [۲] اس قصہ کو تفسیر بحر الحقائق و کشف البیان نے آیۃ فیتعلمون منہما ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ کی تفسیر میں بروایت ہشام از پدر خود از عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ نے بیان کیا ہے ۱۲۔

الساحرین کے پاس لئے چلتی ہوں وہ کچھ علاج معقول کردے گا رات کے وقت دونوں مدینہ طیبہ سے باہر نکلیں دیکھا کہ دو جانور سیاہ رنگ (گدھے کی برابر) کھڑے ہیں دونو سوار ہوکر روانہ ہوئیں آناً فاناً میں ملک عراق کے اندر چاہ بابل کے کنارہ جا اتریں جہاں ہاروت و ماروت آویختہ ہیں۔ زن ساحرہ کنوئیں کے اندر گئی اور اپنے ساتھ والے کی سفارش کی وہ دونوں سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور کہا کہ بلاؤ عورت گئی اور اپنا تمام حال بیان کیا پہلے تو اس کو سمجھایا کہ تو جادو نہ سیکھ اہل اسلام کو یہ دعوت زیبا نہیں مگر اس عورت نے اصرار کیا، ہاروت و ماروت نے کہا کہ خیر تیری خوشی باہر ایک تنور ہے جا اور اس میں پیشاب کر وہ عورت گئی اور یوں ہی بیٹھ کر چلی آئی، پیشاب نہ کیا واپس آئی تو پوچھا کہ کیا دیکھا اس نے دوسری بار بھی ایسا ہی کیا تب فرشتوں نے کہا کہ جب تک پیشاب نہ کرے گی مطلب حاصل نہ ہوگا ناچار تیسری بار اس نے پیشاب کیا اور دیکھا کہ ایک سفید چیز جسم کے اندر سے نکلی اور ایک سیاہ چیز داخل ہوگئی ان سے آن کر یہ کیفیت بیان کی کہا کہ جا اب تو پوری ساحرہ ہوگئی جس طرح گئیں تھیں دونوں رخصت ہوکر واپس چلیں لیکن اس عورت کا تردد نہ گیا۔ پہلی ساحرہ نے پوچھا کہ اب کس لئے پریشان ہے اس کو کہا کہ مجھ کو تشفی و اطمینان کیا خاک ہو نہ کوئی جنتر نہ منتر نہ پڑھنت نہ تعلیم نہ تلقین میں تو جیسی تھی ویسی ہی اب بھی ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں پڑھنے پڑھانے کی کچھ حاجت نہیں شاید تجھ کو اپنے سحر آموزی پر یقین نہیں ہوا۔ ذرا اس درخت کی طرف جو سامنے ہے بنظر غضب دیکھ اس نے دیکھا تو درخت فی الفور خشک ہوگیا پھر کہا کہ اب بنظر رحمت دیکھ رحمت کی نظر ڈالی تو معاً سرسبز ہوگیا کہا کہ اب بھی تجھ کو یقین آیا یا نہیں پس تیرے ارادے پر موقوف ہے جو چاہے گی وہ ہو جاوے گا۔ تب اس عورت کو اطمینان ہوگیا گھر میں آئی اور شوہر کو بنظر محبت دیکھا

---

[1] تفسیر بحر الحقائق میں دو جانور بصورت کبش سیاہ اور کشف البیان میں دو جانور بصورت سگ سیاہ لکھا ہے ۱۲

اسی دم مطیع فرمان ہو گیا، ایک روز اظہار محبت کے لئے اپنے شوہر سے یہ تمام ماجرا کہہ دیا کہ تمہارے واسطے ایسی مشقت اٹھائی جادو دیکھ کر تم کو بس میں کیا اور طرح طرح کے جادو اور طلسم اس کو دکھلائے وہ شخص نہایت حیران و پریشان ہوا جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس کو لے گیا اور تمام حال اس کا بیان کیا آپ نے غسل کا حکم دیا پھر فرمایا کہ اب کلمۂ شہادت پڑھ اس نے کلمۂ توحید پڑھا کچھ معلوم نہ ہوا آپ نے فرمایا کہ نہیں کلمۂ شہادت پڑھ غرض تیسری دفعہ اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اس وقت ایک سیاہ چیز جسم کے اندر سے نکلی اور ایک سفید چیز داخل ہوئی جناب وقبلہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا ایمان اور کیا کفر ہے کبھی خارج ہو اور کبھی داخل مگر جاننے والے خوب جانتے ہیں اس میں عجیب باریک اسرار ہیں۔

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو کسی شخص نے رنڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا چونکہ آپ نہایت حسینہ وجمیلہ تھیں اس نے زیور لباس حسن خداداد کی بلا دیکھ کر ان کو بالاخانہ پر بٹھا دیا مشتاقوں کا ہجوم ہونے لگا مگر بوقت شب جس شخص کو نائکہ ان کے پاس بھیجتی۔ اس سے کہتیں کہ اول وضو کر کے دوگانہ پڑھ نوجوان دوگانہ پڑھتا اور حضرت رابعہ بصری نے ہمت باطنی مبذول کی پھر تو اس شخص کی آنکھیں کھل جاتی تھیں اور صبح کو چپ چاپ چلا جاتا تھا۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہر روز بوسہ ہا زنم ایں دست خویش را
گو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

سال بھر تک اسی طور سے فیض جاری رہا کہ جو شخص ایک شب ان کے پاس رہا وہ پھر نہ آیا

قدغن ہے کہ اس کو میں کوئی آنے نہ پائے
گر بخیر آجائے تو پھر جانے نہ پائے

نائکہ نے خیال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جو شخص ایک دفعہ آتا ہے وہ دوبارہ

صورت نہیں دکھاتا۔ اُس کے حسن و جمال اور ناز و ادا اور صورت و سیرت میں کسی طرح کی کسر نہیں لیکن مصرعہ

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ایک رات پوشیدہ ہو کر نائکہ نے تمام کیفیت دیکھ لی صبح کو ان کے قدموں پر گر پڑی کہ میرا قصور معاف کرو مجھ کو حال معلوم نہ تھا آج سے میں نے تم کو آزاد کیا فرمایا کہ اے احمق تو نے مجھ کو آزاد کیا فیض برباد کیا، خیر مرضی خدا یہیں تک تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک روز نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص قبلہ رو پہلو کے راست پر سو رہا ہے خیال کیا کہ شاید نماز پڑھ کر سو گیا ہے پھر ظہر کے وقت گئے تب بھی اسی کروٹ سے سوتے پایا، پھر عصر و مغرب کے اوقات میں بھی وہی کیفیت دیکھی جب وقت مغرب تنگ ہونے لگا اور اس کو جگایا اور فرمایا کہ نماز قضا ہوئی جاتی ہے وہ شخص جاگا اور وضو کر کے اوّل نماز فجر کی نیت کی تو دیکھتے ہیں کہ ٹھیک صبح کا وقت اور تور کا تڑکا ہے پھر اس نے ظہر کی نیت کی تو وقت ظہر معلوم ہونے لگا اور جب عصر کی تو وقت عصر موجود تھا اور مغرب کی نیت کی تو مغرب کا پھر مجدّد صاحب سے اس نے کہا کہ نماز کے لئے تو آپ نے جگایا مگر میرا حال نہ پہچانا کہ کیا ہے بھلا اس حالت کے روبرو نماز کیا شئے ہے۔ لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ نماز کچھ شئے نہیں بلکہ ایسی حالت کے فقیر ہر وقت نماز میں رہتے ہیں۔ گو ظاہر میں نماز نہ پڑھیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک درویش کو ازراہ کشف معلوم ہوا کہ ایک آدمی مسجد کے اندر فعل شنیع کر رہا ہے چونکہ نیا نیا عرفان حاصل ہوا تھا درویش کے دل میں جوشش غضب پیدا ہوا اور ہمت باطن سے مسجد الٹ دی اس کے مرشد کو خبر ہوئی کہا یہ کیا کیا، مرید نے جواب دیا کہ حضرت خانہ خدا اور ایسا فعل مجھ کو تحمل نہ ہو سکا، مرشد نے کہا کہ اے احمق تو کون تھا جس کے گھر میں یہ فعل ہو رہا تھا کیا

اس کا مالک علیم و بصیر و خبیر نہ تھا تو نے کیوں دخل دیا ؎

بر نقش خود است نقش نقاش　　　کس نیست دریں میان تو خوش باش

غرض یہ کہ فقیر اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل نہیں دیتے نہ کسی کے لئے دعا کرتے ہیں نہ کسی کے واسطے بد دعا۔

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت معرفت اور وصول الی اللہ کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک راجہ تھا وہ ہردوار میں آیا اور منادی کرائی کہ فلاں تاریخ گنگا کے کنارے بڑا بھاری دان کروں گا جس کو لوٹنا ہو آوے اور لوٹے تاریخ معینہ پر خلقت جمع ہو گئی راجہ نے کنارۂ دریا پر قسم قسم کے میووں اور طرح طرح کے کھانوں اور عمدہ عمدہ پوشاکوں اور آرائش کی چیزوں کے ڈھیر لگا دیئے اور ایک چھوٹی سی کشتی مرصع و رنگین تمام ساز و سامان سے آراستہ کرائی اس پر فانوس روشن کئے گئے اور بیچ میں ایک گھڑا سربمہر رکھوایا جس پر عجیب و غریب نقاشی اور طلائی کام ہو رہا تھا وہ کشتی منجدھار میں چھوڑی گئی اور حکم عام دیا گیا کہ جس کا جی چاہے لوٹ لے لوگ ٹوٹ پڑے اور اپنی خواہش کے موافق لوٹنے لگے وہ کشتی جو اس شان و شوکت سے دیکھی سمجھے کہ بڑی دولت اور بیش بہا جواہر ضرور اس کشتی میں ہوں گے اس طمع میں ہزاروں آدمی دریا کے اندر کود پڑے کوئی گناہ ڈوبا کوئی دو قدم چل کر کوئی چار قدم چل کر غرض بہت سی جانیں تو کشتی کی آرزو میں گئیں لیکن چند آدمی ہاتھ پاؤں پیٹ کر کشتی تک جا پہنچے اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس گھڑے کو کھولا تو دیکھا کہ بالکل خالی بس اسی پر تم اپنے سوال کا جواب قیاس کر لو۔ م

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقیری میں صحبت کو بڑا اثر ہے اور مردان خدا نے اسی کو جزو اعظم سمجھا ہے ؎

یک زمانے صحبتے با اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

جو باتیں بچپن سے دل میں سمائی ہیں وہ کانوں کی راہ سے آئی ہیں اور کانوں ہی کے راستہ سے نکلیں گی ؎

بھو بھاگت بھاگت بھاگے — رنگ لاگت لاگت لاگے!

بہت دنوں کا سویا منوا — جاگت جاگت جاگے!

یعنے رفع اوہام وتشکوک کے لئے ایک مدت چاہیے ؎

عمرے باید کہ یار آید بکنار

مگر اس زمانہ کے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ آج مرید ہوئے وظیفہ پوچھ کر گئے دوسرے دن ہی شکایت کرتے ہیں کچھ اثر نہیں ہوا، یہ نہیں سوچتے کہ عمر بھر کی کثافت کو ایک دن کا وظیفہ کیا دور کر سکتا ہے اور مرشد کو ایسی کیا غرض پڑی ہے کہ اپنی صفائی وقت کو چھوڑ کر دوسرے کے حال پر متوجہ ہو اور وہاں بالفرض ایسا بھی کرے تو مرید کا تمام عمر کا علم مٹانا اور اس کے بجائے اپنے علم کو جمانا کوئی ہتھیلی کی سرسوں نہیں ہے۔ ہاں رفتہ رفتہ عرصہ دراز کی صحبت میں اصلاح حال خوب ہوتی ہے اگر دفعتہً نظر ڈالی جائے تو مرید سے تحمل کب ہو سکتا ہے جیسے میاں جعفر شاہ پٹیالوی نے ہمارے ہم سبق کو مارا تھا۔ طریقہ تعلیم کا بتدریج ہے جس طرح لوہار لوہے کو گرم کرتا ہے پھر چوٹ لگا کر بڑھاتا ہے یا سنار آہستہ آہستہ کوٹ پیٹ کر تار کو بار بار جنتری میں نکالتے تب وہ درستی کے ساتھ تیار ہوتا ہے۔ اگر بے ڈھنگے طور پر زور آور ہوں تو کیا ہو گا فوراً چیز ٹوٹ پھوٹ کر خراب وضائع ہو جائیں گی۔ پس ہر کار میں صبر ضرور ہے۔ ؎

صبر خود کے باشد اہل درد را — در بلا صبرے بباید مرد را!

ایک صاحب نے اپنے دوست کو لکھا کہ تمہارے بعد جناب قبلہ نے مجھ کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا چند روز میں اس قدر فیض وفائدہ حاصل ہوا کہ قابل تحریر نہیں۔ یہ خط پڑھ کر ان کے دل میں خیال گزرا کہ افسوس چند روز مرید تو اپنے اپنے مطلب کو پہنچ جاوے اور میں محروم جب یہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو اشارہ

گفتگو میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے۔ کسی چیلہ نے اپنے گرو سے شکایت کی کہ گرو جی مجھے چار سال ہوگئے اب تک کچھ اثر مرتب نہیں ہوا ہنوز روز اوّل ہے۔ کہا اچھا دیکھا جاوے گا دوسرے روز گرو جی نے بھنگ گھوٹ کر خود پی لی اور اس چیلہ کو بھی پلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہو چیلا جی کیا حال ہے کہا گرو جی کچھ نہ پوچھو ایک دھوندھوکال ہے اور کچھ نظر نہیں آتا، گرو نے کہا ایسے یہاں دھوندھوکال کے سوا اور کچھ نظر نہیں آوے گا۔ بس اسی دھوندھوکال میں سب چلے گئے ہیں تو بھی چلا جا۔ سو صاحب یہاں سوائے توحید کے اور کیا رکھا ہے جو نظر آوے اور اگر کسی نے کچھ دیکھا ہے تو یہ اس کے تخیلات اور وہمیات پر محمول ہے ان شبہات کا کیا اعتبار اللہ تعالےٰ ان سب سے منزہ و مبرا ہے پس ما سوا اللہ سب ہیچ ہے ؎

مے صرف وحدت کسے نوش کرد — کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

ایک روز کسی شخص نے توحید کے بارہ میں سوال کیا اس وقت ارشاد ہوا کہ ؎

سالکے پرسید از شبلی سوال — گفت ما التوحید اے صاحب خصال
گفت شبلی ہر کہ بدہد ایں جواب — ثابت است الحاد او را ہم عذاب
چون کسے ثابت شود توحید او — مشرک است در عالم بستر مگو
ہر کہ بشناسد توحیدش خدا — کافرست آن مرد در ہر دو سرا
سوئے توحیدش اشارت ہر کہ کرد — بت پرست او را بداں اے نیک مرد
گر کسے دارد ز توحیدش سوال — جاہل ست آن مرد نبود اہل حال
دم مزن اینجا نشاید دم زدن — ہر چہ گوئی نیست حق وہم ست وظن
صورت از بے صورتی گردد عیاں — ہمچناں صورت شود بے جسم و جان
روح پنہاں است و صورت شد عیان — فہم از معنی بود صورت بیان
لفظ بے حرف است حرف از لفظ شد — معنی و صورت یکے باشد بخود

عارفاں ہستند اینجا بے نشان　　　بے بصر بے سمع بے حس بے زبان
عقل اینجا ہست سرگردان و خام　　　نیست مدرک در معانی فہم عام!

ایک روز ایک طالب کی استدعا کے جواب میں ارشاد ہوا کہ ایک رنگریز تھا جب کوئی شخص اس کے پاس کپڑا رنگنے کے واسطے لاتا اور کہتا کہ فلاں قسم کا رنگ مطلوب ہے تو وہ کہتا ہے کہ میاں صاحب یوں تو ہر قسم کا رنگ مجھ کو رنگنا آتا ہے لیکن میرے نزدیک تو سیاہ بھرا سب سے بہتر ہے۔ پس ہم سے پوچھو تو توحید کے سامنے سب مدارج و مراتب ہیچ ہیں لیکن یہ ایسی بات نہیں کہ تم کو زبانی بتلادیں نہ اس کی کوئی کتاب ہے کہ سبق پڑھادیں کیونکہ یہ امر حال و وجدان ہے نہ قال و بیان عبارت و اشارت میں اس کی گنجائش نہیں دیکھو اس مجرہ کو اگر کہا جائے کہ عین درگاہ قطب صاحب ہے تو یہ بھی غلط اور اس کا عکس بھی غلط اور دونوں صحیح بھی ہیں۔ سمجھنے کی ہے بات کہتا نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مدارج دینی و دنیوی جب تک پروردگار نہ عطا فرمائے اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہوتے ہزارہا اولیاء اللہ گزرے اور صدہا غوث و قطب گزرے لیکن درجہ محبوب سبحانی۔ غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو عطا فرمایا اور درجہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین چشتی بدایونی قدس سرہ کو عطا فرمایا ہے

جا کو وہ چاہے وہی سہاگن ہوے

درجہ محبوبیت سوائے ان دو بزرگوں کے اور کسی ولی کو اللہ جل شانہٗ نے مرحمت نہیں فرمایا۔

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ علامت فقیر کیا ہے اس کے جواب میں فرمایا کہ خاکستر ہونا یعنی جس طرح خاکستر خوشبو اور بدبو دونوں کو ڈھانپ لیتی ہے اسی طرح فقیر بھی لوگوں کے عیب متحمل و صواب اور نیک و بد پر نظر نہیں کرتا ہے

گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد!　　　از کمان دار بیند اہل خرد!

از خدادان خلاف دشمن و دوست   کہ دل ہر دو در تصرف اوست

ایک روز ارشاد ہوا کہ یقین کی تین قسمیں ہیں۔ ایک علم الیقین۔ دوسری عین الیقین اور تیسری حق الیقین۔ دیکھو یہ گھڑا جو سامنے دھرا ہے تم اس کی صورت دیکھ کر جان سکتے ہو کہ اس کے اندر پانی ضرور موجود ہے جو صاف و سفید و سیال ہے اور جو تشنگی کو رفع کرتا ہے پس یہ یقین علم الیقین ہے لیکن جب تم اس گھڑے کا ڈھکنا اٹھا کر آنکھ سے دیکھ لو کہ بے شک اس کے اندر پانی ہے اور وہ ان تمام صفات سے موصوف ہے تو یہ یقین عین الیقین ہے پھر تم گھڑے میں سے پانی انڈیل کر پی لو تو اس وقت پانی کی حقیقت ایسی منکشف اور عیاں ہو جائے گی کہ علم اور عین دونوں پہ پانی پھر جائے گا تم میں اور پانی میں کوئی واسطہ اور حجاب باقی نہ رہے گا بلکہ تمہاری اور اس کی حقیقت واحد ہو جائے گی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ملتان سے ہم حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر گئے اور تین روز وہاں رہے ان کے فقروں میں تعصب و تعلی اس قدر دیکھی کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ خاندان چشت کو ہمارے سامنے برا کہنے لگے حتیٰ کہ حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس اللہ سرہ کو کہنے لگے کہ ہمارے مرشد میاں باہو صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر بابا فرید صاحب میرے زمانہ میں ہوتے تو میں اُن کو مشاہدۂ ذات کو پہنچاتا باوجود اس زہد کے ان کو مشاہدہ نہیں نصیب ہوا۔ ہم نے کہا بابا فرید قدس سرہ تو علیحدہ رہے حضرت میراں شاہ بھیک قدس سرہ کو تمہارے میاں باہو توحید میں تو پہنچے ہی نہیں بلکہ توحید کی تو ہوا نہ تمہیں نہ میاں باہو کو نصیب ہوئی ہے بابا فرید قدس سرہ تو اپنے عہد کے سلطان ابراہیم ادہم و جنید تھے۔ بلکہ ایسا فقرہ لکھنا ایسے شخص کی بابت کہ جو منفرد ہوا ہے کمال ہی نادانی و حسد ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ طے سلوک تک پیر کا واسطہ رہتا ہے مگر منزل عرفان کے بعد جو قرب مرید کو حاصل ہوتا ہے اُس کی خبر پیر کو بھی نہیں ہوتی جیسے دولہا دلہن کے ہر کام کے کفیل ان کے ماں باپ ہوتے ہیں مگر پردۂ خلوت کے

اندر جو کیفیت پیش آتی ہے اس کو ان دونوں کے سوائے کوئی غیر نہیں جان سکتا ہے۔ علم

حال خلوت شاہ داند یا عروس

ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان نقشبندیہ میں تو صفائی اور معلومات مبتدی کا دل بہلاتی اور ہمت بڑھاتی ہے۔ ایسے ہی خاندان چشتیہ میں ذوق وشوق کی چاٹ طبیعت کو اچاٹ نہیں ہونے دیتی مگر خاندان قادریہ میں مبتدی کو بجز بے حالی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی لئے بعض طالب مایوس ہو کر کمر ہمت کھول دیتے ہیں البتہ مدت دراز اور مجاہدہ کثیر کے بعد آخر میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا دفعتہً صور پھونک دیا یا جیسے کنواں کھودتے کھودتے یکبارگی بم پھٹ گئی پھر تو سبحان اللہ سب کیفیتیں اس کے سامنے گرد ہیں اور اگر طالب کو کچھ حاصل نہ ہوا اور اس راہ میں کھیت رہا تو یہ ہزار مرد سے بہتر ہے کیونکہ راہ خدا میں حاصل وحصول کیا جو قدم اس طرف اٹھا وہی نقد وقت ہے۔

ایک روز ایک صاحب جن کو خدمت مبارک میں شرف ارادت حاصل تھا حاضر ہوئے اور اپنے دل میں سوچنے لگے کہ افسوس ہم بہ سبب بعد مسافت اور شغل ملازمت کبھی کبھی زیارت سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ بڑے خوش نصیب ہیں یہ لوگ جن کو ہر روز دولت حضوری اور فیض صحبت حاصل ہوتا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ نطفہ قرار پانے کو تو ایک ہی صحبت بس ہے ورنہ ہزار بار میں بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ریاضت ومجاہدہ بھی ایک امر ضروری ہے دیکھو جب کہربا کی قوت دھیمی پڑ جاتی ہے تو رگڑنے سے پھر تیز ہو جاتی ہے اسی طرح طالب کا قلب مجاہدہ سے تر وتازہ رہتا ہے۔

ایک روز کسی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مخدوم علاؤ الدین صاحب صابر قدس سرہ کو اس قدر جلال تھا کہ جو شخص یا جو چیز آپ کے سامنے آتی سوختہ ہو

جاتی اس پر ارشاد ہوا کہ مخدوم صاحب کو تجلی ذات و مشاہدہ ذات دوامی تھا اور
ایسا مشاہدہ و جلال چندہی اولیاء اللہ کو ہوا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ نے جناب الہٰی میں عرض کیا کہ جب
غلام بوڑھا اور بے کار ہوجاتا ہے تو دستور ہے کہ اس کو خدمت سے آزاد کر دیتے
ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ آئندہ مجھ کو بھی بندگی سے آزادی ملے حکم ہوا کہ اور
جو چاہو مانگ لو مگر آزادی طلب نہ کرو، اس بزرگ نے پھر یہی درخواست کی اور
قبول ہوگئی اس کے بعد کسی نے ان سے پوچھا کہ کہو اب کیا حال ہے، جواب
دیا کہ ؎

بندگی شود محو و آزادی نماند | ذرہ در دل غم و شادی نماند
بے صفت گشتم نہ گشتم بے صفت | عارفم اما ندانم معرفت

غرض یہ ہے کہ بغیر کسی مشغلہ کے لطف زندگی نہیں آدمی کو کچھ نہ کچھ دھندا
ضرور چاہیے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس مصرعہ کے معنی بیان کرو ؎

بجسم پاک پیغمبر مگس نشست و ننشیند

جب حاضرین میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو فرمایا کہ نہ نشست کے معنی تو ظاہر
ہیں اور نہ نشیند سے یہ مراد ہے کہ جو لوگ فنا فی الرسول ہوجاتے ہیں ان کے جسم پر
بھی مکھی نہیں بیٹھتی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ منشاء سرکار یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو نہ دیکھے جیسے
آنکھ تمام جہان کو دیکھتی ہے لیکن اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی ؎

چشم بیند ہر کم و ہر بیش را | لیک نتواند کہ بیند خویش را

اسی طرح ناک ہر شے کی خوشبو و بدبو سونگھتی ہے الا اپنے پیٹ کی بدبو سے محض
بے خبر ہے۔ ہاں اگر فضل خدا شامل حال ہو اور کوئی مرد خدا اپنے وجود کی سیر کرادے
تو سبحان اللہ ؎

وہ ہے پاس میرے میری بدگمانی
لئے پھرتی مجھ کو کہیں سے کہیں ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابراہیم ادہم کا ایک صحرا میں سے گزر ہوا دیکھا کہ چند اولیاء اللہ مرد میدان تسلیم و رضا اپنے حال میں مستغرق اور مراقبہ میں مصروف ہیں یہ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھ کر بیٹھ گئے اور مشغول مراقبہ ہوئے، اس وقت حضرت ابراہیم ادہم کو از راہ باطن منکشف ہوا کہ ایک جہاز سمندر کے اندر مبتلائے طوفان ہے اور بادِ مخالف کے سخت جھکولے ایسے لگتے ہیں کہ جہاز قریب غرق ہے اور اہل جہاز غایت عجز و نیاز اور خضوع و خشوع اور گریہ زاری کرتے ہیں ان کی فریاد و واویلا سے شور قیامت برپا ہے یہ کیفیت مشاہدہ کر کے براہ ترحم ان کا جی بھر آیا اور از راہ باطن جہاز کی مدد کی اور اس کو صحیح و سلامت طوفان سے نکال دیا۔ اولیاء بزرگ باہم بولے کہ دیکھو یہ فضولی ہم میں سے کس نے کی سب نے انکار کیا، حضرت ابراہیم ادہم بولے کہ صاحبو مجھ کو ایسا رحم آیا کہ زیادہ صبر نہ ہو سکا میں نے یہ کام کیا، انہوں نے کہا کہ سنو صاحب سرکار کو تو خود اس جہاز کا بچانا منظور نہ تھا اگر ڈبونا ہوتا تو تمہاری ہمت سے کیا ہو سکتا تھا تم نے دخل دے کر مفت اپنے ذمہ ایک الزام لے لیا ہماری تمہاری صحبت راس نہ آئے گی۔ یہ کہہ کر سب غائب ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ حضرت ابراہیم ادہم کا ابتدائی تھا ورنہ دعا نہ کرتے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم نے ان کو یہ جواب دیا کہ جہاز کا بچانا بھی تو تقدیر الٰہی میں میری دعا پر موقوف ہے جو میں نے دعا کی ورنہ میں دعا کب کرتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ریداس اپنے مکان کے دروازے پر کھڑے تھے ایک برہمن سے جو گنگا اشنان کے لئے جاتا تھا پوچھا مہاراج کہاں جاتے ہو کہا گنگا جی کے اشنان کو ریداس نے اس کو ٹکہ دیا اور کہا کہ جب تم ہر کے پیڑی پر پہنچے اور اشنان کر چکے تو اول میرا سلام کہنا اگر گنگا جی اپنا ہاتھ پانی سے نکالیں تو پھر یہ ٹکہ ان کے ہاتھ پر رکھ دینا ورنہ واپس لے آنا، اس برہمن نے بعد اشنان کے ایسا ہی کیا ایک نازنین

اتھ برآمد ہوا مگر اس پر رکھ دیا گنگا جی نے ایک کنگن نہایت عجیب و غریب مرصع
و بیش بہا اس برہمن کو دیا کہ یہ ریداس کو بعد سلام یہ کنگن دے دینا برہمن واپس آیا اور کنگن
ان کو حوالے کیا ریداس نے اس برہمن کو دے دیا اس نے راجہ کی نذر کیا راجہ نے رانی کو دیا
رانی نے فرمائش کی کہ اس کی جوڑی کا دوسرا کنگن پیدا کرو۔ راجہ نے برہمن سے کہا اس نے
ریداس سے عرض کیا کہ صاحب یوں معاملہ ہے۔ اب دوسرا کنگن بھی دلوائیے ورنہ مارا
جاؤں گا۔ ریداس ایک ٹکہ لے کے اپنے کھوٹ[1] کے کنارہ کھڑا ہوا اور کہا کہ من چنگا
تو کھوٹ ہی میں گنگا اتنا کہنا تھا کہ وہی کھوٹ کے پانی سے برآمد ہوا ٹکہ دے دیا
اور کنگن لے آیا۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آدمی کا قلب سلیم ہونا چاہیے پھر جو چاہیے
سو موجود ہے کچھ حاجت کہیں آنے جانے کی نہیں۔ اور یہ بجز توحید کے نہیں ہو سکتا ؎

چون از دگشتی ہمہ چیز از تو گشت چون از دگشتی ہمہ چیز از تو گشت

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عزیز خلیفہ تھا
جو خلیفہ بغداد کا پیر تھا ایک روز مجمع عام میں انہوں نے کہا کہ پیر کامل مرغی کی مانند ہوتا
ہے یعنی مرغی کے تلے جس قسم کے انڈے رکھ دو گے ان کو سیکر بچے نکال دے گی تیتر کے
بچے جنگل میں اڑ جائیں گے مرغی کے خاک میں لوٹیں گے بط کے دریا میں تیریں گی ہم بھی
مثل بچہ بط کے دریائے توحید میں شناوری کرتے ہیں ؎

بچہ بط اگر چہ شبیہ بود اب دریاش تا بسینہ بود

یہ ماجرا کسی شخص نے حضرت نجم الدین کبریٰ کے سامنے عرض کیا کہ آپ کے خلیفہ آپ
کو مرغی سے تشبیہ دیتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں یہ سن کر فرمایا کہ وہ نالائق دریا میں ڈوبے
گا وہ خلیفہ صاحب چونکہ بادشاہ کے پیر تھے اس لئے محلات شاہی میں ان سے کچھ پردہ
نہ تھا بے تکلف چلے جایا کرتے تھے اتفاقاً ایک دن تشریف لائے تو بادشاہ گھر میں نہ تھا
یہ اس کے پلنگ پر سو رہے تھوڑی دیر بعد بیگم آئی اور وہ بادشاہ کے خیال میں ان کے برابر

---

[1] کھوٹ چمڑا رنگنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

لیٹ کر سو گئی کچھ دیر بعد بادشاہ آیا اور یہ تماشا دیکھا چپ چاپ واپس چلا گیا اور دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی جب میاں صاحب کی آنکھ کھلی تو بیگم کو پاس دیکھ کر وہاں سے چل دیئے بادشاہ سے ملاقات ہوئی، اس نے ملاحوں کو حکم دیا کہ آج حضرت پیرو مرشد کو سیر دریا کراؤ اور ان کو اشارہ کر دیا کہ کشتی کو منجدھار میں لے جا کر ڈبو دینا ملاحوں نے حکم کے بموجب عمل کیا جب بادشاہ رات کے وقت محل میں آیا تو بیگم نے دن کا قصہ سنایا اور تمام حال بیان کیا یہ قصہ سنکر بادشاہ کو نہایت ملال ہوا کہ میں نے بڑا ظلم کیا اور پیرو مرشد کو ناحق ڈبو دیا اب یا تو قصاص لازم ہے یا خون بہا یہ خیال کر کے بہت سا روپیہ لے کر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض حال کے بعد روپیہ اور شمشیر برہنہ سامنے رکھ دیئے کہ خون بہا بھی حاضر ہے اور سر بھی موجود ہے جیسا حکم ہو اس وقت حضرت حالت جذب میں تھے فرمایا کہ ہاں میرے عزیز مرید کو مار کر اب روپیہ اور سر لے کر آتا ہے کیا اس کی اتنی ہی قدرو منزلت تھی نہیں اس کے خون بہا میں اول میرا سر پھر تیرا سر اور جتنے اس زمانے کے اولیاء اللہ ہیں اور سادات عظام و علماء کرام اور امراء ذوی الاحتشام ایک ایک کا نام لینا شروع کیا تھا۔ یہاں تک کہ فریدالدین عطار کا سر وغیرہ بغداد کا نام شروع کیا اور لفظ ۔بغ زبان سے نکلا تھا کہ ایک مرید نے ان کا منہ بند کر لیا کہ یہ تو ہمارے پیروں کا مکان ہے پھر چپ ہو گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چنگیز خاں ہلاکو نے تاتار سے خروج کیا پہلے حضرت کا سر کاٹا پھر اس بادشاہ کا اور ملک خراسان اور ایران کو بھی تہ تیغ کر دیا اور نصف بغداد کو بھی قتل و غارت کیا جب لشکر مغل نیشاپور کے قریب پہنچا تو حضرت فریدالدین عطار نے اپنا پیالہ چوبین اوندھا کر دیا تمام شہر لشکر کی نگاہ سے پوشیدہ ہو گیا فوج حیران ہو کر اپنے خیمہ گاہ پر آن پڑے ہو گئے روز

لہ یعنی بغداد کہنا چاہتے تھے مرید نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا جو کہ نصف بغداد یعنے منہ سے نکل چکا تھا نصف بغداد بھی قتل ہوا ۱۲۔

چنگیز خان نے پھر لشکر روانہ کیا تمام کو ٹکر بی کھا کر لشکر واپس آیا اور شہر کا پتہ نہ چلا چنگیز خان نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے اس شہر میں کوئی مرد کامل ہے خیر کل کو میں خود لشکر کا رہنما بنوں گا اور شہر پر تاخت کروں گا یا وہ نہیں یا میں نہیں۔ چنانچہ اگلے روز اس نے نیشاپور کا قصد کیا ادھر حضرت عطار نے اپنا پیالہ الٹنا چاہا کہ حضرت خضر علیہ السلام پہنچے اور حضرت عطار کا ہاتھ پکڑ لیا کہ بس رہنے دو حکم سرکاری تمہارے قتل کے واسطے جاری ہو چکا ہے بولے کیا قصور خضر نے کہا قصور کچھ نہیں بلکہ اختیار ہے

جہاں دارد داند جہاں داشتن   یکے را بریدن یکے کاشتن

اور تم موحد ہو کر غیریت سمجھتے ہو وہ شان جمال تھی یہ شان جلال ہے یہ کیا کہ میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو ہے

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ   ان ہتیس کا عکس پر یکھ

اور اگر اب پیالہ الٹو گے تو بھی کچھ نہیں ہونے کا بس اب کرامت اپنی رہنے دو ناچار شیخ عطار صاحب نے سر جھکا دیا اور قتل کئے گئے۔ اس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ میاں ہم تو یہی کہتے ہیں۔ ہے

خواہی ز فراق در فغان دار مرا   خواہی ز وصال شادمان دار مرا
من با تو نگویم کہ چنان دار مرا   زان سان کہ دل تست چنان دار مرا

اور اگر ہم دعا بھی مانگیں تو یہ مانگیں ہے

ندارم ذوق رندے نے خیال پاکدامانی   مراد یوانہ خود کن بہر رنگے کہ میدانی

ایک روز ارشاد ہوا کہ بخت نصر بادشاہ ابتدا میں نہایت نیک بخت و صالح تھا حضرت زکریا و یحیی علیہ السلام کی نہایت اطاعت کرتا تھا۔ اتفاقاً اس نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ہمراہ ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ پہلے شوہر سے تھی جب وہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ حسن کی بہار دیکھ کر فریفتہ و دیوانہ ہو گیا۔ اس کی ماں کو پیام دیا وہ بہت خوش ہوئی مگر دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے اور یہ نکاح پیغمبران خدا کی شریعت کے خلاف ہے وہ کاہے کو اس کام کی

اجازت دیں گے اس لئے بادشاہ سے کہا کہ تم اس کا مہر ادا نہ کر سکو گے اس نے دریافت کیا کہ ایسا کتنا مہر ہے جو کچھ کہو گے ہم دوں گا عورت نے کہا اس کا مہر تمہارے دونوں پیغمبروں کا سر ہے۔ اگر تم یہ مہر ادا کر سکو تو لڑکی حاضر ہے ورنہ اس کا نام مت لو بادشاہ نے کہا کہ یہ بے چارے دو مسکین خدا کے دوست بیت المقدس کے مجاور ہیں کسی کام میں دخل نہیں دیتے بلکہ ہمارے خیر خواہ و دعا گو ہیں ان کو بے جرم و گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے۔ اس کے سوا جو کچھ مانگو جو مہر کہو مجھ کو منظور ہے اس نے کہا کہ اس کے سوا اور کوئی مہر نہیں ہے بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں بے گناہوں کا سر لاؤ حکم کے بموجب سپاہیوں نے جا کر اوّل حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا۔ حضرت ذکریا نے ایک درخت سے التجا کی کہ تو مجھ کو اس وقت پناہ دے دے وہ درخت پھٹ گیا یہ اس کے اندر سما گئے وہ پھر بند ہو گیا لیکن تھوڑا کپڑا باہر رہ گیا، فوج متحیر ہوئی کہ کہاں غائب ہو گئے نشان شیطان نے دیا کہ اس درخت کے اندر ہیں۔ اور یہ کپڑا ان کے ہونے کی علامت ہے پھر شیطان نے آرہ کی ترکیب بتلائی درخت چیرا گیا جب نوبت آرہ کی سر تک پہنچی تو حضرت نے سسکی بھری حکم الہیٰ نازل ہوا کہ اگر آہ کرو گے تو پیغمبری سے خارج کر دیئے جاؤ گے تم نے غیر سے پناہ کیوں مانگی ہے اگر ہم سے التجا کرتے تو کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے اب اس کا مزا چکھو اور چپ چاپ سر پر آرہ چلنے دو، غرضکہ سر سے پاؤں تک جسم چیرا گیا اور حضرت ذکریا نے دم نہ مارا ؎

سرے است در حقوق محبت برائے ما	عشاق از دو دیدہ کشد ابتلائے ما
ما آدم از بہشت بے این گشدہ ایم	تا تندرتم بہ بیند اندر سرائے ما!
ما نوح را ز طوفانی سرگشتہ کردہ ایم	موسیٰ لعیب یافتہ قوت عصائے ما
انگشتر سلیمان بادیو دادہ ایم	یعقوب خود نگاہ کند در قضائے ما
گاہے در انگنیم بآتش خلیل را	قربان کند اگرچہ پسر در رضائے ما

گہہ ارہ را تبارک سرزکریا کشیم | یحییٰ کشیم دم نزنند در قضائے ما
دانڈن مصطفیٰ را اید دست بشکنیم | ایوب صابر آمدہ از کرم ہائے ما
گہہ چاشنی زہر بحلق حسن کنیم | گہہ تیغ بر حسین کشد کربلائے ما
بیگانہ را چہ کار بود در بلائے غم | آنوا رسد کہ خاص بود آشنائے ما
فرعون را نداد یم آید دست درد سر | زیرا کہ او نداشت سر دردہائے ما
شداد را بہ نعمت چنداں رسانیدہ ایم | ہشتم بہشت آورد ماندہ سرائے ما
ما پروریم دشمن و مامے کشیم دوست | کس را مجال نیست بچون و چرائے ما
حافظ ہمیشہ نالہ کند در بلائے ما | باشد کہ خود علاج کند دردہائے ما

غرض اس بیان سے یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی سے استعانت نہ چاہے بلکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح خدا سے بھی طلب نہ کرے مصرعہ

کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند!

دوہا — بن مانگے موتی میں ملی مانگی ملے نہ بھیک

دوہا — اس کی رضا پہ چھوڑ دو بہر خدا جو ہو سو ہو

جب دونوں پیغمبر اس طرح بیدردی سے قتل کیے گئے تو غضبِ الہٰی نازل ہوا دن تاریک ہو گیا، ایک بادشاہ فوج خونخوار لے کر چڑھا اور اس شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون بند نہ ہوتا تھا جب قبر میں رکھتے تھے تو قبر خون سے لبریز ہو جاتی تھی بادشاہ لشکرکش نے قسم کھائی کہ جب تک خون بند نہ ہو گا میں قتل سے باز نہ رہوں گا۔ ہزارہا آدمی تہ تیغ کر دیئے لیکن خون بند نہ ہوا اس وقت ایک شخص حضرت یحییٰ کی لاش پر آیا اور کہا کہ تم پیغمبر ہو یا ظالم ایک خون کے بدلے میں ہزارہا آدمی قتل ہو چکے اب کیا سارے جہان کو قتل کرائے گا۔ اتنا کہنا تھا کہ ان کا خون بند ہو گیا۔ جامع دمشق میں حضرت کی قبر ہے۔

بڑے بھٹے دکھ بہت ہیں چھوٹے سے دکھ دور | تارے سب نیارے رہیں گہیں چاند اور سور
خوب پرکھ کی دیکھ کبیرا یہ مردوں کا گانو | اس میں جگ بھر کوئی نہ بیا کس کا لیجے ناؤ

پیر پیغمبر مر گئے مر گئے جنگم جوگی!
راج کرنتا راجہ مر گئے مر گئے اور بید روگی
چندا مرے سورج مرے مرے پرن اکاسا
چودہ طبق پانی میں ڈوبیں انکی چھوڑو آسا
راما مر گئے کرشنا مر گئے مر گئے لکھو پاتی
اسکو سادہ کیوں نہیں پوچھو جسکو موت نہ آتی
ایک سمر لی الکھ نرنجن جن یہ جگ اپجایا
کہیں کبیرا سنو رے سادھو جھوٹی جگ پر مایا

اس شعر پر حضرت نے فرمایا یہاں کبیر بھی چوک گیا اس جہان کو جھوٹا کہنا کمال نادانی ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۵

پس مگو کاین جملہ دنیا باطل اند
باطلاں در بوئے حق دام دل اند
پس مگو جملہ خیال ست و ضلال
بے حقیقت نیست در عالم خیال
آنکہ گویند جملہ حق سب احمقے ست
وانکہ گوید جملہ باطل او شقیست

ایک روز ارشاد ہوا کہ سلطان محمود غزنوی حضرت ابوالحسن خرقانی کی زیارت کے لئے خرقان میں پہنچا پہلے پیام بھیجا کہ میں آپ کی زیارت کے واسطے غزنین سے یہاں تک آیا آپ خانقاہ سے خیمہ تک قدم رنجہ فرمایئے اور قاصد کو سکھا دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو یہ پڑھیو اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ حضرت نے جواب دیا کہ ہم کو معذور سمجھو اس نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا کہ در اطیعوا اللہ چناں مستغرق ام کہ اطیعوا الرسول خجالت ہا دارم تا بہ اولی الامر چہ رسد قاصد نے آن کر محمود کو یہ جواب سنا دیا محمود نے اپنی پوشاک ایاز کو پہنا کر سلطان بنایا اور دس کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر غلام اور خود ہتیار باندھ کر اس کی اردلی میں چلا اور حضرت کے حجرہ میں پہنچا، حضرت نے تعظیم نہ دی محمود نے کہا کہ آپ نے سلطان کی کچھ توقیر نہ فرمائی فرمایا کہ تم نے جال لگایا ہے محمود نے کہا بے شک جال تو لگایا ہے مگر آپ اس جال کی چڑیا کا ہے تو ہیں پھر محمود بولا کہ

سلہ یعنی ایک کو اختیار کر لیا جو نظر نہیں آتا اور سب گھٹ میں سمایا ہوا ہے جس نے جہان کو پیدا کیا کبیر کہتا ہے سنو یارو جھوٹے جگ میں پھر کوئی آیا ہے ۱۲ ؎۲ اے پروردگار ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے یہ جہان بے فائدہ ۱۲۔

کچھ ارشاد فرمائیے کہا کہ ان نامحرموں[1] کو باہر کر دو پھر محمود نے دعا کی درخواست کی اور ایک تھیلی اشرفیوں کی پیش کی آپ نے ایک سوکھی روٹی جو کی نکالی اور سامنے رکھ دی، محمود نے کھائی مگر نوالہ گلے میں اٹکتا تھا فرمایا کہ ایسی تمہاری اشرفیاں ہمارے حلق سے نہیں اتریں گی بس اٹھاؤ ہم اس کو طلاق دے چکے ہیں پھر محمود نے عرض کی کہ کچھ یادگار اپنا عنایت فرمائیے شیخ نے ایک کپڑا اپنا دیا اور فرمایا کہ اگر تم کو کہیں بڑی مشکل پیش آوے جس کی عقدہ کشائی دشوار ہو تو اس کے ذریعہ سے دعا کرنا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا، جب محمود رخصت ہونے لگا تو اس وقت تعظیم کے لیئے حضرت کھڑے ہو گئے اس نے پوچھا کہ آتے وقت کچھ نہ تھا تو اب جاتے وقت تعظیم کیسی جواب دیا کہ اے محمود تو بادشاہی کے گھمنڈ میں امتحان کے لئے آیا تھا مگر اب تو فقیری اور انکسار کی دولت لے کر چلا ہے پس میں تیری شاہی کی تعظیم کے لیئے نہیں اٹھا بلکہ فقیری کی تکریم کے واسطے کھڑا ہوا ہوں محمود واپس ہوا اور وہاں سے آن کر سومنات پر حملہ کیا جب معرکہ سخت پیش آیا اور تردد پیدا ہوا تو اس لباس کو لے کر دعائے فتح مانگی اور منت مانی کہ جو کچھ غنیمت ہاتھ آوے گی درویشوں کو نذر کروں گا چنانچہ اسی روز محمود کا لشکر فتح یاب ہو گیا اور رات کو محمود نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی فرماتے ہیں کہ تو نے ہمارے خرقہ کی بھی آبرو کھوئی اگر تو دعا کرتا تو تمام کفار کو خدائے تعالیٰ اسلام نصیب کرتا۔ اس فتح سومنات میں مال کثیر سلطان کے ہاتھ آیا مولویوں سے دریافت کیا کہ یہ غنیمت کس کو دینی چاہیے کہا کہ علماء کو تاکہ علم دین کی ترقی ہو پھر غازیوں اور امیروں اور لشکریوں سے یہی سوال کیا، ہر ایک نے اپنے اپنے مطلب کی کہی سب کے بعد ایک مجذوب سے پوچھا جو لشکر میں رہتا تھا اس نے جواب

یہ فائدہ ۱۲۔ [2] یعنی فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی اور حاکم کی جو تم میں سے ہو ۱۲ [1] یعنی امتحان لیا ۱۲ [2] یعنی یہ کمترین جو بظاہر غلاموں کے بھیس میں ہیں ۱۲۔

دیا سن محمود اگر خدا سے آئندہ کچھ مطلب ہے تو بموجب اقرار کے فقراء میں تقسیم کر دو رنہ جو مقصد اب تھا وہ تو ہو ہی چکا آئندہ خدا سے کچھ توقع مت رکھ اور مال غنیمت کو اپنے خرچ میں لا بادشاہ نے یہ جواب سن کر حسب وعدہ تمام مال غرباء کو لٹا دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بارادہ بیعت حاضر ہوئے تو اس وقت خواجہ صاحب ایک درخت خشک سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے بابا صاحب کو خیال آیا کہ تعجب ہے جس درخت کو خواجہ صاحب نے کمر لگائی وہ خشک رہے ایک نظر جو ڈالی تو درخت سرسبز ہو گیا خواجہ صاحب نے نگاہ کی تو وہ پھر خشک ہو گیا۔ غرض دو بار اسی طرح الٹ پلٹ ہوئی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میاں فرید تم فقیری کرنے آئے ہو یا خدا سے لڑنے مرضی الٰہی تو یوں ہے کہ درخت خشک رہے تم اس کو ہرا بھرا کئے چاہتے ہو جاؤ قطب الدین کے پاس وہ ذرا تمہاری خبر لے گا اور وہیں تمہارا حصہ ہے، حسب ارشاد پرانی دلی میں آئے اور قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی عمر کم تھی بچوں کے کھیل کود کا تماشا دیکھ رہے تھے بابا فرید کے دل میں خیال آیا کہ پیر تو ملا مگر لڑکا ہے ان کو یہ ضمیر منکشف ہوئی فوراً حجرہ کے اندر گئے اور بوڑھے بن کر نکل آئے فرمایا کہ لو اب تو میں تمہاری پیری کے قابل ہو گیا بابا صاحب بیعت ہوئے اور حضرت کے وضو کرانے کی خدمت اختیار کی ایک دفعہ موسم سرما میں آدھی رات کے بعد پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی ضرورت محسوس ہوئی تمام شہر میں تلاش کی کہیں نہ ملی بہت گھبرائے آخر بہزار دقت ایک بڑھیا کے گھر پتہ لگا اس نے کہا کہ آگ کے بدلے اپنی آنکھ نکال دے تو آگ دوں گی یہ راضی ہو گئے آنکھ دے کر آگ لائے اور جھٹ پٹ گرم پانی حضرت کے لئے تیار کیا وقت پر وضو کرایا، صبح کو آنکھ پر پٹی باندھے قطب صاحب کے روبرو آئے پوچھا کہ یہ کیا ہوا عرض کیا حضور آنکھ آئی ہے قطب صاحب

نے فرمایا کہ خیر آئی ہے تو سوائی ہے پٹی کھولی تو پہلے سے سوائی آنکھ تھی۔ اس کے بعد خرقہ خلافت عنایت فرمایا اور رخصت کر دیا۔ اس وقت سے حضرت بابا صاحب کی اولاد میں ایک آنکھ بڑی ہوتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس وقت بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم علی احمد صابر اپنے ہمشیرہ زاد کو تعلیم کیا تو ان پر ایک ایسی حالت طاری ہوتی کہ حضرت کا طواف کرتے تھے اور یہ شعر ورد زبان تھا۔ ؎

کعبہ خوانم یا پیمبر مصحف ست ایں یا خدا
اصلاح شوق بسیار ست و من دیوانہ ام

بعد مدت کے مخدوم صاحب نے عرض کیا کہ میرا ارادہ دہلی کا ہے بابا صاحب نے فرمایا کہ میری مہر قطب جمال ہانسوی کے پاس ہے تم سند لے جاؤ اگر مہر کر دیں تو چلے جانا آپ سند لے کر ہانسی میں پہنچے مغرب کا وقت ہو گیا تھا بعد ملاقات کہا کہ بھائی صاحب اس عرضی پر مہر کر دو انہوں نے فرمایا کہ ابھی آپ تھکے ہوئے تشریف لائے ہیں انشاء اللہ فجر کے وقت مہر ہو جائے گی خاطر جمع فرمائیے مخدوم صاحب نے کہا کہ نہیں حضرت ابھی مہر کر دیجئے قطب صاحب نے فرمایا کہ صاحبزادے اس وقت چراغ موجود نہیں صبح تک صبر کیجئے ایسی کیا جلدی ہے۔ حضرت علی احمد صاحب نے اپنی انگلیوں پر پھونک ماری فوراً پانچوں انگلیاں روشن ہو گئیں قطب صاحب نے فرمایا کہ تم اپنی کرامت دکھاتے ہو یہ کہہ کر سند کو چاک کر دیا، حضرت علی احمد نے ان کی جا نماز لے کر پھاڑ ڈالی اور کہا کہ تم نے ہماری سند ولایت پھاڑی ہم نے تمہاری قطبیت قطع کر دی۔ قطب صاحب نے پوچھا کہ ماضی کی یا استقبال کی آپ نے فرمایا استقبال کی آپ نے فرمایا کہ استقبال کی کہا کہ الحمد للہ بھلا پچھلی تو بچی آخر مخدوم علی احمد صاحب دہلی سے روانہ ہو کر بمقام کلیر کے شہر عظیم اور نہایت آباد تھا پہنچے اور وہاں رہنا اختیار کیا جمعہ کے روز مسجد میں نماز کے لئے اول وقت پہنچے اور پہلی صف میں مقابل مصلائے

امام جا بیٹھے چونکہ آپ کی صورت فقیرانہ اور کپڑے پھٹے پرانے تھے جو شخص آتا آپ
کو اٹھا کر خود بیٹھ جاتا حتیٰ کہ صف نعال میں جا پہنچے آپ کو غصہ آیا جب نمازی
سجدہ میں گئے تو فرمایا کہ اے مسجد تو کیوں کھڑی ہے ذرا جھک جا مسجد نمازیوں
پر گر پڑی اور سارے آدمی دب کر مر گئے یہاں تک کہ تمام شہر برباد ہو گیا صرف
اس بڑھیا کا لڑکا بچا جو آپ کی خدمت کرتی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ شہر ویران
ہے آخر کار آپ کو حیرت نے گھیرا ایک گولر کی شاخ پکڑ کے کھڑے ہو گئے کئی برس
تک اسی طرح کھڑے رہے جب بابا فرید صاحب کو معلوم ہوا کہ صابر عالم حیرت
میں متحیر کھڑا ہے تو آپ نے مریدوں کو جمع کر کے فرمایا کہ کوئی ایسا ہے کہ ہمارے
صابر کو جا کر بٹھا دے ہم اس کو انعام دیں گے حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی
پتی نے کہ جوان خوش طلعت و خوش آواز تھے دست بستہ عرض کی کہ ارشاد ہو تو
میں جاؤں آپ نے فرمایا کہ اچھا لیکن سامنے کھڑے نہ ہونا خواجہ صاحب رخصت
ہو کر کلیر میں پہنچے دیکھا کہ جناب علی احمد صابر صاحب بصورت تصویر سکتہ کا
سا عالم آنکھیں کھلی ہوئی نظر بطرف آسمان مقام حیرت میں مستغرق کھڑے ہیں خواجہ
صاحب بجانب چپ کھڑے ہو کر غزل گانے لگے۔ مخدوم صاحب کی طبیعت عروج
سے مائل بہ نزول ہوئی تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ گئے اور فرمایا کہ شمس الدین بیٹھ
جا آپ نے عرض کیا کہ غلام بیٹھے اور مولیٰ کھڑا ہے یہ تو کمال بے ادبی ہے فرمایا کہ
اچھا ہم کو بھی بٹھا دو چونکہ مدت مدید سے کھڑے کھڑے پاؤں اکڑ گئے تھے اس
لئے بیٹھ نہ سکے لٹا دیا پھر آپ نے پوچھا کہ شیخ اچھے تھے کہا کہ فضل الٰہی ہے تھوڑی دیر
بعد آپ کو نیند آ گئی اَلنَّوْمُ رَاحَۃُ الْبَدَنِ وَزِیَادَۃُ الْعَقْلِ بدن کو آرام ملا عقل کو
زیادتی ہوئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا کہ اچھا رخصت وہاں سے رخصت ہو کر حضرت
بابا صاحب کی خدمت میں پہنچے تمام حال عرض کیا فرمایا کہ بھلا ہم کو بھی پوچھتے تھے جواب
دیا کہ حضرت ہاں ایک دفعہ پوچھا کہ شیخ اچھے تھے یہ لفظ سن کر آپ کو ایک حالت
وجد طاری ہوئی اس وجد میں فرماتے تھے کہ آج ہم شیخ ہوئے بعد فرد ہونے حالت کے

خواجہ صاحب نے انعام موعود کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ جاؤ علی احمد صابر تم کو انعام میں دیا، خواجہ صاحب پھر وہاں سے چلے اور مخدوم صاحب کی خدمت میں پہنچ کر رہنا اختیار کیا چند روز کے بعد تعلیم فرما کر خواجہ صاحب کو حکم دیا کہ جاؤ سواروں میں نوکری کرو۔ جس روز تم سے کوئی کرامت صادر ہوگی وہ روز ہمارے انتقال کا ہوگا۔ رخصت ہوئے اور بادشاہی سواروں میں نوکری کر لی۔ جب سلطان علاؤالدین غوری چتوڑ گڈھ کو سر کرنے گیا اور مدت تک محاصرہ کیا مگر قلعہ فتح نہ ہوا تو فقراء کی طرف رجوع کی ایک فقیر نے کہا تم کیوں جا بجا پھرتے ہو خود تمہارے لشکر میں ایک ایسا کامل ہے کہ اگر وہ اس وقت فرما دے تو ابھی قلعہ فتح ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فتح اسی کی زبان پر منحصر کی ہے اور علامت شناخت یہ ہے کہ آج آدھی رات کو آندھی آوے گی سب کے چراغ گل ہو جاویں گے مگر ان کا چراغ جلتا رہے گا بادشاہ خوش ہوا اور وقت کا انتظار کرنے لگا جب نصف شب ہوئی تو آندھی آئی لشکر کے چراغ پٹ ہو گئے صرف ایک چراغ روشن تھا ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد   چراغ عاشقاں ہرگز نہ میرد

بادشاہ وہاں پہنچا اور درخیمہ پر دست بستہ کھڑا رہا، آپ اس وقت تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے ذرا دیر میں نظر اٹھائی تو دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کھڑا ہے سمجھے کہ آج خیر نہیں آپ نے قرآن شریف کو بند کیا اور کھڑے ہو کر بادشاہ سے پوچھا کہ حضور آپ اس وقت کیوں تشریف لائے عرض کیا کہ حضرت میرا قصور معاف ہو مجھ کو آپ کی قدر و منزلت معلوم نہ تھی دعا کیجئے کہ یہ قلعہ فتح ہو جاوے جواب دیا کہ حضور میں تو آپ کا ایک ملازم ہوں کسی نے آپ کو بہکا دیا ہے۔ بھلا میں اس قابل کہاں ہوں جو آپ مجھے ہیں بادشاہ نے کہا کہ کوئی عذر میں نہ مانوں گا آپ کو دعا کرنی ہی پڑے گی فرمایا کہ خیر لیکن شرط یہ ہے کہ میرا استعفا منظور ہو اور تنخواہ مل جائے یہاں سے تین کوس پر جا کر دعا کروں گا آپ صبح دم دھاوا کریں ان شاء اللہ قلعہ فتح ہو جائے گا پس معلوم ہوا کہ آج ہمارے پیر کا انتقال ہو گیا بادشاہ نے اسی وقت تنخواہ دی اور رخصت کیا آپ نے تین کوس پر

جا کر دعا کی قلعہ اسی دم فتح ہو گیا۔ اب وہاں سے چل کر منزل بمنزل پیران کلیر پہنچے دیکھا کہ غنی الحقیقت حضرت نے انتقال فرمایا اور نعش مبارک کے گرد شیر و بھیڑیئے درندو چرند حلقہ کئے بیٹھے ہیں جب خواجہ صاحب پہنچے تو سب جانور چلے گئے تجہیز و تکفین کر کے سپرد خدا کیا تین روز کے بعد حکم ہوا کہ پانی پت جاؤ حسب الارشاد پانی پت میں پہنچے یہاں مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ سے ہمیشہ استدعاء بیعت کیا کرتے تھے اور قلندر صاحب ہمیشہ یہ جواب دیتے کہ تمہارا پیر آنے والا ہے ابھی صبر کرو ہم بتلادیں گے جب حضرت خواجہ شمس الدین صاحب وارد پانی پت ہوئے تو قلندر صاحب نے مخدوم صاحب سے فرمایا کہ جاؤ تمہارے پیر آتے ہیں ان کا استقبال کرو آپ گھوڑے پر سوار شہر سے باہر نکلے دیکھا کہ ایک فقیر چلے آتے ہیں۔ بعد سلام علیک خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ارے میاں بانکے جوان ذرا اپنے گھوڑے کی چال تو دکھاؤ آپ نے چابک و چوبند کر کے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور خوب چلت پھرت اس کی دکھائی خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ زہے اسپ و زہے سوار مخدوم صاحب چار دن خانہ چیت گرے جو کچھ دینا تھا اسی وقت دے دیا اور بیعت کر کے خلافت عطا فرمائی تا زیست پانی پت ہی میں مقیم رہے چنانچہ مزار بھی ان تینوں صاحبوں کے پانی پت میں مشہور و معروف ہیں۔ مخدوم جلال الدین صاحب کو مطالعہ تو قلندر صاحب کرا چکے تھے لیکن تعلیم خواجہ شمس الدین پر منحصر و موقوف تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء بابا فرید صاحب کی خدمت میں پہنچے تو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ   سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

بات یہ تھی کہ خاندان چشتیہ میں بزرگان متقدمین نے بشارت دی کہ ایک محبوب الہٰی اس خاندان میں پیدا ہوگا اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے کہ جس کو اس محبوب کی ملاقات میسر ہو ہمارا اسلام کہہ دے غرض کہ بابا فرید صاحب کو ملاقات

میسر ہوتی اس لئے آپ نے یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا کہ اگلے بزرگ تمہارے اشتیاق میں چلے گئے اور اسی زمانہ میں بابا صاحب نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ہم نے جال لگایا ہے اس میں صدہا چڑیاں آن کر پھنسیں لیکن ایک شہباز بھی آن پھنسا ہے اور اس سے مراد حضرت سلطان نظام الدین تھے بابا صاحب نے اسی وقت ایک لوٹا اور ایک بوریا عنایت فرمایا آپ رات بھر اس کا طواف کرتے رہے لوگوں نے بابا صاحب کو خبر دی کہ ان کا یہ حال ہے آپ نے فرمایا کہ :-

جب مقصود کو پہنچ گئے تو بابا صاحب نے فرمایا کہ تم دہلی جاؤ اور قطب جمال ہانسوی سے ہماری مہر اپنی سند پر کرا لینا آپ بموجب فرمان قطب صاحب کی خدمت میں پہنچے قطب صاحب نے مزاج پرسی کے بعد ایک حجرہ قیام کے لئے بتلا دیا آپ رہنے لگے دو مہینے کے بعد قطب صاحب نے پوچھا کہ بھائی صاحب آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ سلطان جی نے کہا کہ اگر آپ کو معلوم نہ ہو تو میں عرض کردوں قطب صاحب خاموش ہو گئے دو مہینہ بعد پھر یہی سوال کیا آپ نے وہی جواب دیا۔ فرمایا کہ اچھا لائیے اپنی سند قطب صاحب نے اس پر تحریر فرمایا کہ ؎

ہزاران درود و ہزاران سپاس   کہ گوہر سپردم بگوہر شناس

وہاں سے رخصت ہو کر دہلی میں پہنچے اور قیام فرمایا، دہلی میں ایک ہندو فقیر تھا سلب مرض میں بہت بڑا کمال رکھتا تھا۔ اتفاقاً ایک بار سلطان جی سخت مریض ہوئے اپنے مریدوں کو فرمایا کہ مجھ کو اس کافر کے پاس ہرگز نہ لے جانا۔ جب مرض کا غلبہ ہوا اور حضرت بے ہوش ہو گئے تو مرید گھبرائے ناچار اس کے پاس حضرت کو لے گئے اس نے فوراً مرض سلب کر لیا ہوش میں آ گئے اور دیکھا کہ اس کافر نے سلب مرض کیا ہے اس کو کچھ انعام دینا چاہیے فرمایا کہ تم کو یہ کمال کس طرح حاصل ہوا۔ اس نے کہا کہ نفس کے خلاف کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تمہارا نفس اسلام کو قبول کرتا ہے اس نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ پھر یہ بھی تو خلاف نفس کرو وہ اوّل تو خاموش

ہوا پھر اسلام آیا اور حضرت نے اس کو تعلیم فرمایا۔ سلطان جی نے حضرت امیر خسرو کو قلندر صاحب پانی پتی و مخدوم علی احمد صابر کی خدمت میں بھی بھیجا تھا مگر جو خدا کو منظور تھا وہی ہوا یعنی خلافت حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کو عطا ہوئی اور حضرت سلطان جی کا لقب اولیا اس واسطے ہوا کہ اولیا مرجع ہے ولی کی اور حضرت مرتبہ میں مجموعہ اولیاء اللہ تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب طالب سالک کو مرشدان کامل تعلیم کرتے ہیں ان کے کان میں ایک بات پھونک دیتے ہیں چنانچہ بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت غازی کے کان میں وہ پھونک ماری تو چھ مہینے تک بیخود و سرمست رہے۔ اور اسی پھونک کی تاثیر سے حضرت مخدوم علی احمد صابر آخری دم تک ہوش میں نہ آئے لیکن بعض حوصلے اور ظرف اللہ تعالیٰ نے ایسے بنائے ہیں کہ ان کو پھونک بھی جگہ سے نہیں ہلا سکتی جیسے حضرت نظام الدین اولیاء کہ جب ان کی کان میں بابا صاحب نے پھونک ماری تو کچھ اثر نہ ہوا۔ تین بار پھونک ماری اور یہ اپنی حالت پر قائم رہے اس وقت بابا صاحب کو الہام ہوا کہ ان سے اگر ہزار بار یہ بات کہو گے تب بھی کچھ اثر نہ ہوگا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب میاں فداحسین صاحب رسول شاہی اگرچہ عالم جید اور ہمارے پیرو مرشد تھے لیکن طریق ان کا بالکل خلاف شرع شریف تھا۔ اسی لئے حضرات نقشبندیہ ان کے منکر تھے بلکہ یوں فرماتے تھے کہ ان کے کوچہ میں گزرنے سے قلب پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ چنانچہ جناب قبلہ شاہ غلام علی صاحب نے ایک بار ان کی نسبت فرمایا کہ وہ انسان پر سحر کر دیتے ہیں میاں فداحسین صاحب نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ ایک مرید آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں پھر دیکھئے کس کی تاثیر پڑتی ہے غرض ان کا مرید وہاں گیا اور ان کا یہاں آیا چار مہینے کے بعد شاہ صاحب کے مرید نے تو شاہی رسول طریقہ کو اختیار کر لیا چار آبرو کا صفایا کرایا جام و صراحی میں شریک ہو گیا مگر میاں فداحسین کا رند مشرب مرید

جیسا تھا ویسا ہی رہا، شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت کا اثر اس پر کچھ بھی نہ ہوا۔ جب یہ قصہ جناب وقبلہ نے بیان فرمایا تو ہمارے برادران طریقت میں سے ایک بزرگوار کے دل میں ایک مشکل وارد ہوئی اس وقت حضرت قبلہ نے ارشاد کیا کہ اس معاملہ کو یوں قیاس کرنا چاہیے، اگر ایک عورت کا شوہر نہایت شکیل وجمیل تھا مگر اس عورت نے ایک زبردست ریچھ کو دوڑ پر لگا رکھا تھا۔ اتفاقاً ایک شوہر نے ایک بار دیکھ لیا اور اس سے کہا کہ بھلا میری شکل و صورت اور کارگذاری و محنت میں کیا کمی کسر تھی جو تو نے اس حیوان پر آنکھ ڈالی چونکہ راز فاش ہو گیا تھا اس نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ میاں ستو شکل وصورت ڈیل ڈول رنگ وروپ یہ تو سب خوبیاں تم میں ہیں لیکن ریچھ کی سیہ تی میں جو کیفیت ہے اس کی تم میں بو بھی نہیں ہے

صلاح کار کجا و من خراب کجا — ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں فدا حسین شاہ صاحب کی مجلس میں جام شراب کا دور معمول تھا اتفاق سے ایک دن ہم حاضر تھے کہ پیالہ گردش میں آیا میاں توکل حسین شاہ صاحب ساقی تھے میری نسبت میاں صاحب سے استمزاج کیا۔ تو آپ نے ان کو منع فرما دیا کہ ان کی تواضع نہ کرنا مگر وہ نہ رہ سکے اور میرے سامنے بھی پیالہ پیش کیا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا مجھ کو کچھ انکار نہیں بشرطیکہ آپ وعدہ کریں کہ جو نشہ اس وقت چڑھے پھر حشر تک نہ اُترے گا یہ کلمات سن کر میاں صاحب ان پر خفا ہوئے کہ ہم نے تم کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ ان سے نہ بولنا لو اب پلاؤ اگر کچھ ہمت ہے۔ بھلا تم تو کیا پلاؤ گے یہ طاقت تو ہم کو بھی حاصل نہیں کہ جو نشہ چڑھ جائے پھر نہ اُترے۔

ایک روز جناب وقبلہ کے روبرو ذکر آیا کہ انسان کو وقت مرگ نہایت رنج ہوتا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ رنج کیوں نہ ہو اگر آدمی کسی جگہ دو چار سال بھی رہتا ہے تو وہاں سے نقل کرنا دشوار گزرتا ہے جسم بھی ایک مکان ہے اور ساری

عمر انسان کی اس میں بسر ہوتی ہے اس کو چھوڑتا برا کیوں نہ معلوم ہو ہم نے پرشاد گر ہندو فقیر سے یہ بات پوچھی تھی کہ تم کو بھی مرنے کا رنج ہوگا یا نہیں کیونکہ وہ ایک قالب سے دوسرے قالب میں نقل روح کر جاتے ہیں۔ جواب دیا کہ ہاں رنج تو مجھ کو بھی ہوگا اس واسطے کہ بخوشی خاطر کسی جگہ سے نکلنا اور بات ہے اور زبردستی نکالا جانا اور بات دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے شاہ ولایت دہلی کا پتہ دریافت کیا آپ نے بتلا دیا کہ فلاں ترہ فروش ہے اور ایسا مستغرق ہے کہ ہر چیز ٹکے دھڑی لگا دی ہے اس لئے انتظام سلطنت بھی خراب ہے دیکھا تو فی الحقیقت ایسا ہی پایا ترہ فروش کا انتقال ہو گیا تو اس شخص نے پوچھا کہ حضرت اب کون ہے فرمایا کہ اب ایک سقہ ہے چاندنی چوک میں پانی پلایا کرتا ہے نہایت ہوشیار اور بیدار آدمی ہے اسی واسطے انتظام سلطنت بھی درست ہے۔ وہ شخص ان کی زیارت کو گیا اور پانی مانگا تو دو کوڑی لے کر ایک کٹورہ بھر دیا اس نے قصداً پانی پھینک دیا اور کہا کہ یہ صاف نہ تھا اور دیجئے سقے صاحب نے کہا کہ دو کوڑی دو اور پانی لو۔ یہاں ٹکے دھڑی کا بھاؤ نہیں ہے اور خبردار اس بڈھے سے کہہ دینا کہ ذرا اپنی حد میں رہو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں راز فاش کرنا اچھی بات نہیں ہے اس شخص نے حضرت سے یہ حال عرض کیا فرمایا کہ میاں ہم نہ کہتے تھے کہ وہ بہت ہوشیار ہے بھائی آئندہ اس کے پاس نہ جانا حاکم وقت ہے معلوم نہیں کیا کر بیٹھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ میں ایک جوان کمبل پوش وارد ہوئے اور اس مسجد میں ٹھہرے جہاں ایک حافظ مرید حضرت کا رہا کرتا تھا حافظ مسجد سے باہر جانے لگا تو فقیر نے پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو اس نے بیان کیا کہ میں دن میں دو وقت مولانا کی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں

فجر کو تو درس حدیث ہوتا ہے اور عصر کے وقت مثنوی معنوی۔ فقیر بولا بھلا حدیث تو کیا لیکن مثنوی سمجھ بھی لیتے ہیں۔ حافظ چونکہ مرید تھا اس کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی حضرت سے یہ حال گذارش کیا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ واقع میں وہ بزرگ سچ کہتا ہے چونکہ منصف مزاج اور صاحب کمال تھے خود اس کے پاس تشریف لائے اور درخواست کی کہ آپ کی زبان مبارک سے حدیث و مثنوی سنا چاہتا ہوں کمبل پوش نے کہا حدیث تو آپ کیا سمجھیں گے لیکن کچھ مثنوی کے اشعار سناتا ہوں یہ کہہ کر اوّل تو ایسے معنی بیان کئے کہ عام فہم تھے دوبارہ ایسے مطالب بیان کئے کہ صرف مولانا صاحب سمجھے تیسری بار جو شرح کی تو حضرت بھی نہ سمجھ سکے تمام مجلس بے خود ہو گئی اور وہ شخص چل دیا فی الحقیقت مردان خدا کے حالات باطن کو کوئی تمیز نہیں کر سکتا سے

حال مردان را کجا داری تمیز　　　تا ل مردان را نسے نہی تو نیز

ایک روز ارشاد ہوا کہ ارے میاں ایک روز شیخ کرم الدین دہریہ نے تو بڑا ہی غضب کیا تھا اگر مجاوران درگاہ دیکھ پاتے تو مار ہی ڈالتے پیران کلیر شریف کا ذکر ہے کہ وہ ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مرد آدمی تو ہمیشہ بت پرستی اور قبر پرستی میں مصروف رہا، کبھی رجوع الی اللہ نہ ہوا۔ آ ! میں تجھ کو ایک تماشا دکھاؤں دیکھوں کہ تیرا خدا جس پر بہت بھروسہ کئے بیٹھا ہے میرا کیا کرے گا یہ کہہ کر کم بخت شہدے نے حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر صاحب قبلہ کے مزار متبرکہ پر جھٹ پیشاب کر دیا۔ میں نے اس خبیث کو بہت للکارا اور مار پیٹ کے باہر نکال دیا اور چھ سات گھڑے پانی سے غلاف لطیف اور قبر شریف کو غسل دیا مجاوروں نے آن کر دریافت کیا تو میں نے صرف اس خیال سے کہ یہ شخص مارا جائے گا ناچار دروغ مصلحت آمیز پر عمل کیا اور ان سے کہہ دیا کہ صاحب بندر نے پیشاب کر دیا ہے خیر بات تو رفع دفع ہو گئی پھر ملا تو کہنے لگا کہ میں تجھ کو رجوع الی اللہ کرتا ہوں دیکھ لو یہ صرف مٹی کے ڈھیر ہیں ان سے کچھ ترا بھلا

نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ کریم الدین دہریہ پختہ کار آدمی تھا اور کسی کا اعتقاد نہیں رکھتا تھا اگر کچھ خوف اس کے دل میں ہوتا تو بے شک ظہور پکڑتا اور اس فعل نالائق کی سزا ملتی ہے

تا کے بہ زیارتِ مقابر! عمرے گذرانی اے فسردہ
یک گربہ زندہ پیشِ عارف بہتر ز ہزار شیر مردہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں درد ہو گیا جناب باری میں التجا کی حکم ہوا کہ سونف کھاؤ سونف کھائی درد جاتا رہا۔ ایک بار پھر درد ہوا تو پھر التجا کی اس وقت حکم ہوا کہ جالینوس حکیم کے پاس جاؤ حسب الحکم اس کے پاس گئے بتلایا کہ ہم بریان کی ہوئی سونف کھاؤ چنانچہ اس کے کھانے سے صحت ہو گئی، حضرت موسیٰ نے جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی اس کے پاس جو بھیجا تو نے ہی یہ نسخہ کیوں نہ بتلا دیا۔ حکم ہوا کہ طب کا پیغمبر وہی ہے۔ مقتضائے حکمت یہ ہے کہ جو کام جس کے سپرد ہے وہ اسی ہی کی معرفت ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ کبیر صاحب ایک دن اپنا تانا سنوار رہے تھے کسی شخص نے پوچھا کہ مہاراج کیا کرتے ہو جواب دیا کہ ادھر سے توڑتا ہوں اور ادھر جوڑتا ہوں۔ پھر پوچھا کہ آپ کے پر کیا ہے کہا کہ۔ کوتح۔ سچ یہ ہے کہ جب تک انسان کے سر پہ کوتح سوار نہیں ہوتا ادھر سے توڑنا اور ادھر جوڑنا نہایت مشکل ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت میر اعظم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قصبہ مہم سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھہرا دی تاکہ ذرا آرام لے کر اور نماز ظہر پڑھ کر بعد فرو ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے ہم نے روٹی پانی کی تواضع

کی کھا پی کر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری گاڑی
ایک سرائے میں کھڑی ہے۔ بیل گھاس کھا رہے ہیں بھٹیاری کھانا پکا رہی ہے
اور فقیر صاحب پڑے سوتے ہیں ہماری حالت سکتہ کی سی ہو گئی کہ الٰہی یہ
کیسی سرائے اور کون سا شہر ہے اور ہم یہاں کیونکر پہنچے ہم نے بھٹیاری سے
دریافت کیا کہ اس شہر کا نام کیا ہے کہ حیرت افزا نیک بخت یہ سرائے کس
کی ہے انہیں فقیر صاحب کی اور جتنے روز تم یہاں ٹھہرو گے سب خرچ بھی
ان کے ذمہ ہے۔ آٹھ روز تک ہم اسی شہر میں رہے نہ اس کی ابتداء
معلوم ہوتی نہ انتہا حقیقت میں وہ شہر حیرت افزا تھا آدمی وہاں کے نیک
سیرت پاکیزہ صورت مرفہ حال مکانات خوش قطع اور مصفا اشیاء رنگا رنگ
موجود بازار نہایت مکلف و پُر بہار جدھر جانے صورت تصویر بن جائے جامع
مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی اسلام کا زور شور پایا۔ ہر شخص کو یاد خدا میں مشغول
دیکھا قال اللہ و قال الرسول کے سوا کچھ ذکر نہ تھا غرض آٹھویں رات کو جب
ہم سو کر اٹھے تو گاڑی اسی درخت کے تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے
فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لیئے رستہ میں جس شخص سے پوچھا وہی تاریخ
وہی دن وہی مہینہ بتلایا ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آٹھ دن کہاں گئے آخر بہادر
گڑھ پہنچے وہاں ایک مکان میں ٹھہرے فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز
عشاء ہماری روٹی اس مسجد میں لے آنا۔ جب ہم روٹی لے کر مسجد میں پہنچے
تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھے سے مصروف ہیں، میں نے منہ پھیر لیا پھر
جو دیکھا تو نماز پڑھتے ہیں بعد فراغت کھانا کھایا باتیں کرنے لگے جب آدھی
رات گئی تو فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جاؤ میرا لنگوٹ دھلوا
لاؤ میں نے کہا کہ حضرت آدھی رات ادھر آدھی رات ادھر بھلا اس وقت
کون کپڑے دھوتا ہوگا فرمایا کہ ذرا تم لے تو جاؤ میں چلا اور شہر کے دروازہ سے
باہر نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا ہے اور دھوبی کپڑے دھو رہے

ہیں جب دروازے کے اندر آتا ہوں تو نصف شب معلوم ہوتی ہے اور جب باہر جاتا ہوں تو وہی دو گھڑی دن چڑھا ہوا نظر آتا ہے غرض دھوبیوں کے پاس پہنچے ایک دھوبی نے کہا کہ لاؤ میاں صاحب کا لنگوٹ میں دھوؤں اس نے دھویا صاف کیا دھوپ میں سوکھا کر حوالہ کیا میاں صاحب کی خدمت میں لے آیا مجھ کو ان باتوں کا نہایت تعجب تھا فرمایا کہ تعجب نہ کرو یہ بھان متی کا سانگ ہے اور ایسے شعبدہ ہم بہت دکھلا سکتے ہیں لیکن فقیری کچھ اور ہی چیز ہے ان باتوں کا خیال مت کرو صبح کے وقت ہم دہلی کو روانہ ہوئے اور فقیر صاحب غائب ہو گئے جب دہلی میں پہنچے تو ہم نے یہ حال مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ وہ شخص خضر وقت یا ابوالوقت تھا۔

ایک روز کسی شخص نے جناب قبلہ سے تعلیم کی درخواست کی ارشاد ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک دوست تھا مگر نادان اس نے حضرت سے درخواست کی کہ مجھ کو اسم اعظم سکھا دیجئے ہر چند انکار کیا اور سمجھایا کہ تو اس قابل نہیں ہے اس نے نہ مانا اور نہایت اصرار کیا ناچار بتلایا اور امتحان بھی کرا دیا لیکن منع فرمایا کہ آئندہ تو اس کو کام میں نہ لانا ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر چل دیئے اس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اب تو دیکھوں اسم اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں کچھ ہڈیاں نظر آئیں ان پر اسم پڑھا فوراً ایک شیر خونخوار زندہ ہو کر غرّایا اور اس کو پھاڑ کھایا جب حضرت اس راہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہ مرا ہوا پڑا ہے۔ اور شیر کھا رہا ہے شیر سے پوچھا تو نے اس کو کیوں مارا جواب دیا کہ یہ شخص میرا خالق تو بنا تھا مگر رزق کی فکر نہ کی اس لئے میں نے اس کو کھالیا۔

ایک روز میر عباس علی لدھیانوی کو ارشاد ہوا کہ جاؤ حضرت بوعلی قلندر کے مزار پر اس طریق سے مراقبہ کرو جب میر صاحب بعد از مراقبہ حاضر خدمت مبارک ہوئے تو کیفیت دریافت فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھ کو کچھ

معلوم نہیں ہوا میں از خود رفتہ ہو گیا تھا اس وقت فرمایا کہ ایک نقل یاد آئی ہے۔ جب بیجو باورہ کا کمال فن موسیقی میں مشہور آفاق ہوا تو اکبر بادشاہ نے اپنی مجلس میں اس کو طلب کیا اس نے بربہ تعمیل حکم شاہی اپنا راگ شروع کیا چونکہ محفل کی طبائع اس کی متحمل نہ ہو سکیں ایسی حالت ہوئی کہ کچھ حظ و لطف اور حسن و قبح راگ کا محسوس نہ ہوا اور کسی نے اس کے کمال کی تعریف و توصیف نہ کی جبکہ اسی طور سے ایک ہفتہ تک اس کا راگ سنتے رہے تو سامعین کو اُن کے نغمات کی برداشت ہو گئی اسی وقت سب نے کیفیت سماع اٹھائی اور کہا کہ اب خوب گاتا ہے یہی حال دربار قلندری کا ہے جب طبیعت متحمل ہو جائے تو کیفیت مراقبہ منکشف ہو۔

ایک روز جناب و قبلہ نے راقم کو شغل سرمدی تعلیم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ہندی میں اس کو انہد کہتے ہیں چنانچہ امیر خسرو نے اس کی کیفیت نظم ہندی میں اس طرح بیان کی ہے۔

اکی بھنور گجاری دوجے گھر گھر ہوئے — تیجے شبد سنکھ چوتھے گھنٹہ ہوئے
چوتھے گھنٹہ ہوئے پانچویں تال جو باجی — چھٹے سومرلی ناتھ ساتویں بھیر جو گاجے
آٹھویں شبد مرزنگ کا نویں نفری نال — دسویں گرجیلی سندھ سان خسرو یز نال
دس پرکار انہد بجیں جت جوگی ہوئیں — اندری نہگی مندان تکے خسرو نے کہہ یں
انہد باجے باجن لاگے — چور نگر یہ تج تج بھاگے!
گرو نجام[1] کی بھی دو بائی — خسرو نے انتر لو لائی!

ایک روز ایک حاکم ظالم جو معزول ہو گیا تھا خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دعا کی درخواست کی خیر کچھ مدت کے بعد قدرت خدا سے وہ اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا لیکن وہی ظلم و ستم کا طریقہ جو پہلے تھا، پھر اختیار

---

[1] یعنی سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ١٢۔

کیا تو جناب قبلہ نے اسکو یہ رباعی تحریر فرمائی ۔

اہل نسخہ کاران بوقت معزولی ۔۔۔ شیخ شبلی و بایزید شوند!

چون بجا بنشد باز بر سرکار ۔۔۔ شمر ذی الجوشن و یزید شوند

ایک روز میاں غلام صاحب کنجپوری نے عرض کیا کہ حضرت میرا ارادہ میراں جی کے ٹھسکے کا ہے تاکہ شاہ بھیک صاحب کی زیارت کروں اس وقت ارشاد ہوا کہ ہم کو حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی رباعی یاد آئی ؎

تا کے بہ زیارتِ مقابر ۔۔۔ عمرے گذرانی اے فسردہ

یک گربہ زندہ پیشِ عارف ۔۔۔ بہتر ز ہزار شیر مردہ

میاں کہیں ایک جگہ قناعت کر کے بیٹھ رہو خدا مالک ہے ؎

اے دل تو مے صحبت دانا بنشین یا صدق و صفا ۔۔۔ یا با صنم لطیف رعنا بنشین با حلم و حیا

ایں ہر دو ترا اگر میسر نشود از طالع خویش ۔۔۔ اوقات مکن ضائع تنہا بنشیں با یادِ خدا

اور اگر تم محبت الٰہی میں پھرتے ہو تو کسی مردِ خدا سے ملو ؎

در راہ نیاز ہر دلے را دریاب ۔۔۔ در کوئے حضور مفلسے را دریاب

صد کعبہ آب و گل بہ یک دل نرسد ۔۔۔ کعبہ چہ روی برو دلے را دریاب

ایک روز فقر و حق پرستی کا ذکر تھا اس وقت یہ غزل حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کی ارشاد ہوئی ۔

نیستی ہستی ہے یار و اور ہستی کچھ نہیں ۔۔۔ بیخودی مستی ہے یار و اور مستی کچھ نہیں

لامکان کی منزلت پایا ہے کب کون و مکان ۔۔۔ ہو کے ویرانہ کے آگے ہینگی بستی کچھ نہیں

کچھ نہیں سب کچھ ہے یار و اور سب کچھ کچھ نہیں ۔۔۔ غیر اس کے معنی رمز الٰہی کچھ نہیں!

یہ جو کچھ ہونا جسے کہتے ہیں پستی ہے میاں ۔۔۔ فقر میں پستی یہی ہے اور پستی کچھ نہیں!

بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہے نیاز ۔۔۔ کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں!

ایک روز یہ غزل خواجہ حافظ کی زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوئی اس وقت کچھ عجب کیفیت اہل مجلس کی تھی کہ جو تحریر میں نہیں آسکتی ؎

حسب حالے نوشتہ شدہ آیلمے چند	قاصدے گو کہ فرستم تو پیغامے چند
مایدان منزل عالی نتوانیم رسید	ہان مگر لطف شما پیش نہد گامے چند
چون مے از خم بسبو رفت وگل افگند نقاب	فرصتِ عیش نگہدار و بزن جامے چند
قند آمیختہ باگل نہ علاج دل ماست	بوسۂ چند بیامیز بدشنامے چند
اے گدایان خرابات خدا یار شماست	چشم انعام مدارید ز انعامے چند
زاہد ز کوچۂ رندان بسلامت بگذر	تا خرابت نکند صحبت بدنامے چند
عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو	نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند
پیر میخانہ چہ خوش گفت بدردے کش خویش	کہ مگو حال دل سوختہ با خامے چند

ایک روز ارشاد ہوا کہ دو پتلیاں تھیں ایک دانشمند سے پوچھا گیا کہ ان میں سے کونسی عمدہ اور بہتر ہے اس نے دونوں کے کان میں ایک ایک تنکا ڈالا ایک کے حلق میں سے نکل آیا دوسرے کے پیٹ میں اتر گیا دانشمند نے جواب دیا کہ جس کے پیٹ میں تنکا اتر گیا وہی بہتر ہے ایسے ہی جو آدمی بات کو سن کر ضبط و ہضم کر سکے وہی آدمی ہے ۔

ایک روز کسی شخص نے تصور شیخ کے باب میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک تو شرک ہے اور ابتدائے بت پرستی بھی اسی سے ہوئی ہے چنانچہ نقل ہے کہ جس وقت حضرت ادریس علیہ السلام اپنی امت سے ناراض ہو کر بہشت کو چلے گئے تو بعد کو امت میں بڑا قلق ہوا ، آپ کے فراق میں بے چین رہنے لگے اس وقت شیطان بصورت انسان متمثل ہو کر لوگوں کے پاس آیا اور کہا کہ تم گھبراؤ مت ایسا طریقہ تم کو بتلاتا ہوں کہ جب چاہو اپنے نبی کو دیکھ لیا کرو تمام امت خوش ہو کر اس کے گرویدہ ہو گئی ، تب اس نے طریقہ تصور کا ان کو تعلیم کیا اس طور پر عمل کرنے سے وہ لوگ حضرت کی زیارت سے مستفیض و مشرف ہونے لگے جب وہ لوگ نہ رہے تو ان کی اولاد نے حضرت ادریسؑ کی تصویر بنا کر مشق تصور کی ان کی زیارت نے سنگین تصویریں تیار کر لیں ۔ الخ

ہر کہ آمد برآں مزید نمود

رفتہ رفتہ علانیہ بت پرستی ہونے لگی اسی واسطے ہم کسی کو تصور نہیں بتلاتے نہ دوسروں کو بتلانے سے منع کرتے ہیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ تصور شیخ سے طالب پر علم شیخ وارد ہوجاتا ہے اور اس طالب سے اوروں کو فیض و فائدہ بہت پہنچتا ہے کیونکہ نسبت اس کی متعدی ہوتی ہے اور اگر طالب خود اپنا تصور کرے تو اس کی ذات کے لئے بہت فائدہ مند ہے لیکن دوسروں کو فیض و فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ زینت المساجد میں کمبل پوش نے ایک دن یہ اشعار پڑھے۔

ملک خدا میں یارو آباد ہیں تو ہم ہیں ۔۔۔ تعمیر دو جہاں کی بنیاد ہیں تو ہم ہیں
دیکھا پرکھ پرکھ کے آخر پڑا نظر یہ ۔۔۔ گر نقد ہیں تو ہم ہیں نقاد ہیں تو ہم ہیں

ہم نے کمبل پوش سے دریافت کیا (نظر پڑا یہ) سے کیا مراد ہے کہا انسان ہم نے کہا نہیں یہ سے قلب مراد ہے کہا کہ بے شک اس کے یہی معنی ہیں اور اب خوب سمجھ میں آ گئے۔

ایک روز میر محمد تقی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ابتدائی حال میں شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ حال بہت کھیلا کرتے تھے لیکن آخر زمانہ میں ان کو حال نہیں آتا تھا اس وقت ارشاد ہوا کہ جب تک کوئلہ دہک نہیں جاتا چٹختا ہی ہے اور دھواں بھی دیتا ہے مگر جب آگ اس کے اندر بخوبی سرایت کر جاتی ہے اور وہ ہم رنگ آتش ہوجاتا ہے تو پھر نہ دھواں رہتا ہے نہ آواز چنانچہ کہا گیا ہے اَلْوَجْدُ فِی الْاَوَّلِ مَحْمُوْدٌ وَّفِی الْاَوْسَطِ مَسْرُوْرٌ وَّفِی الْاٰخِرِ مَذْمُوْمٌ۔[1]

---

[1] یعنی ابتداء میں وجد کرنا نیک ہے اور درمیان میں خوشی و سرور اور آخر میں برا ہے ۱۲۔

ایک روز کسی شخص نے جناب و قبلہ سے سوال کیا کہ قلندر صاحب کو کس بزرگ
سے بیعت تھی ارشاد ہوا کہ اس باب میں اقوال مشائخ مختلف ہیں بعض نے فرمایا
ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے اور بعض کا قول ہے کہ
حضرت عاشقان عاشق خلیفہ خواجہ قطب الدین صاحب سے تھی لیکن صحیح قول
یہ ہے کہ قلندر صاحب علماء مشاہیر سے تھے اور شہر دہلی میں درس و تدریس کیا
کرتے تھے اس زمانہ میں بادشاہ وقت نے ایک عورت سے نکاح کیا جب اس کے
پاس جاتا تو قادر نہ ہوتا لیکن اور حرموں کے ساتھ یہ کیفیت نہ تھی بادشاہ کو
نہایت تشویش ہوئی تمام علماء کو جمع کر کے کشف راز چاہا چونکہ یہ کتابی مسئلہ نہ تھا
سب متحیر ہوئے کوئی جواب شافی نہ دے سکا بادشاہ نے غضب ناک ہو کر حکم دیا
کہ اگر کل تک جواب باصواب نہ دوگے تو سب کو دار پر کھینچ دوں گا سب کے
ہوش اڑ گئے بارگاہ الہٰی میں دست بدعا ہوئے اس روز ایک مجذوب یعنی عاشقان
عاشق خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمتہ اللہ علیہ قلندر صاحب کے
مدرسہ میں تشریف لائے اور طلباء سے دریافت کیا کہ تمہارے استاد کہاں ہیں جواب
دیا کہ بادشاہ نے کسی امر اہم کے لئے طلب فرمایا ہے فرمایا کہ قرآن کی کوئی کتاب
لاؤ طالب علموں نے کتاب دی۔ انہوں نے بادشاہ کے سوال کا جواب مفصل تحریر
فرمایا اور کہہ دیا کہ جس وقت تمہارے استاد آویں تو یہ کتاب دینا اور ہمارے آنے
کا حال کہنا قلندر صاحب واپس تشریف لائے تو یہ کیفیت سنی فوراً کتاب دیکھی اس
میں لکھا تھا کہ بادشاہ نے جس نوجوان و خوبرو عورت سے نکاح کیا ہے، یہ اس
کی بیٹی ہے۔ اتنا عرصہ ہوا کہ بادشاہ نے ناراض ہو کر ایک بیگم کو جنگل میں نکلوا
دیا تھا اس مصیبت زدہ نے ایک دھوبی کے گھر پناہ لی وہاں یہ لڑکی پیدا ہوئی
سات برس کے بعد بیگم نے انتقال کیا اور دھوبی نے چونکہ لاولد تھا اس لڑکی کو
مثل اولاد پرورش کیا جب یہ بڑی ہو گئی اور حسن و جمال کا شہرہ دور دور پہنچا
تو حرم شاہی میں داخل ہوئے چونکہ یہ بادشاہ حاکم اسلام اور نائب رسول اللہ

ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اس گناہ سے محفوظ رکھا اگر بادشاہ کو کچھ شک ہو تو دھوبی کو بلوا کر پوچھے کیونکہ مرتے وقت بیگم نے اپنی سرگزشت دھوبی سے بیان کر دی تھی قلندر صاحب یہ قصہ پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اگلے روز بادشاہ کے حضور میں سب حال بیان کیا بادشاہ نے دھوبی کو طلب کیا اس نے بھی تصدیق کی اس وقت تمام علماء کو رہائی ملی اور جان میں جان آئی، قلندر صاحب بھی اپنے مکان پر واپس آئے اور آتے ہی کتب خانہ دریا برد کر دیا۔ پھر ان مجذوب کی تلاش میں نکلے تیسرے روز ملاقات ہوئی قلندر صاحب نے بیعت کی درخواست کی انہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ طاقت نہیں کہ تم کو تعلیم کروں لیکن تجھ کو تمہارے پیرو مرشد کے پاس پہنچا دیتا ہوں یہ کہہ کر قلندر صاحب کا ہاتھ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں دے دیا حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے تعلیم فرمائی اور اسی دم مجذوب ہو گئے اور بو علی قلندرؒ ان کا لقب ہوا ورنہ اصلی نام شرف الدین تھا پس قلندر صاحب کا مرشد سوائے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں اور یہ بات کچھ تعجب کی نہیں ہے، بعض بزرگوں کو اسی طور سے فیض ہوا ہے چنانچہ حضرت ابوالحسن خرقانی کو بایزید بسطامیؒ سے فیض ہوا حالانکہ ان کے انتقال کو سو برس گزر چکے تھے۔

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تین جگہ مشہور ہے۔ پانی پت۔ کرنال اور بڈھا کھیڑا۔ نہیں معلوم کہ حقیقت حال کیا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ ارباب صفا ہر جگہ سے فیض اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن حضرت کے مزار شریف کی کیفیت یہ ہے کہ بعد وفات حضرت عبار بخاں صاحب نے اپنے استاد حافظ سراج الدین مکیؒ کو وصیت کی کہ جب فقیر کا انتقال ہو جائے تو اس فرزند کے پائیں مزار دفن کرنا چند روز کے بعد آپ کی طبیعت ایسی اچاٹ ہوئی کہ کرنال کو تشریف لے گئے اور ایک گوشۂ صحرا میں درخت کی شاخ پکڑ کر شغل ہوائی شروع کیا، اسی حالت میں کھڑے کھڑے آپ نے انتقال فرمایا جب لوگوں کو معلوم ہوا تو آپ کو کرنال ہی میں دفن کر دیا بوقت شب جناب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سراج الدین مکی کو جو قلندر صاحب کے استاد تھے ارشاد فرمایا کہ شرف الدین نے بمقام کرنال انتقال کیا ہے تم جاؤ اور یہاں لاکر دفن کرو چنانچہ وہ حسب ارشاد گئے اور چاہا کہ قلندر صاحب کی نعش کو پانی پت لے آویں مگر اہل کرنال مانع ہوئے بہت کچھ شور و فساد برپا ہوا آخر میاں سراج الدین صاحب ایک مصنوعی جنازہ بنا کر اس میں قلندر صاحب کے مزار کی ایک اینٹ رکھ کے لے چلے اور خیال کیا کہ اگر کامل ہیں تو خود اس میں آجائیں گے۔ جب قریب پانی پت پہنچے تو ایک امیر تفریحاً سیر کو نکلا تھا اس نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے معلوم ہوا کہ حضرت قلندر صاحب کا جنازہ ہے اس نے زیارت کی تمنا کی اور چادر اٹھا کر روئے مبارک کو دیکھا تو فی الحقیقت آپ کا جسم موجود تھا تب لوگوں نے یہاں لاکر حسب وصیت آپ کو دفن کر دیا۔

ایک روز کسی صاحب نے عرض کیا کہ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک فقیر دوسرے سے نعمت باطنی چھین سکتا ہے اس کے کیا معنی ہیں اس وقت ارشاد ہوا کہ البتہ مراتب کم ہو جاتے ہیں۔ لیکن قرب یا جو بات کسب سے حاصل ہوئی ہو اس کو کوئی نہیں چھین سکتا ہم نے سورۃ الحمد و قل ہو اللہ پڑھی ہے اور ہم کو یاد ہے بھلا کوئی چھین تو لے بلکہ فسق و فجور سے بھی اس کو زوال نہیں پھر عرض کیا گیا کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ حضرت نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت بو علی سینا نے سلب کر لی تھی، اُس کی کیا اصل ہے، ارشاد ہوا کہ یہ بات غلط ہے حضرت نظام الدین بھی بڑے صاحب کمال تھے یہ مرتبہ معشوقی میں تھے اور قلندر صاحب مرتبہ عاشقی میں پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت امیر خسرو صاحب قلندر صاحب کی خدمت میں آئے قلندر صاحب نے فرمایا کہ کچھ پڑھو چنانچہ امیر خسرو صاحب نے اپنا کلام پڑھا پھر قلندر صاحب نے اپنی ایک غزل پڑھی تو امیر خسرو رونے لگے قلندر صاحب نے پوچھا کہ تم میرا کلام سمجھ گئے جو روتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اسی لئے روتا ہوں کہ کچھ سمجھ ہی نہیں آیا اس پر حضرت قلندر صاحب

بہت خوش ہوئے فرمایا کہ تویں کچھ دیتا ہوں جب دینا چاہا تو وہ ہاتھ غیب سے پیدا ہوئے اور اس فیضان کو لے گئے یہی معاملہ دو یا تین بار واقع ہوا آخر قلندر صاحب نے فرمایا کہ تمہارے مقسوم کی نہ تھی۔ جب امیر خسرو رح حضرت نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ تم کو قلندر صاحب آپ جیسا بنانا چاہتے تھے لیکن تم متحمل نہ ہو سکتے اس واسطے اس فیض کو ہم نے لیا تھا اور بعد موت کے تم کو دیا جاوے گا، اس کے بعد جناب وقبلہ نے فرمایا کہ بزرگان کامل طالب صادق کے لئے مثل حکیم ہوتے ہیں اور اس کی ہمت وحوصلہ اور استعداد و قابلیت کو خوب تشخیص کر لیتے ہیں اور جیسا مناسب حال ہوتا ہے تعلیم کرتے ہیں مثلاً خوشبودار پھول سب کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور سب اس کے طالب ہوتے ہیں لیکن کسی کے دماغ کو بوئے گل فرحت وانبساط بخشتی ہے اور کوئی متحمل نہیں ہو سکتا اس کو نزلہ وزکام و دردسر پیدا کرتی ہے اور جو کمال وہبی ہوتا ہے وہ کسبی سے افضل ہے اور کمال وہبی کے واسطے کچھ حاجت مجاہدہ وغیرہ کی نہیں ہے لیکن جو کمال کسبی کسی صاحب کمال سے پہنچے وہ بھی مثل وہبی ہوتا ہے۔

ایک روز کسی صاحب نے عرض کیا کہ فقرائے ہنود مثل بزرگان اسلام کی فیض رسانی کر سکتے ہیں یا نہیں ارشاد ہوا کہ ہاں کر سکتے ہیں اور جیسے کہ لطائف ستہ صوفیہ اسلام میں متعارف ہیں ایسے ہی فقرا ہنود میں بھی ہیں۔ اور ہر ایک لطیفہ کا ہندی نام زبان مبارک سے لیا پھر فرمایا کہ میاں دونوں میں فرق صرف حفظ مراتب کا ہے جیسے آب دہ پیشاب کہ عکس آفتاب دونوں میں مساوی ہے اور دیکھنے میں دونوں یکساں نظر آتے ہیں مگر ایک میں بدبو ہوتی ہے اور ایک میں نہیں۔

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ حضور قلندر صاحب اور مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہم کا کیا حال تھا ارشاد ہوا کہ میاں ایک صاحب تو سیر جہان

ہی تھے اور دوسرے سیر جان ہیں اور دونوں حضرت دریائے حیرت میں مستغرق
تھے۔ مراتب کی طرف تو سب دوڑتے ہیں لیکن اجاڑ گاؤں اور بیابان لق و
دق میں کس کی شامت آئی ہے جو جائے اور اپنے آپ کو ہلاک کرے بھلا
توحید[1] کے دریائے بے پایاں و ناپیدا کنار میں کون زور تی چلا سکتا ہے اہل اسلام
کا تو یہاں گزارہ ہی دشوار ہے۔

چہ شبہا نشستم درین دیر گم | تحیر گرفت آستینم کہ تم!
ترسد خردمند ازیں بحر خون | کز و کس نبر دست کشتی برون
دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار | کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

جہاں نہ منزل ہے نہ مقام نہ کچھ پتہ نہ کوئی ٹھکانہ نہ وہاں آدمی جائے جس بحر
زخار میں نہ ساحل نہ منارہ نہ بانس لگے نہ بلی اس سے عبور ہو تو کیوں کر ہو
البتہ کوئی مرد مردانہ ایسا ہوتا ہے کہ نامرادی کا لنگر باندھ کر اس محیط اعظم میں
کود پڑے اور یہ بات شیطان ہی پر ختم ہے۔

نامرادی را کنی گر توشئہ | فارغ آئی از غم و اندیشئہ
راہ را اینجا و نا کامی است | کام نیک مرد ربد نامی است

شیطان نے بھی سمجھ لیا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی لیا اب کیوں کسر
باقی رکھیں اور کس لئے فکر و تردد کریں۔ نظم

اب کیا رہا ہے جیسے رقیبوں کا ڈر کریں

مگر ہم لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ خوف و رجا کے مارے مرے جاتے ہیں یہ خیال ہی
نہیں جتنی کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہمارے واسطے بھی ہو چکا ہے پھر حسرت و آرزو
بے سود اور بیم و رجا عبث اگر انسان غور کرے تو اہل مدارج و مراتب کیا اور ناکام
و نامراد کیا سب کا مبداء و معاد ایک ہے ؎

---

[1] اس حکایت سے یہ مراد نہیں کہ ان دونوں صاحبوں کو توحید حاصل نہ تھی نہیں بلکہ اس مقام میں
ٹھہرے نہیں جلدی نکل گئے ۱۲۔

آں وطن مصر و عراق و شام نیست　　آں وطن شہر یست کا نرا نام نیست

اس وقت ایک نقل یاد آئی امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے اُن کے بھائی احمد غزالی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے ایک دن امام صاحب نے اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے بھائی کی شکایت کی انہوں نے احمد غزالی کو بُلا کر سمجھایا کہ اپنے برادر اقتداء کرو کہا کہ بہت خوب چنانچہ صبح کی نماز میں شامل ہوئے مگر ایک رکعت کے بعد نیت توڑ الگ ہو بیٹھے بعد نماز لوگوں نے چرچا کیا کہ یہ بھی کیا آدمی ہیں۔ یا تو نماز ہی نہ پڑھتے تھے اور جو پڑھی تو ایک رکعت امام صاحب کو بہت رنج ہوا والدہ سے کیفیت واقعہ عرض کی انہوں نے احمد غزالی سے جواب طلب کیا کہا کہ جب تک بھائی صاحب نماز میں مشغول تھے میں ان کے پیچھے رہا جب یہ حیض و نفاس کے مسائل میں مصروف ہوئے تو میں نیت توڑ کے الگ ہو گیا والدہ نے سن کر فرمایا کہ تم دونوں نالائق ہو کام کا ایک بھی نہ ہوا وہ حیض و نفاس میں گیا اور تو اس کے پیچھے ہولیا رجوع الی اللہ نہ تو ہوا نہ وہ نماز خدا کی پڑھتا تھا یا اُس کے دل کی۔

ایک روز کسی نے جناب وقبلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ مخدوم علی احمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر استغراق تھا کہ ان کو دن رات ہوش نہیں ہوتا تھا مگر خادم بوقت نماز حق حق کان میں کہتے تھے تو آپ گھبرا کر آنکھیں کھول دیتے تھے اور فرماتے کہ کیا قیامت قائم ہو گئی اور اس وقت ریش مبارک کے بال سفید ہو جاتے تھے تب خادم عرض کرتے کہ حضرت قیامت نہیں نماز کا وقت آگیا یہ سن کر حالت اصلی پر آجاتے یہ کیا بات تھی۔ جناب وقبلہ نے فرمایا کہ تصفیہ ما سوائے اللہ سے پہلے استغراق وارد ہو گیا تھا یہ قیامت صغریٰ تھی

ایک روز محمد احسان اللہ صاحب برادر مولوی فتح محمد مرحوم بھی حاضر تھے کمترین نے عرض کیا کہ میاں احسان اللہ مثنوی معنوی خوب پڑھتے ہیں اس وقت

ارشاد ہوا کہ اچھا حکایت شبان پڑھو حکایت حفظ شروع ہوئی اور جناب د
قبلہ کے چہرۂ مبارک کا رنگ سرخ اور آنکھیں مثل شمع روشن ہو گئیں آنسو ٹپ ٹپ
مینہ کی طرح برسنے لگے تمام مجلس کی یہ حالت تھی کہ ایک کی دوسرے کو خبر نہ رہی
ایک عجیب و غریب کیفیت طاری تھی کہ بیان میں نہیں آسکتی اٹھارہ برس کے
عرصہ میں صرف ایک روز حضرت کو روتے ہوئے دیکھا جناب د قبلہ بھی کبھی کبھی
اس حکایت کے اشعار پڑھا کرتے تھے وہ اشعار یہ ہیں۔

دید موسیٰ یک شبانے را براہ — کو ہمی گفت اے خدا دای الٰہ
تو کجائی تا شوم من چاکرت — چارقت دوزم کنم شانہ سرت
اے خدای من فدایت جان من — جملہ فرزندان و خان و مان من
تو کجائی تا سرت شانہ کنم — چارقت را دوزم و بخیہ زنم
جامہ ات دوزم شپشہایت کشم — شیر پیشت آورم اے محتشم!
ور ترا بیمارئے آید بہ پیش — من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
دستکت بوسم بمالم پایکت — وقت خواب آید بروبم جایکت
گر ببینم خانہ ات را من دوام — روغن و شیرت بیارم صبح و شام
ہم پنیر و نانہائے روغنی! — خمرہا جغراتہائے نازنین
سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام — از من آوردن ز تو خوردن طعام
اے خدائے تو ہمہ بزہائے من! — اے بیادت ہی ہی و ہیہائے من
این نمط بیہودہ میگفت آن شبان — گفت موسیٰ با کیستت اے فلان
گفت با آنکس کہ ما را آفرید — این زمین و چرخ ازو آمد پدید!
گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی — خود مسلمانان ناشدہ کافر شدی
این چہ ژاژست این چہ کفرست و فشار — پنبہ اندر دہان خود فشار!
گند کفر تو جہان را گندہ کرد — کفر تو دیبائے دین را ژندہ کرد
چارق و پاتابہ لائق مر تراست — آفتابے را چنین ہا کی رواست

گر نہ بندی زین سخن تو حلق را — آتشے آید بسوزد خلق را !

آتشے گر نامدہ است این دود چیست — جان سیہ گشتہ روان مردود چیست

گر ہمیدانی کہ یزدان داور است — ژاژ و گستاخی ترا چون باور است

دوستی بیخرد چون دشمنی ست — حق تعالیٰ زین چنین خدمت غنی ست

با کہ میگوئی تو این با عم و خال — جسم حاجت در صفات ذوالجلال

شیر او نوشد کہ در نشو و نما ست — چارق او پوشد کہ او محتاج پاست

گفت اے موسیٰ دہانم دوختے — در پشیمانی تو جانم سوختے !

جامہ را بدرید و آہے کرد تفت — سر نہاد اندر بیابانے و رفت

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا — بندۂ ما را ز ما کردی جدا !

تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

تا توانی پا منہ اندر فراق — ابغض الاشیاء عندی الطلاق

ہر کسے را سیرتے بنہادہ ام — ہر کسے را اصطلاحی دادہ ام

در حق او مدح در حق تو ذم — در حق او شہد در حق تو سم

در حق او نور در حق تو نار — در حق او ورد در حق تو خار

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ — از گرانجانی و چالاکی ہمہ

من نکردم خلق تا سودی کنم — بلکہ تا بر بندگان جودی کنم !

ہندیان را اصطلاح ہند مدح — سندیان را اصطلاح سند مدح

من نگردم پاک از تسبیح شان — پاک ہم ایشان شوند و درفشان

ما برون را ننگریم و قال را — ما درون را بنگریم و حال را

ناظر قلبیم اگر خاشع بود — گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود !

موسیا آداب دانان دیگر اند — سوختہ جان و روانان دیگر اند

عاشقان را ہر نفس سوزیدنی ست — بر دہ ویران خراج و عشر نیست

گر خطا گوید ورا خاطی مگو — گر شود پرخون شہید او را مشو

خون شهیدان را ز آب اولی‌تر است ‌ ‌ ‌ ‌ این خطا از صد صواب اولی‌تر است

در درون کعبه رسم قبله نیست ‌ ‌ ‌ ‌ چه غم ار غواص را پاچیله نیست

تو ز سرمستان قلاوزی مجو ‌ ‌ ‌ ‌ جامه چاکان را چه فرمائی رفو

ملت عشق از همه دینها جداست ‌ ‌ ‌ ‌ عاشقان را مذهب و ملت خداست

بعد از آن در سر موسیٰ حق نهفت ‌ ‌ ‌ ‌ رازهائے کان نمی‌آید بگفت !

بر دل موسیٰ سخنها ریختند ‌ ‌ ‌ ‌ دیدن و گفتن بهم آمیختند !

چند بیخود گشت و چند آمد بخود ‌ ‌ ‌ ‌ چند پرید از ازل سوئے ابد !

بعد از ان گر شرح گویم ابلهیست ‌ ‌ ‌ ‌ زانکه شرح این ورائے آگهیست

گر بگویم عقلها را بر کند ! ‌ ‌ ‌ ‌ در نویسم بس قلمها بشکند !

در بگویم شرح هائے بیشتر !! ‌ ‌ ‌ ‌ تا قیامت باشد آن بس مختصر

لاجرم کوتاه کردم من زبان ‌ ‌ ‌ ‌ گر تو خواهی از درون خود بخوان

چونکه موسیٰ این عتاب از حق شنید ‌ ‌ ‌ ‌ در بیابان در پے چوپان دوید !

بر نشان پائے آن سرگشته راند ‌ ‌ ‌ ‌ گرد از پرده بیابان برفشاند

گام پائے مردم شوریده خود ‌ ‌ ‌ ‌ هم ز گام دیگران پیدا بود !!

یک قدم چون رخ ز بالا تا نشیب ‌ ‌ ‌ ‌ یک قدم چون فیل رفته بر اریب

گاه چون موجے برافرازان علم ‌ ‌ ‌ ‌ گاه چون ماهی روانه بر شکم

گاه بر خاکے نوشته حال خود ‌ ‌ ‌ ‌ همچو رمالے که رملے بر زند !

گاه حیران ایستاده گه دوان ‌ ‌ ‌ ‌ گاه غلطان همچو گوئی از صولجان

عاقبت دریافت او را و بدید ‌ ‌ ‌ ‌ گفت مژده ده که دستورے رسید

هیچ آدابے و ترتیبے مجو !! ‌ ‌ ‌ ‌ هر چه میخواهد دل تنگت بگو !

کفر تو دین است و دینت نور جان ‌ ‌ ‌ ‌ ایمنے از تو جهانے در امان !

اے معاف یفعل الله ما یشاء ‌ ‌ ‌ ‌ بے محابا رو زبان را بر گشا

گفت اے موسیٰ از ان بگذشته ام ‌ ‌ ‌ ‌ من کنون در خون دل آغشته ام !

من نرسد رمنتہی بگزشتہ ام ! صد ہزاراں سال نہ آنسو گشتہ ام !
تا نہ یانہ بزردی اسپم بگشت گنبد گردوتہ گردوں برگذشت

محرم ناسوت بالا ہوت باد آفریں بردست دیر بازدت باد
حال من اکنون بردن از گفتن است انچہ میگویم نہ احوال من است

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بادشاہ نے نقالوں سے کہا کہ شیر کی نقل لاؤ مگر دن میں انہوں نے عذر کیا کہ دن میں راز کھلتا ہے حکم دیا کہ اگر نقل مطابق اصل نہ لائے تو تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا وہ لوگ بہت گھبرائے کہ اب کیا کریں اور دن میں نقل کس طرح بنائیں، جب بہت متردد ہوئے تو ڈھولک بجانے والا جس کے سر پر نان ٹوٹا کرتی تھی بولا کہ میاں کیوں گھبراتے ہو (شب در میان منزیں از بلا) کل کی بات کل دیکھی جائے گی اگلے دن نقل محل شاہی میں طلب ہوئے باہم صلاح کی ڈھولک نواز نے کہا کہ مجھ پر چادر ڈال دو چادر ڈال الا اللہ کا نعرہ مار کر چادر کہری شیر بن کر اس طرح گونجتا ہوا نکلا جیسے بن کے اندر سے اصلی شیر برآمد ہوتا ہے تمام محفل تھرا گئی شیر نے اطراف محفل میں گشت لگایا جب بادشاہ کے روبرو پہنچا تو شہزادہ جو بادشاہ کی گود میں بیٹھا تھا اس کے ایسا طمانچہ مارا کہ فوراً مر گیا۔ بادشاہ نہایت بیقرار و مضطرب ہوا وزیر نے کہا کہ حضور گھبرائے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کوئی کامل ہے آپ ان کو حکم دیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نقل لاؤ، نقالوں سے کہا گیا ڈھولک والے نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نقل فلاں مقام پر حضرت شمس تبریز ہیں وہ لائیں گے اور یہ بات کہہ کر غائب ہوگیا بہت سے خوش آواز گانے والے حضرت شمس تبریز کے پاس بھیجے گئے چونکہ وہ الحان کو پسند کرتے تھے سنتے ہوئے بادشاہی محفل تک چلے آئے یہاں نقل عیسیٰ علیہ السلام کی درخواست کی گئی کہا کہ اچھا تین بار فرمایا قم باذن اللہ مگر لڑکے نے جنبش نہ کی آخر غصہ میں آن کر ایک ٹھوکر ماری اور کہا قم باذنی شہزادہ اسی دم زندہ ہوگیا ۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ — ترجستہ باز گردانند ز راہ!

جب علماء کو یہ حال معلوم ہوا تو بجرم تکفیر فقیر کو تعزیر نہ دی۔

ایک روز حاضر خدمت ہوا اس روز جناب قبلہ نے پیر چنگی کی حکایت کی یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

این شنیدستی کہ در عہد عمر — بود چنگی مطربی با کر و فر
بلبل از آواز او بیخود شدی — یک طرب ز آواز خویش صد شدی
مجلس و مجمع دمش آراستی — وز نوائے او قیامت خاستی!
ہمچو اسرافیل کاوازش بفن — مردگان را جان در آرد در بدن
ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء — مردہ را زایشان حیات ست و نما
جانہائے مردہ اندر گور تن! — بر جہد ز آواز شان اندر کفن
گوید این آواز ز آواہا جداست — زندہ کردن کار آواز خدا ست
ما بمردیم و بکلی کاستیم!! — بانگ حق آمد ہمہ برخاستیم
بانگ حق اندر حجاب و بی حجیب — آن دہد کو داد مریم را ز جیب
اے فنا تان نیست کردہ زیر پوست — باز گردید از عدم ز آواز دوست
مطلق آن آواز خود از شہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود!!
گفت او را من زبان و چشم تو — من حواس و من رضا و خشم تو
رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی! — سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی
مطربی کزوی جہاں شد پر طرب — رستہ ز آوازش خیالات عجب
از نوایش مرغ دل پران شدی — وز صدایش ہوش جان حیران شدی
چون بر آمد روزگار و پیر شد — باز جانش از عجز پشہ گیر شد!
پشت او خم گشت ہمچون پشت خم — ابروان بر چشم ہمچون پاردم!
گشت آواز لطیف و جانفزاش — ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش
چونکہ مطرب پیر تر گشت و ضعیف — شد ز بی کسبی رہین یک رغیف

گفت عمرے مہلتم دادی بسے — لطفہا کردی خدایا باخسے!

معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال — باز نگرفتی ز من روزے نوال!

نیست کسب امروز مہمان توام — چنگ بہر تو زنم کان توام

چنگ را برداشت شد اللہ جو — سوئے گورستان یثرب آہ گو

گفت خواہم از حق ابریشم بہا — کو بہ نیکوئی پذیرد قلبہا!

چنگ زد بسیار و گریان سر نہاد — چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد

خواب بردش مرغ جان از حبس رست — چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست

گشت آزاد از تن و رنج جہاں — در جہان سادہ و صحرائے جان

آں زماں حق بر عمر خوابے گماشت — تاکہ خویش از خواب نتوانست داشت

در عجب افتاد کایں معہود نیست — ایں ز غیب افتاد بے مقصود نیست

سر نہاد و خواب بردش خواب دید — کامدش از حق ندا جانش شنید

آں ندا کاصل ہر بانگ و نواست — خود ندا آنست و ایں باقی صداست

ترک و گرد و پارسی گو و عرب — فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب

خود چہ جائے ترک و تاجیک ست و زنگ — فہم کردست ایں ندا را چوب و سنگ

بانگ آمد مر عمر را کاے عمر — بندۂ ما را ز حاجت باز خر

بندۂ داریم خاص و محترم — سوئے گورستان تو رنجہ کن قدم

اے عمر برجہ ز بیت المال عام — ہفتصد دینار در کف نہ تمام

پیش او بر کاے تو ما را اختیار — ایں قدر بستان کنون معذور دار

ایں قدر از بہر ابریشم بہا — خرج کن چوں خرج شد ایں جا بیا

پس عمر زاں ہیبت آواز جست — تا میاں را بہر ایں خدمت ببست

سوئے گورستان عمر بنہاد رو — در بغل ہمیان دواں در جستجو!

گرد گورستان دواں شد او بسے — غیر آں پیر او ندید آنجا کسے!

ے یعنی گردۂ نان ۱۲ منہ

گفت این نبود دگر بارہ دوید — ماندہ گشت و غیر آن پیر او ندید

گفت حق فرمود ما را بندہ ایست — صافی و شایستہ و فرخندہ ایست

پیر چنگی کے بود خاص خدا — حبذا اے سر پنہان حبذا

بار دیگر گرد گورستان بگشت — ہمچو آن شیر شکاری گرد دشت

چون یقین گشتش کہ غیر پیر نیست — گفت در ظلمت دل روشن بسیست

آمد و با صد ادب آنجا نشست — بر عمر عطسہ فتاد و پیر جست!

مر عمر را دید و ماند اندر شگفت — عزم رفتن کرد و لرزیدن گرفت

گفت در باطن خدایا از تو داد — محتسب بر پیرکے چنگی فتاد

چون نظر اندر رخ آن پیر کرد — دید او را شرمسار و روئے زرد

پس عمر گفتش مترس از من مرم — کت بشارتہا ز حق آوردہ ام

چند یزدان مدحت خوئے تو کرد — تا عمر را عاشق روئے تو کرد

پیش من بنشین و مہجوری مساز — تا بگوشت گویم از اقبال راز

حق سلامت میکند مے پرسدت — چونے از رنج و غمان بیحدت

نک قراضہ چند ابریشم بہا — خرج کن این را و باز اینجا بیا

پیر لرزان گشت چون این را شنید — دست میخائید و بر خود مے طپید

بانگ میزد کای خدائے بے نظیر — بسکہ از شرم آب شد بیچارہ پیر

چون بسے بگریست و از حد رفت درد — چنگ را زد بر زمین و خورد کرد

گفت اے بودہ حجابم از الٰہ — اے مرا تو راہ زن از شاہ راہ

اے بخوردہ خون من ہفتاد سال — اے ز تو رویم سیہ پیش کمال

اے خدائے با عطائے با وفا — رحم کن بر عمر رفتہ بر جفا!

داد حق عمرے کہ ہر روزے از آن — کس نداند قیمت آن در جہان

خرج کردم عمر خود را دمبدم — در دمیدم جملہ را در زیر و بم!

آہ کز یاد رہ و پردہ عراق — رفت از یادم دم تلخ فراق!

وای گز تری زیرِ انگستہ خورد　　خشک شد گشت دل من دل بمرد

وای گز آواز ایں بست و چہار　　کار داں بگزشت و بیگہ شد نہار

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ　　داد خواہم نے زکس زیں داد خواہ

داد کس چون من ندادم در جہان　　عمر شد ہفتاد سال از من جہان

داد خود از کس نیابم جز مگر　　زانکہ ہست از من بمن نزدیکتر

کین منی از وے رسد دم مرا　　پس ورا بینم چون ایں شد کم مرا

ہمچو آں کو با تو باشد از سمر　　سوانی او داری نہ سوئے خود نظر

ہم چنیں در گریہ و در نالہ او　　می شمردی جرم چندیں سالہ او

پس عمر گفتش کہ ایں زاری تو!　　ہست ہم آثار ہوشیاری تو!

بعد ازاں او را ازاں حالت برآند　　زاغتنہ ارش سوئے استغراق خواند

ہست ہوشیاری زیاد ما مضیٰ　　ماضی مستقبلت پردہ خدا!

چونکہ فاروق آئینہ اسرار شد　　جان پیر از اندروں بیدار شد

ہمچوں جان بے گریہ و بے خندہ شد　　جانش رفت و جان دیگر زندہ شد

حیرتے آمد درونش آن زمان　　کہ بروں شد از زمین و آسمان

جستجوئے ماورائے جستجو!　　من نمیدانم تو میدانی بگو

حال و قالے از ورائے حال و قال　　غرق گشتہ در جمال ذوالجلال

چونکہ قصہ حال پیر اینجا رسید　　پیر جانش روئے در دریا کشید

پیر دامن را ز گفت و گو فشاند　　نیم گفتہ در دہان او بماند!

ایک روز کسی شخص نے شکایت کی کہ حضرت دیکھئے میں نے فلاں شخص پر کس قدر احسان کئے ہیں اب میری ہی جان کا لاگو ہو گیا آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے۔ حجاج بن یوسف ایک دن شکار کو گیا راہ میں پیاس کی شدت ہوئی ایک غریب بڑھیا نے خوب سرد پانی پلایا نہایت خوش

[1] نام آواز ١٢

ہوا اور کہا کہ میرے دربار میں آ تجکو ایسا انعام دوں گا کہ آج تک کسی نے نہ دیا ہوگا بڑھیا بے چاری دوڑی آئی کہ دیکھئے کیا کچھ دے گا جب دربار میں حاضر ہوئی تو حجاج بولا کہ دینوی اشیاء میں سے اگر کوئی شئے تجھ کو دوں تو اس کو قیام نہیں اس لئے جی یوں چاہتا ہے کہ تجھ کو اپنے ہاتھ سے جام شہادت پلاؤں یہ سن کر بڑھیا کے ہوش اڑ گئے۔ بولی کیا دنیا میں نیکی کا بدلہ بدی ہے اس نے کہا نہیں میں تو ایک پیالہ پانی کے حوض تجھ کو جام شہادت پلاتا ہوں اور تو ہمیشہ بہشت کے اندر حوض کوثر سے سیراب رہے گی بھلا اس سے بڑھ کر انعام کیا ہو سکتا ہے غرض تلوار کھینچ کر بڑھیا کا سر اڑا دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں مردان شاہ صاحب سے ایک بار ہم نے پوچھا کہ میاں صاحب کیا فقیری اسی کا نام ہے کہ مرید ہو کر رنگین کپڑے پہن لئے ترتیب بارہ تسبیح پڑھ لی اور ڈھولک کی گت پر ناچ لئے یا کچھ اور چیز ہے بقول شخصے ایک جاٹ کسی گرو کا چیلہ تھا جاڑے کے موسم میں گرو کی زیارت کو گیا وہاں کھچڑی کھانے کو ملی اور ایک عمدہ لحاف اوڑھنے کو رات بھر خوب چین سے پاؤں پھیلا کر سویا صبح کو اٹھا تو گرو جی سے عرض کیا ؎

کھانے کو کھچڑی اوڑھنے کو سوڑ — گرو جی گت یہی ہے یا کچھ اور

یعنی اگر یہی ہے تو بس حاصل ہو گئی اور اگر کچھ اور ہے تو اس کی تعلیم فرمایئے سو حضرت اگر فقیری یہی ہے جو میں نے بیان کی تو کچھ بڑی بات نہیں۔ صرف ایک پیسہ کا گیرو خرچ ہوتا ہے لیکن یہ گیرو کا نسخہ شاید متقدمین کے زمانہ میں ایجاد نہ ہوا ہوگا ورنہ کیوں طلب و تلاش میں عمر کھوتے اور دنیا کی خاک چھانتے۔ یہ بات سن کر مردان شاہ تو خاموش ہو رہے کچھ جواب نہ دیا مگر ان کے پیر و مرشد میاں غلام علی شاہ صاحب خفا ہو گئے اور بولے کہ واہ صاحب تم فقیروں کا خاکہ اڑاتے ہو اور ہم پر ہنستے ہو مردان شاہ نے ان سے کہا کہ حضرت خفگی تو دوسری بات ہے ورنہ انصاف شرط ہے جو کچھ میاں صاحب نے فرمایا اس زمانے کے

کا تو بیشک یہی حال ہے۔

ایک روز خدمت مبارک میں ایک بزرگ تشریف لائے تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے کہ حضرت میں تو آپ کی بڑی تعریف سن کر آیا تھا لیکن آپ تو بالکل خالی ہیں اس وقت ارشاد ہوا کہ صاحب ہیں تو آج تک یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ہم خالی ہیں یا بھرے، بہت سے فقراء سے ملے اکثر بزرگوں کی خدمت میں گئے کسی نے یہ پتا نہ دیا بارے الحمد اللہ کہ آپ کی زبان سے یہ عقدہ حل ہو گیا اتنی بات کہہ کر سن کر وہ بزرگ قلندر صاحب کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے وہاں سے روتے پیٹتے ہوتے بھاگے آئے اور جناب و قبلہ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عذر و معذرت کرنے لگے کہ برائے خدا میرا قصور معاف فرما دیجئے مجھ کو یہ حال معلوم نہ تھا حضرت نے فرمایا صاحب وہ بھی تمہارا ہی گمان تھا اور یہ بھی تمہارا خیال ہے۔ ہم تو جیسے جب تھے ویسے ہی اب ہیں نہ آپ کے اقرار سے کچھ بیشی ہوئی نہ انکار سے کچھ کمی ہمارا قصور تو آپ نے کچھ کیا نہیں جس کی معافی واجب ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں کشمیر کے اندر ایک مجذوب تھے، کباب دہی نہایت رغبت سے کھایا کرتے تھے ایک شخص ان کے واسطے کباب دہی لایا انہوں نے کھایا اور کہنے لگے کہ کیا خوب کباب اور کیا خوب دہی ہے یہی کہتے کہتے دہی لانے والے کا قلب مثل آئینہ ہو گیا کہ سات سو کوس کا حال اس کو نظر آنے لگا پھر وہ شخص مرغزار کشمیر میں جا بیٹھا، بیس برس تک یہی کیفیت رہی مگر ایک دن مثل شمع گل ہو گئی اور جیسا تھا ویسا ہی رہ گیا اس کے غم والم میں وہ شخص جا بجا پھرتا رہا، سبحان اللہ کے پاس بھی آیا تھا انہوں نے سن کر فرمایا کہ بھائی یہ بات تو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں تم سلیمان شاہ صاحب کی خدمت میں جاؤ اس زمانہ کے مشہور و معروف بزرگ ہیں غرض ان کے پاس گیا۔ انہوں

نے فرمایا کہ میاں جو بات تو بیان کرتا ہے خود ہم پر بھی نہیں گزری بھلا ہم کیا تعلیم کریں ہمارا طریقہ تو یہ ذکر دادِ ساد کا ہے وہ شخص شاہ صاحب کا مرید ہو گیا۔ ایک بار ہم سے بھی ملاقات ہوئی کہنے لگا کہ سلیمان شاہ صاحب کا میں مرید ہو گیا ہوں لیکن جو بات پہلے تھی وہ اب خواب میں بھی نہیں اور وہ مجذوب پھر کہیں نہ ملے۔ شاید ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ راقم نے عرض کیا کہ حضرت بیس سال کے بعد یہ بات جاتی کیوں رہی جناب قبلہ نے فرمایا کہ بغیر جد و جہد اس کو مل گئی تھی اگر چند روز ان بزرگ کی خدمت میں رہتا تو قیام و ثبات اس حالت کو ہو جاتا اور وہ شخص کامل اور مکمل تھا کہ جس کی ایک نظر میں یہ بات پیدا ہو گئی تھی لیکن یہ اپنے خیال میں کامل ہو گیا تھا کہ خدمت میں رہنا اختیار نہ کیا اور وہ بات قائم نہ رہی چراغ کے گل ہوتے ہی اندھیرا ہو گیا۔

ایک روز پرشادگر کا ذکر آیا جو نقل روح کرتے تھے ارشاد ہوا کہ ایک فقیر پہاڑ میں رہتے تھے۔ ان کے تصرف سے پرشادگر کو یہ بات حاصل ہوئی تھی اور چھ سات روز کچھ ریاضت پرشادگر نے کی تھی وہ فقیر صاحب کمال تھا۔ مگر پرشادگر میں اتنی تاب و طاقت نہ تھی کہ اور کو بھی ایسا کر دیتے ہم نے جو اس بات کو سوچا تو ایسا معلوم ہوا کہ جس طرح کی نسبت قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ فرمایا ہے اس کا نقل و انتقال تو کیا اس کو دیکھنا بھی تو ہوش بجا نہ رہتے ہاں عالم مثال کی روح (جو کہی گئی ہے) اس کا یہ حال ہوگا پرشادگر نے ہم سے بھی کہا تھا کہ تم سیکھنا چاہتے ہو تو ان فقیر صاحب کے پاس چلو مگر ہمارا جانا نہ ہوگا۔

ایک روز کتاب تحفۃ الہند کا ذکر آیا جو مولوی عبید اللہ صاحب نے ردِ ہنود میں تصنیف کی ہے ارشاد ہوا کہ ہم نے بھی دیکھی ہے۔ اس قسم کی کتاب اگر خواجہ معین الدین چشتی یا اور بزرگ جو صاحب طاقت گزرے ہیں

لکھتے تو نہ بیا تھا مولوی صاحب نے جو او تاروں کے استدراج لکھے تھے اور ان کا رد کیا تو کس برتے پر اگر مولوی صاحب کو اس قسم کی طاقت ان سے بڑھ کر ہوتی تو رد لکھنے کا مضائقہ بھی نہ تھا۔ یہ قاعدہ ہے کہ انسان اپنی غلاظت پر نظر نہیں کرتا مگر دوسرے کی بڑی معلوم ہوتی ہے جیسے اپنی آبدست تو بغیر نفرت لیتے ہیں مگر دوسرے کی آبدست سے گھن معلوم ہوتی ہے۔

ایک روز کسی شخص نے عدم حصول کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا واہ سبحان اللہ کے آمدی فٹ کے پیری مرشدی کل مرید ہوئے آج کامل ہونا چاہتے ہیں اے میاں ؎

سال ہا بردند مردان انتظار — تا یکے را یار شد از صد ہزار

ایک مدت دراز میں لاکھوں کروڑوں میں سے کوئی ایک اپنی مراد کو پہنچتا ہے کچھ راہ فقر ہنسی کھیل نہیں۔

روز ہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش — زاہدے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن

ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ ز آب و گل — شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن!

ماہ ہا باید کہ تا یک نطفہ از پشت در رحم — صفدرے خیزد بمیدان یا عروس انجمن

سالہا باید کہ تا یک سنگ قابل ز آفتاب — لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از فیض طبع — عالمے دانا شود یا شاعر شیریں سخن

عمرہا باید کہ تا گردوں گرداں یک شبے — عاشقے را وصل بخشد یا غریبے را وطن

دور ہا باید کہ تا یک مرد صاحب دل شود — بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

یا برو ہمچون زنان رنگ بازی پیشہ کن — یا بیا ہمچوں سنائے گوے در میدان بزن

ایک روز راقم حاضر خدمت مبارک تھا کہ ایک شخص نے قحط سالی کی شکایت کی اور مستدعی ہوا کہ حضور دعا فرماویں تاکہ باران رحمت نازل ہو آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ جب حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نئی نئی فقیری حاصل کر کے گھر میں تشریف لائے اور اتفاقاً قحط ہو گیا۔ آپ نے ایک دیگ پلاؤ

کی مسلمانوں کے واسطے باورچی سے ایک اور دیگ موہن بھوگ کی ہندوؤں کے
کے واسطے برہمن سے پکوائی اور شہر میں منادی کرادی کہ تمام مسلمان اور ہنود آئیں
اور کھائیں دیگوں کا یہ حال تھا کہ جتنا کھانا دیگ میں سے نکالتے تھے پھر اسی قدر
زیادہ ہو جاتا تھا اور ہر دم گرما گرم تین دن تک یہی حال رہا چوتھے روز الہام
ہوا کہ عبدالقدوس نقیری تو کر چکا مگر اب رزاقی میں بھی قدم رکھنے لگا بھلا ہم پوچھتے
ہیں کہ تم کون ہو عرض کیا کہ تیرا بندہ۔ بھلا وہ لوگ کون ہیں کہا کہ تیرے بندے
حکم ہوا کہ پھر تو کون ہے دخل دینے والا کیا ہم نے زیادہ حکمت والا یا ہم سے زیادہ
مخلوق پر مہربان ہے۔ اس کے بعد شاہ عبدالقدوس نے توبہ کی اور وہ دیگیں توڑ
ڈالیں پس اس کی مخلوقات ہے جس طرح چاہے رکھے ہم سے زیادہ حکیم و رحیم ہے

جدھر رب ادھر سب ہے

اسکی رضا پہ چھوڑ دو بہر خدا جو ہو سو ہو

ایک روز کسی شخص نے عرض کیا کہ حضور فلاں حاکم بڑا ظلم کرتا ہے حضور
دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظلم سے مخلوقات کو نجات دے اس وقت ارشاد
ہوا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ دو یار ہم سفر تھے ایک نے کہا کہ اگر خدائے
تعالیٰ مجھ کو سلطنت عطا فرمائے تو ایسا عدل و انصاف کروں اور جود و کرم
کی داد دوں کہ کبھی کسی نے سنا بھی نہ ہو، دوسرا بولا کہ اگر میں بادشاہ ہو جاؤں
تو ہر روز ایک آدمی کو قتل کیا کروں اور ایسے ایسے ظلم ایجاد کروں جو کسی کے خیال
میں بھی نہ گزرے ہوں۔ خدا کی قدرت کچھ مدت کے بعد وہ ظلم دوست آدمی
صاحب تاج و تخت ہو گیا اور اپنے ارادہ اور منشاء کے موافق اس نے ایسے ظلم
شروع کئے کہ تمام ملک میں شور قیامت برپا ہو گیا اتفاقاً وہ عدل پسند بھی
وہاں آ گیا، لوگوں نے اس کے روبرو واویلا کی کہ صاحب بادشاہ تمہارا ندیم
دوست ہے کچھ تم ہی سمجھاؤ کہ جور بیجا سے باز آوے اس نے تنہائی میں نصیحت
کی کہ یار کچھ تو خدا سے ڈر کیوں خلقت کو تباہ کرتا ہے اس نے جواب دیا

کہ اسے احمق اگر اللہ تعالےٰ کو لوگوں پر رحم منظور ہوتا تو مجھ کو دولت و سلطنت کیوں دیتا تجھی کو بادشاہ نہ بناتا کیا تجھ کو یاد نہیں کہ میں نے اس سفر میں کیا کہا تھا ؎

چو خواہد کہ ویران کند عالمے　　　نہد ملک در پنجۂ ظالمے !

غرض یہ ہے کہ عدل ہو یا ظلم سب تقدیر الہٰی سے وابستہ ہیں پھر چون و چرا کیسی اور یہ عدل و ظلم بھی انسان کی نسبت سے معتبر ہیں ورنہ دراصل نہ کوئی بات ظلم ہے نہ عدل ؎

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست　　　در کنی نسبت بما کفر آفت ست

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مقام پر اژدہا سرراہ پڑا تھا خوف کے مارے ادھر کا راستہ مسدود ہو گیا اتفاقاً اس راہ سے ایک فقیر باتاثیر گزرا ہر چند لوگوں نے منع کیا اور خوف دلایا مگر اس نے کہا خیر جو پیش آوے گا دیکھا جائے گا جب پاس پہنچا تو اژدہا پھنکارا، فقیر نے کہا کہ بس خاموش فقیر تو چل دیا مگر اژدہا خاموش رہ گیا کچھ مدت کے بعد جو فقیر واپس آیا تو اس کا برا حال پایا سوائے استخوان و پوست کے باقی کچھ نہ تھا - پوچھا تیرا کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ مجھ کو لوگ بہت ستاتے ہیں کوئی لکڑی مارتا ہے کوئی پتھر کوئی اوپر چڑھ جاتا ہے میں نہایت سختی میں ہوں ۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ ایسا تحمل بھی مت کیا کرو کہ لوگ تجھ کو مار ہی ڈالیں ذرا پھوں پھاں کر کے ڈرا بھی دیا کر اسی طرح فقیر کو لازم ہے کہ نہ ایسا میٹھا بن جائے کہ لوگ کھا جاویں اور نہ ایسا کڑوا کہ تھوک دیں ؎

تحمل بایدت لیکن نہ چنداں　　　کہ گردد چیرہ گرگ تیز دنداں

ایک روز حضرت قبلہ کی خدمت میں ایک مولوی صاحب آئے آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب چھوٹے صاحبزادہ کو کلام مجید کیوں نہیں یاد کرایا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت کم عمری میں ایسی محنت شاقہ سے دل کے دماغ دہنی مضمحل ہو

جاتے ہیں پھر وہ کسی علم و ہنر کی تحصیل کے قابل نہیں رہتے میں نے اس کو انگریزی پڑھانی شروع کرادی ہے سمجھ آنے تک کچھ کچھ اس زبان سے آشنا ہو جاتے گا پھر آگے کی تحصیل میں آسانی ہوگی۔ حضرت نے تو اس بات کے جواب میں کچھ نہ فرمایا لیکن راقم بول اٹھا کہ سبحان اللہ آپ کے خیالات بہت عالی ہیں اگر عربی الفاظ کے تحفظ سے قوائے ذہنی کو نقصان پہنچتا ہے تو انگریزی الفاظ سے بھی وہی اثر مرتب ہوگا ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ اس میں دینی فائدہ ہے اور اس میں دنیاوی سو آپ خوب سمجھتے ہیں کہ نقد کو چھوڑ کر کیوں نسیہ کے انتظار میں پڑے ہے

اب تو آرام سے گزرتی ہے   عاقبت کی خبر خدا جانے

اور اگر واقعات پر لحاظ کیجئے تو حفظ قرآن کے بعد مولوی راغب اللہ صاحب جاہل کیوں نہ رہ گئے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو ایسا فضل و کمال کیوں حاصل ہو گیا کہ آج ہندوستان میں ان کا جواب نہیں بہت سے مسلمان جنہوں نے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا کیوں جاہل ہیں ان حالات پر غور کرنے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حفظ قرآن سے حافظہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے اگر ذہن رسا ہے تو تحصیل علوم میں بہت آسانی ہو جاتی ہے مگر اس میں شک نہیں کہ انگریزی کا سا نقد ثواب اس میں کہاں ہے کہ ادھر پڑھی اور ادھر گورنمنٹ کی نوکری حاصل ہو گئی یہ سن کر جناب و قبلہ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے ایک باباجی میں یہ کمال تھا کہ جو بات منہ سے نکلتا وہی ہو جاتی راجہ نے اس سے پوچھا کہ مہاراج آپ کو یہ کمال کیوں کر حاصل ہوا اس نے جواب دیا کہ میں بارہ برس سے اپنا گہہ موت کھاتا پیتا ہوں اسی کی بدولت میری زبان کو یہ تاثیر ہے کہ ایک فقیر کو بادشاہ یا راجہ کہہ دوں تو تو راجہ ہو جاوے راجہ نے کہا کہ پھر آپ کو کیا بادشاہ بنا تو دوسرا راجہ ہوا تو اور تمہاری قسمت میں تو وہی گہہ موت رہا حضرت نے تو ارشاد کے بعد سکوت

فرمایا اور راقم نے اس مسئلہ میں کچھ اور بھی عرض کیا آخر مولوی صاحب بولے کہ گو میری بات بعض صاحبوں کو ناگوار ہو لیکن مجبوری ہے کہ اپنی اپنی سمجھ جدا ہے۔

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ لالہ بانکے رائے وکیل میرٹھ بڑے فقیر دوست اور درویشوں کے خادم تھے بہت سے بزرگوں اور فقیروں سے ملے اور مروت و فیاضی میں کبھی دریغ نہ کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کسی بزرگ نے راہ خدا نہ بتلائی اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ لالہ بانکے رائے اپنے مال و دولت کے ذریعہ سے اس راہ کو حاصل کرنا چاہتے تھے پس مردانِ خدا کچھ خدا فروش تو ہوتے ہی نہیں کہ مال دنیا کی طمع میں نام خدا کو بیچ ڈالیں اور جو مال و متاع کے لالچ کرنے والے ملے وہ خود اس راہ سے ناواقف تھے اور کو کیا فیض و فائدہ پہنچاتے ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ایک روز حجرہ شریف کے حضار میں اس بات کی گفتگو ہونے لگی کہ فقر بہتر ہے یا تونگری اتنے میں جناب و قبلہ باہر سے تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کس بات میں بحث ہے حافظ سعد اکبر صاحب نے حال عرض کیا اور یہ حدیث شریف اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنْ یَدِ السُّفْلٰی آپ نے فرمایا کہ اس حدیث سے تو فقر کی تفضیلت ثابت ہوتی ہے نہ غنا کی اس لئے کہ ید علیا فقر حاصل کرتا ہے اور ید سفلی یعنی نیچے کا ہاتھ تونگری۔

ایک روز کسی شخص نے اپنے گھر کے جھگڑے قضیے خدمت مبارک میں عرض کئے اور انفصال و درستی معاملات میں رائے طلب کی کہ اس وقت ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے کسی زمانہ میں ایک شخص نے دعویٰ پیغمبری کا کیا بادشاہ وقت کو خبر ہوئی اس کو بلایا اور کہا کہ اگر تیرا دعویٰ سچا ہے اور تو پیغمبر برحق ہے تو اس قفل کو کھول دے اس شخص نے جواب دیا کہ دعویٰ پیغمبری کردہ ام نہ آہنگری

سو ہمارے تو نہ جورو نہ بچے ان معاملات کے نشیب و فراز کی ہم کو کیا خبر ہے تم جانو اور تمہارا کام۔

ایک روز کسی شخص کا خط آیا جس میں قدم بوسی کا اشتیاق ارادت کا اظہار اور بیعت کی درخواست تھی بجواب اس کے ارشاد ہوا کہ ان کو لکھ دو کہ پہلے ہم کو اپنے گھر کے کاروبار کی ایک فہرست بنا کر بھیج دیں۔ یعنی بعد مرید ہونے کے جو جو کام ہم سے لینے ہوں ابھی سے ان کے لئے تیار رہیں۔ کیونکہ دنیا داروں کے پیر تو اسی مصرف کے ہوتے ہیں کہ ان کی نوکری چاکری کے لئے بال بچوں کے لئے صحت و تندرستی کے لئے دعا کریں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم کو بھی بدن ڈھانپنے اور پیٹ بھرنے کے لئے دو چار روپیہ ماہوار کی حاجت ہوتی ہے۔ سو یہ کام ان لوگوں سے چلتا ہے جو دنیوی غرض لے کر ہمارے پاس آتے ہیں اگر وہ ایک روپیہ ہم کو دیتے ہیں تو ہم ان کا کام روپیہ کا کر دیتے ہیں مگر جس کا نام خدا بتلایا جاتا ہے البتہ اس سے کسی قسم کی خدمت لینا حرام ہے۔

ہم ایک روز حسب دستور بعد نماز عشاء حجرہ مبارک میں خدام حاضر تھے اس وقت ایک صاحب بیٹھے بیٹھے سو گئے یہاں تک کہ آواز خراٹے کی بلند ہوئی جناب و قبلہ نے از راہ طبیعت فرمایا کہ یہ کیا کوئی ذکر کر رہا ہے عرض کیا گیا کہ میر صاحب کو نیند آ گئی تھی فرمایا کہ ہاں ظنّوا لمؤمنین خیراً کے یہی معنی ہیں چنانچہ ایک بزرگ تھے۔ مراقبہ اور ذکر میں اکثر مشغول رہا کرتے تھے قضارا ایک رات بائیں طرف مادہ فالج گرا اور وہ جاں بحق ہو گئے۔ چونکہ بائیں طرف کو گردن جھک گئی تھی مریدان جوش اعتقاد نے خیال کیا کہ ذکر قلبی میں مستغرق ہیں کچھ دن چڑھے ہم بھی گئے۔ میاں صاحب کو دیکھا تو ان میں دم نہ تھا حکیم صاحب بلائے گئے وہ ایسے سادہ دل مومن تھے کہ نہ سینہ میں دم نہ نبض میں جنبش مگر یہی کہتے رہے کہ کچھ ڈر نہیں ہے، حضرت تو نفی اثبات کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ میاں صاحب بیچارہ کو تو نہ ذکر

کی خبر ہے نہ فکر کی اطلاع لیکن تمہارا خیال بے شک ظن المؤمنین خیرا کا مصداق ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک ولایتی پٹھان کے گھر لڑکا پیدا ہوا تقریب تہنیت میں تمام خویش و اقارب جمع تھے۔ اتفاقاً پٹھان سے گوز سرزد ہو گیا اس کو ایسی خجالت چڑھی کہ ترک وطن کر کے کسی دوسرے ملک کو چلا گیا بارہ برس کے بعد پھر واپس آیا اور رات کو گھر کے دروازہ پر آن کے کھڑا ہوا کہ دیکھوں اب تو میری بات کسی کو یاد نہیں یہ کان لگائے کھڑا تھا کہ گھر میں لڑکے نے شرارت کی کسی نے کہا کہ او پدو کے لڑکے مانتا نہیں یہ بات سن کر پھر بھاگ گیا اگر وہ پٹھان اس حرکت کو اپنے وہم میں جرم عظیم قابل ترک وطن نہ سمجھتا تو لوگوں کو خیال بھی نہ ہوتا لیکن اس کے نکل جانے نے اور بھی اس بات کو مشتہر کر دیا اور اس کی اولاد پر بھی داغ بٹا لگ گیا۔

ایک روز راقم خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص نے مرزا نوشہ صاحب کے انتقال کی خبر سنائی آپ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

کہاں وہ ہوتی رہ گیو اور نہ بچہ ہیبی انگار — اہرن کو ٹھکو ہٹو اور اٹھ گئے میت لوہار
سدا نہ پھولیں توریاں اور سدا نہ ساون ہوئے — سدا نہ جوبن تھر رہے اور سدا نہ جیوے کوئے

شنیدم کہ در روزگار کہن! — شدہ عنصری شاہ صاحب سخن
چو اورنگ از عنصری شد تہی — بفردوسی آمد کلاہ مہی
چو فردوسی از دور فانی گذشت — نظامی بملک سخن شاہ گشت
نظامی چو جام اجل درکشید — بسر چتر اشعار سعدی رسید
چو اورنگ سعدی فرد شد ز کار — سخن گشت بر فرق خسرو نثار
وزاں پس چو نوبت بجامی رسید — جہان سخن را تمامی رسید
عدم ہے یا کوئی کوئے صنم ہے — چلی جاتی ہے واں خلقت خدا کی

نہایت خوب آدمی تھے عجز و انکسار بہت تھا فقر دوست بدرجہ غایت اور خلیق از حد تھے ایک روز جو ہم ان کے پاس گئے تو انہوں نے اپنے یہ دو قطعے پڑھے تھے۔

قطعہ

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار | ساقی و مغنی و شرابے و سرود ے
زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند | حق را بسجودے و نبی را بدرودے

قطعہ

بروز حشر الٰہی چو نامہ عملم | کنند باز کہ آں روز باز خواہ من است
بکن مقابلہ آنرا ز سرنوشت ازل | اگر زیادہ و کم باشد آں گناہ من است

رند مشرب بے حد رحم دل تھے اور فن شاعری میں تو اپنا جواب نہ رکھتے تھے لیکن افسوس یہ ہمارے محسب بھی چل دیئے ؂

ندی ناؤ کا بیٹھنا پلک ایک کی پریت | پل میں بچھڑے جات ہیں یہی جگت کی ریت
ہم دیکھیں جگت جات ہے جگت دیکھے ہم جائیں | ہم تو بیٹھے راہ پر کس کس کو پچھتائیں

ایک روز قلندر صاحب کے چوک میں ایک غول بچوں کا کھیل کود میں مصروف تھا۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ دیکھو یہ نئی بچہ پلٹن سرکاری طیار ہو رہی ہے۔ پرانے قواعد دان فوج کو خبر نہیں کہ ایک دن یہی پلٹن چھیکی۔ بجاتے میں ان کی جگہ چھیچھے گی بڈھوں کی بجائے جوان وارث بنتے ہیں جوان کی جگہ بچوں کی بھرتی جاری ہے ایک مرتا ہے دوسرا اس کے منصب پر قائم ہوتا ہے۔ اگر آدمی غور کرے تو یہ نظارہ عبرت کے لئے کافی ہے ؂

نشستی بجائے دگر کس بسے | نشیند بجائے تو دیگر کسے!

ایک روز ارشاد ہوا کہ موت فرق واتمیاز کے دور کرنے والی اور تعلقات اضافات کے اٹھا دینے والی ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اور اس کا ذائقہ عوام وخواص صلحا اولیاء انبیاء سب کے واسطے مسلم ہے جس طرح تانبے لوہے اور سونے چاندی سب کا تار بغیر جنتری میں نکلے طیار نہیں ہو سکتا اسی طرح موت بھی ہر بھلے برے کے لئے ضرور ہے مولانا روم فرماتے ہیں ؂

موت جسر موصل آمد سوئے یار | مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار

وہ چہ خوش باشد کہ سوئے شہ روم ۔ واصل درگاہ آں بیچوں شوم!

وقت آمد کز جہاں بے کسی ۔ پائے کوبان سوئے بام اور سی

زین سبب فرمودۂ احمد مجتبےٰ ۔ تحفۃ المومن کہ الموت اے فتیٰ

گر نبودے موت در دنیائے دوں ۔ سخت میگشتیم عاجز بس زبون

شکر حق کہ مخلصے بنہادہ است ۔ غرفۂ سوئے آں جہاں بکشادہ است

پس بسوئے واحدیت تا احد ۔ سر برآرد از تعین مے رہد!

منتہی سوئے خدا شد زین سبب ۔ ہست رجعی سوئے او خوب بے طلب

معنی کل "الینا راجعون" ۔ فہم کن واللہ اعلم بالعیون

زین سبب فرمود آں احمد حبیب ۔ موت جسر یوصل آمد تا حبیب

تا کہ وجہ حق برو ظاہر شود! ۔ در تجلی واحدی احدی رود

خود فنا کردد بقا حاصل کنند ۔ قطرہ را تا بحر کل واصل کنند

باز شہ اکنوں سوئے سلطان پرید ۔ پردہائے عاریت را بر درید!

ہست چوں کل الینا راجعون ۔ میشود مر اصل خود را سر نگون!!

غرض موت آخر نعمائے الٰہی میں سے ہے ۔ مقام تہنیت ہے نہ جائے تعزیت

ایک روز ارشاد ہوا کہ آخری وقت کا اضطراب و استقلال کچھ کرتب پر منحصر نہیں ہم نے ایک دفعہ میرٹھ میں دیکھا کہ دو آدمیوں کو پھانسی دینے کے واسطے لے چلے ایک تو لا دنیاں گاتا اور خوش ہوتا چلا جاتا تھا دوسرے کو ایسا سہم چڑھا کہ منکا ڈھل گیا تھا جرم دونوں برابر قصاص میں مساوی مگر ایک بشاشت اور ایک خوف زدہ نہ اس نے کوئی کرتب کیا تھا نہ اس نے صرف فرق تھا تو یہ تھا کہ قدرت نے ایک کو ایسا دلاور بنایا تھا اور دوسرے کو آشنا بودہ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ روح ندا ربانی پر عاشق ہے۔ جب آدمی کا وقت آخر ہوتا ہے تو وہ ندا آتی ہے اس کو سنتے ہی روح پرواز کر جاتی ہے۔ چنانچہ مولانا روم نے اس ندا کو لفظ رغنون سے تعبیر کیا ہے ؎

پس عدم گردم عدم چون ارغنون   گویدم کانا الیہ راجعون

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارا حال اس چوپائے کے مطابق ہے۔

السی بنج پڑے جل بیسترآدم ہین دو دیر جو تیا

بھوریہیں دل دھر بیہے اک بھوک لگی در جے پانی پو تیا

ایسے کے پیٹ کو تو ہی بھرت ہو مہا جر اد گن کی دو دیا

بھور سے سانجھ لو سانجھ سے بھور لو ہسا کپوت نہ تو سا دیا

سوائے دو وقت کھانے پینے اور سو رہنے کے اور کچھ کام ہم سے نہیں ہو سکتا یہ اسی کی رحمت کا معاملہ ہے کہ ہم جیسوں کو اپنی رنگا رنگ نعمتوں سے پرورش فرماتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب نواب راج گدھ نے اڑھائی ہزار روپیہ بطور نذر بھیجا تو لوگوں نے ہم سے کہا کہ آپ ایک مکان تیار کرالیں کسی نے صلاح دی کہ ایک زمین خرید لیں اس وقت ہم کو یہ نقل یاد آئی کہ ایک شخص سنیاس متابین دتاترہ نامی ہندو فقیر ہوا ہے اس نے چوبیس گرو کئے ہیں ان میں سے ایک سانپ بھی ہے کہ کبھی اپنا گھر نہیں بناتا۔ دوسرے کتا کہ سوائے اپنے مالک کے دوسرے کے دروازہ پر نہیں جاتا۔ یہ تعلیم کتے سے حاصل کی۔ تیسرے چیل کہ جب اس کو ایک بچا گوشت کا مل جاتا ہے تو کوے پیچھے پڑ جاتے ہیں ناچار گوشت کو پھینک ایک اونچی ٹہنی پر سب سے الگ جا بیٹھتی ہے اور حریصوں کے جنگ و جدال کا تماشا دیکھتی رہی۔ ہم نے سوچا کہ تمام عمر تو خانہ بدوشی میں گزاری بھلا ہم کو گھر بار بنانے سے کیا سروکار اور ہمارے والد ماجد کی نصیحت بھی یہی تھی کہ گھر نہ بنا کہ کبھی نہ رہنا جہاں جگہ مل گئی آرام کر لیا۔ پس ہم نے اس روپیہ کو اپنے روبرو

---

[۱] لیٹی سست دبیکار اور بے دست و پا پانی میں پڑا ہوا بڑا کنگال دو نوں وقت کھانے والا صبح ہوئے تو دلدری بن کے کھالیا ایسے کے پیٹ کو تو ہی بھرنے والا ہے اے بڑے خبردار اور اوصاف کے دینے والے صبح سے تمام تک اور شام سے صبح تک مجھ سا کپوت نہیں اور تجھ سا دینے والا نہیں۔[۲]

نہ آنے دیا میاں مفتاح الاسلام اور مختار ان نواب سے کہہ دیا کہ تم لوگ خود تقسیم کر دو، ہم فقیر آدمی اتنا روپیہ رکھ کر ایک مفت کی بلا اپنے ذمہ کیوں لیں کوئی چوری کی تاک لگاتا، کوئی مانگنے آتا کوئی خوش ہوتا کوئی ناخوش ہوتا ہم تو اس بکھیڑے سے الگ ہی رہے اور چیل کے گوشت کی طرح اس کو پھینک کر لوگوں کا تماشا دیکھتے رہے۔

اس روپیہ کے آنے سے پہلے ہم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ جسم کا زیر حصہ براز سے آلودہ ہو رہا ہے لیکن ہاتھ ہمارے بالکل صاف ہیں اگلے روز یہ روپیہ آیا تو ہم سمجھ گئے کہ اس خواب کی تعبیر یہی ہے چنانچہ ہم نے نہ اس کو ہاتھ لگایا نہ اس میں سے کھایا۔

ایک روز ایک درویش دلریش پیٹ پر بہت سا گوڈر لپیٹے رسیوں سے مضبوط باندھے ہوئے حاضر خدمت مبارک ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت میرا پیٹ گیا آنتیں نظر آنے لگیں کچھ علاج فرمایئے ورنہ میں مرا آپ نے فرمایا کیا تم ذکر اللہ کیا کرتے ہو اس نے کہا کہ ہاں فرمایا کہ تم اپنے پیر کی خدمت میں جاؤ اس نے مکرر عرض کیا کہ حضور ہی کچھ علاج فرمائیں ورنہ میری جان جاتی رہے گی، اس وقت پیر کی خدمت میں پہنچنا دشوار ہے لہٰذا علاج فرمایئے اس وقت ارشاد ہوا کہ اچھا تین روز تک یہ شعر خواجہ حافظ کا پڑھ لیا کرو ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل   کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

پھر تین روز کے بعد حاضر ہوا نہ پیٹ پر گوڈر تھا نہ رسی تھی جیسے تھے ویسے ہو گئے پھر آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ ہو تو اپنے پیر کے پاس چلے جاؤ قدر نعمت است بعد زوال کا معاملہ تم کو سمجھا دیں گے غرض وہ بد قسمت شخص چلا گیا نہیں معلوم پھر کیا معاملہ اس کو پیش آیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ میں مولوی شاہ اسحٰق صاحب سے مشکوٰۃ شریف کا سبق پڑھ رہا تھا یومنون بالغیب کا ذکر آیا میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کے

معنی سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ۔ شاہ صاحب نے ہمارے والد ماجد سے پوچھا کہ فرمائے تو ان کو معنی سمجھا دیئے جاویں انہوں نے کہا کہ حضرت نہیں ابھی یہ بچہ ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولوی قلندر بخش صاحب جلال آبادی سے میں نے مثنوی مولانا روم شروع کی جب دفتر اوّل تمام ہوا اور دفتر ثانی میں یہ شعر آیا ؎

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو!

میں نے اس کے معنی دریافت کئے تو مولوی صاحب نے معنی ظاہری ارشاد فرمائے میں نے عرض کیا کہ حضرت قال تو سمجھ میں آگیا لیکن حال کا کچھ حال بیان فرمایئے فرمایا کہ میاں یہ تو ہم کو بھی نہیں معلوم اس روز سے مثنوی ہم نے بالائے طاق رکھ دی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی شخص نے ایاز سے سوال کیا کہ بندہ کے کیا معنی ہیں اس نے کہا کہ پرسوں آنا وہ حسب وعدہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایاز کے گلے میں طوق پاؤں میں زنجیر ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑی ہے اور کشاں کشاں لئے جاتے ہیں پوچھا کہ یہ کیا کہا کہ بندہ کے یہی معنی ہیں۔ اُس دن تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ کی شان کا ظہور تھا آج تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ کی شان نمودار ہے نہ اس میں کچھ خوشی تھی نہ اس حال میں کچھ رنج ہے۔ ہم جیسے تھے ویسے ہی اب بھی ہیں زندہ رہا نہ یہ رہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے والد بزرگوار کی یہ نصیحت تھی اگر مال دینے سے جان بچے تو مال کو فدا کر دو اور مال و جان کے دینے سے عزت قائم رہے تو جان و مال کو فدا کر دینا چاہیے ؎

چیز کی نان سے گزرتی ہے مرد کی آن سے گذرتی ہے!

اور اگر مال و جان و عزت تینوں کے قربان کرنے سے دین ہاتھ آوے تو ان سب کو

دین پر قربان کر دینا چاہیے اور اگر سب کے عوض میں خدا ہاتھ آوے تو دین کو نثار کر دینا واجب ہے۔ مال و جان و عزت و دین سب دے دے مگر خدا کو حاصل کرے۔ ؎

دھن دے جے کوئی راکھیے جی دے رکھیئے لاج | جیو لاج دھن دیجیئے ایک پریت کی کاج

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ | نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز!

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا قول ہے کفرے کہ بخدا رساند عین اسلام است و اسلامیکہ از خدا باز دارد عین کفر۔ حکیم سنائی ؎

بہر چہ از راہ وا مانی چہ کفر آن حرف و چہ ایمان | بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا

ایک روز میاں معراج الدین صاحب نے اپنے بھائی جلال الدین صاحب کے لڑکے کی وحشت و بیقراری کی شکایت کی اور بیان کیا کہ اکثر آہ و نالہ کرتے ہیں اور نماز پڑھتے نہیں اس وقت بر رباعی زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوئی۔

مارا نہ مرید ورد خوان مے باید | نے زاہد و حافظ قرآن مے باید

صاحب دردے سوختہ جانے باید | آتش زدۂ تجان مان مے باید

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت جنید فنون سپہ گری میں یکتائے زمانہ تھے خصوصاً پہلوانی میں بڑے نامی و گرامی تھے ایک بار ایک شخص آیا اور بادشاہ سے کہا کہ میں تمہارے پہلوان سے لڑوں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمارا پہلوان بہت زبردست ہے تم دُبلے پتلے آدمی بھلا اُس سے کیا لڑو گے مگر اس شخص نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا آخر دنگل ہوا جب حضرت جنید خم ٹھوک کر مقابل ہوئے اور دونوں کی پکڑ ہونے لگی تو اس شخص نے چپکے سے ان کے کان میں کہا کہ میں سید ہوں محتاج ہوں آشفتہ ہوں تم کو اختیار ہے حضرت جنید لڑتے لڑتے گر پڑے جب زور کا شور و غل ہوا بادشاہ نے نہ مانا دوبارہ کشتی کرائی پھر بچھڑ گئے۔ تیسری بار کشتی ہوئی پھر چاروں شانہ چت آخر بادشاہ نے اس کو انعام دیا اور حضرت جنید کو بلا کر پوچھا کہ سچ کہو یہ کیا بات تھی اصل حال بیان کر دیا۔ بادشاہ بہت متعجب

ہوا کہ مجمع عام میں اپنی ذلت اور سید کی عزت گوارہ کی فی الحقیقت یہ بڑی پہلوانی اور بہادری تھی اسی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنید نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں شاباش اے جنیدؒ تونے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔ دوسرے روز بادشاہی ملازمت ترک کی اور فقراء کی جستجو میں پھرنے لگے آخر اپنے ماموں صاحب حضرت سری سقطی سے بیعت ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک روز حضرت جنید علیہ الرحمۃ کو بادشاہ نے کسی مسئلہ کی تحقیق کے واسطے طلب فرمایا ان کے ہمراہ حضرت شبلیؒ بھی گئے بادشاہ نے حضرت جنید سے سخت کلامی کی چونکہ حضرت شبلی جوان آدمی تھے اور نئی فقیری کا جوش تھا آپ کو غصہ آگیا شیر قالین کو تھپکا وہ مجسم ہو کر اٹھنے لگا حضرت جنید نے اس پر نظر کی تو پھر اصلی حالت میں آگیا دوبارہ بادشاہ نے پھر بے ادبانہ کلام کیا حضرت شبلی نے پھر قالین پر ہاتھ پھیرا، غرض تین بار یہی معاملہ پیش آیا۔ آخری دفعہ میں بادشاہ نے بھی شیر کو اٹھتے ہوتے دیکھ لیا خوف کے مارے بدحواس ہو گیا فوراً تخت سے اتر کر حضرت جنید کے قدموں پر گر پڑا انہوں نے فرمایا کہ آپ اس لڑکے کی بات کا کچھ خیال نہ فرمائیں یہ بچہ ہے آپ کو وہی بات زیبا ہے اور ہم کو یہی بات لازم ہے کہ

یعنی اطاعت کرو تم اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور حکم منشرح کی۔ الغرض بادشاہ نے اپنا قصور معاف کرایا اور عزت کے ساتھ ان کو رخصت کیا پس وجہ تسمیہ حضرت شبلی کی یہ ہے کہ شبل بچہ شیر کو کہتے ہیں جب سے یہ ماجرا گزرا تو ان کا لقب شبلی یعنی شیر والا ہو گیا ورنہ اصلی نام ان کا ابوبکر تھا اور حضرت جنید کے مرید بھی تھے اور ہمشیرہ زادہ بھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس وقت حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے مزار پر تشریف لے گئے تو آپ کو خیال آیا کہ منزل

میں تو بایزید کے برابر ہوں لیکن دو باتیں مجھ میں زیادہ ہیں، ایک یہ کہ سیّد ہوں دوسرے محبوب ہوں جبکہ مزار پر متوجہ ہوئے تو یہ شعر لکھا ہوا پایا ؎

ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را | او ست سیّد جملہ موجودات را

حضرت یہ شعر پڑھ کر نہایت خائف ہوئے اس وقت روح بایزید ظاہر ہوئی اور کہا کہ صاحبزادہ یہ میرا قصور نہیں بلکہ یہ تعلیم تم کو ذات پاک کی جانب سے ہوتی ہے اور فی الحقیقت مجھ سے تو آپ ہر مرتبہ میں بہتر و برتر ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک چور شب کو چوری کر کے نکلا تھا چوکیدار نے دیکھ لیا وہ چور بھاگا تمام چوکیدار پکڑنے کو دوڑے وہ جھٹ پٹ کبیر کے گھر گھس گیا اور اس نے کہا کہ میں چور ہوں مجھ کو سپاہی پکڑنے کو آتے ہیں کبیر نے اس سے کہا کہ یہ میری بیٹی سوتی ہے اس کے پاس تم بھی سو جاؤ چنانچہ وہ اس کے پاس لیٹ گیا جب سپاہی پیادے کبیر کے گھر آ کر چور کو دریافت کرنے لگے اس نے کہا صاحب یہاں چور تو نہیں لیکن یہ میری بیٹی اور داماد سوتے ہیں وہ ان کو سوتے دیکھ کر چلے گئے پھر چور اٹھا اور تائب ہوا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ یہ اشعار حضرت غوث الاعظم کی شان میں ہیں۔

سید و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب | بادشاہ و شیخ و درویش و ولی مولانہٗ
میر صالح ناطمہ ثانی اسامی والدین | بوسعید پیر ایشاں مرد حق مردانہٗ
زینب و بی بی نصیبہ خواہران حضرت اند | این اسامی شانزدہ باید کہ ہر فرزانہٗ
ضم کند با فاتحہ اخلاص خود فرمودہ اند | تا قبول افتد درین صورت فقط الانہٗ

اور حضرت کے فرزندان صلبی دس ہیں۔

رازق و وہاب و ہادی عزیز | شرف دین و موسیٰ و یحییٰ نیز!
ابراہیم و اسحاق و ابو نصر دان | کہ پسران غوث اند اندر جہان

کہتے ہیں کہ گیارہویں فرزند حضرت کے محی الدین ابن عربی ہیں۔ حال یہ ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت غوث الاعظم کے مرید تھے ایک بار تمنائے اولاد ظاہر کی اور

طالب دعا ہوئے فرمایا کہ تمہاری قسمت میں تو ہے نہیں لیکن ہم اپنا فرزند کرمحی الدین ثانی ہوگا تم کو دیں گے کل صبح کے وقت اثناء وظیفہ میں ہماری پشت سے پشت لگا دینا اور بے ادبی کا خیال نہ کرنا الامر فوق الادب دوسرے دن تعمیل حکم کی اور اپنے گھر گئے تو نو مہینہ بعد حضرت محی الدین کی ولادت ہوئی، علم ظاہر و باطن میں یکتائے زمانہ تھے لیکن آپ کا علم لدنی تھا نہ تو کسی استاد سے کچھ سیکھا نہ کسی مرشد سے کچھ تعلیم پائی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابراہیم قندزی نے دعا کی کہ بار خدایا میرے واسطے جو کچھ عذاب مقدر ہے سو دنیا ہی میں بھگت جاوے چنانچہ ان کو مرض جذام ہو گیا۔ قبرستان میں ایک قبر کھودی وہیں پڑے رہتے ایک دن کھجوروں کے باغ میں پہنچے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے باپ کا تھا خواجہ صاحب ان دنوں نو دس برس کے تھے۔ کچھ کھجوریں توڑ کر پیش کیں فرمایا کہ بیٹا میرے ہاتھ نکمے منہ زخمی ہے تو ہی اپنے ہاتھ سے کھلا دے انہوں نے کھلانی شروع کیں جو گٹھلی پھینکتے یہ اس کو اٹھا کر کھا جاتے تھے آپ نے معلوم کیا کہ یہ لڑکا ہونہار ہے کھجوریں کھا کر فرمایا کہ جاؤ مکہ معظمہ سے تحصیل علم کر کے آؤ تاکہ تمہاری امانت جو ہمارے پاس ہے دی جاوے جب تحصیل علم کر کے واپس آئے تو درخواست کی کہ حضرت اب بیعت فرمالیجے جواب دیا کہ تم حضرت عثمان ہارونی کے پاس جاؤ ان کے پاس پہنچے بعد تعلیم کے ارشاد کیا کہ اب تم جاؤ حضرت ابراہیم قندزی کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور وہ تمہارے منتظر ہیں ان کے پاس واپس آئے تو پہچان نہ سکے کیونکہ بیماری سے صحت پا چکے تھے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت آدمی بیٹھا ہے سلام کیا فرمایا کہ آؤ ہمارا بھی وقت قریب ہے تعلیم کی اور فرمایا کہ ہمارا کفن دفن کر کے اپنے پیر کے پاس چلے جانا چنانچہ خواجہ صاحب نے ایسا ہی کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں حدیث ختم کر چکے تو حضرت سرور کائنات نے خواب میں ارشاد کیا کہ تم

ہندوستان میں جا کر علم حدیث کو شائع کرو تا کہ لوگ فیض یاب ہوں لیکن خاکسار
ہند سے ملتے رہنا آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بغیر حضوری آستانۂ مبارک
میری زندگی کس طرح کٹے گی، حکم ہوا کہ تم رات کے وقت مراقب ہو کر بیٹھا کرو
ہمارے پاس پہنچ جایا کرو گے جب بیدار ہوئے تو بر تعمیل حکم ہندوستان کی راہ
لی جس وقت سورت یا بمبئی سے ہندوستان روانہ ہوئے جا بجا فقراء سے ملنا شروع
کیا ایک جگہ پہنچے تو لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی فقیر ہے کسی نے نشان دیا کہ فلاں
محلّہ میں ہے ظہر کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھتے ہی فقیر بولا مولوی
عبدالحق صاحب آپ کا بڑا انتظار تھا۔ آپ چپ بیٹھ گئے بعد مزاج پرسی فقیر
صاحب نے جام وصراحی نکال کر ایک ساغر پیش کیا، دوسرا جام لبریز کر کے مولوی
صاحب کو دیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں تمہارے فعل پر معترض نہیں لیکن
میرے واسطے حرام ہے۔ تین بار انکار کیا اس نے کہا کہ پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ جب
رات کو مراقب ہوئے تو دیکھا کہ جہاں خیمۂ دربار رسول الثقلین صلعم ایستادہ ہے
اس سے سو قدم آگے وہ فقیر لٹھ لئے کھڑا ہے ہر چند مولوی صاحب نے آگے
جانے کا قصد کیا لیکن فقیر نے جانے نہ دیا ناچار واپس آئے صبح کے وقت پھر اسی
فقیر کے پاس پہنچے اس نے پھر جام پیش کیا آپ نے نہ لیا کہ میرے واسطے حرام ہے
تیرے حکم سے خدا رسولؐ کا حکم افضل ہے فقیر نے کہا پی لو ورنہ پچھتاؤ گے
رات کو پھر وہی معاملہ پیش آیا نہایت حیران ہوئے تیسرے روز پھر اسی فقیر کے پاس
پہنچے اس نے پھر پیالہ پیش کیا آپ نے انکار کیا چوتھی شب کو مراقب ہوتے تو پھر
فقیر کو سدِّ راہ پایا اور لٹھ لے کے ان کی طرف دوڑا کہ خبردار جو اس طرف قدم
اٹھایا اس وقت اضطراب میں آپ کی زبان سے نکلا یا رسول اللہ الغیاث اس
وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق
چار شب سے حاضر نہیں ہوا، دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے بلاؤ انہوں نے دونوں صاحبوں
کو حاضر کیا، حضرت نے فرمایا کہ عبدالحق چار رات سے تو کہاں تھا انہوں نے سارا

قصہ بیان کیا حضرت نے اس فقیر کی نسبت کہا اُخْرُجْ یَا کَلْبُ ۔ صبح کے وقت پھر
شاہ صاحب فقیر کے پاس گئے اس کا حجرہ بند پایا ، دو چار مرید بیٹھے ہوئے تھے ۔
پوچھا کیا سبب ہے کہ پہر بھر دن چڑھا اور دروازہ نہیں کھولا دیکھو تو ہیں یا نہیں
دروازہ کھولا تو پیر ندارد حیران ہوئے شاہ عبدالحق نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے
نکلا ہے یا نہیں وہ بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتا ہوا دیکھا ہے ۔
فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا کیونکہ رات یہ معاملہ پیش آیا ، اب چاہے تم
بیعت رکھو یا فسخ کرو تمہارا تو پیر کتا ہو گیا ۔ غرض قصہ یہ ہے کہ فقیر کو کسی امر
میں ضد لازم نہیں کہ ضد میں خود نمائی ہے اور خود نمائی خلاف فقر پس فقیر اس مقام
میں ضرور خطا کھاتا ہے اور مارا جاتا ہے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک فقیر رند مشرب مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ
علیہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مولوی بابا ہم کو شراب پلوا شاہ صاحب نے ایک
روپیہ اس کی نذر کیا اور فرمایا کہ جو چاہو سو کھاؤ اور پیو تم کو اختیار ہے وہ بولا کہ
ہم نے تو آپ کا بڑا نام سنا تھا لیکن آپ تو قید میں ہیں شاہ صاحب نے فرمایا
کہ کیا شاہ صاحب آپ قید میں نہیں ہیں کہا کہ نہیں ۔ آپ نے فرمایا
کہ اگر کسی روش کے مقید تم نہیں ہو تو آج غسل کرو اور جبہ و عمامہ باندھ کر مسجد میں چلو
اور نماز پڑھو ورنہ جیسے تم رندی کی قید میں مبتلا ہو اسی طرح ہم شریعت غرا کی قید
میں پابند ہیں تمہاری آزادی ایک خیال خام ہے یہ بات سن کر نہایت چپ
ہوا ، اور شاہ صاحب کے قدم پکڑے کہ درحقیقت ہمارا خیال محض غلط تھا جو ہم آزادی
کا دم بھرتے تھے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں جی احسان علی ساکن کاٹھنے کہ وہ شاہ عبدالعزیز
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ایک دن شاہ صاحب کی خدمت میں عرض
کیا کہ حضرت کشف قبور کیا چیز ہے مجھ کو یقین نہیں آتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم
کسی قبرستان میں جا کر یہ آیت پڑھو سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ میاں جی نے

بر آیت شاہ ولی اللہ صاحب کی قبر پر جا کر پڑھی اول روز دیکھا کہ تمام قبروں کے اندر مردے لیٹے ہوئے ہیں دوسرے دن دیکھا کہ مردے بیٹھے ہیں تیسرے دن جا کر پڑھا تو برا اثر ظاہر ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ان کی طرف دیکھا اور کچھ کہا اتنا کہنا تھا کہ ایک شعلہ سا میاں جی کے جسم میں داخل ہوا اور اس کی چکا چوند سے بیہوش ہو کر گر پڑے شام کو شاہ صاحب نے اپنے طالبعلموں سے کہا کہ قبرستان میں جاؤ اور میاں جی کو اٹھا لاؤ چنانچہ طالب علم گئے اور ان کو لائے بیہوشی طاری تھی منہ سے کف جاری تھے تین دن میں ہوش آیا اور کہتے تھے کہ ہر وقت شاہ ولی اللہ کی روح مجھ کو اپنے ہمراہ نظر آتی تھی سال بھر یہی کیفیت رہی ایک روز مست ہاتھی آیا تھا آدمی بھاگنے لگے مجھ کو شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا کہ ڈرو مت اور روح ان کی میرے سامنے کھڑی ہو گئی ہاتھی نکلا ہوا چلا گیا میں بے اندیشہ کھڑا رہا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص کسی فقیر کے پاس مرید ہونے گیا انہوں نے چار ٹکے دیئے اور فرمایا کہ آج کسی کے پاس رہو پھر آؤ گے تو مرید کر لیں گے۔ وہ شخص متشرع تھا لاحول پڑھ کر چلا گیا کہ اچھے پیر ملے اور خوب ہدایت کی اتفاق سے اسی شب کو بیوی کے پاس گیا نطفہ نے قرار پایا اور لڑکی پیدا ہوئی جب سن بلوغت کو پہنچی تو فاحشہ ہو گئی، اور بازار میں جا بیٹھی اس شخص کی ایسی بدنامی ہوئی کہ منہ دکھانے کو جگہ نہ رہی پھر اسی فقیر کی خدمت میں پہنچا اور اپنا درد دل بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ اس روز کے چار ٹکے تو اسی لئے تھے کہ یہ بلا تمہارے گلے نہ پڑے رنڈیوں میں پیدا ہوتی اور رنڈی بنتی تمہارا نام نہ ہوتا لیکن تم نے نہ مانا اب اپنے کئے کو بھگتو ؎

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید	کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

ایک روز ارشاد ہوا کہ انسان کو جس چیز میں کمال ہوتا ہے اسی میں مرتا ہے چنانچہ دہنتربید کو سانپ کے پکڑنے میں کمال تھا اس کو سانپ نے کاٹا اور مر گیا اور علی ہذا القیاس ؎

بِسِلِ مَاتَ ارسطالیس افلاطون بالفلیج
ولقمان بسرسامٍ وجالینوس مبطونا!!

یعنی ارسطو سل کے بیماری میں مرا اور افلاطون فالج میں لقمان سرسام میں اور جالینوس دستوں کے مریض میں حالانکہ انہیں بیماریوں کے علاج میں کمال رکھتے تھے اور جس کو جس کی محبت ہوتی ہے اسی کے خیال میں جان دیتا ہے۔ چنانچہ قارون مال کی محبت میں مرا اور مجنوں لیلیٰ کی محبت میں ایسے ہی طالب خدا کو خدا طلبی کی بیماری ہے وہ اسی میں فنا ہو جاتا ہے بیماری سے خالی کوئی نہیں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ علت ضرور ہوتی ہے۔

ایک روز مقام بلاسپور سے فیض یاب خان کا عریضہ خدمت مبارک میں آیا کہ میرے لئے دعا فرمائیے کہ میرا دلی مقصد برآوے حضرت نے جواب دیا کہ ہم بھی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔ غرض دوسرے تیسرے دن اسی مضمون کا خط آنے لگا، حضرت نے حاجی فریدالدین صاحب اور میاں اللہ بندے صاحب سے مشورہ لیا کہ کیا علاج کریں۔ دونوں صاحبوں نے صلاح دی کہ حضور دو سو روپیہ طلب فرمائیے یقین ہے کہ پھر خط نہ لکھیں گے۔ چنانچہ جواب میں یہی مضمون لکھا گیا انہوں نے ڈیڑھ سو روپیہ کی ہنڈوی ارسال کر دی اور لکھا کہ صد روپیہ میں خود لے کر فلاں تاریخ کو حاضر ہوں گا۔ جب یہ خط پہنچا تو حاجی فریدالدین سے آپ نے فرمایا کہ بولو اب کیا کہتے ہو بڑی مشکل ہوئی۔ اب تو جو کچھ وہ طلب کرے گا دینا پڑے گا اور نہیں معلوم وہ کیا طلب کرے اور اس کا مقصد دلی کیا ہے آخر فیض یاب خان باقی روپیہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور تنہائی میں اپنا مقصد عرض کیا جب وہ چلے گئے تو فرمایا کہ ارے ارے میاں ہم کو تو بڑا اندیشہ تھا کہ دیکھئے کیا مانگتا ہے مگر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ مانگا تو کیا مانگا کہ حاکم مجھ سے رضامند رہے سچ یہ ہے کہ سب باتیں تقدیر پر موقوف ہیں چنانچہ نقل ہے کہ ایک بزرگ تھے جب ان کا انتقال ہونے لگا تو ان کی

بیوی نے کہا کہ بڑا لڑکا فیضان باطن سے بالکل خالی رہ گیا اس کے حال پر توجہ فرمانی چاہیے انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بیوی نے چند نظریں بیان کیں کہ تمہاری نظر سے فلاں شخص پر حال وارد ہو گیا اور فلاں شخص کامل بن گیا افسوس ہے کہ اپنا ہی لڑکا محروم رہ جائے وہ بولے کہ بے شک اس وقت میری نظر میں ایسی ہی تاثیر تھی کہ وہ لوگ تو کیا اگر درخت پر نظر پڑتی تو انا الحق بولنے لگتا یہ میرے اختیار کی بات نہیں البتہ آج سے تیسرے دن ایک بزرگ تشریف لاویں گے تم لڑکے سے کہہ دو کہ جو کچھ اس کا مدعا ہو اس بزرگ سے طلب کرے خیر انتقال ہو گیا اور تیسرے روز ایک فقیر آئے گھر والے بہت خوش ہوئے کہ اب اس لڑکے کو کچھ نہ کچھ نعمت و فیضان حاصل ہو جائے گا اس فقیر نے پوچھا کہ بولو صاحبزادہ کیا چاہتے ہو کہا کہ حضور میری تمنا تو یہ ہے کہ قصبہ کی نمبرداری مجھ کو مل جاوے فرمایا کہ بہت اچھا مل جاوے گی۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد وہ نمبردار ہو گیا اب دیکھئے تقدیر نے اس کا سر کہاں پھوڑا غرض بدقسمتی کا کچھ علاج نہیں ہے

سوزن تدبیر ساری عمر گر سیتے رہے ۔۔۔۔ رخنۂ تقدیر کو ہرگز رفو کرتے رہے

ایک روز خانہ خدمت ہوا ایک شخص آیا اور شیطان کا گلہ شروع کیا کہ دنیا میں تمام فساد اسی کا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک حکایت یاد آئی ایک آدمی جنگل میں اونٹنی کو چراتے رہے گیا شہوت نے غلبہ کیا تو اونٹنی پر سوار ہو گیا پھر خیال آیا کہ کسی طور سے اس معشوقہ دراز گردن کا بوسہ بھی لینا چاہیے تاکہ ہوس رانی میں کوئی کسر باقی نہ رہے کیا سوجھی کہ وہیں سے ہاتھ بڑھا کر درخت کی ایک شاخ توڑی اور اونٹنی کو دکھلائی اس نے کھانے کے واسطے گردن پھیری اور منہ بڑھایا تو جھٹ بوسہ لے لیا جب اس طرح جھک مار کے الگ ہوئے تو لگے کہنے بہت تیرے شیطان کی ایسی تیسی کم بخت مردود نے مجھ سے کیا کام کرایا ہے یہ کہتا تھا کہ شیطان بھی مجسم ہو کر سامنے آ گیا اور بولا کہ تیرے باپ کی ایسی تیسی

ارے مردود جو ترکیب بوسہ کی تو نے ایجاد کی ہے یہ تو کبھی میرے باپ کو بھی نہیں سوجھی تھی ؎

مجھ کو آتی ہے ہنسی ان حضرتِ انسان پر فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

اس موقع پر راقم کو یہ رباعی یاد آگئی۔

شیطان کرتا ہے کب کسی کو گمراہ اس راز سے ہے خلقِ غالب آگاہ
ہے کام کسی کا اور کسی پر الزام لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص اس امر کا متفحص و جویا تھا کہ آیا دنیا میں کوئی بندۂ خدا بے فکر و بے غم بھی ہے جا بجا جستجو کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچا وہاں ایک باغ نظر آیا صحن چمن میں ایک کم سن نوخیز امیر زادہ کے گرد و پیش غلامان خوش انداز کمر بستہ کھڑے ہیں مطربان خوش الحان گاتے ہیں اور وہ امیر جڑاؤ جھولے میں اندر جھوم رہا ہے انواع و اقسام کا سامان عیش و طرب مہیا ہے یہ سماں دیکھ کر اس کی سمجھ میں آیا کہ اب مدعا پایا یہ خوش نصیب فرحو بے فکر و بے غم ہے اس امیر سے کہا کہ ماشاء اللہ تمام جہان میں ایک آپ کو دل شاد پایا ہے۔ امیر نے کہا میاں صاحب کس خیال میں ہو آج شب کو میرے پاس ٹھہرو اور احوال واقعی سنو ؎

آرام سے ہے کون جہان خراب میں گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں

المختصر رات کو امیر نے پوچھا کہ یہاں صاحب کیا کہتے ہیں۔ اب کہئے اس نے کہا مدت سے اس تجسس میں صحرا نوردی اختیار کی ہے کہ الٰہی اس عالم میں کوئی بے فکر و بے غم آدمی بھی ہے ؎

جس سے پوچھا کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں رو دیا اس نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہیں

البتہ آپ کو دیکھ کر شکر خدا بجا لایا کہ بھلا ایک تو بے فکر و بے غم پایا " اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ امیر نے سن کر آہ بھری اور کہا ؎

جسے نصیب ہو روز سایہ میرا سا ۔۔۔ وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو

میاں صاحب مجھ جگر خستہ و دل شکستہ کا حال نہ پوچھیئے ۔

کیستم دل شکستہ غم زدۂ ۔۔۔ بیدل و خستہ و ستم زدہ

از گداز نفس تاب و بتے ۔۔۔ در بیابان یاس تشنہ لبی

در منڈھے چند گداختہ ! ۔۔۔ از غم دہر زہرہ باختہ

لو متوجہ ہوا اور میری داستان سنو والدین نے بڑے ناز سے پرورش کیا بچپن میں شادی کر دی بیوی بھی خوبصورت و خوش سیرت ملی اللہ تعالیٰ نے ہم لڑکے جو کھیل رہے ہیں عطا فرمائے قضارا وہ نیک بخت مرض مہلک میں مبتلا ہو کر مرگئی چند روز درد و غم رہا آخر صبر آگیا پھر نکاح کیا دوسری بیوی پہلی سے زیادہ حسین اور نیک سیرت و وفادار پائی نہایت خوشی سے زمانہ گزرنے لگا کچھ مدت بعد دفعتہً وہ بھی سخت بیمار ہو گئی امید زیست کی نہ رہی میں رونے لگا اس نے کہا کیوں روتے ہو اگر میں مرجاؤں گی تو اپنی جان سے جاؤں گی تم اور لے آؤ گے آخر مجھ سے پہلی بیوی پر بھی تو تم عاشق تھے ۔ جب میں نے یہ بات سنی تو غصہ میں آن کر اس کے روبرو اس بیخ فساد کو دور کر کے کہا کہ اب تو دوسری بیوی نہیں لاؤں گا ۔ اب نیرنگ قدرت دیکھئے کہ ادھر تو میں نے یہ حرکت کی ادھر اس کو صحت ہونی شروع ہوئی ۔ آخر وہ اچھی ہو گئی اب ہم دونوں عجیب حسرت و افسوس میں گرفتار ہیں کہ جس کا بیان کرنا محال ہے آپ ہی انصاف فرمائیں کہ مجھ سا کوئی اور بھی دنیا میں دیکھا ہے ۔

درین دنیا کسے بے غم نہ باشد ۔۔۔ اگر باشد بنی آدم نباشد

تن درسکھیا کوئی نہ دیکھا جو دیکھا سو دکھیا رے ۔۔۔ ڈگر چلنتی سب گھٹ دیکھیا کیا گرہے کیا بیراگی رے

اور سے انت کی بات گھٹ ہون تاکو کرے یہ بیکار ہے

او نچے چڑھ چڑھ دیکھ تماشا گھر گھر ایک ہی لیکھا ہے

سکھا جارج دکھ ہی کے کارن گرہے ما پاتیاگی رہے

برہما بشن ہمیش دکھت ہین جن برہاٹ لگائی رہے

جوگی دکھیا جنگم دکھیا تپنیا کو دکھ دو نا رے !!

آسا ترشنہ سب گھٹ پوری ایکو محل نہ سونا رے

دوست دکھی ابدوست دکھی ہین ان کا ذکر ہی کتنا رے

کہے کبیر سنو بھائی سادھو کوئی مندر نہیں سونا رے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس زمانہ میں مولوی فضل حق صاحب سررشتہ دار تھے تو ہر جمعہ کو خضاب کیا کرتے تھے مولوی نورالحسن صاحب کاندہلوی نے جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے عرض کیا کہ جناب یہ خضاب کرنا آپ کو زیبا نہیں کیونکہ آپ عالم ہیں مولوی صاحب سن کر چپ ہو رہے جب مولوی نورالحسن صاحب کئی مرتبہ یہ بات زبان پر لائے تو ایک دن مولوی صاحب نے جواب دیا کہ سنو صاحب کسی نے وعظ کہہ کر دنیا کمائی کسی نے درس و تدریس کرکے کسی نے تعویذ گنڈا کرکے کسی نے پیری مریدی کی آڑ میں ہم نے منہ کالا کرکے دنیا حاصل کی غرض سب کی دنیا ہے اس سے نجات تو جب ممکن ہے کہ ایسا مرد خدا ملے جو ایک نظر میں بیڑا پار کردے۔

لنگ کے زیر لنگ کے بالا	نے غم دزد نے غم کالا !
گزکے جور باڈ پوستگی	دل کے نارغے زدرستگے
ابنفدربس بور جمائے را	عاشق رندلا اباے را

نگ بنکٹا دیکھے سیس بھاری چٹا دیکھے جوگی کن چھار لائے

نگ بنکٹا دیکھے سیس بھاری چٹا دیکھے جوگی کن بہاڑ دیکھے چھار لائے تن میں ستی ان بول دیکھی سیوڑا سر چھیل دیکھی کرنٹ کلول دیکھے۔ بن کھنڈے ہمن میں! بیر دیکھے سور دیکھے کتی اور کوڑ دیکھے مایا کے بھرپور دیکھے۔ بھول رہے دھن میں

آدھو کے سکھے دیکھے جنم ہو کے دکھی دیکھے پرواہ نہ دیکھے سے جنکے لوبھ نا ہیں من میں
کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوبھ سے
پاک نہ تھے تو جناب و قبلہ نے جواب دیا کہ میاں لوبھ یعنی حرص و طمع کسی کو دنیا
کی ہوتی ہے کسی کو عقبیٰ کی کسی کو خدا کی، چنانچہ حضرت رسالت پناہ کو جو کام بارگاہ
عزت سے سپرد ہوا تھا یعنی ابلاغ رسالت اس کی حرص بیشک تھی کما قال اللہ
تعالیٰ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔

ترجمہ:۔ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس پیغمبر تم میں سے شاق ہے اوپر اس کے بر کرا ایذا
میں پڑو تم حرص کرنے والا ہے اوپر بھلائی تمہاری کے ساتھ مسلمانوں کے شفقت
کرنے والا مہربان۔

ایک روز ایک بوڑھا رانگڑ گانو کا رہنے والا حضرت کی خدمت میں حاضر
ہوا اور سوال کیا کہ اجی میاں صاحب پیر کے میانی (کیا معنی) اور مرید کے
میانی (کیا معنی) آپ نے فرمایا کہ اے کاکا۔ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ اس پر
میانی (معنی) سمجھ لو۔

نقل ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے اور مرید کا
حق پیر پر کیا۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اچھا بتادیں گے۔ چند روز کے بعد
جس وقت وہ مرید راسخ الاعتقاد حاضر ہوا پہلے اس سے کہ وہ بیٹھے پیر نے حکم
دیا کہ چلے جاؤ وہ مرید فوراً ایک طرف کو چل دیا۔ ساتویں روز ایک شہر کے
قریب پہنچا وہاں ایک امیر اسی بزرگ کا مرید تھا اس کو اس مرید مسافر کا حال
منکشف ہوا اس نے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو اس نے کیفیت
بیان کی اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں جاتا ہوں تب اس نے کہا کہ تم کو میرے ہی پاس
بھیجا ہے، آؤ ٹھہرو چند روز کے بعد ایک ہزار روپیہ دے کر رخصت کیا اور کہہ دیا
کہ واپس چلے جاؤ، وہ چلا تو اثنائے راہ میں ایک شہر میں وارد ہوا۔ اتفاقاً ایک

بازاری عورت پر جو حسن و جمال میں بے مثال تھی فریفتہ ہو گیا اور وہ ہزار روپیہ دے کر اس سے ملاقات ہوئی۔ جب ارادہ فاسد کیا تو غیب سے ایک طمانچہ لگا تین بار یہی معاملہ گزرا، عورت نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اس نے تمام سرگذشت بیان کی وہ بولی کہ معلوم ہوا تمہارا شیخ مرد کامل ہے اس خیال باطل کو چھوڑو اللہ ہم تم دونوں ان کی خدمت میں چلیں اور یہ لو اپنا روپیہ کمر سے باندھو آخر دونوں پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے عورت نے افعال سابقہ سے توبہ کی اور اس شخص سے نکاح کر لیا چند روز کے بعد اس مرید نے پھر وہی سوال پیش کیا تو شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تونے ادا کیا یعنی بغیر چون و چرا ہمارے حکم کی تعمیل کی اور مرید کا حق وہ تھا جو تجھ پر گزرا سو کا اس زمانہ میں تو ایسے مرید ہیں نہ ایسے پیر۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص بڑا خوشنویس تھا لیکن اس میں یہ بخت عیب تھا کہ اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ اصلاح ضرور کر دیتا تھا ایک شخص نے اس سے قرآن شریف لکھوایا اور کہا کہ میں اس قدر روپیہ کتابت کا دوں گا مگر اتنی مہربانی کرنا کہ نقل مطابق اصل ہو وعدہ کیا کہ بہت اچھا جب قرآن شریف پورا ہو گیا تو لکھوانے والے نے پوچھا کہ فرمایئے کچھ اصلاح تو نہیں دی کہا ہاں کچھ ایسی اصلاح میں نے نہیں دی البتہ دو جگہ میں نے بمجبوری صحت کر دی ہے کیونکہ ایسی فاش غلطی تھی کہ میں رہ نہ سکا ایک تو وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحًا کی بجائے دَانَا نُوحًا بنا دیا ہے کیونکہ حضرت نوح نادان نہ تھے دوسرے مقام پر خر موسیٰ صاعقہ تھا میں نے خر عیسیٰ بنا دیا ہے۔ چنانچہ خر عیسیٰ مشہور و معروف ہے نہ خر موسیٰ یہی کیفیت فقیر بے معرفت کی ہوتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اگلے زمانہ میں اکثر لوگ تحصیل علم کے بعد فقیری اختیار کرتے تھے۔ اب وہ زمانہ ہے کہ علم ہو یا نہ ہو مرید ہوتے ہی فقیری کا دم بھرنے لگتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جو فقیر ہوتا ہے اس کو علم بھی حاصل ہو جاتا

ہے بلکہ علماء پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہیں کہ ان کو تفسیر و حدیث کے معنی نہیں آتے اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا ہے اس طرح سے جاہلوں میں بیٹھ کر اپنی تعریف کرتے ہیں اور عجیب و غریب معنی پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کہ حضرت اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کے کیا معنی ہیں جواب دیا کہ میاں یہ بات خلوت میں بتلانے کی ہے اس میں بڑا راز ہے عالموں کو ان معنی کی خبر نہیں زنہار کسی کے سامنے بیان مت کیجیو ورنہ پھانسے جاؤ گے علماء نے بہت فقیروں کو قتل کرا دیا ہے کیا تم نے سنا نہیں کہ شاہ منصور کو ملاؤں نے دار پر کھینچ دیا تھا، انہوں نے اسی اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کے معنی ظاہر کر دیئے تھے لو سنو معنی یہ ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ اللہ میاں کے ایک بلا تھا وَمَلٰئِکَتِہٖ اور ملائی کھاجاتا تھا وَکُتُبِہٖ اس کے پیچھے کتے لگا دیئے وَرُسُلِہٖ اور اس کو رسی سے باندھ دیا وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور اس پر قیامت آگئی وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اور اپنے کئے کی سزا کو پہنچ گیا۔ اور یاد رکھو کہ فقرا آخر کو یہی بھید مرید کے کان میں کہہ دیتے ہیں اور وہ کامل ہو جاتا ہے پھر خلافت دے کر اس کو روانہ کرتے ہیں۔ سو آج سے تو بھی ہمارا خلیفہ ہو گیا۔ واہ سبحان اللہ کیا تعلیم اور کیا فقر ہے۔ بس آج کل ایسی فقیری اور یہ پیری مریدی ہے جس نے علماء کو زیادہ بھلا کہا وہی فقیر کامل ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں ہم نے سنا کہ یہاں ایک فقیر صاحب توجہ دیتے ہیں جس کا لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے ہم بھی پہنچے فقیر صاحب نے اول مزاج پوچھا پھر آنے کا سبب دریافت کیا جو بات تھی ہم نے صاف کہہ دی بولے کہ اچھا تشریف رکھیے اتنے میں سب مرید جمع ہو گئے شربت پر فاتحہ ہوئی اور پیالہ گردش میں آیا علیٰ

الحیا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا۔

ہماری بھی نوبت آئی ہم نے کہا کہ صاحب ہم کو تو نزلہ کا عارضہ ہے اس سے معاف

دیکھیئے بولے کہ اس پر خواجہ نقشبند کی فاتحہ دی گئی ہے اور ان کی برکات سے توجہ کا خوب اثر ہوتا ہے بغیر اس کے فیض و فائدہ غیر ممکن ہے ہم نے کہا خیر مرضی خدا ہم بھی مجبور ہیں۔ غرض شربت کے بعد توجہ شروع ہوئی اور حریفان ہم مشرب لوٹنے اور اونگھنے لگے ہم تو جیسے گئے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے، جب مجلس برخاست ہوئی تو ہم بھی اٹھ کر چلے باہر آن کر اس کے ایک مرید رازدار نے ہم سے کہا کہ میاں صاحب خوب ہوا جو تم نے شربت نہ پیا۔ اس میں تو بھنگ ملائی جاتی ہے ہم نے شکر کیا اور لاحول پڑھ کر چلے آئے ؎

از خدائے بوئے او رائے اثر — دعوتش افزون ز شیشت دیلہ البشر
دیو نمودہ درا ہم نقش خویش — او ہمی گوید زا بدایم بیش!
حرف درویشان بدزدیدہ بسے — تا گمان آید کہ ہست او خود کسے
او ندا کردہ کہ خوان بنہادہ ام! — نائب حقم خلیفہ زادہ ام!
سالہا باید کہ ستہ آدمی — آشکارا گردد از بیش و کمی!
اے بسا ابلیس آدم روئی ہست — پس بہر دستے نباید داد دست

ایک روز ایک نواب کا معتمد جناب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نواب کی طرف سے عرض کیا کہ اس عاجز کے لئے وقت خاص میں دعا فرمائیے تاکہ اپنے مقصد کو پہنچوں حضرت نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں ایک راجہ حاضر ہوا کرتا تھا، گردش گیتی سے اس پر ایک وقت ایسا آیا کہ اس کا راج ضبط ہونے لگا وہ گھبرا کر شاہ صاحب کے پاس دوڑا آیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھ پر آج وقت پڑا ہی ہمت کیجئے ورنہ ناحق میرا ملک ضبط ہوتا ہے میں آج ہی کے دن کے لئے خدمت عالی میں حاضر ہوتا تھا آپ پہلے تو خاموش ہوئے پھر فرمایا کہ راجہ صاحب میں بے چارہ تو ملا ہوں کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو تو کر لو اور اس مطلب کے واسطے کوئی فقیر تلاش کرو اس نے کہا کہ اس کو بھی آپ ہی بتائیں گے مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایک بڑے زبردست مجذوب

بھول بھٹیاری کے محل پر رہتے ہیں ان کی خدمت میں جاؤ اگر تمہارے لئے ان کی زبان سے کچھ بہتر نکل جائے تو کام بن گیا ورنہ خیر جو مرضی الٰہی۔ غرض دوسرے دن وہ راجہ مجذوب کی خدمت میں گیا اُس نے دیکھتے ہی کہا تمہارا ملک بحال انعام و خلعت مزید برآں راجہ یہ مژدہ سن کر خوش خوش مولوی صاحب کے پاس آیا اور جو مجذوب کی زبان سے نکلا تھا وہ کہہ سنایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ جاؤ راجہ صاحب تمہارا کام تو ہو گیا مگر وہ بچہ اس کا خمیازہ بھگتنے لگا ایک مہینے کے بعد راجہ کو سب خرخشوں اور دقتوں سے فراغ و اطمینان ہو گیا اور انعام بھی ملا اور خلعت بھی شیرینی لے کر شادان و فرحان مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک جوڑی سونے کے کڑوں کی بھی نذر کے لئے لایا آپ نے فرمایا کہ میرا حق نہیں جس نے دعا کی وہی مستحق ہے راجہ مولوی صاحب کے اشارہ کے موافق یہ سب سامان اس مجذوب کے پاس لے گیا وہ مطلق ملتفت نہ ہوا راجہ نے سونے کے کڑے ان کے ہاتھوں میں پہنا دیئے اور شیرینی تقسیم کرا دی صبح کو شہرت ہوئی کہ وہ مجذوب مارے گئے شاہ صاحب نے سمع مبارک میں جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ دیکھا جو اپنی جان سے ہاتھ دھوتا ہے وہ ایسے مقدمہ میں زبان ہلاتا ہے بھلا ہم ملّا آدمی مفت جان کیوں دیتے الحاصل حضرت نے یہ نقل بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ خاں صاحب کسی فقیر کو تلاش کیجئے شاید کوئی خدا کا بندہ ایسا بھی نکل آوے اور ہمارے نزدیک تو خاص وقت میں اگر نواب صاحب یاد آویں تو اس خاص وقت پر بھی تین حرف ہیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ صبح کے وقت ایک سیاح محمد صالح عرب جناب قبلہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ایک راز ہفتہ کے واسطے جو حضور پر روشن ہے فلاں فقیر صاحب نے آپ کی خدمت میں مجھ کو بھیجا ہے یہ سنکر آپ نے فرمایا،

کرہمیں ایک نقل یاد آئی ۔

نقل نادر شاہ درّانی کے لشکر نے جب دہلی میں قتلِ عام کیا اور تاخت و تاراج کرکے پھر اپنے ملک کو چل دیا تو اس کے کسی سردار کے ہاتھ ایک عورت نہایت شکیلہ و جمیلہ غنیمت میں آئی ۔ اتفاق میں یہ عورت دہلی کے کسی امیر کی بیوی تھی اور اپنے عاشق زار اور وہ بھی اس کا دلدادہ و جان نثار ایک کو بے دوسرے کے کل نہ پڑتی تھی ، گردشِ روزگار و تغیر لیل و نہار نے ایک درانی کی قید میں کابل پہنچا دیا ، درانی اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر شیفتہ و بیقرار ہوا اور عقد کا خواستگار ناچار اس نیک بخت نے جواب دیا کہ میں بیوہ نہیں جو نکاح ثانی کرلوں خاوند زندہ چھوڑا ہے چھ ماہ صبر کرو پھر تم مختار ہو تمہارے بس میں ہوں اتنی مہربانی کیجئے کہ ایک مکان مجھے شہر کے باہر بنوا دیجئے تاکہ آئندہ روندہ کو وہاں ہر وقت دیکھتی رہوں امیر نے یہ بات مان لی اور حویلی تعمیر کرا دی چار مہینے بعد اس کا شوہر اس جستجو میں کابل پہنچا اور اسی دروازہ سے ہوکر نکلا عورت نے پہچان لیا ؎

وہ چلا جو آتا ہے دوستو ذرا اس سے بچتے رہا کرو
کیا قتل جسنے نظیر کو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

اور کہلا بھیجا کہ اقرار میں ابھی دو مہینے باقی ہیں وقت ہاتھ سے نہیں گیا اگر تم سے بن پڑے تو رہائی کی کوئی تدبیر نکالو ورنہ قید فرنگ ہے چھوٹنا معلوم اور یہ کام کسی کامل سے نکلے تو نکلے ورنہ اور کوئی چارہ نہیں اس طالب صادق نے یہ اشارہ پاکر کامل کی تلاش میں نہایت تگ و دو کی آخر جوئندہ یابندہ ایک دن اسی جستجو میں سرگردان و پریشان پھر رہا تھا کہ ایک فقیر نے خود اس سے کہا کہ تم یہاں خراب و خستہ پھرتے ہو تمہارے شہر میں فلاں فقیر فلاں محلہ کا باشندہ موجود ہے اس کے پاس چلے جاؤ اور ہمارا اسلام کہو وہ تمہارا کام کر دے گا یہ بے چارہ بہزار خرابی افتاں و خیزاں دہلی آیا اور اس فقیر کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی سب داستان درد و غم کہہ سنائی فقیر صاحب نے ہنس کر

فرمایا کہ وہ بھی عجب بیوقوف تھے کہ تم کو میرے پاس بھیجا گیا وہ خود نہیں کر سکتے تھے۔ خیر کل ہونے والی ہے ہم اس میں کرشن بنیں گے جس وقت رادھا گم ہو کر پھر ملی تو تم کہنا کہ حضرت میری رادھا تو ملی ہی نہیں آپ ملا دیجیئے۔ غرض دوسرے دن ہولی کا ہنگامہ گرم ہوا اور فقیر صاحب کرشن بنے سانگ شروع ہوا پہلے غل مچا کہ رادھا گم ہوئی پھر بہت تلاش و جستجو کے بعد شور ہوا کہ وہ ملی وہ ملی امیر نے ارشاد کے موافق عرض کی کہ حضرت میری رادھا تو ملی ہی نہیں شاہ صاحب نے یہ سن کر کابل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کی عورت کی چوٹی پکڑ کے سامنے لا کھڑا کیا اور فرمایا کہ یہ لے اپنی رادھا کہاں سے آگئی۔ امیر نے جھٹ پٹ اس پر اپنی چادر ڈال دی اور خوش خوش گھر لے آیا عورت سے دریافت کیا کہ یہاں تم کس طرح سے پہنچیں اس نے کہا کہ آج مجھے بہت اضطراب و بے قراری تھی۔ کیونکہ وعدہ کی گھڑی شام کو پوری ہوا چاہتی تھی میں اس فکر میں تھی کہ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ پلنگ پر پڑے پڑے آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھا کہ پلنگ پر سے گری آنکھ جو کھلی تو اس مجمع میں کھڑی تھی اس سے زیادہ مجھے کچھ خبر نہیں کہ کیا معاملہ ہوا، حضرت نے بہ ارشاد فرما کر سیاح سے کہا کہ آپ کو ناحق اتنی دور بھیجا آپ انہیں کے پاس چلی جائیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک جوتشی پنڈت سفر میں تھا اس نے احکام نجوم سے معلوم کیا کہ فلاں تاریخ و فلاں ساعت میں اگر کوئی شخص عورت سے قربت کرے تو لڑکا پیدا ہو جو بڑا پنڈت بنے اور نجوم و رمل میں دستگاہ کامل حاصل کرے اسی امید پر وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا تاریخ معینہ پر اپنے وطن کے نواح میں جا پہنچا، یکایک زور و شور کی گھٹا اٹھی اور موسلا دھار مینہ برسنے لگا جنگل میں ایک مکان ستی کا بنا ہوا تھا پنڈت جی نے وہاں پناہ لی اتنے میں ایک جوان جاٹنی مینہ کے مارے وہیں آگئی اب مصر جی بار بار آسمان

کی طرف گھبرا کر دیکھتے ہیں کہ مینہ تھمے تو میں گھر کی راہ لوں جاٹنی نے یہ کیفیت دیکھ کر پوچھا کہ مہاراج تمہیں ایسی گھبراہٹ کیوں ہے انہوں نے تمام قصہ بیان کیا تو جاٹنی بولی کہ بھلا مصر جی وہ گھڑی کب آوے گی مصر جی نے کہا کہ بس وہ یہی گھڑی ہے تب جاٹنی نے کہا کہ مہاراج اب تم گھر پہنچ نہیں سکتے اور یہ گھڑی بیت جاوے گی۔ ع

گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا

چونکہ وقت تنگ تھا اور مینہ کے آثار تھمنے کے نظر نہیں آتے تھے ناچار مصر جی نے جاٹنی ہی سے زائچہ کی بد ملائی قدرت خدا بعد مدت معہودہ جاٹنی سے لڑکا پیدا ہوا جب چار برس کا ہوا تو وہ کھیل کے طور پر زمین میں لکیریں کھینچ کر زائچہ ستاروں کا بناتا تھا

طفلی میں بھی ہم جو کھیلے تو صنم کا

غرض یہ ہے کہ لڑکے کا پیدا ہونا تو پنڈت نے دریافت کیا مگر اس احمق کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کے گھر میں پیدا ہوگا یا جاٹ کے گھر سے

خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد	اگر ناخدا جامہ برتن درد
ایں سعادت بزور بازو نیست	تا نہ بخشد کہ خدائے بخشندہ!

ایک روز میر عبدالقادر صاحب پانی پتی نے عیال کثیر و خرچ قلیل کی شکایت کی اس وقت ارشاد ہوا کہ فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوعَدُونَ۔

چلتا نکر اچنت رہ توری چنتا میں کیں	نیارو رزنی روزی کنگ تو ہے نہ دین
کارساز ما بفکر کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما!
توکل کر بود اندیشہ بادہ	چرا غم میخوری اے مرد سادہ

ایک روز غلامی شاہ نے چاد تیار کر کے پیش کی حضرت نے تو کسی سبب سے نہ پی مگر اور لوگوں نے پی تو دست آنے لگے۔ دوسرے دن یہ احوال معلوم ہوا تو آپ نے غلامی شاہ سے پوچھا کہ چاد کا نسخہ تو بہت خوب ایجاد

کیا بھلا اس میں کیا کیا چیز یں ڈالیں تیس شاہ جی نے خوش ہو کر عرض کیا کہ حضرت اس میں کچھ سونف کچھ گاؤ زبان اور کچھ سنا اور اڑھائی پتی نیم کی تھی آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ نسخہ بہت عمدہ ہے۔ البتہ جمال گوٹہ کی کسر باقی رہ گئی پھر آپ نے سب لوگوں کو منع فرمایا کہ خبردار ان کی بنائی ہوئی چائے کوئی نہ پیتا ؎

خیالات نادان خلوت نشین بہم بر کند عاقبت کفر و دین

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک گاؤں تھا مسلمانوں کا وہاں کوئی ہندو آتا تو بہت تکلیف پاتا کیونکہ وہاں کوئی گھر برہمن کا نہ تھا نمبرداروں نے باہم مشورہ کیا کہ ایک شخص کو برہمن بنا دینا چاہیے تاکہ اہل ہنود بھی آرام پاویں ایک قصاب کو برہمن بنا دیا جو ہندو آتا اس کے گھر ٹھہرتا اتفاقاً ایک پنڈت جی تشریف لائے، تین چار دن بعد قصائی نے جواب برہمنی تھے پنڈت جی سے پوچھنا پوچھا کہ مہاراج میرے تو دو بالک ہیں ایک کا نام خدا بخش اور دوسرے کا گنگا رام بھلا میں پہلے خدا بخش کا ختنہ کراؤں یا گنگا رام کو جنیو پہناؤں، جیسی آپ کی اگیا ہو ویسا کروں۔ پنڈت جی سن کر نہایت حیران ہوئے۔ بولے کہ نیک بخت یہ کیا بات پوچھی ہماری سمجھ کام نہیں کرتی، ذرا اس کی شرح کر اس نے تمام حال برہمن نا بننے کا بیان کر دیا اور کہا کہ خدا بخش تو اس وقت پیدا ہوا تھا جب قصائی تھے۔ گنگا رام ان دنوں میں پیدا ہوا جب ہم برہمن بن گئے تھے پنڈت جی اس شرح کو سنکر بہت گھبرائے اور کہا کہ ارے نیک بخت پہلے تو مجھے بتلا کہ اب میں جلوں یا گڑوں تیرا خدا بخش بھی اچھا اور گنگا رام بھی خاصا دہرم بہر شٹ ہوا سو ہمارا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اورنگ زیب عالمگیر نے بنارس میں ایک مندر کو توڑ کر مسجد بنانے کا حکم دیا، اس کے میر منشی چندر بھان کو مذہبی خیال سے

ﻪ نتوا ۱۲

یہ بات بڑی شاق ہوئی لیکن حکم شاہی میں مجال دخل نہ تھی ناچار اپنے دل کے بخار کو اس شعر کے مضمون میں ظاہر کیا ؎

بربین کرامت بتخانہ مرا اے شیخ! اگر خراب شد خانہ خدا گردد

اس نے یہ شعر بادشاہ کو سنایا عالمگیر بھی سخن فہم تھا اس رمز کو سمجھ گیا اور چندر بھان سے کہا کہ سچ کہو تو نے اصل میں یشیخ کی بجائے کیا کہا تھا اس نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ میں نے شاہ کہا تھا مگر آپ کے خوف کے مارے اس وقت یشیخ پڑھ دیا۔ عالمگیر نے فرمایا کہ بے شک تو نے سچ کہا اور تیرے سچ کے انعام میں ہم اپنا حکم منسوخ کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے بھی ممانعت ہے کہ کوئی بتخانہ توڑ کر مسجد تعمیر نہ ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سرونج میں ایک بڑھیا ہمارے پاس آئی اور اپنی بیٹی کے لئے تعویذ مانگا ہم نے فوراً لکھ دیا وہ بولی کہ اس پر شہید صاحب آتے ہیں بہت تعویذ گنڈے کر چکی ہوں مگر کسی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ہم نے تعویذ واپس لے لیا اور کہا ارے نیک بخت اچھا ہوا جو تو نے کہہ دیا ورنہ رات کو شہید صاحب سے ہماری لڑائی ہوتی۔ وہ نہایت منت و سماجت کرنے لگی ہم نے کہا کہ پہلے شہید کی نیاز کا سوا روپیہ سوا سیر گھی اور سوا سیر شکر ایک تھان لٹھا کا لاؤ۔ اس وقت تعویذ ملے گا چنانچہ وہ سب چیزیں لائی اور تعویذ لے گئی دوسرے دن آن کر خبر دی کہ میاں صاحب خدا تمہارا بھلا کرے آج کی رات میری لڑکی نہایت آرام سے سوئی ہم نے کہا کہ آرام کیوں نہ ہوتا شہید کو تو ہم نے جانے نہیں دیا تمام رات یہاں لڑتا رہا غرض اس نقد و جنس کا حلوہ پکا کر یاران ہم سفر کو کھلایا اور تھان کے کپڑے بنوا دیئے۔ سچ ہے اَلدُّنْیَا دُوْنَ وَ یَحْصُلُ اِلٰی بَابِ زُوْرٍ اور جب تک کچھ لیا نہیں جاتا دنیا داروں کو یقین نہیں آتا ورنہ کون شہید اور کیسا تعویذ۔ یہ بھی اپنا خیال و وہم ہے کسی انگریز کے سر پر کبھی جن بھوت نہ دیکھا حالانکہ ہندوستانیوں سے زیادہ

خوبصورت ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ تعویذ اور نسخوں کا یکساں حال ہے کبھی فائدہ ہوتا ہے کبھی نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ ہمت بھی ہو تو پھر تیر بہدف ہے۔ سونی پت میں ایک شخص ہم سے لڑکا ہونے کا تعویذ مانگا ہم نے لکھ دیا جب ایام ولادت قریب آئے تو ہم وہاں سے چل دیئے کہ خدا جانے لڑکا ہو یا لڑکی کارخانۂ قدرت میں کسے دخل ہے۔ چند روز کے بعد ان کا خط آیا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے

شنیدم کہ دوالتون زبدین گریخت بسے بر نیاید کہ باران بریخت

راتم کے روبرو وہ لڑکا بعالم جوانی جناب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا بیکاری سے تنگ تھا میں نے اس کو فہمائش کی کہ آج خدمت مبارک میں یہ عرض کرنا کہ حضور نے مجھ کو لڑکا بنا کر بڑے فکر میں ڈال دیا لڑکی ہوتی تو کسی بھلے مانس کا گھر بستا مجھ کو بیٹھے بٹھائے روٹی ملتی، اب یا تو مجھ کو نوکر کرا دیجئے یا اپنے جد بزرگوار کے مزار متبرک کا پتہ بتلائیے جن کی نظر سے ایک لڑکا لڑکی بن گیا تھا) جب یہ مضمون اس نے عرض کیا تو حضرت ہنس پڑے اور فرمایا کہ اچھا نوکر ہو جاؤ گے۔ چنانچہ سررشتہ دار کمشنری دہلی کے نام سفارشی خط لکھ دیا وہاں جا کر وہ نوکر ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ کے سنی اور شیعوں میں ایک دفعہ باہم جنگ ہوئی تماشائیوں کا ہجوم ہو گیا ایک جانب میواتیوں کا گروہ بھی کھڑا تھا پوچھا یہ کیوں لڑتے ہیں کوئی شخص بولا کہ میاں لڑائی اس بات پر ہے کہ شیعہ چار یار کو گالیاں دیتے ہیں۔ میواتیوں نے تعجب سے کہا کہ چار یار کون ہیں اس نے کہا یہی تو ہیں خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ چوکھا پیر۔ یہ بات سنی کہ ان کو تاب نہ رہی کہ جب ہمارے پیروں کو برا کہتے ہیں تو ہماری زندگی کس کام آوے گی لٹھ لے کر چل پڑے اور گروہ شیعہ کو بھگا دیا۔ مجھ

پلاے کج راموزہ مے بایست کج

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمقام سونی پت اخوند عبدالغفور صاحب ہمارے پاس بیٹھے تھے کہ ثناء اللہ دہریہ آیا اور ایک پتہ درخت سے توڑ کر اخوند صاحب کے روبرو پیش کیا اور کہا کہ بھلا کوئی ایسا ہے کہ اس کو پھر جوڑے وہ بولے کہ خدا تعالےٰ کو یہ قدرت ہے اس نے کہا کہ یہ خدا تعالےٰ کے باپ سے بھی نہیں لگ سکتا اخوند صاحب اس کو گالیاں دینے لگے ہم نے کہا کہ صاحب آپ کیوں خفا ہوتے ہیں خدا تعالےٰ تو لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ہے نہ خدا کے باپ ہو گا نہ پتہ لگائے گا اس کو بکنے دیجئے ؎

بری ذاتش از تہمت ضدّ وجنس   غنی ملکش از طاعت جن وانس

ایک روز ارشاد ہوا کہ باہری میں ایک شخص آیا جو اپنے تئیں خدا کہتا تھا اُن دنوں جناب وقبلہ میر اعظم علی شاہ صاحب بھی وہیں تھے وہ یہ بات سن کر خفا ہونے لگے میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم اُن کو سمجھا دوں گا۔ جب ان سے آپ کی ملاقات ہوئی تو حال پوچھا کہا کہ میں خدا ہوں ہم نے کہا واہ حضرت ہم تو مدت سے آپ کی تلاش میں تھے گھر چھوڑا، وطن چھوڑا آپ ہی کی جستجو میں جا بجا پھرتے رہے آپ خود ہی تشریف لے آئے۔ بڑی مہربانی اور احسان فرمایا پھر ہم نے ان کے لئے کھانا منگایا اتفاقاً اس روز روکھی روٹیاں چنے کی تھیں ان سے اچھی طرح کھائی نہ گئیں لقمہ گلے سے اترنا دشوار تھا کچھ ناراض سے ہونے لگے، ہم نے کہا ناراضگی کی کیا وجہ ہے خود ہی انصاف کیجئے کہ خدا تو آپ ٹھہرے جیسا ہم کو آپ نے دیا وہ سامنے لا رکھا اگر آپ پلاؤ دیتے تو وہی نذر کیا جاتا بعد اس کے ہم نے قرآن کی ایک آیت پڑھی اور ان سے معنی دریافت کئے کہا کہ میں تو ناخواندہ ہوں ہم نے کہا سبحان اللہ آپ بھی عجیب خدا ہیں کہ خود ہی قرآن نازل کیا اور اس کے معنی نہیں سمجھتے تب وہ نادم ہوئے اور اپنے اس قول سے توبہ کی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بابری میں ہم نے سنا کہ ہندو فقیر بھگوان کے درشن کرا دیتا ہے ہم بھی اس کے پاس گئے اور درخواست کی اس نے آنکھیں بند کرا کے توجہ دینی شروع کی، تھوڑی دیر میں ایک صورت نظر آئی پیتیا مبر پہنے مکٹ لگائے شام برن مکھ مرلی دھرے گویا بعینہ مہاراج سری کشن چندر جی موجود ہیں اس نے پوچھا کیا دیکھا ہم نے بیان کیا بولا کہ بس یہی بھگوان ہے ہم نے اس کو بہت دھتکارا کہ اے مسخرے اس کے خالق تو خود ہم ہیں، کیونکہ ہمارے خیال سے پیدا ہوا ہے۔ تو اپنا گرو بتلا جس نے تجھ کو یہ تعلیم دی ہے وہ ہم کو اپنے گرو کے پاس لے گیا کہنے لگے کہ میاں صاحب اسکو جانے بھی دو یہ تو مورکھ ہے۔ جس کی جیسی سمجھ ہوتی ہے اس کو ویسی ہی بات بتلائی جاتی ہے پھر ہماری ان کی باتیں ہوئیں البتہ وہ آدمی سمجھدار اور گیانی تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمقام کوتانہ ایک پیر جی تھے ان کے ایک مرید ظریف نے عرض کیا کہ حضرت میں نے رات خواب دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ تو شہد سے بھرا ہوا ہے اور میرا نجاست میں آلودہ ہے۔ پیر جی بولے کہ بھائی بات یہ ہے کہ تم دنیا دار ہو اور میں فقیر اس نے کہا کہ حضرت آگے بھی تو سن لیجئے آپ کا ہاتھ تو میں چاٹتا ہوں اور میرا ہاتھ آپ چاٹتے ہیں۔ یہ فقرہ سن کر پیر جی نہایت ناراض ہوئے میں نے اُن سے کہا کہ صاحب سچ تو کہتا ہے دنیا کے واسطے لوگوں کو مرید کرنا بے شک گوہ کھانا ہے، اور دنیا داروں کے پانچ کمین ہوتے ہیں دھوبی، نائی سقہ بھنگی اور پانچواں کمین پیر دنیا پرست۔

ہر کرامت از فقیہ و پیر و مرید	دنزبان آورانِ پاک نفس
چون بدنیا ء دون فرود آمد	بغسل در بماند ہمچو مگس!

ایک روز ارشاد ہوا کہ دنیا دار بیچارے بھی بڑے مخمصہ میں گرفتار ہیں جب کوئی مولوی آتا ہے تو دعوت و نذرانہ کے بعد یہ ہدایت ہوتی ہے کہ فاتحہ گناہ کبیرہ ہے۔ علماء کی خدمت جنت کی دستاویز ہے اور جب کسی مشائخ سے پالا پڑتا

ہے تو معمولی دعوت و نذر کے بعد یہ ہدایت ہوتی ہے کہ فاتحہ فرض ہے اور حقیقت میں علماء اور ورثۃ الانبیاء مشائخ کبار ہیں نہ علمائے ظاہر بزرگوں کی ارادت و موجب نجات ہے۔ غرض دنیا دار بے چارہ بھاڑے کا ٹٹو ہے جس نے چاہا لادلیا بلکہ اس سے بھی بدتر کیونکہ اسے کرایہ ملتا ہے۔ اور یہاں اُلٹا گرہ سے کچھ دینا پڑتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ نشانہ پر تیر مار دینے والے بہت ہوتے ہیں مگر ایسے تیر انداز بہت کم ہیں جو یہ بھی جان لیں کہ تیر نے کتنا گھاؤ کیا۔ اسی طرح فقراء میں ایسے تو اکثر ہیں کہ طالب پر نظر ڈالیں مگر ایسے باخبر نادرات سے ہیں جو یہ بھی معلوم کر لیں کہ اس نظر نے کس قدر اثر کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شیخ کا فیض تو مرید و غیر مرید سب کو پہنچتا ہے الا مستحق خلافت مرید کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا، مثلاً آدمی اپنی دولت جس کو چاہے لٹائے مگر وراثت خاص اولاد کو ہی پہنچتی ہے اس میں غیر کا دعویٰ استحقاق نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص بیمار پڑا، نزع کی نوبت پڑی یہاں تک کہ شہر میں مرنے کی خبر بھی اڑ گئی۔ اتفاق سے لوٹ پیٹ کر بچ گیا۔ یار دوست مبارک باد کو آئے اس نے کہا کہ مقام تعزیت ہے نہ جائے تہنیت کیونکہ موت کا ذائقہ بھی چکھ لیا اور مرنا بدستور سر رہا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس زمانہ کے مشائخ نے پیری مریدی کو نہایت آسان کام سمجھ رکھا ہے اور مرید کو درم ناخریدہ غلام خیال کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک تو سخت مشکل کام ہے پیری تو درحقیقت مرید کا بن جانا ہے، کیونکہ پیر کو لازم ہے کہ ہر وقت مرید کے احوال کا نگران رہے۔ طے مقامات اور منازل پر متوجہ رہے اور یہ بات ممکن نہیں جب تک کہ پیر اپنے مزہ میں خلل نہ ڈالے اور اپنے حال سے باز نہ رہے اگر حکم سرکاری ہو تو مجبوراً تعمیل کرنی ہی پڑتی ہے ورنہ

کس کو غرض ہے کہ دردسرے کی بلا اپنے ذمہ لے۔ البتہ حصول دنیا کے لئے یہ کیسی خوب ہے بغیر دردسری اور بلا تردد کے سال بسال اپنا سالانہ محاصل مریدوں سے اگھایا اور الگ ہو بیٹھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس زمانہ کے مشائخ میں تو بجن ہاری کا سا کمال بھی نہیں۔ اس جانور کا خاصا ہے کہ مرنے سے کچھ پہلے ایک کیڑا لاکر اپنے مٹی کے گھر میں بند کر لیتا ہے اور اس پر ایسی توجہ کر کے مرتا ہے کہ چالیس دن میں وہ کیڑا پر پرزے نکال کر ابجن ہاری کی دستار خلافت کا مستحق اور سجادہ نشین برحق ہو جاتا ہے۔

ایک روز کسی نے عرض کیا کہ فلاں فقیر جاہ نوشی کا سامان اور کھانے پینے کا اسباب بہت کچھ رکھتا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ایک شخص نے گھر کے کاروبار اور مصارف سے تنگ ہو کر ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرے۔ ایک بیوی تھی اس غریب کو تنہا چھوڑ کر نکل گیا اور کسی فقیر کا چیلہ بنا گلے میں کفنی ڈال ہاتھ میں کاسہ لے دربدر بھیک مانگنی اختیار کی۔ ایک دن پھرتا پھراتا اس بستی میں آنکلا جہاں اس کی بیوی رہتی تھی۔ حسب عادت صدا کی (بھلا ہو مائی کچھ بھیجیو فقیر کو) مائی نے اس بے وفا کی آواز پہچان لی جھانک کر دیکھا تو وہی ذات شریف ہیں۔ خیر ان کو چنگل بھر آٹا دیا اور کہا کہ شاہ جی تو ہمارا تمہارا میاں بیوی کا رشتہ قطع ہو گیا لاؤ تمہاری روٹی تو پکا دوں کہا اچھا۔ مگر آٹا ڈال نمک مرچ۔ لوٹا کونڈا۔ توا۔ چولھا کچھ لکڑیاں سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں۔ یہ سامان لو اور پکا دو تب تو اس عورت نے زور سے ایک دوہتڑ ماری اور کہا کہ بھڑوے سارا سامان دنیا تو اپنی بغل میں مارے پھرتا ہے کیا جورو ہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک الدنیا بن گیا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن   نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ایک روز کسی شخص نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ حضور فلاں شخص جس قدر

مال کثیر رکھتا ہے۔ بخل میں بھی پرلے درجے کا خسیس بلکہ قارون سے بھی اوّل نمبر لیکن معلوم نہیں اس روز ڈپٹی کمشنر کو چندہ میں اس قدر روپیہ کیوں دے دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اکثر امراء اپنی نام آوری اور مطلب و فائدہ کے لئے ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن خالصتہً للہ ایک کوڑی کے روادار نہیں ہوتے اس پر ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے کہ کسی شخص نے شیطان کے نام کا چلّہ کیا۔ جب چالیس دن پورے ہوچکے تو شیطان آیا اور کہا کہ کیا چاہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نہایت مفلس ہوں میرے لئے کوئی بہبودی کی شکل نکال۔ شیطان نے کہا یہ کیا بڑی بات ہے میں ابھی گھوڑا بنتا ہوں اور فلاں امیر کے پاس لے جاکر بیچ ڈال۔ یہ بات کہہ کر ایک نہایت عمدہ اور بیش قیمت گھوڑے کی صورت بن گیا۔ اس نے امیر کو دکھلایا وہ دیکھتے ہی لٹو ہوگیا اور جھٹ پانچ ہزار کو چکا دام دے کر باندھ لیا چند روز کے بعد سائیس گھوڑے کو حسبِ عادت مل رہا تھا کہ یکایک گھوڑا دیوار کے سوراخ میں گھسنے لگا اس نے غل مچایا دوڑو دوڑو گھوڑا چلا۔ جب دیکھا کہ گھوڑا جاتا ہی ہے تو اس نے گھبرا کر دم پکڑلی دم تو اس کے ہاتھ میں رہ گئی اور گھوڑا غائب وہ متحیر ہوا اور دم کو چادر میں لپیٹ امیر کے روبرو لایا اور سارا قصہ بیان کیا امیر نے تعجب کیا چادر کھولی گئی تو دیکھا کہ بجائے دم کے ایک سارنگی موجود ہے۔ جب امیر نے اس کو ہاتھ میں اٹھا کر دیکھا تو کیر خر تھا۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ مال تو کھا گئے وارث وغیرہ اور دنیادار بخیل کے ہاتھ میں کیر خر رہا۔ یعنے بجز رنج و حسرت کے اسکو کچھ حاصل نہیں کما قال اللہ تعالیٰ وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ

ایک روز کسی شخص نے سات روپیہ بطور نذر ارسال خدمت مبارک کئے اور رسید چاہی اس وقت ارشاد ہوا کہ میاں رشوت کی رسید کا دنیا میں کہیں دستور بھی ہے یہ معاملہ تو خفیہ ہوا کرتا ہے۔ جس طرح اہل کاران سرکاری کو سفارش وغیرہ کے لئے لوگ رشوت دیتے ہیں۔ اسی طرح فقراء کو ہمت و دعا کی غرض سے نذر

پیش کرتے ہیں بغرض نذر کوئی کسی کو دیتا نہیں وہ ظاہری رشوت ہے یہ باطنی پھر رسید کیسی۔

ایک روز جناب قبلہ پک داد پر جو بیغولہ ران میں تھا مرہم لگا رہے تھے کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضور یہ کس طرح ہوا فرمایا کہ میاں کیا کہیں اس نے سنت نبوی سے انکار کیا تھا اس لئے پک داد کی سزا میں گرفتار ہوا، اب میں اس کا منہ کالا کرتا ہوں کہ نہ ایسا کرتا نہ اس سزا کو پہنچتا۔

لطیفہ ایک روز قلندر صاحب کے عرس میں لکھنؤ کی ایک عورت حضرت قبلہؒ کی خدمت بابرکت میں آئی اور کہنے لگی کہ حضور میں عقیمہ ہوں اور میرا خاوند دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کے عزیز و قریب میرے خلاف ہیں اگر اس نے نکاح ثانی کر لیا تو میرا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ حسب اتفاق اس وقت ایک قوال یہ ٹونا گا رہا تھا ؎

ایسا ٹونا کر دے ری ما ایسا ٹونا کر دے

آپ نے فرمایا کہ بھائی جو کچھ یہ گا رہا ہے لکھتے جاؤ اور تعویذ بنا کر اس کو دے دو اللہ مالک ہے ارشاد کے موافق تمام ٹونا لکھ کر تعویذ بنا دیا اور اس کے حوالہ کیا وہ لے کر چلتی ہوئی۔ چند روز کے بعد پھر خدمت اقدس میں آئی اور کچھ نذرانہ لائی۔ اور عرض کیا کہ حضرت آپ کی توجہ سے میرا شوہر ایسا مطیع ہوا ہے کہ بیٹھاؤں تو بیٹھے اور اٹھاؤں تو اٹھے۔ خدا کا شکر ہے اور حضور کا احسان۔

ایک روز مغرب کے وقت قلندر صاحب کی مسجد میں مجمع کثیر تھا کہ آپ سر مبارک پر نہایت عمدہ ٹوپی اوڑھے مسجد میں تشریف لائے۔ ایک شخص نے کہا کہ حضرت آپ کے سر پر یہ ٹوپی بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے وہ ٹوپی اپنے سر سے اتار کر اس کے سر پر رکھ دی اس نے کہا حضرت یہ کیا آپ نے فرمایا کہ تم نے تو اس ٹوپی کی بہار دیکھی ہم بھی دیکھیں کہ آیا فی الحقیقت یہ

اچھی ہے یا ہماری خاطر سے تم کہتے تھے سو فی الواقع تمہارے سر پر خوب زیب دیتی ہے۔ اب اس کو تم ہی اوڑھو بے تکلف اپنے سر پر ایک رومال باندھ کے نماز ادا کی۔

حاتم سخاوت نے بھی آپ کے وجود باوجود میں اس شان سے ظہور کیا تھا کہ بایدو شاید جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا سب تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اپنے پاس کبھی کچھ نہیں رکھتے تھے۔ علاوہ عطائے روزمرّہ کے جب کسی شخص کی خواہش کنایتہً یا صراحتہً کسی شئے کی نسبت معلوم ہوتی معاً بطیب خاطر اس کو عطا فرماتے ہم نے اٹھارہ برس کی مدت میں آپ کی توجہ بجز ذات پروردگار کے کبھی کسی چیز کی طرف نہیں دیکھی۔ دنیا و مافیہا آپ کی نظر بلند و ہمت عالی کے سب سامنے ہیچ ہے۔ ؎

دنیا ہمہ ہیچ ست و کار دنیا ہمہ ہیچ
اے ہیچ برائے ہیچ در ہیچ پیچ!

میں چاہتا نہیں دنیا میں عزو جاہ بلند
یہی کرو تو جہاں سے رہی نگاہ بلند

تمام سود ہے سودا دکان ہستی کا
جو تجھ سے نفع ہو سب کو غرور کسی کو نہو

لطیفہ! خداوند کریم نے شیخ عطا محمد صاحب مخدوم زادہ پانی پتی کو پیری میں ایک فرزند دلبند عطا فرمایا اتفاقاً وہ لڑکا ایک دن علیل ہو گیا۔ شیخ صاحب موصوف حضرت قبلہ کی خدمت بابرکت میں اس لڑکے کو لائے اور عرض کیا کہ حضرت اس کو جھاڑ دو دو۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ باپ بیٹا دو تو کو جھاڑ دیں۔ چنانچہ ایک ہاتھ شیخ صاحب کے سر پر پھیر کے یہ مصرعہ حافظ علیہ الرحمتہ کا پڑھا تھا۔

پیری کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است

اور دوسرا ہاتھ لڑکے کے سر پر پھیر کے یہ مصرعہ ثانی فرمایا۔ ؎

از شاخ کہنہ میوۂ نورس غنیمت است

آپ نے دم کیا حاضرین ہنسے اور لڑکا اسی وقت اچھا ہو گیا اس کے بعد بھی جب اس لڑکے کو کچھ علالت کی شکایت ہوتی تو شیخ صاحب حضرت قبلہ کی خدمت

عالی میں لاتے اور التجا کرتے کہ حضرت وہی دم کیجیے آپ تبسّم فرماتے اور اسی طرح دم کر دیتے اور وہ لڑکا بفضلہ تعالیٰ تندرست ہو جاتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سید وزیر علی صاحب ہمارے ہم سفر تھے اور ان کو تقریر و مباحثہ کا بڑا شوق تھا۔ ہر ایک سے جھگڑنے لگتے ایک روز آن کر فخریہ بیان کرنے لگے کہ میں نے فلاں شخص کو گفتگو میں بہت معقول کیا ہم نے کہا کہ صاحب وہ تو معقول ہوا لیکن یہ بتلایئے کہ تم کیا ہوئے اس بات کے جواب میں بولے کہ اب میری توبہ ہے۔ آئندہ کسی سے بات نہ کروں گا اس دن مباحثہ و مناظرہ ترک کر دیا۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک بڑھیا خدمت اقدس میں آئی اور عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ پڑھنے کو ارشاد فرمایئے تاکہ میری مشکل آسان ہو آپ نے فرمایا کہ ہر روز تین مرتبہ گیارہ دن دعائے سریانی پڑھ لیا کر اللہ تعالیٰ تیری مراد پوری کرے گا۔ گیارہ دن کے بعد وہ بڑھیا لٹھے کا تھان اور سوا روپیہ نقد اور کچھ شیرینی لے کر آئی اور کہا کہ حضور کی دعا کی برکت سے میری مشکل آسان ہو گئی۔ یہ نذرانہ ہے آپ نے فرمایا کہ نذرانہ تو قبول مگر یہ تو بتاؤ کہ دعائے سریانی کو کون سے سرے سے پڑھا تھا جس سے تمہاری مشکل حل ہوئی وہ قبولیت کا سِر ہم کو بھی بتا دو ہم ستر برس سے پڑھتے ہیں مگر آج تک قبولیت کا سِر معلوم نہیں ہوا کہ مشکل آسان ہو، حاضرین ہنسے بڑھیا محجوب ہوئی اور نذرانہ رکھ کر چلی گئی۔

نقل ہے کہ ایک روز ایک مولوی صاحب اپنے بیٹے کو مارتے ہوئے حضرت و قبلہ کی خدمت بابرکت میں لائے اور کہنے لگے کہ حضرت اس الو کے پٹھے کو آپ سمجھائیں یہ پڑھتا نہیں آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ تشریف رکھیں الو اور پٹھے دونوں کو ہم سمجھائے دیتے ہیں۔ حاضرین ہنسنے لگے مگر مولوی صاحب غصہ کی حالت میں کچھ نہ سمجھے۔

ایک روز میاں بدر الدین مہر کن کے چھوٹے بیٹے کہ دوسرے تیسرے مہینے حضرت قبلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔ حسب معمول حاضر ہوئے حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کہاں سے آئے انہوں نے عرض کیا کہ میں بدر الدین مہر کن کا بیٹا ہوں اور ہمیشہ آستانہ بوس ہوتا رہتا ہوں دہلی سے آیا ہوں حضرت مزاج پرسی کے بعد فرمانے لگے کہ تمہارے بھائی سے ہماری بہت ملاقات ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضور سے تو سب کو نیاز حاصل ہے لیکن میں اکثر شرف اندوز خدمت ہوتا ہوں پھر آپ نے فرمایا کہ ہاں تم تو حاضر ہوتے ہو تمہارے بھائی سے ہماری بہت ملاقات ہے پھر انہوں نے وہی جواب دیا کہ میں حضور کی خدمت میں دوسرے تیسرے مہینے حاضر ہوتا ہوں اور میرے بھائی تو کبھی کبھی حاضر ہوتے ہیں پھر حضرت نے فرمایا ہاں تم بھی ہمارے پاس آیا کرتے ہو لیکن تمہارے بھائی سے ہماری بہت ملاقات ہے اور وہ اونچا سنتے ہیں۔ تب انہوں نے عرض کی کہ حضرت مجھی کو کم سنائی دیتا ہے اس وقت حضرت نے فرمایا کہ واہ کیا خوب جب سے کیوں نہ کہا تھا۔ ہمیں ایک نقل یاد آئی ایک صوفی چار ٹکے لے کر حال کھیلا کرتے تھے۔ ایک روز صاحب محفل نے چار ٹکے صوفی صاحب کے گھر بھجوا دیئے اور ان کو محفل میں بلوایا مگر صوفی صاحب کو یہ خبر نہ تھی کہ چار ٹکے گھر پہنچ گئے ہیں اب قوال ہر چند اچھی اچھی غزلیں گاتے ہیں مگر صوفی صاحب کو حال نہیں آتا صاحب محفل سمجھ گئے کہ صوفی کو یہ اطلاع نہیں دی گئی کہ ٹکے گھر پہنچ گئے ہیں چپکے سے اٹھ گئے کان میں کہہ دیا کہ آپ کا معمول گھر پہنچ گیا ہے یہ کہنا تھا کہ صوفی جی کود پڑے اور کہنے لگے جب سے یہ کیوں نہ کہے تھے اگر یہی بات ہے کہ تم کو سنائی دیتا ہے تو تم سے ہی زیادہ ملاقات ہے نہ تمہارے بھائی سے اس وقت ہمیں ایک قطعہ بھی یاد آیا۔

قطعہ

مجھے قتل کر کے وہ بھولا سا قاتل   قضا را مری لاش پر آن نکلا!
سرہانے کھڑا ہو کے پیٹا کہ ہی ہے   یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا

نقل ہے کہ بدر الدین پانی پتی بساطی ہمیشہ حضرت قبلہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوتا تھا اور یہ بھی ضرور عرض کرتا تھا کہ حضور میرے لئے دعا فرمایئے۔ لیکن حضرت بھی ہر روز فرمایا کرتے تھے کہ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ میاں آج کل ایسے ہی دن ہیں کہ ہماری دعا برعکس اثر کرتی ہے ؎

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی   آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

ایک دن بعد نماز عشاء میاں بدر الدین آئے اور کہنے لگے کہ حضرت آج تو ضرور دعا کیجئے آپ نے فرمایا کہ بھائی آج کل ہماری دعا الٹا اثر کرتی ہے کیونکہ دن اچھے نہیں اور پھر یہ نقل بیان فرمائی۔

نقل :- ایک مجذوب دہلی میں رہا کرتے تھے اتفاقاً امساک باران ہوا، اور خلق خدا جمع ہو کر زار و نالاں قاضی صاحب کے پاس آئی۔ قاضی ان کو ہمراہ لے کر بادشاہ سلامت کی خدمت میں پہنچے کہ نماز استسقاء پڑھنی چاہیے بادشاہ نے کہا بہت اچھا چنانچہ تین دن نماز پڑھی کچھ مؤثر نہ ہوئی بادشاہ نے فرمایا کہ کسی فقیر کو میرے پاس لاؤ لوگوں نے ایک مجذوب کو پیش کیا بادشاہ نے ان سے دعا کی التجا کی مجذوب نے لنگوٹ کھول کے دیا کہ یہ دھولاؤ اور سوکھنے کو ڈال دو تھوڑی دیر کے بعد بڑے زور سے بارش ہونے لگی۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیا بات ہے مجذوب نے کہا آج کل اللہ میاں سے ہمارا بگاڑ ہو رہا ہے ہم جو بات چاہتے ہیں وہ اس کے خلاف کرتے ہیں۔ اب ہمارا لنگوٹ سوکھنے نہیں دیں گے۔ جب خوب مینہ برس لیا تو لوگوں نے اس لنگوٹ کو آگ پر سکھا دیا مینہ تھم گیا پس میاں بدر الدین ان دنوں میں ایسا ہی معاملہ ہوا رہا ہے ہماری دعا کا اثر خلاف ہوتا ہے اس نے کہا کہ حضرت

اٹھا اثر ہو یا سیدھا، آپ دُعا کیجئے، آپ نے فرمایا کہ اچھا آج دعا کریں گے
تم جاؤ تو ہنوز جلسہ برخاست نہیں ہوا تھا ایک آدمی دوڑا ہوا آیا اور یہ خبر
لایا کہ میاں بدر الدین تمہاری بیوی کنوئیں میں گر پڑی۔ حضرت نے فرمایا ابھی تو
ہم نے دُعا بھی نہیں مانگی وعدہ ہی کیا ہے میاں بدر الدین یہ سنتے ہی دوڑے
اتنے میں تھانے دار آپہنچا ان کی بیوی کو کنوئیں میں سے نکلوایا اور پوچھا کہ تجھ
کو کس نے گرایا تھا اس نے میاں بدر الدین کا نام لیا اب وہ غریب ناکردہ
گناہ کرنال کی عدالت میں حاضر کئے گئے لیکن حضرت قبلہ نے چلتے وقت یہ فرما
دیا تھا کہ مقدمہ کی پیشی کے وقت ہمارا تصور کرنا۔ جب مقدمہ پیش ہوا انگریز
نے عورت کا بیان لیا۔ اس نے تین چار دفعہ یہی کہا کہ بدر الدین نے گرایا اس
وقت میاں بدر الدین کو حضرت کا ارشاد یاد آیا تصور کرنا شروع کیا۔ عورت
خود بخود کہنے لگی کہ صاحب ایک اور بڑا ظلم مجھ پر کر رکھا ہے۔ انگریز نے
پوچھا وہ کیا کہا میرے سر پر تین ریچھ بٹھا رکھے ہیں۔ انگریز نے دریافت کیا
کہ کہاں ہیں کہا یہ دیکھو بالوں میں پھرتے ہیں۔ حسب اتفاق میاں صاحب
میاں اللہ بندے صاحب نمبردار حضرت کے خادم بھی وہیں کچہری میں موجود
تھے۔ انہوں نے کہا کہ صاحب یہ تو پاگل ہے۔ غرض میاں بدر الدین رہا ہو گئے
ان کی بیوی جب ہوش میں آئی تو شوہر سے مخاطب ہوئی کہ ارے کمبخت مجھ
کو کچہری میں کیوں لایا ہے اس نے کہا کہ ظالم تو لائی ہے یا میں آخر پانی پت
آئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہو میاں بدر الدین
ہم تمہارے لئے دعا کریں کہا کہ حضرت بس میں دُعا سے باز آیا مجھے بغیر ہی
دعا کے پانی پت رہنے دیجئے آپ نے فرمایا تمہاری خوشی ہم نے تو پہلے ہی
کہہ دیا تھا لیکن تم نے نہ مانا۔

ایک روز کسی شخص نے تنگی رزق کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک
نقل یاد آئی ہے۔ ایک بڑا تاجر تھا اس نے جمعہ کے دن وعظ میں یہ آیت

شَیْئٍ فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۞ اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ ہم دور دراز ملکوں کا سفر طے کر کے قابل پسند اشیاء لاتے ہیں۔ تب ان سے نفع حاصل ہوتا ہے اور ہمارا پیٹ بھرتا ہے اگر اسباب خراب و ناکارہ ہو تو بھلا کون مول لے گا۔ اور کیونکہ ہمارا نفع حاصل ہوگا یہ سوچ کر با رادہ امتحان اس نے سب قسم کی اشیاء تجارتی کو چھوڑ بے ناکہ کی سوئیاں ہزار ہا روپیہ کی بھر لیں کہ دیکھوں اس بیکار چیز کو کون خریدتا ہے۔ خدا کی قدرت چند مدت کے بعد ایک سوداگر بے ناکہ کی سوئیوں کا گاہک آیا تمام دوکانوں پر دریافت کیا تو یہ چیز کہیں نہ نکلی لوگوں نے اس تاجر کا پتہ بتایا وہاں پہنچا اور بڑی خواہش ظاہر کی اس کے حسب دلخواہ دام دے دیئے اور تمام مال خرید لیا جب سودا بک چکا اور معاملہ ہو گیا تو تاجر بہت متعجب ہوا کہ الٰہی یہ بیوقوف اس نکمی چیز کو کہاں بیچے گا اور کیا نفع اٹھائے گا یا کس کام میں لائے گا یہ خیال کر کے اس کے ہمراہ ہولیا وہ مال اٹھوا کر لے گیا اور کشتی میں لاد کر حکم دیا کہ جاؤ اس کو دریا میں ڈال دو اس وقت اس نے سوال کیا کہ صاحب تم کون ہو کیوں تم نے یہ سوئیاں خریدیں اور کس لئے دریا میں پھینک دیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ نے تیرے رزق پر متعین کیا ہے جو تیرے لئے مقدر تھا تجھ کو پہنچا دیا۔ یہ تیری بیوقوفی تھی جو تو نے خیال کیا کہ میری کوشش ہی سے رزق ملتا ہے۔ اتنا کہہ کر غائب ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے لئے مقدر ہے وہ کسی نہ کسی طرح تم کو بالضرور ملے گا رنج کرو یا خوشی رزق مقسوم میں کمی بیشی ممکن نہیں ہے

آنچہ نصیب است ہم میرسد ۔۔۔ گر نستانی بستم میرسد!

ایک روز کسی شخص نے کشائش رزق کے لئے وظیفہ پوچھا اس وقت ارشاد ہوا کہ اگر وردو وظائف پر روزی موقوف ہوتی تو دنیا میں ملانوں کے برابر کوئی دولت مند نہ ہوتا بلکہ وظائف تو اس معاملہ میں اور الٹا اثر کرتا ہے کیونکہ

دنیا ایک میل کچیل ہے اور نام خدا صابون بھلا صابون سے میل کیوں کر بڑھ سکتا ہے تم نے کسی وظیفہ خوان کے گھر ہاتھی گھوڑے بندھے نہ دیکھے ہوں گے بلکہ وظیفہ پڑھنے والے تو اکثر محتاج ہی نظر آتے ہیں۔ خدا کا نام تو صرف اس لئے ہے کہ اس کی برکت سے دنیا کی محبت دل سے دور ہو جائے نہ اس لئے کہ آدمی دنیا میں زیادہ آلودہ ہو۔ یہ باتیں سن کر اس شخص نے پھر اصرار کیا تو فرمایا کہ خیر یَا بَاسِطُ ابْسُطْ فِیْ رِزْقِیْ پڑھا کرو الا مسجد سے باہر خدا کے گھر میں دنیا طلبی کا کیا کام۔

ایک روز کسی شخص نے عرض کیا کہ حضور دیکھئے تو فلاں شخص نے حصول دنیا کے لئے کیسی کیسی کوشش کی، عزت کھوئی، ذلت اٹھائی لیکن دنیا ہاتھ نہ آئی آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم کو اہل نقل یاد آئی ہے کہ ایک امیر کسی کھترانی پر عاشق ہوا ہر چند کوشش کی مگر کسی طور سے حصول مطلب کی راہ نہ پائی آخر کچھ مدت کے بعد اس کو پتہ ملا کہ اس عورت کا شوہر بھینس کا بڑا شوق رکھتا ہے۔ اس عاشق نے ایک بیش قیمت اور نہایت خوبصورت بھینس عمدہ نسل کی خریدی اور گنواروں کی صورت بنا کر اس کھتری کے سامنے سے نکلا وہ بھینس کو دیکھتے ہی لوٹ ہو گیا پوچھا کہ چودھری بھینس بیچو گے وہ بولا کہ لالہ جی بھینس کیا بیچوں ایک بڑا بھاری روگ لگ گیا ہے اگر کوئی بھلا مانس میرا علاج کر دے تو میں بھینس یوں ہی اس کو نذر کر دوں، لالہ نے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی ایسی کیا بیماری ہے۔ اس نے کہا کہ میری شادی ہو گئی ہے لیکن مجھ کو عورت کی صحبت کا ڈھب یاد نہیں اسی شرمندگی کے مارے جان سے تنگ ہوں جو کوئی مجھ کو یہ کام سکھا دے تو میں اس کا چیلا ہو جاؤں اور یہ بھینس بھی اس کو دے دوں۔ یہ بات سنکر لالہ نے تامل کیا اور اپنی بیوی کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ ایک بیوقوف سا آدمی ہے اور ایک بھینس نہایت عمدہ اس کے پاس ہے۔ اگر تم اس کو ذرا یہ بات سکھا دو تو کیا بگڑے گا بھینس ہم کو مفت ہاتھ لگے گی وہ بھی راضی ہو گئی بھینس والے کو

اپنے مکان پر ٹھہرا لیا اور رات کو لالہ کی جورو نے اپنے پاس سلایا مگر وہ چپ چاپ پڑا رہا صبح کو لالہ نے پوچھا کہو جی اب تو تم نے ترکیب سیکھ لی ہوگی بولا کہ نہیں تو لالہ جی مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا وہ اپنے گھر میں بہت خفا ہوا اور کہا کہ اس کو خوب سکھا دے تا کہ بھینس دے کر اپنا رستہ لے۔ پھر تو اُس نے خوب دل کھول کر کوک شاستر کا سبق پڑھایا، لالہ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ہاں اگر ایک مہینے تک اسی طرح مجھ کو سکھایا جاوے تو البتہ سیکھ لوں گا ورنہ آج کا اموختہ کل کا ہے کو یاد رہے گا لالہ نے سوچا کہ یہ تو کوئی بڑا ہی مور کھ ہے اگر لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو بڑی روسیاہی ہوگی۔ اس سے کہا کہ جاؤ میاں صاحب کہیں اور جا کے سیکھ لو۔ وہ امیر اپنی بھینس کا رسہ پکڑ چلتا ہوا، اسی طور سے شیطان دنیاداروں کو دنیا کی بھینس دکھا کر طمع دنیا میں پھانس لیتا ہے۔ وہ اپنا ننگ و ناموس بھی کھوتے ہیں اور دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی۔

نقل ہے ایک روز ایک منشی صاحب مختار کار نواب مڑہل (رئیس کرنال) حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی شد و مد کے ساتھ خودستائی کرنے لگے کہ حضرت دیکھئے میں نے نواب صاحب کے کیا کیا کام انجام دیئے نسب نامہ درست کرایا جاگیر مقرر ہوئی سرکار سے مراتب پائے یہ میری ہی خوبی تدبیر و حسن خدمت کا نتیجہ ہے حضرت نے فرمایا کہ منشی صاحب ہم کو ایک نقل یاد آئی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شیطان کو طلب فرمائے گا اور بعد حساب و کتاب ستر ہزار فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس لعین کو زنجیروں سے جکڑ کے کشاں کشاں دوزخ میں لے جاؤ وہ پرسن کر میدان قیامت میں گر پڑے گا ہرچند فرشتے زور کریں گے وہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے گا پھر اور ستر ہزار فرشتوں کو حکم ہوگا وہ بھی تل کر طاقت آزمائیں گے وہ ہلے گا بھی نہیں پھر اور ستر ہزار فرشتوں کو حکم ہوگا وہ سب مل زور لگائیں گے مگر شیطان کو حرکت نہ ہوگی غرض چار بار ستر ستر ہزار فرشتے زیادہ ہوں گے اور جنبش بھی نہ دیکیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ملائکہ یہ ملعون

تم سے نہیں ہلے گا اس کی گردن میں طوق لعنت کا بار گراں ہے یہ اسکی طاقت ہے کہ اٹھائے پھرتا ہے تم سے وہ جنبش بھی نہ کر سکا یہ ہمارا عاشق صادق ہے جس وقت ہم حکم دیں گے خود بخود دوزخ میں جا گرے گا تم اس کو چھوڑ دو۔ سوئی الحقیقت یہ آپ ہی کے دم قدم سے ہوا۔ دوسرے کا حوصلہ نہ تھا منشی صاحب چپ رہ گئے اور نہایت نادم و خجل ہوئے اور حاضرین مجلس ہنسنے لگے۔ محمد

ثنائے خود بخود گفتن نزیبد

ایک روز کسی شخص نے حکیم محمد حسین پانی پتی سے استفسار کیا کہ تم کو جناب مولوی غوث علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوتے عرصہ گزرا بھلا ان کی کوئی کشف و کرامت بھی دیکھی حکیم صاحب نے کہا نہ اس غرض سے جاتے ہیں ورنہ ہم نے کبھی یہ خیال کیا مگر اس وقت سے یہ خیال ہو گیا کہ حضرت سے ہم نے کوئی بات نہیں دیکھی دوسرے دن جب حسب عادت آئے تو حضرت نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور مزاج پوچھا اس کے بعد اور حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ آج ایک نقل ہمیں یاد آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو بکر واسطی جو بڑے عالم تھے حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ سال بھر تک ساکت و خاموش زبان کی صحبت کا رنگ ڈھنگ دیکھتے رہے جب کوئی کشف و کرامت حضرت جنید کی جو پابند شرع تھے نہ دیکھی تو دلبرداشتہ ہو کر حضرت سے رخصت چاہی آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بھلا مولوی صاحب آپ دس دن تک رہیں نہ اپنی کہی نہ ہماری سنی یہ بات ہے تو کیا ہے اس وقت موقع پا کر ابو بکر واسطی نے عرض کیا کہ حقیقت میں بات تو یہ ہے کہ میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا تھا سال بھر رہ کر دیکھتا رہا مگر آپ سے کوئی کشف و کرامت ظاہر نہیں ہوئی وہی عالموں کا سا طور و طریق ہے۔ نماز روزہ تہجد و اشراق چاشت درس تدریس جب آپ میں اور عالموں سے کوئی فوقیت نہیں پائی تاچار اجازت چاہی، حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ بھلا اس سے سال بھر

میں جنید سے کوئی امر خلاف سنت رسول اللہ صلعم بھی سرزد ہوا ابو بکر نے جواب دیا کہ نہیں اسی وقت حضرت نے ہاتھ جھٹک کر فرمایا کہ جا جنید کی یہی کرامت ہے ہاتھ جھٹک کر یہ کہنا تھا کہ ابو بکر نے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لی بعد چھ مہینے کے پھر آئے تو حضرت نے مثل سابق وہی ارشاد فرمایا اور جواب پاکر پھر ہاتھ جھٹکا ابو بکر نے نعرہ مارا اور بیابان کا رستہ لیا۔ غرض تیسری دفعہ جب چھ مہینے کے بعد آئے، حضرت نے ہاتھ پکڑ کے وہی ارشاد کیا تو ابو بکر نے کہا کہ میں آپ میں کوئی امر خلاف سنت رسول اللہ صلعم نہیں پاتا مگر یہ کہنا تھا کہ حضرت نے چھاتی سے لگایا اور اس حاضر جوابی سے خوش ہو کر خرقہ خلافت عطا فرما رخصت کیا۔ حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میں اس نقل کو سنکر مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا اور بہت منفعل ہوا اور پھر بھول کر بھی ایسا خیال دل میں نہیں لایا بعد وصال حضرت یہ بات بھی زبان پر آئی ورنہ پہلے خاموش رہا۔

باب ششم مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل کیفیت اوقات شریف و خصائل و شمائل

زمانہ قیام پانی پت میں جناب قبلہ کا ابتداء میں یہ معمول تھا کہ رات کے دو بجے بیدار ہو کر اوّل وضو، پھر تیمم کرتے اور اکثر فرماتے کہ یہ تیمم اس لئے ہے کہ خاکساری پسند بارگاہ کبریائی ہے۔ پھر نماز تہجد ادا فرما کر فجر تک اوراد معمولی پڑھتے اور نماز فجر جماعت کے ساتھ مبارز خاں صاحب کی مسجد میں پڑھ کر قلندر صاحب کے روضہ میں تشریف لے جاتے نماز اشراق و چاشت وہاں ادا فرما کر حجرۂ مبارک میں جلوہ افروز ہوتے۔ بارہ بجے تک خدام اور طالبین کا مجمع رہتا خطوط کے جواب تحریر ہوتے ہر خاص و عام صادر و وارد جو حاضر ہوتا اس کا مدعا استفسار فرماتے اور نہایت مہربانی و شفقت کے ساتھ جواب باصواب دیتے گویا کہ خلق عظیم و فیض عمیم کا دریا جوش زن تھا۔ جو تشنہ کام آتا سیراب و شاداب کام جاتا نقول و حکایات لطائف و نکات اشعار و امثال مطابق ہر موقع اور مناسب ہر حال ارشاد ہوتے پھر در حجرہ بند فرما کر دو بجے تک آرام کرتے نماز ظہر مسجد مذکور میں جماعت کے ساتھ پڑھ کر پھر حجرہ کو بند فرما لیتے اور وقت عصر تک تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے پھر عصر کی نماز کے لیئے مسجد مسطور میں تشریف لاتے اور بعد انفراغ نماز عصر مغرب کے وقت تک حجرہ کے اندر دربار عام ہوتا۔ لطائف و ظرائف اور معارف و حقائق زیب بیان رہتے، پھر مغرب کا وضو اس حوض میں کرتے جو حجرہ کے سامنے تھا قلندر صاحب کی مسجد میں جماعت کثیر کے ساتھ نماز ادا فرماتے اور قلندر صاحب کے روضہ میں تا بعشا نوافل پڑھتے اور بعد نماز عشاء نو بجے کے قریب حجرہ میں تشریف فرما ہوتے اور تناول طعام کے بعد طالبین کو بیعت سے مشرف فرماتے اس کے

بعد پھر مجمع شروع ہوتا موسم گرما میں بارہ بجے تک اور ایام سرما میں دس بجے تک مشتاقان دیدار پر انوار و تشنگان کلام فیض نظام حاضر رہتے پھر سب کو رخصت کر کے استراحت فرماتے۔ اوائل میں آپ کا یہ معمول رہا کہ بعد ہر نماز کے سورہ ہائے مسنون اور بعد فرض نماز مغرب میں سجدہ میں تو ۹۹ نام باری تعالیٰ پڑھا کرتے اور سجدہ سے اٹھ کر سورہ حم سجدہ اور باقی نماز و نوافل داوابین وغیرہ تا نماز عشاء پڑھتے رہتے اور کبھی کبھی نماز مغرب کے بعد کچھ نوافل پڑھ کر سورۂ یٰسین سورۂ دخان سورۂ محمد سورۂ فتح سورۂ مزمل، سورۂ مدثر اور کبھی آخر کی منزل یعنی سورۂ ق سے والناس تک تا بعشاء پڑھا کرتے اور ہر روز مختلف اوقات میں قصیدۂ بردہ حزب البحر۔ سورۂ یوسف، درود مستغاث درود کبریت احمر مناجات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مناجات حضرت علی علیہ السلام، مناجات حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ پڑھتے رہتے، پھر ایک عرصہ کے بعد ان اوراد کے لیے شب جمعہ مقرر ہوئی پھر مہینے میں ایک بار پڑھنے لگے اور جب وصال کا زمانہ قریب آیا تو نماز کے سوائے کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ ابتداء میں نماز جمعہ مسجد جامع میں اور نماز عیدین عیدگاہ میں ادا کرتے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد نماز جمعہ و عیدین مبارز خاں صاحب کی مسجد میں اور بعض اوقات قلندر صاحب کی مسجد میں پڑھتے تھے جمعرات کے دن قبل از عصر حضرت شاہ ولایت شمس الدین صاحب ترک پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر اور ہر مہینے کی پہلی تاریخ امام بدر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ دس برس تک یہی وتیرہ رہا پھر چار برس یوں گزرے کہ ہر روز علی الصباح قلندر صاحب کے روضہ میں اور ہر چاند کی پہلی تاریخ کو حضرت شاہ ولایت حسین کے مزار پر اور سال میں ایک بار امام صاحب کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ ایک سال یہ دستور رہا کہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ قلندر صاحب کے مزار پر جاتے اور مابین مغرب و عشاء قلندر صاحب کی مسجد میں نوافل ادا فرماتے اور حجرہ میں آ کر اہل ارادت کو بیعت سے مشرف کرتے انیسویں سال میں

سب جگہ کا آنا جانا ترک ہو گیا تھا ؂

سر برہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک　　ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

ظاہری توجہ یعنی مریدوں کو سامنے بٹھا کر اور آنکھیں بند کر کے متوجہ ہونا جیسا کہ حضرت مشائخ کا معمول ہے کبھی آپ کا دستور نہ تھا بلکہ باطن توجہ ہوتی تھی اور بظاہر ہر مجلس میں بذلہ ہائے شیریں و نکات دلنشین و امثال رنگین کا ایراد و اشعار فارسی و عربی و ہندی و سنسکرت کی تضمین ہر کلام و گفتگو میں نہایت برجستہ و پر مذاق ہوتے تھے اور اکثر اوقات مجالس خاص میں حقائق الہٰی و معارف ربانی اور دقائق معانی کا بیان بطون پاک کے سرچشمہ سے اس طرح جوش مارتا تھا کہ گویا بحر زخار و دریائے ناپیدا کنار موج در موج چلا آتا ہے یا عالم غیب کا ابر گوہر بار فضاء شہود پر رشحات فیض برساتا ہے اس وقت مستمعان باخبر تو درکنار در و دیوار بھی وجد میں آجاتے ہیں۔ وہ بزم انس اور وہ صحبت پاک بوستان ہمیشہ بہار تھی جس میں اندوہ و ملال کی خزاں کا اثر کبھی نہیں دیکھا گیا۔ ہمیشہ مسرت و خورسندی کی نسیم اور بیخوبی و بے غمی کی صبا اس چمن میں چلتی رہی۔ چنانچہ اقوال گرامی اور ملفوظات سامی سے یہ بات ظاہر ہے۔ ؂

چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب　　بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب!

شمائل وخصائل مبارک

جناب وقبلہ کا حلیہ مبارک یہ ہے۔ قوی الجثہ۔ بلند وبالا۔ متناسب الاعضا جسم نہ فربہ نہ لاغر۔ رنگ سُرخ وسفید بسبزہ رگ۔ پیشانی و ابرو کشادہ۔ بینی بلند چشم متوسط۔ ریش سفید و مفور و شگفتہ۔ دندان مبارک تابندہ و متفرق۔ سینہ فراخ۔ کف دست پر گوشت۔ انگشت دراز۔ جلد زانو و ساق پا بسبب مجاہدہ وکثرت نوافل سخت وسیاہی مائل۔ رفتار مردانہ وبے تکلف آواز پرشوکت نشست وبرخاست دلاویز۔ ہر مجمع ومجلس میں وجیہہ وسربلند ورفیع الشان معلوم ہوتے تھے ہر جمعہ کو حجامت کل سر کی ہوتی تھی فرق مبارک پر ایک نشان شگاف بہ شکل چلیپا بقدر ایک انگشت تھا۔ خط محتاج اصلاح نہ تھا البتہ موچھیں مقراض سے پست کرا دیتے تھے سینہ اور شکم کے بال بھی صاف کئے جاتے تھے۔ ایک بار کسی شخص نے وجہ پوچھی تھی تو آپ بطور ظرافت فرمایا کہ ہاں فقیر کا سینہ جھاڑ جھنگاڑ سے پاک صاف چاہیے۔ بصارت وسماعت وذہن حافظہ نہایت تیز اور نیز تمام حواس ظاہری وباطنی قوی تھے فصاحت وبلاغت متانت ورزانت لطافت وظرافت تو گویا آپ کی ذات پر ختم تھے کلام وگفتگو نہایت شگفتہ روی اور خندہ پیشانی سے فرماتے اور ہمیشہ آثار فرحت وانبساط چہرہ مبارک سے نمایاں رہتے جو ملول ومغموم مجلس شریف میں حاضر ہوتا سب رنج غم بھول جاتا بیشتر یہ طریقہ تھا کہ بخصار مجلس کی خاطر داوہام و مدعا و مرام کا جواب باصواب نقول وحکایت کے پردے اور تلمیح وکنایہ کے پیرایہ میں ادا فرماتے ہیں۔ ہر قصہ مغز معانی کا خطہ ہر افسانہ اسرار کا خزانہ۔ ہر کہانی رموز باطن کی نشانی ہوتی تھی ؎

بلائے جاں ہے غالب اسکی ہر بات
عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

تعظیم و تکریم ظاہری ہرگز پسند خاطر نہ تھی بلکہ سادگی و بے تکلفی موجب رضامندی اور موافق طبع مبارک تھی۔ اپنے طالبین و خدام کو دوست و احباب کے سوا کسی اور خطاب سے یاد نہ فرماتے دعویٰ و طامات کی بات کبھی زبان مبارک سے نہیں سُنی گئی اگرچہ فوائد ظاہر و باطن کے جویا اور ہمت و دُعا کے طالب بے شمار آتے اور اس بحر کرم سے سیراب و شاد کام ہوتے لیکن آپ کسی معاملہ کو اپنی طرف نسبت نہ کرتے بلکہ جملہ امور کو فاعل حقیقی کی مشیت و مرضی پر حوالہ فرماتے تمام عمر توکل و قناعت کے میدان میں مردانہ وار بسر کی جو کچھ فتوحات غیبی سے آیا کھایا کھلایا ایثار فقرا اور بذل درویشان و صرف مہمانان کیا۔ چنانچہ ایک روز فرمایا کہ دنیا میں تین چیزیں مرغوب و محبوب مشہور ہیں۔ زن۔ زمین اور زر سو ہم نے زن تو اختیار نہ کی۔ زمین ہم کو خدا تعالیٰ نے دی نہیں۔ زر البتہ ادھر آیا ادھر گیا مال مفت دل بے رحم نہ کچھ آگے نہ پیچھے ہم کس کے لیے رکھیں یہی بہتر ہے۔ کہ بقدر خواہش کھایا پیا اور ہاتھ جھاڑ کے الگ ہو گئے۔ لباس رنگین کبھی پسند خاطر عاطر نہ ہوا۔ ہمیشہ سفید پوشی سے رغبت رہی اور جامہ سفید کو ہر قسم کی پوشاک سے بہتر خیال کیا چنانچہ بارہا فرماتے ؎

در قزاگند مرد باید بود ! برمخنث سلاح جنگ چہ سود

خلق عظیم و فیض عمیم بذل و عطا و جود و سخا مہر و وفا احسان و مروت شجاعت ... ات علو ہمت غرض جملہ صفات کاملہ میں یگانہ اور کمال فضائل میں امام زمانہ تھے ؎

کَاَنَّہٗ ہُوَ فِیْ طَرَفٍ وَّالْبَدْرِ فِیْ شَرَفٍ وَالْبَحْرِ فِیْ کَرَمٍ وَّالدَّہْرِ فِیْ ہِمَمٍ

حلم و وقار میں کوہ گرانبار تھے کسی کی عقیدت و ارادت یا شوخی و بے ادبی سے مزاج مبارک میں ذرہ تغیر واقع نہ ہوتا تھا مدح و ذم دونوں آپ کی ہمت عالی کے سامنے ہم وزن و ہم پلہ تھیں بلکہ نادانوں کی خیرہ چشمی و گستاخی کے عوض احسانات گوناں گوں مبذول فرماتے۔ بیت

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ

مہمان نوازی اور مسافر پروری میں تو آپ کو خلیل کہنا کچھ مبالغہ نہیں مہمانوں کی خاطر اس قدر عزیز تھی کہ پرسش احوال سے پہلے آب و طعام اور آسائش و آرام کا انتظام خدام کو سپرد ہوتا تھا اور کوئی دن ایسا نہ تھا کہ امصار و دیار سے مہمان آستانہ عالیہ کی زیارت کے واسطے وارد نہ ہوتے ہوں۔

چو کعبہ قبلہ حاجت شدا ز دیار بعید روند خلق بدیدارش از بسے فرسنگ

فتوت و مروت صفائی معاملت اور وفائے عہد آپ کا شیوۂ خاص تھا جس شخص کی رعایت و کفالت کسی امر میں اپنے ذمہ ہمت پر قبول فرمائے اس کو آخر عمر تک نبایا یہاں تک کہ جن اشخاص سے کسی زمانہ میں یک گونہ ربط و واسطہ ملاقات کا رہا تھا ان کی اولاد و متوسلین کے حال پر شفقت بزرگانہ و الطاف مربیانہ ہمیشہ فرماتے رہے۔ باایں ہمہ دنیا سے بے تعلق اور اہل دنیا سے برکنار تھے۔

اے بخلاوملا خوئے تو ہنگامہ را بے ہمہ در گفتگو باہمہ در ماجرا

مخالف و موافق امیر و غریب سب کے ساتھ خلق و تواضع کا برتاؤ بدرجہ مساوات تھا کوئی حاکم و امیر ہو یا فقیر و حقیر نہ اس کی تکریم نہ اس کی تحقیر شام سے گدا تک سب کی نسبت مشرب یک رنگی مرعی تھا۔

ایک روز نجف علی خاں صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ دہلی اور منشی امیر علی صاحب تحصیلدار پانی پت حاضر خدمت ہوئے اس وقت گھٹا خوب گھری ہوئی تھی اور مہاوٹ کی پھوار پڑتی ہے۔ دو چار باتوں کے بعد تحصیل دار صاحب نے حاضرین کی طرف خطاب کیا کہ سب صاحب براہ مہربانی ذرا باہر چلے جائیں کہ اکسٹرا اسسٹنٹ صاحب کو تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے۔ حاضرین نے اٹھنے کا ارادہ کیا حضرت نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے جناب و قبلہ میر اعظم علی شاہ صاحب کو اپنے برادر زادہ سے نہایت الفت تھی جب اس

عزیز کا انتقال ہو گیا تو آپ کو نہایت رنج ہوا ایک دن گھر میں فرمانے لگے کہ اگر میرا بیٹا بھی مرجاتا تو مجھ کو اتنا غم نہ ہوتا مائی صاحبہ نے جھلّا کر جواب دیا کہ تم خود ہی کیوں نہ مرگئے جو سب جھگڑا بکھیڑا پاک ہوجاتا ۔ یہ فرما کر اسسٹنٹ صاحب سے کہا کہ میاں آؤ ہم تم باہر چلے چلیں تاکہ ان سب کو تکلیف نہ پہنچے ، غرض باہر تشریف لے گئے اور ان کا حال سن لیا آپ بھی بھیگے اُن کو بھی بھگویا مگر نقاء کی تکلیف کو گوارا نہ فرمایا ۔



در ذکر وصیت و حالات وصال

سنہ ۱۲۹۶ ہجری میں جب رمضان شریف کا چاند نظر آیا تو بعد نماز مغرب جناب قبلہ کمترین کو تنہائی میں بلایا اور فرمایا کہ ہم ایک بات کہتے ہیں تم خیال کر کے سنو وہ یہ ہے کہ ایک بار سید اعظم علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہم کو اپنے ہمراہ پانی پت میں لائے اور قلندر صاحب کے مزار پر چلہ کرایا آخیر چلہ میں یہ دیکھا کہ ایک شخص مجذوب جسیم سانولی رنگت گھنگرالے بال تشریف لائے اور فرمایا کہ آؤ تم کو تعلیم کریں اتنے میں ایک اور شخص خوبصورت سرخ و سفید رنگ سفید ریش لباس سبز پہنے عصا ہاتھ میں لئے ظاہر ہوئے فرمانے لگے میاں اس دیوانہ سے کچھ نہیں ہونے کا تم کو یہ تعلیم نہیں کر سکتا میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ دیوانہ سے کچھ نہیں کر سکتے تو آپ ہی ارشاد فرمائیں انہوں نے فرمایا کہ نہ ان سے کچھ ہو سکے نہ ہم سے تمہارا معاملہ تو ذات سے ہے جو کچھ ہو گا ذات ہی سے ہو گا۔ سب مُردوں اور زندوں کو دل سے مٹا دو کسی سے کچھ نہ ہو گا جس طرح ذات کی طرف متوجہ ہو اسی طرح چلے جاؤ سوائے ذات کے کوئی تمہارا حامی و مددگار نہیں اور ابتداء ہی سے تم عاشق ذات ہو نہ کسی پیر پیغمبر سے محبت نہ کسی سے خواہش نہ کسی کی رغبت پھر تم کو کون تعلیم کر سکتا ہے تمہارا اور خدا کا معاملہ ہے تم جانو اور خدا اس میں ہم لوگوں کو دم مارنے کی تاب و طاقت نہیں اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو کہنے کی کیا حاجت تھی ہاں جو کچھ ہوتا ہے ۲-۴-۵-۶ میں ہو جائے گا پھر وصال ہے یہ بات جمع کو میر صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کی گئی آپ رونے لگے کہ میاں خدا کا معاملہ تو بے نیازی کا ہے دیکھیے کیا پیش آوے میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیوں روتے ہیں میرا اور خدا کا معاملہ ہے اور میں اسی میں خوش ہوں جس

ہیں اس کی رضا ہو یہ تو نہایت خوشی کا مقام ہے کہ اللہ تعالے نے سوائے اپنے کسی کی طرف جانے نہ دیا اور کسی کا نیاز مند نہ کیا اور مجھ کو بھی یہی منظور تھا بقول سعدی ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است　　　رفتن بپائے مردئے ہمسایہ در بہشت

ہمیشہ سے ہیں تو خدا ہی کا رہا اور الحمد اللہ کہ خدا نے اپنا ہی کر لیا اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہو گی بعد اس کے ہم نے ان اعداد کا حساب لگایا جو خواب میں بتلائے گئے تھے تو اٹھارہ ہوئے خیال کیا کہ شاید اٹھارہ دن ہیں جب اٹھارہ دن پورے ہو گئے تو اٹھارہ مہینے کا تصور بندھا جب مہینے بھی منقضی ہو گئے تو اٹھارہ سال پر نظر ٹھہری پھر یہاں سے سفر کا اتفاق پڑا پھرتے پھراتے دوبارہ بتاریخ بستم ماہ شعبان ۱۲۷۹ ہجری پانی پت میں آن کر قیام کیا۔ اب پانی پت میں آئے ہوئے اٹھارہ برس دس دن ہو چکے یہ سال پورا نہیں گزرے گا مطلع رہو۔ اس روز سے جناب وقبلہ اکثر برسر مجلس یہ آیت پڑھتے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٥　اور اکثر یہ اشعار زبان مبارک پر جاری ہوتے۔

درخت خشکم و امید برگ و بارم نیست　　　بغیر سوختن اے وائے ہیچ کارم نیست

چو عنکبوت بدیوار و در غمے بازم　　　بنائے خانہ ہستی چو استوارم نیست

دو مہینے کے بعد جناب وقبلہ نے فرمایا کہ ہم نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بیان کرو خواب یہ ہے کہ قاضی محفوظ اللہ صاحب اور میاں اللہ بندے اور مولوی فتح محمد صاحب یہ تینوں مرحوم و مغفور میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا مکان تیار ہو گیا کنجیاں ہمارے پاس ہیں چل کر ملاحظہ فرمایئے ہم نے کہا کہ میاں ہم نے تو کوئی مکان بنایا نہیں جہاں رہیں لامکان و بے نشان رہے سانپ کی طرح جہاں بنا بنایا مکان پایا وہیں جا بیٹھے نہ ہمارے دادا نے مکان بنایا نہ والد نے بنایا ہمارا مکان کہاں سے آیا پھر ان تینوں صاحبوں نے کہا کہ صاحب آپ ہی کا مکان ہے چل کر دیکھئے تو ہم بھی ان کے ہمراہ جا کر دیکھا تو ایک بڑا عالیشان مکان ہے قفل کھولنے شروع کئے اور

اندر گئے ایک عظیم الشان گنبد نظر پڑا اس کا بھی قفل کھولا تو ایک مقفل صندوق
پر تکلیف نہایت شان و شوکت سے رکھا ہے مولوی فتح محمد صاحب نے کہا کہ صاحب
اس کی کنجی تو ہمارے پاس ہے لیکن ہم سے کھلتا نہیں اس کو آپ ہی کھولیں۔ ہم نے جو
اس صندوق کو کھولا تو دیکھا کہ ایک گولہ رنگ برنگ لباس سے ملفوف رکھا ہوا ہے
اس کو نکال کر غلاف ہائے ملفوفہ اتارنے شروع کئے اندر سے ایک ڈبیا برآمد ہوئی کھولا
تو اس میں مشک تھا پھر ہم نے کہا کہ اب ہمارا جی چاہتا ہے کہ تمہارے پاس آجاویں
انہوں نے کہا حضرت ابھی کوئی روز اور تشریف رکھئے آپ کی ذات سے لوگوں کو بہت
فیض ہے ابھی جلدی نہ فرمایئے ہم نے کہا کہ میاں اب ہمارا جی بہت گھبراتا ہے بہت
کچھ سیر و سفر میں رہے اتنے میں آنکھ کھل گئی تم اس کی تعبیر تو بیان کرو میں نے عرض کیا
کہ بھلا حضور کے سامنے کیا عرض کر سکتا ہوں لیکن جو کچھ میرے خیال ناقص میں آتا ہے
گذارش کرتا ہوں مکان سے مراد دنیا ہے گنبد قبر ہے صندوق جسم۔ ڈبیا قلب
مشک نام اللہ ہے آگے کچھ عرض نہیں کر سکتا میرے سامنے تو حضور ایسے خواب بیان
نہ فرمائیں میرا دل دو نیم ہوا جاتا ہے فرمایا کہ میاں خواب و خیال کا اعتبار کیا مگر تعبیر تم
نے خوب کہی دو مہینے کے بعد پھر اس غلام کو بلا کر فرمایا کہ آج ہم نے ایک اور خواب
دیکھا ہے اس کی بھی تعبیر کہو میں نے عرض کیا کہ حضور میں تو خواب نہیں سنتا نہ مجھ کو
تعبیر آتی ہے میرے سامنے بیان نہ فرمایئے کیونکہ مجھ کو صدمہ عظیم ہوتا ہے اور دل ٹکڑے
ہوا جاتا ہے فرمایا کہ میاں تم رنج نہ کرو خواب کا اعتبار کیا ہے لیکن ہم تعبیر میں
تمہارا امتحان کرتے ہیں تمہارا ذہن تعبیر خواب میں خوب پہنچتا ہے تم ضرور اس کی
تعبیر کہو۔ آج شب کو ہم نے دیکھا ہے کہ ایک ڈبیا ہمارے پاس ہے اس کو
ہم نے کھولا اور ایک سفید کیڑا نکال کر فرش پر رکھا وہ ہلنے چلنے لگا ہلتے ہلتے اس
کے پر نکل آئے تھوڑی دیر کے بعد سرخ رنگ ہو گیا اور پر پرزے درست کر کے
آسمان کو اڑ گیا میں نے عرض کیا کہ حضور میاں راجہ بیان اس کی تعبیر تو دلدوز
و جان سوز ہے ڈبیا جسم کیڑا روح جب روح اپنے کمال کو پہنچ گئی

تو پر پُرزے درست کر کے اڑا چاہتی ہے فرمایا کہ ہاں تعبیر اس کی یہی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ حضور ایسے خواب تو نہ فرمایا کیجئے نہایت رنج ہوتا ہے ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو کے ہی رہے گا۔ اس سے ایک مہینے بعد ایک روز قلندر صاحب کی مسجد میں قریب دس بجے دن کے مجمع عام میں راقم کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ میاں مرنا امر ناگزیر ہے جب ایسا اتفاق ہو تو ہمارے جسم کے چار ٹکڑے کر کے شہر کے چاروں طرف پھینک دینا تاکہ جانور ہی اپنا پیٹ بھریں اس جسم سے اور کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے مگر یہ تم سے کب ہوگا اور لوگ ایسا کاہیکو کرنے دیں گے ہم کو الگ جنگل میں ایسی جگہ دفن کرنا جہاں کسی کا سایہ اور وسیلہ بجز خدا کے نہ ہو پھر قلندر صاحب اور مخدوم جلال الدین کے مزار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ نہ ہم کو اس کا سایہ درکار ہے نہ ان کا زندگی میں ان سے کیا حاصل ہوا جو آئندہ کی توقع کریں آخر خدا کی رحمت بھی کچھ ہے یا نہیں اس بات کو ایک مہینے سے کچھ اوپر عرصہ گزرا تھا کہ بتاریخ نوزدہم [19] ماہ صفر ۱۲۹۷ھ بروز یک شنبہ حضرت کے شکم مبارک میں کچھ گرانی محسوس ہوئی حکیم موجو خاں نے ایک دوائی جوشاندہ بروز دوشنبہ پلائی اور کہا کہ معدہ میں ہوا ہے کل کو ایک خفیف مسہل بھی دوں گا سہ شنبہ کے دن علی الصباح حکیم موجو خاں نے ایک پوڑیہ دی جس کے اجزاء اعظم یہ ہے بیخ حنظل عصارہ ریوند۔ اس دوائی تلخ و تند سے اوّل تو دو دست ہوئے پھر ایک قے ہوئی جس سے طاقت سلب ہوگئی اور رنگ متغیر پھر اسہال کا زور ہوا اوّل روز تو یہ خیال کیا گیا کہ شام تک افاقہ ہو جائے گا لیکن اگلی صبح تک یہی کیفیت رہی اور دست بند نہ ہوئے ہم لوگوں کو نہایت فکر و تردد ہوا بہت دوائیں بدیں تمام اطبا کی سعی ناکام رہی کچھ فائدہ نہ ہوا شب جمعہ بارہویں تاریخ کو سرشام حکم فرمایا کہ تم سب حجرہ سے چلے جاؤ اور کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے دروازہ بند کر دو بموجب حکم کے دروازہ بند کیا گیا سب کو یقین ہوا کہ آج خیر نہیں حجرہ شریف کے باہر سب خادم تمام شب جمع رہے بوقت چار بجے صبح کے آپ نے پکارا کہ دروازہ کھول دو ہم لوگ یہ مژدہ سن کر خوشی کے مارے دوڑے اور دروازہ کھول کر

حاضر ہوئے حضرت نواب ابراہیم خاں سے فرمایا کہ ہم کو انار کے دانے کھلاؤ اس وقت حضور نے بر چند فقرے سنائے کہ ہر ایک فقرہ اول جو ہم نے سوچا تھا وہ نہ ہوا۔ فقرہ دوسرے سے مخالف ہے اور نہ کسی کی سمجھ میں آیا کہ یہ کیا فرماتے ہیں۔ فقرہ اول جو ہم نے سوچا تھا وہ نہ ہوا۔ فقرہ دوم۔ اور لوگ بھی تو یہیں تک رہے سے پنڈت کی پوتھی سنی اور دھولی کی چھوچھو گئے سکھوپت نگر میں دونوں کی بھی بھوتھو فقرہ سوم۔ میاں سنتے بھی ہو اگر ہم دس یا پانچ برس رہے بھی تو کیا گھر ایسے تو ہم رہیں گے نہیں سے

ہر چہ دیدم دریں باغ نہ دیدن آبود ہر گلے تازہ کہ چیدیم نہ چیدن لوفر
ہر کجا منزل آرام تصور کردیم چوں نفس است نمودیم دمیدن بہ بود
ہر متاعے کہ خریدیم باوقات عزیز بود اگر یوسف مصری نہ خریدن بہ بود

پھر چند بار ان دو شعروں کو آپ نے پڑھا سے

پیری میں ہم کو یار نے گھر سے طلب کیا افسوس بعد فصل بہار اپنے بر کھلے
دیکھا دم نزع والا رام کو عید ہوئی ذوق وصلِ شام کو

اس کے بعد کئی روز تک مرض کو افاقہ معلوم ہوتا رہا مگر ایک روز جناب قبلہ نے مجمع عام میں کمترین کو دس روپے دیئے اور ارشاد کیا کہ یہ ہماری تکفین و تدفین کا خرچ ہے اور ہم وصیت کرتے ہیں تم اس پر عمل کرنا اول یہ کہ ہماری قبر شاہ ولایت صاحب کے مزار سے بفاصلہ دو تین تیر بلکہ چار تیر جانب جنوب چٹیل میدان میں بنانا جہاں کسی کا سایہ دو ربعہ دو ربعہ بجز ذات خدا کے نہ ہو اور ظاہرا اور کوئی قبر بھی اس کے قریب نہ ہو۔ دوم یہ کہ سوائے اس کے جو ہم نے دیا ہے کسی کا روپیہ کفن دفن میں نہ لگانا ہاں اگر زمین کی قیمت کوئی مانگے تو تم اپنے پاس سے ادا کر دینا اور کسی سے طلب نہ کرنا سوم یہ کہ قبر کچی بنانا ایک کھنگر اس کے سرہانے اور ایک پائینتی رکھ دینا جب نوبت اس وصیت کی پہنچی تو راقم نے حالت اضطراب میں اکثر مریدان حضرات کو جو اطراف دور و دراز میں تھے خطوط اطلاعی روانہ کر دیئے، چند روز میں مجمع کثیر جمع ہو گیا اکثر سخن فہم و شاعر

بھی اس جلسہ میں تھے آپ نے وحید الدین پسر حاجی فرید الدین مرحوم کو یاد فرمایا اور اس قصیدہ کے پڑھنے کا ایما کیا جو بیس روز پیشتر وحید الدین نے خدمت عالی میں پیش کیا تھا اور اس کے صلہ میں جناب و قبلہ نے ایک دو پٹہ اور ایک روپیہ یا اشرفی (جس کو راقم نے اچھی طرح نہیں دیکھا) عطا کیا تھا حالانکہ عمر اس عزیز لڑکے کی ہنوز چودہ سال کی تھی اور گلستان کا تیسرا باب پڑھتا تھا لیکن جناب و قبلہ کی نظر شفقت اسکے مربی حال تھی ایسا زور و شور کا قصیدہ لکھا کہ اس کا سمند سخن انوری و خاقانی سے عنان با عنان معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسے لطف و خوبی اور دھوم دھام سے اس لڑکے نے مجمع کثیر میں یہ قصیدہ پڑھا کہ ارباب محفل دنگ و ششدر ہو گئے بعض مستمعین نے اس گمان سے کہ شاید یہ لڑکا طوطی کی طرح زبان گویا رکھتا ہے اور طبیعت اسکی فہم مضامین و معانی سے ناآشنا ہے اس کا امتحان کیا اور جو مطالب و اصطلاحات ادق اس کے کلام میں وارد ہوئے تھے اس سے استفسار کئے اس نے ہر ایک سوال کا جواب شرح و بسط کے ساتھ ایسی اسلوب سے بیان کیا کہ گویا اس کی طبع بلند اور اس کا ذہن رسا ان مباحث و علوم پر حاوی ہے۔ وہ قصیدہ بھی ذیل میں لکھا جاتا ہے تاکہ اہل بصیرت اس کو ملاحظہ کریں۔

قصیدہ در محامد حضرت قبلہ و کعبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبحدم مہرہ زر چرخ چو افشاند ز چنگ　　خاطر ما شدہ بلبل بریاض فرہنگ

زدہ سر پا بسر چرخ سمند ر خامہ　　کہ بجولان و ہم از رنگ برنگ شیر نگ

ساخت تسبیع عرش رواں گن نہ نورد　　کہ بتوصیف جنابے زدہ مفتوں آہنگ

آں جنابیکہ چو از رفعت او کرد ہراس　　ہفت طارف فلک آمد بوجود آونگ

جنبش آید بسفینہ بسہیل از فرش　　با چل و چار سوار رش چو بجو شد یم رنگ

چوں ہیولائے تجلیش بینگار و برق　　شمع او مردہ کند سر ز نیش صرصر تنگ

طرفہ آئینہ قلبش کہ ز تاب عرفان
در روانہ جوہر فرد آیدہ کم نقطہ رنگ

چہ عجب گر ز یکے جلوہ بدشت شوقش
ذرہ ذرہ شود از فرط تپش برق آہنگ

فیض او خرمی بخشد چو پے روئے شراد
سبز و خضر اکندش سبزہ صفت مخمل رنگ

روئے اقدس شدہ یا مہر بر جاشش و حرب
فعل کفشش بہلال آمدہ در حربہ و جنگ

عقل و دانش شدہ از جوہر علویش عرض
جوہر فرد تقلیبش فلک اخضر رنگ

غضب و رفق از نشو و نما چوں پابند
آتش و آب بہ تمیز نمایند د رنگ

عقدہا حل کند از چشم زدن تنگ و معتیق
کہ بود غنچہ منطق بہ لب غایت تنگ

طے کند فاصلہ جذبہ قدم قلب اسد
قلب او قلب کند چوں ز در فش نیرنگ

شمسہ حضرت او شمس رساند بشری
کہ شد از ضبط علو بہ فلک را بیچ تنگ

خشم را بار غضب خشم نہد بر نالش
رفق را رفق دہد گوہر رفقت در چنگ

اشعۂ پرتو او گر بدہد تاب بشمس
نقش بندد بہ تصاویر بہ از عکسش رنگ

علم حشمت او تا بفلک جائے گرفت
حوت را دو نعت چو ماہی و مراتب در رنگ

پرتو نور فتد گر بہ یم مصرد ششش
مرغ زرین نکشد شہپر اندر بصر تنگ

مہ نوگشتہ فلاخن بید حاجب شمس
کہ کند بر سر جالوت ظلالش آہنگ

بحر جودش ز نداز جوش چو بحر ثالث
ماہ در بحر خضر غوطہ خورد ماہی رنگ

توسن حشمت او گر بود اندر جولاں
توسن چرخ نہ ایں قدر بود شوخ و شنگ

تا بداز نور فروزانش بگرد دوں نہم
ماہ و خورشید کند جست بسویش چو پلنگ

علم رفعت او تا کہ ز زر فرف سازد
پرچم خویش از انست بعرش اندر جنگ

خلق وا اندیدم نور شعاع خورشید
تیر نے فرش زدہ بر سینۂ او الف خدنگ

رفعتش قوس قزح را نجم و برنج انداخت
زاں براں شمس چو حرباکند از رنگے رنگ

لعل گوئید مے پارہ از خون باشد
شوکنے پارہ کند در جنبش سینۂ سنگ

رتبہ فرحت و تنشیط بعہدش افروز
لالہ را جام لبالب شدہ از خمر فرنگ

یعنے بحر کرم وجود شہ غوث علی
قبلہ عالم لاہوت و شہ چرخ اورنگ

کعبه ہر دو جہاں خسرو خسرو دیہیم — مسند آرائے ورتہ کشور عقل و فرہنگ

کاشف سر نہاں واقف علم مکتوم — حضرت اقدس ظل اللہ و دانش آہنگ

در دل آمد کہ کنم مطلع دیگر ترقیم — کہ سراپا بود از مطلع نور فرہنگ

المطلع الثانی

اے کہ از فر تو چوں برق تپد جوہر سنگ — وی کہ روشن ز تو شد کوکب برج فرہنگ

مرکز دائرہ سبز زیورت تو دار — برق را بر روش جست بود جادهٔ تنگ

سبحہ عقد ثریا بید اقدس تو — گر بود مستی نازش بگذار در بہ شلنگ

خامہ از مدح تو تحریر کند با شنگے — جست ز دست زند ہست برنگ شترنگ

تا تماشائے شگفتن ز دولت بید شمس — خواہد اندر چمن تو کہ بود غنچہ تنگ

دریم نور تو اندر صدف سینۂ تو — یافتہ پرورش از فیض تو در فرہنگ

دعوی ہمسری سازند چہ در کمہ دندت — مہ و خورشید حضور رخ اقدس ہر رنگ

جلوۂ تو علم از برق دش از قرہ کشد — ہمچو خورشید بسوز در رخ خوباں فرنگ

در گلستان پناہ تو برائے دشمن — گل صلح آمدہ جاوید ز ہر غنچہ جنگ

مانی دل کشد از نقش تو بر صفحہ خویش — دل طاؤس کشد نقش بر قص و آہنگ

فیض نور دل شفاف تو آنست کہ زد — جگر لالہ تبدیل کشد نقطۂ زنگ

فخر سازد بقد مبوسی تو گر شود تش — اے شہنشاہ معلی طبق نہ اورنگ

بشکند شیشہ ز پرواز فلک را باشد — وصف صولت اگرت نقش سر صفحہ سنگ

تا کہ بر حرف تقابل کشد از روئے تو خط — رخ گل باد صبا گر دز سیلی گل رنگ

قطعہ (۱)

کور متفرے اگر از خاک پلیست در دیدہ — افگند اے شہ خورشید کلہ چرخ اورنگ

بہر دیدار ہمہ صورت معدوم کند — از سر پردۂ بینش بیک آوان فرہنگ

قطعہ (ب)

در فراقت اے شاہ گر کار بتعذیب دہ عیش
چون بہ گستاخی تو چرخ بسازد آہنگ

بر تن خویش تند از طرب این منشور
گشتی پُر چرخ شکستہ کند اندام نہنگ

ابر جود تو بہ نیسان زند از آب حیا
قطرہ را سوئے صدف باشد از وجاد تنگ

خون طوطی بیکے دشتہ موج ابیض
ریختہ قلزم شفاف تو نادر و درنگ

ہر شلث کند ش تا کہ خجل کیکاؤس
ساختہ سبحہ تو عقد ثریا آونگ

گر قدم رنجہ بفرمائے بہر وادی شوق
افتد از قلعۂ تن طائر جاں صد فرسنگ

بر ارسطو و فلاطون بجولانگہ عقل
خاطر اقدس تو برق جہاندہ شبرنگ

قیصر و خسرو و خاقان ز غلامان تو اند
در شہنشاہ عرفان شدہ زیبنت اورنگ

اے مدیح تو غضب مطرح و جولان گاہ است
کاشہب خامہ یاقوت فشان گشتہ لنگ

آید از شعلۂ او لعل بصد جلوہ طور
شرر افگندہ از جلوہ نگر در دل سنگ

چشم نظارہ گنان قمر انوارت!
چہ عجیب پیکر کہکش بمیان ارد زنگ

جوہر گل بجم آید بظہور عقلت
ذات پاکت شدہ محور بجہان فرہنگ

. باریا بند نہ ز نہار اجرام فلک
سایۂ تو کشد اندریم خضرا چو النگ

بہر ماثر جہد از شوکت تو گر بزمیں
پہر پروانہ زند معتبر خاقان چو کلنگ

آتش قہر تو گر شعلہ رساند نکند
صورت طوطی پئے خون ریزی طاؤس زنگ

قطعہ (ج)

شاہد طبع من آمد چو پس نام جناب
بر سر جوشش معنی بہ بحار فرہنگ

گفت تا پیر خورشی طعنہ اعماک بدیح
زان گہر ریختن از عقد سخن کرد آہنگ

وآنگہے ریختہ لولوئے معانی طبعم
عرق افشردہ ز پیشانی خود لیتم شبرنگ

پس ہمہ مستعد مدح تو گشتند دے
حرفے مادر درد مدح تو ادائیم فرہنگ

زاں رخِ جنگ کن آمد بدم عربدہ سرخ — ریختہ خنجرِ تو خونِ گلوئے گلِ جنگ

نورِ روئے تو اگر در دہدش حسن فروغ — شررِ طور بخیزد ز دلِ غنچہ تنگ

سبزہ گلشن قہرِ تو در عکسِ موہوم — روئے مریخ فلک را بکند خضر رنگ

مرآتِ خاطرِ تو جلوۂ کونین نمائے — وے ضمیرِ تو شدہ خازنِ گنجِ فرہنگ

مہرہ بیض شود از شررِ جلوۂ تو — در دیدِ عیسئے افلاک نشین لعبتِ سنگ

ز آتشِ غیرتِ جودِ تو اگر سوختہ نیست — لعل در کانِ بدخشاں شدہ چوں آتش رنگ

نگذارد غضب گرچہ عدو بگریزد — بہن ارض و فلک آید نظرش ساختہ تنگ

ہست از رفق و غضب مختلف ان یردم — گاہ منصور دہے گہے خستہ شود لشکر زنگ

قطعہ (د)

غلغلی چرخ بمدح تو ز گردوں آید — در قرات آمدہ اول کند ایں خوش آہنگ

کلک یاقوت فشاں خار بہ آرد بہ بیش — پشت ماہی شود از نقش و نگارش ارژنگ

گر بصد سال کند مشق مدیح پاکت — آخر از طعنہ طبعم فتد آں نیز بہ ننگ

گردہ بہم ہاہم ہمہ ساماں بچارد دریا — باز گردد بخجالت بہ یم خضرا رنگ

جبہہ ہا بر درِ پاک تو شدہ محل کہ تا — یافتند از تو علو بہ فلک نیلی رنگ

رشتہ شمع اگر اندرد نورت باشد — عقد پروین بہ تماشاش چو بکدید بہ رنگ

اے عدو را ز ہراس تو بزیر گردوں — روح را کلبۂ جسم است چو زنداں فرنگ

چشم جبرائیل شدہ محوِ جمال تو چناں — کہ بدیوار شدہ ثبت ز شوقِ تو بسنگ

تیغ قہر تو بکیواں چو رساند بے تابے — بفغاں آید و غلغل بکند ہمچوں زنگ

حفظ تو حافظ روز است و شب آشنہ ورنہ — ہر دو در مختلطے ابیض و اسود یکرنگ

نہ طبق جامۂ تو کرد ست بمیزان قیاس — یافت بر مرکز تنقل آں خود از ملبیہ تنگ

بوئے خلق تو بارواح دہد رائحہ گر — عطیہ مغز کند زندگئے شان آہنگ

دشتہ قہر تو در نائے زحل گشتہ وسیع — قلزم لطف تو در دائرہ امکان تنگ

حلم بر عقل فرونت متمیز گشته! — عقل از علم بردن ارحد عقلت دررنگ

روز و شب چونکه قمر سوده جبیں بردر تو — زاں گہے محو و گہہ از فیض تو در اصلی رنگ

بلیش افزود درازی طناب کرمت — از سر زلف عروسِ ستم خضرا رنگ

دامن برق گرفتہ است نزا شعلۂ قہر — دامن ابر گرفتہ است بجودت آہنگ

بخط ناصیۂ مہر شد راست عمود — رمح خطّی شکوہت پے تصنیف آہنگ

چاہت از ملکِ کدام است معلی از نور — کہ بدیدش شدہ جاوید بلندی بشلنگ

لوح محفوظ شدہ از نام بزرگ و پاکت — پر طراز قلم قدرت علام ار نہ رنگ

اطلسش زود شکنج آرد و ریز در صفا — نگہی گر فگنی بر فلک اخضر رنگ

گہر حکمت و عرفان ترا ہمچو صدف — بہر حفظ است ضمیر تو چو خورشید برنگ

ہر از کوثر احسان تو یک جرعہ چشید — گلشن دل شدہ خورمش چو باغ فرہنگ

مدح تو ہر کس کہ سر آید شودش — از مضامیں دہن طائر دل قفس رنگ

دُعا

شہ خاور بفلک بر سپہ انجم تا — ہست در کاخ تو آراستہ از نور اورنگ

دشمنت طعمہ تیغ ستم گردوں باد — دوستنت گوہر مقصود ز لطفِ تو بچنگ

تاریخ قصیدہ

از اوّل ہفت الف ترجمہ دل چار اند — یافت ایں مصرعہ مقنوں بے تاریخ آہنگ

قاعدہ استخراج تاریخ!

ہفت الف = (۱۰۰+۱۰+۱) × ۷ = ۱۱۱ × ۷ = ۷۷۷ ترجمۂ دل چار = در ہندی ترجمۂ دل ۔ جی = (۳+۱۰) × ۴ $\frac{۵۲}{۱۲۹۷}$ ۷۷۷ کا دل نیچ صات ہے۔ اس لیے بان کی اکائی میں دہائی سے سنہ ہجری مقدسہ شروع ہوئی۔

جناب قبلہ کی خدمت میں چار آدمی ابتداء بیماری سے تادم وصال ہر دم حاضر و معروف خدمت گزاری رہے یعنی میاں جان محمد صاحب عرف جانا ابراہیم خان پہلوان عرف نواب، چھوٹے خان پہلوان۔ چوتھا راقم جب اسہال کی شدت ہو گئی تو چوکی حجرہ کے اندر لگائی گئی لیکن حجرہ میں بلا اجازت آنے کی ممانعت تھی ایک رات حجرہ کے اندر گر پڑے میاں جان محمد جھٹ پٹ جا پہنچے۔ آپ ناخوش ہوئے کہ بلا اجازت کیوں آئے اور فرمایا کہ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ ایک روز جان محمد نے عرض کیا کہ حضور جسم مبارک پر ضعف غالب ہے جب حاجت ہو تو آپ کھنکار دیا کریں تاکہ حضور کو پلنگ سے اُٹھا کر چوکی پر اور چوکی پلنگ پر پہنچا دیا کریں فرمایا کہ اچھا اس کے تقاضا حاجت ہوا تو خود ہی اُٹھ کر چوکی پر تشریف لے گئے اور فراغت پا کر آ لیٹے اس وقت کھنکار سے ہم لوگ دوڑ کر اندر گئے تو فرمایا کہ بس ہم فراغت پا چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی ایسی ہمت عالی عطا کی تھی کہ باوجود شدت مرض و ضعف پیری کسی فرد بشر سے نشست برخاست میں استعانت نہیں کی اور تادم واپسیں وہی استقلال رہا جو ہمیشہ سے تھا۔ ایک روز زمانہ اشتداد مرض میں ہم چاروں خادم ہاتھ پاؤں دبا رہے تھے، ارشاد ہوا کہ اس آیت کو پڑھو مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَیْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ہم سب بڑی دیر تک اس آیت شریفہ کو پڑھتے رہے پھر فرمایا کہ اب یہ آیت پڑھو وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اس آیت کریمہ کو بھی تادیر پڑھتے رہے پھر ارشاد ہوا کہ اب اس شعر کو پڑھو۔

چیست توحید آنکہ از غیر خدا فرد آئے در خلا و در ملا

ایک روز زمانہ علالت میں مجمع عام کے اندر غلامی شاہ کی نسبت جو کہ خادم خاص جناب و قبلہ کا ہے اور تہجد کا وضو کراتا اس کی خدمت خاص تھی یوں وصیت فرمائی کہ تم سب لوگ اس شخص کی خدمت و خاطر کرنا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قلندر صاحب کے سجادہ و خادم اس کو ایک دم بھی یہاں نہیں ٹھہرنے دیں گے۔ اگرچہ

ایک غصہ ناک اور بے وقوف سا آدمی ہے لیکن تم لوگ اس کی بات پر خیال نہ کرنا اسی علالت میں چند روز کے لیے افاقہ کی صورت بھی ظاہر ہوئی اور ہم لوگ سمجھے کہ اب ازالہ مرض ہو گیا۔ مگر جناب نے اکثر یہ فرمایا کہ جو دوا ہم کو جلاب میں پلائی گئی اس کا ذائقہ نمک زبان پر ہے۔ اور اس کی بو ہنوز رفع نہیں ہوئی۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ کی پچیسویں تاریخ کو بوقت فجر کہ مجمع عام تھا آپ نے حجرہ کی طرف انگشت مبارک ہلائی اور یہ دو شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے پڑھے ؎

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت ۔۔۔ بسر چشمۂ بر بسنگے نوشت
بریں چشمہ چوں ما بسے دم زدند ۔۔۔ برفتند چوں چشم برہم زدند

تھوڑی دیر کے بعد سب حاضرین کو رخصت کیا اور قدرے کھانا تناول فرمایا پھر در حجرہ بند کیا گیا اور ہم چاروں خادم پائے مبارک دبانے لگے جب ظہر کا اول وقت ہوا تو آپ نے تیمم کیا اور چارپائی پر رو بجنوب فریضہ ظہر ادا کیا اس وقت آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ۔ اس کے بعد آثار دگرگوں پیدا ہوئے اور تغیر ظاہر ہوا فرمایا کہ الحمد اللہ اور یہ شعر پڑھا ؎

چیست توحید آنکہ از غیر خدا ۔۔۔ فرد آئی در خلاؤ در ملا

جب تین بجے تو کمترین نے عرض کیا کہ بہت سے مشتاقان دیدار پر انوار آستانہ مبارک پر حاضر ہیں اگر اجازت ہو تو در حجرہ کھولا جائے فرمایا کہ ہاں کھول دو اول منشی فضل رسول صاحب اندر آئے ارشاد ہوا کہ کون ہے کمترین نے منشی فضل رسول صاحب کا نام لیا فرمایا کہ آگے آؤ جب قریب تر آئے تو فرمایا کہ کچھ کہو گے منشی صاحب نے عرض کیا کہ میں کیا عرض کروں حضور پر سب حال روشن ہے فرمایا کہ نہیں کچھ کہنا ہو تو کہہ لو تین بار اسی طرح فرما کر اشارہ کیا کہ اچھا بیٹھ جاؤ پھر سید وزیر علی صاحب آگے ان سے بھی وہی کلمات ارشاد کئے اور سید صاحب نے بھی وہی جواب عرض جو آتا گیا ہر ایک سے وہی ارشاد ہوا اور کسی نے کوئی خاص گزارش نہیں کہ جب انبوہ کثیر ہو گیا تو آپ خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند فرمالیں

اس وقت کے بعد پھر کسی کی طرف آپ نے خطاب نہیں کیا، البتہ جب کسی نے مزاج پوچھا تو نہایت استقلال سے یہ جواب دیا کہ (الحمد اللہ بہت اچھا) یا اگر کسی نے کوئی بات دریافت کی تو آنکھیں کھول اور جواب دے کر پھر بند کر لیں اس وقت بھی غایت استقلال اور فرحت بے اندازہ ظاہر ہوتی تھی چہرہ مبارک آفتابی آنکھیں سرخ و متوّر گفتگو صاف نبض میں تیزی صرف تنفس کی زیادتی سے کسی قدر تردّد ہوتا تھا۔ آخر پونے دس بجے کا وقت تھا شب دو شنبہ چھبیسویں تاریخ ماہ ربیع الاوّل ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۲ پھاگن سمت ۱۹۳۶ بکرمی ۷ مارچ ۱۸۸۰ء شاہباز عالم قدس گرم پرواز ہوا اور اس مرد میدان تجرید و شہنشاہ ممالک توحید و سلطان جہاں تفرید نے مردانہ وار آخر نعمائے الٰہی کا جام نوش فرمایا اور نہایت الوصال کا پردہ درمیان سے اٹھایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ولادت شریف بروز جمعہ ماہ رمضان المبارک ۱۲۱۹ھ میں ہوئی تھی، عمر گرامی اٹھتر سال چھ مہینے کچھ دن کی ہوئی اٹھارہ برس سات مہینے چھ روز بلدۂ پانی پت میں قیام فرمایا۔

نالہ چند بطور ترجیع بند

اے شاہ یگانۂ زمانہ ۔۔۔ اے بحر محیط بیکرانہ
کیوں اہل نیاز کے سروں سے ۔۔۔ خالی ہے یہ سنگ آستانہ
وہ محفل انس اب کدھر ہے ۔۔۔ یارب ہے کہاں وہ کارخانہ
وہ بزم نہ وہ جمال ساقی ۔۔۔ وہ جام نہ وہ مے مغانہ
وہ طور ہے اب نہ وہ تجلی ۔۔۔ وہ وقت ہے اب نہ وہ ترانہ
کیا ہو گیا جلوۂ سحرگاہ ۔۔۔ کیا ہو گئی صحبت شبانہ
ہے دل میں ابھی وہی تصور ۔۔۔ ہے یاد ہنوز وہ فسانہ
وہ فصل نہ وہ بہار باقی ۔۔۔ وہ گل نہ چمن نہ آشیانہ
رہتی ہے اچاٹ سی طبیعت ۔۔۔ ملتا ہی نہیں کہیں ٹھکانہ

جاں حسرت دید میں تپاں ہے — دل تیرا فراق کا نشانہ
ساحل پہ پڑے ہیں سب مسافر — کشتی ہوئی کس طرف روانہ
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

اے کعبہ خاص و قبلہ عام — تھی تیری گلی مقام احرام
تھا مامن جاں حریم اقدس — آغاز کا غم نہ خوف انجام
سب محو تھے ظل عاطفت میں — خطرات و خیال و فکر و اوہام
اس بحر محیط میں تھے سب گم — نیکی و بدی و کفر و اسلام
پر شور تھے بے لب و دہاں ہم — سرمست بدون بادہ و جام
مشغول جمال بے سر و چشم — مصروف سفر بغیر اقدام
دریا ہوا ایک عطا سے قطرہ — پختہ ہوا ایک نگاہ سے خام
کیخسرو و کیقباد سے بھی — تھے بخت بلند تیرے خدام
دیکھا اب ہجر چار ناچار — دیکھی فرقت بھی کام ناکام
کہہ دیجیو اے نسیم یہ بات — لے جائیو اے صبا یہ پیغام
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

ہوتی ہے جہاں میں کم کوئی ذات — بے علت و نسبت و اضافات
خورشید تھا وہ وجود باجود — دریا تھی وہ ذات فیض آیات
دریتیم نہنگ بحر توحید — مردانہ قلندر خرابات
سلطان جہاں ترک و تجرید — شہباز معارج نہایات
نے میل مراتب و مدارج — نے رغبت کشف و نے کرامات
ملتی تھی مراد طالبوں کو — اس در سے بدون عرض حاجات
اک بات کی ہو گئی گرہ وا — دل میں بھی نہ تھی ہنوز جو بات
خلوت میں ترا جمال مفتاح — جلوت میں ترا کلام مشکوٰۃ
کیا تھا وہ نظر سحاب رحمت — کیا تھا وہ زمانہ فصل برسات

وہ وقت نہ وہ زمانہ افسوس — وہ لطف نہ وہ بہارِ سہات
یک آن کی آن تھی حضوری — ایک بات کی بات تھی ملاقات

ہے جوش میں بحر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر
اے بحر حقیقت خدائی — اے جلوۂ شان کبریائی

باقی نہیں کوئی مشغلہ اب — رندے ہی رہے نہ بادہ سائی
شاہی کا نہیں خیال سر میں — جی میں نہیں حسرتِ گدائی
نے بند قفس نہ شوق پرواز — باقی ہے نہ قید ہے رہائی
نے حرص و ہوا نہ کچھ توکل — نے برگ و نوا نہ بے نوائی
نے فکر قصیدہ ہائے عطار — نے ذکر حدیقہ سنائی
نے قرب نوافل و فرائض — نے تنگدلی نہ دل کشائی
بندہ نہ خدا نہ دین و دنیا — کی آپ نے خوب ہی صفائی
لیکن نہ مٹا غبارِ فرقت — ہر چند کہ طاقت آزمائی
مشکل ہوا کاٹنا دنوں کا — دشوار ہوئی تیری جدائی
بیتابی دل ہے چشمک برق — اندوہ کی آگ گھٹتا ہے بجھائی
ہے جوش میں بحر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

ایام وصال بھی تھے کیا دن — راتیں تھیں مراد مدعا دن
محسوس نہ تھا کہاں کٹی رات — معلوم نہ تھا کدھر گیا دن
تھی رات بہت دنوں سے اچھی — راتوں سے زیادہ خوب تھا دن
کیا جلد گذر گئے وہ دن حیف — ہوتا کوئی اور بھی سوا دن
تھی بزم وصال دن ہو یا رات — تھی دید جمال شب ہو یا دن
دنیا میں بدل گئی تھی وہی رات — تھا عمر میں بس وہی بڑا دن
ہر صبح عجیب شام نادر — ہر رات جدید اور نیا دن
تھی دن کو خوشی کہ اب ہوئی رات — تھی شب کو مسرت اب ہوا دن

عالم کو زبسکہ ہے تغیر ۔۔۔ رہتے نہیں ایک سے سدا دن
تھا خواب و خیال وہ زمانہ ۔۔۔ بکلی ہوئی رات اور ہوا دن
دن رات یہ ہی فغاں ہے لب پر ۔۔۔ وہ رات رہی نہ وہ رہا دن
ہے جوش میں ہجر کا سمندر ۔۔۔ یا غوث علی شہ قلندر
اے قبلہ عالم معانی ۔۔۔ سلطان جہان بے نشانی
اے بحر معارف و حقائق ۔۔۔ شاہنشہ ملک جاودانی
آگاہ مقاصد بروقت ۔۔۔ دانائے خواطر نہانی
یک رنگ و یگانہ یک آئینہ ۔۔۔ بے فرق مکانی و زمانی!
صحبت میں عجیب دلنوازی ۔۔۔ عادات میں کمال مہربانی
تھی آپ پہ ختم بذلہ گوئی ۔۔۔ تھی آپ پہ ختم نکتہ دانی
باتوں میں طریق دل کشائی ۔۔۔ لفظوں میں ادائے خوش بیانی
تھے گوہر قدس وہ اشارات ۔۔۔ اور غیب سے تھی درفشانی
القصہ وہ احسن القصص تھے ۔۔۔ جو بات سنی تری زبانی
آیا نہ پسند یہاں کا رہنا ۔۔۔ برباد ہو یہ سرائے فانی
جو کچھ گذرا سو تھا فسانہ ۔۔۔ جو کچھ دیکھا سو تھی کہانی
ہے جوشش میں ہجر کا سمندر ۔۔۔ یا غوث علی شہ قلندر
اے بحر کرم محیط نایاب ۔۔۔ لب تشنہ ہیں ماہیاں بے آب
اے نوح سفینۂ مسرت ۔۔۔ طوفان زدہ ہیں تمام اصحاب
پانی پیتے تھا بقا کا چشمہ ۔۔۔ اب کیا ہے غم و الم کا گرداب
روتے ہیں یہاں سب در و بام ۔۔۔ حوض و حجر و ستون و محراب
آتے تھے مدام تیرے مہمان ۔۔۔ بنگالہ سے لیکے تا بہ پنجاب
جلوہ تھا یہ تیرے دم قدم کا ۔۔۔ اب کیا ہے کہ مجتمع ہوں احباب
وحشت زدہ پھرتا ہے غلامی ۔۔۔ اور غمزدہ مضطرب ہے نواب

ملفوظ مبارک و گرامی   ہے زندگی حسن کا اسباب
ساحل نہ کہیں نہ بھل نہ بیڑا   سب بحر فراق میں ہیں غرقاب
افسوس ہوا نظر سے پنہاں   وہ شمس منوّرہ جہاں تاب
اے ملک بقا کے جانے والو   کہدیجیو بعد عرض آداب
ہے جوش میں ہجر کا سمندر   یا غوث علی شہ قلندر

مسدّس نوابزادہ محمّد زکریا خان زکی دہلوی

واصل ہوئے اس طرف کو حضرت   عالم میں ہے شورشِ قیامت
کیا عرض کروں میں اپنی حالت   دل ایک ہزار گونہ حسرت
ہے جوش میں ہجر کا سمندر   یا غوث علی شہ قلندر

کیوں ابر میں آفتاب آیا   کیوں خاک میں نور کو چھپایا
حضرت نے مجھے یہ کیا دکھایا   رنج و غم و درد میں پھنسایا
ہے جوش میں ہجر کا سمندر   یا غوث علی شہ قلندر

خدام ہیں سر بسر پریشان   کوئی بے تاب کوئی نالاں
مضطر ہے کوئی تو کوئی حیران   برپا ہے غرض کہ ایک طوفان
ہے جوش میں ہجر کا سمندر   یا غوث علی شہ قلندر

طوفانِ صدمہ الم ہوں   پامالِ ستم قدم قدم ہوں
رنجور ہوں سخت پھر بھی کم ہوں   ہیں منتظر وفور غم ہوں
ہے جوش میں ہجر کا سمندر   یا غوث علی شہ قلندر

حد سے گذرا غم جدائی   حرماں سے ہے زور آزمائی
کی ضبط نے دل سے بے وفائی   ناچار یہ بات لب پہ آئی
ہے جوش میں ہجر کا سمندر   یا غوث علی شہ قلندر

عالم کے بدل گئے ہیں کچھ ڈھنگ   ہے دیر خراب کا عجیب رنگ

آنکھوں میں ہے خار گل گہر سنگ
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
دریا میں جو قطرہ مل گیا ہے
کہتے ہیں جسے فنا بقا ہے
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
لطمہ پہ ہے لطمہ موج پر موج
زنجیر بلا ہے سر بسر موج
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
رخصت ہوئے آپ جب سفر کو
بھولا نہیں لطف کی نظر کو
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
دوری میں ہے کام نالہ کرنا
مشکل دم چند کا گذرنا
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
فشاد فساد و کون عالم!
مربوط ہیں یوں ہی شادی و غم
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
اب ایک ہوئے جو نام تھے دو
مجھ سے بھی اٹھا دو بس دوئی کو
ہے جوش میں ہجر کا سمندر
رہتا غم و درد میں گرفتار
بے طور ہے مضطرب دل زار
ہے جوش میں ہجر کا سمندر

ہے کاہش ہر نفس سے جی تنگ
یا غوث علی شہ قلندر
گم ہو کے حقیقت آشنا ہے
پر مجھ سے نہ پوچھئے کہ کیا ہے
یا غوث علی شہ قلندر
ہر شام ہے لطمہ ہر سحر موج
میں بیچ میں ہوں ادھر ادھر موج
یا غوث علی شہ قلندر
میں تھام کے رہ گیا جگر کو
کس سے کہوں درد بے اثر کو
یا غوث علی شہ قلندر
یا چشم کو آنسوؤں سے بھرنا
جینا ہر دم ہے مجھ کو مرنا
یا غوث علی شہ قلندر
ہے خندہ گل پہ اشک شبنم
حضرت کو وصال ہم کو ماتم
یا غوث علی شہ قلندر
تنہا مجھے چھوڑ کر گئے ہو
شاہِ دل و جان مری خبر لو
یا غوث علی شہ قلندر
یا کھینچنا آہ و نالہ زار
پیدا ہیں خرابیوں کے آثار
یا غوث علی شہ قلندر

چھوڑے گا یہ اضطراب کیونکر — جائے گا یہ پیچ و تاب کیونکر
ہو جمع دل خراب کیونکر — ہو شعلہ آتش آب کیونکر
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

اے وائے یہ میری تفتہ جانی — دریائے سرشک کی روانی
اے منظر شاہ بے نشانی — کب تک یہ جواب لن ترانی
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

آئے تھے جہاں میں جس لیے آپ — پورا وہ کام کر گئے آپ
ہادی تھے دستگیر تھے آپ — ہوں بے خود و بے قرار بے آپ
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

تھی ذات وہ محو ذات باری — تھا رنگ دوئی سے نقش عاری
ہاں صورت وصف اعتباری — ہے موجب درد و آہ و زاری
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

وہ آپ کی ہائے خوش بیانی — ایک جلوہ شاہد معانی
ہر حرف میں نکتہ نہانی — ہر لفظ میں راز جاودانی
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

توحید سے نسبت خداداد — تقلید نبی سے خاطر آباد
اوقات عزیز فیض و ارشاد — حرمان سعادت آہ و فریاد
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

اے ہادی مسلک شریعت — اے عارف منزل طریقت
اے محرم فرد بزم خلوت — اے مونس خلوت حقیقت
ہے جوش میں ہجر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

اے قبلہ آستاں کہاں ہو — اے کعبہ روئے جاں کہاں ہو
اے معنی جاوداں کہاں ہو — آنکھوں سے میرے نہاں کہاں ہو

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

جو لمعۂ نور ذات میں تھا
وہ جلوہ نما صفات میں تھا

واجب وہی ممکنات میں تھا
دیکھا تو نہ شش جہات میں تھا

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

ہے شعلہ شوق دل میں محبوس
فانوس میں جیسی شمع فانوس

کہتا ہوں یہ ملکے دست افسوس
اب ہائے کہاں وہ ذوق پابوس

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

یاں لمعۂ آفتاب تھا وہ
ہاں جلوۂ بے حجاب تھا وہ

نظارہ بے نقاب تھا وہ
جب آنکھ کھلی تو خواب تھا وہ

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

ہے نظم بیان چشم پر خون
اشعار ہیں نالہ ہائے موزون

پھونکا ہے یہ نجم دیں نے افسوں
دن رات زکی میں کہہ رہا ہوں

ہے جوش میں ہجر کا سمندر
یا غوث علی شہ قلندر

دور آخر

اے نسیم صبح ایام بہار
در حریم کعبہ جاں کن گذار

روئے خود بر خاک پانی پت بسائے
شمۂ احوال آنجا بر کشائے

فصلے از غوغائے محشر کن بیان
کوس رحلت کوفت آں شاہ زمان

غوث ما را وقت رحلت در رسید
رفت در غیب آں شہنشاہ رشید

شہباز قدس پر بد اند چمن!
شد نہاں دیدہ بساط انجمن

باز گو از زائران کوئے او
باز گو از بیدلان روئے او

باز گو مزے از آن دریائے راز
موجۂ دریا بدریا رفت باز

کن حدیث بحر ناپیدا کنار
باز گو زان موجہ ہائے نور بار

باز گو از بزم آن شاه وحید — شه سوار فرد و سلطان مجید

ای تو خوان غیب را خوش میزبان — ای تو خضر راه ما گم گشتگان

ای جهان معرفت را آفتاب — از رخ روشن برافگندی نقاب

درنگر آوارگان خویش را — چاره کن بیچارگان خویش را

گوشهٔ چشمی بمهجوران بکن — یک نگه بر حالت دوران بکن

بشنو ای سلطان ایوان بلند — مرد و زن ها آه و زاری میکنند

ہے چه گفتم از غم و بگریستن — هست وہم این مردن و این زیستن

تو بری از اقتران و افتراق — از خیالات است این ہجر و فراق

وہم ہستی شد مجال اشتیاق — ہیچ باشد ماتم درد و فراق

بلبل و گل ہیچ دلستان نیز ہم — ذوق و شوق و علم عرفان نیز ہم

گر بسنجی جمله یک آب ست آب — جذر و مد بحر و ہم موج و حباب

وسوسه بگذار بحر و موج کو — بے نشانے را حضیض و اوج کو

موج خواند قصهٔ ہجر و وصال — بحر مستغنی ست از نقص و کمال

بحر اگر ساکن بود امواج لا است — بے تموج بحر را شرعی کجاست

جوششے زد بحر و موج آمد پدید — شد نمایان آن قدیم اندر جدید

جوش و بحر و موج میخوانیش نام — ورنه یک ہستی است بیرون از کلام

نیست مردان خدا را ہیچ بند — برتر ست از جسم و جان بیچون و چند

مردگان را خوف مردن در خور ست — زندگان را مرگ تن جان پرور ست

زنده را ممتنع باشد ممات — مردہ را خود ردا بنود حیات

این حیات و این ممات از شرک ہست — وحدت مطلق بود در خویش مست

ہر که او زنده است حی و قائم است — لایموت و لایزال و دائم است

دائم است و قائم است و زنده است — لایزال و لم یزل پاینده است

زندگی بے نہایت بے زوال — برتر آمد از تکاپوئے خیال

خود تو بودی خود تو باشی تا دوام ‌ ‌ اے برون از گفتگوہا و کلام

تو در دریائے وحدت بودہ ‌ ‌ ہم چنانکہ بودہ آسودہ

جان تو خود جان جان زندگی است ‌ ‌ از تو خرم بوستان زندگی است

سالہا گردیدہ در بحر و بر ‌ ‌ ہم تو خود مقصود بودی از سفر

سال ہا ارشاد را بردی بکار ‌ ‌ ہم تو خود صیاد بودی خود شکار

از بروں در بگفتی ما و من ‌ ‌ وز دروں خود گوش بودی خود سخن

از حقائق وز معارف وز یقین ‌ ‌ نغز تر گفتی بوقت واپسین

چیست توحید آنکہ از غیر خدا ‌ ‌ فرد آئی در خلا و در ملا

بحر توحید الٰہی خود توئی ‌ ‌ بے تعین بے تشخص بے دوئی

مستی صہبائے تو چوں جوش زد ‌ ‌ کے شود شور من و تو گوش زد

بے خودی بزم خودی آراستہ است ‌ ‌ نعرہ ہا از خاموشی برخاستہ است

اے ندیم الشمس نجم الدین بیا ‌ ‌ نعرۂ دیگر بزن لب بر کشا!

نعرہ دیگر بزن اے نجم دین ‌ ‌ ہائے و ہوی تست معنی آفرین

دیدہ چوں بر دید تو شیدا شود

در دروں بحر رہ پیدا شود

کاروان بحر در شب ہائے تار ‌ ‌ بر گرفت بنہد زمام اختیار

باز بنشین در خرابات سخن ‌ ‌ معنی اندر شیشۂ الفاظ کن

باز گو حرفے ز سلطان جلیل ‌ ‌ تا نگر در قصۂ ہجران طویل

اے درخشاں کوکب نور قدیم ‌ ‌ از کجا جوئیم انفاس کریم

از کجا جوئیم گلہا تنگ سرور ‌ ‌ از کجا یابیم آں انس و حضور

از کجا جوئیم آں شام و سحر ‌ ‌ چوں قند در حضرت پاکت گذر

از کجا جوئیم قرب اختصاص ‌ ‌ اے در تو قبلہ گاہ عام و خاص

از کجا جوئیم آں خوش حال ہا ‌ ‌ کز دل پاکت بروں زد سالہا

پرتو حال خوشت چوں سر زند — مرغ اندوہ والم کے پر زند
پرتو حال خوشت چوں کوہسار — ہست در عرصات جاں بریک قرار
حسرت و اندوہ نزاید از خیال — نے بہ بیش پرتو خورشید حال
پرتو حال تو پاک از بیش و کم — تاختت بیروں از وجود از عدم
پرتو حال تو پاک از نیک و بد — برزدہ نقش ازل را بہ آبد
پرتو حال تو پاک ست از عمل — استوار و پائیدار و بے خلل
پرتو حال تو پاک از فہم عام — ہست لاشرقی و لا غربی مدام
پرتو حال تو اے سلطان حال — ہست بالاتر ز پرواز خیال
ذات تو پاک ست از حال و مقام — شہپر عنقائے تو بشکست دام
کشف ہر حالے ز تو باید کشود — ہر مقامے از تو میگیرد وجود
نقد حال تست ذات پاک تو — ذات پاک تست در ادراک تو
در میاں گردش لیل و نہار — ہم چو تو کم دیدہ باشد روزگار
خضر ربانی و فرد کاملے — عارف بے باک و مرد کاملے
پاک و بے پاک و مجرد از علل — شاہبازہ اوج افلاک ازل
زندہ جاوید و پاک از جسم و جاں — شہ سوار عرصہ ہائے بے نشاں
بے نشانے را شناسا در توئی — ہم شناسا و شناسا گر توئی
بے نشانے را نشاں آمد ز تو — بحر و کاں گوہر فشاں آمد ز تو
لا و الا ہر دو حیثیت جلیست لا — یاد تو گم گشتت باقی کیست لا
ہر چہ میگوئیم قول ماست ایں — گفتگوہا محو شد دریاست ایں
محو را ہم محو کن اے چارہ ساز — ہست فرق از بے نیازی تا نیاز
تست جائے گفت و تشبیہ مثال — لیس شیٔ مثلہ کم کن خیال
گر بگویم ور نہ گویم شان تست — ہم خیال و بے خیال آں تست
اے بری از مرگ و ہم از زندگی — نے خدائی زیبدت نے بندگی

هم خدائے بندگانے اے خدا
بندہ ہستی یا خدا یا خود جدا

خود جدائی خود تو وصلے خود توئی
اے منزہ از یکے واز دوئی

اے بری از حد اعداد و شمار
با وجودت نیست کس را اعتبار

با وجودت نیست چیزے معتبر
عقل تیرہ گشت و خیرہ شد نظر

ہم چو کافر بایدم بت خانہ
تا بہ تو گویم بتو افسانہ

خویش را ثابت کنم تا خوانمت
سر بنادانی و ہم تا دانمت

بت تراشم گو ترا یاد آورم
آذرم من گر ترا طاعت برم

کافرم من گر ترا آرزم سجود
من چہ باشم تا ہم خود را وجود

دامن از گرد حدوث افشاندہ
در جہاں عجیب مرکب ماندہ

کشور تن را فرد بگذاشتے
آئینہ از پیش ما بر داشتے

گفتگو را غیر ازیں آئیں نبود
گفتگو ہا از پس آئینہ بود

گفتگو بر جاست تا گردید قوت
لیک بیروں از لباس حرف و صوت

پردہ صورت زدر داند اختی
معنی معنی نمایاں ساختی

جاں جاں بودی و جانِ جاں شدی
ہر چہ بودی ہر چہ ہستی آں شدی

پر شکستی ساغر و مینائے ما!
اے غنی الطبع بے پروائے ما

بزم انس بیدلاں برہم زدی
پشت پا بر ہستی عالم زدی

بزم انس بیدلاں دادی بباد
اے ز رویت انجمن خالی مباد

اے ز تو خالی مبادا جائے تو
منظر حق روئے جاں افزائے تو

اے دریغا کارواں شہر جاں
رخت بر بست و بزد طبل گراں

اے دریغا روزگار وصل شد
جلوۂ کہ دو بہار وصل شد

اے اسیر الشرق نجم الدین بیا
نعرہ مبزاں شوری کہن بے ندا

مشرقت جانِ دل ویراں ماست
بے سر و ساما نیست ساماں ماست

نعرہ تو دل بجنبانند ہمی!
شور تو جاں تب بشوراند ہمی

همت والا بما همراه کن — رو بسوئے بارگاه شاه کن

شاه ما پاکست از مرگ و ہلاک — گر فنا گردد دو عالم نیست باک

زندگی و مرگ نبود جز قریب — نیست کس را سود و سرمایہ نجیب

ہر کہ دارد مایۂ بے مایہ اوست — وانکہ اندر فقر شد بے سایہ اوست

ہر کہ جانداری کند بے جان ترست — وآنکہ سامان یافت بے سامان ترست

سود و سرمایہ خیالے بیش نیست — مایہ درویش جز درویش نیست

نقد درویشاں تہیدستی بود — دست فروشاں ہمیں ہستی بود

چیست گنج خوشدلی کیسہ تہی — اصل دانش ہا بود نا آگہی

ہستی مطلق سراسر نیستی ست — اصل ہستی نیستی در نیستی ست

زندگی را ترک جاں بخشد وجود — خود توئی گر بیخودی گیرد نمود

بے خودی و با خودی ہم نارواست — بے نشانے حضرت سلطان ماست

حضرت سلطان نگرد و بیش و کم — نے مثالش نے وجودش نے عدم

حضرت سلطان ندارد ماسوا — راست بر جائے خود است این ماجرا

حضرت سلطان بسوئیش بار نیست — سالکہ تش را بہرو دستار نیست

حضرت سلطان نمے گنجد بگفت — در سخن کس در این معنی نسفت

من ندانم حضرت سلطان کجاست — دل کجا و تن کجا و جان کجاست

حضرت سلطان ندارد بوئے غیر — ہست خود بر گرد خود در دور و سیر

حضرت سلطان چہ باشد لب بہ بند — قاصر آمد خرد با نہما و کمند

ہوش را بفروش و حیرت دام کن — قطرۂ از بے خودی در جام کن

با کہ گویم کن تو خود کن یا مکن — اعتبار قطرہ در دریا مکن

قطرہ گم گشتی و سوئے دریا شدی — راہ بیخودی درہ پیما شدی

قطرگی گم گشت و دریا موج زد — وہم ہستی محو شد بر اوج زد

وہم را بشکن کہ خیزد دوئی — تا توئی گردی برانگیزد دوئی

از دو بینی ہست ایں مرگ و ہلاک — حضرت سلطان ما پاک ست پاک
پاک را کے مرگ آید در خیال — زنده را مردن بود امر محال
وصل او دائم بود با زندگی — ذات او را زنده گویا زندگی
زندهٔ را حلقهٔ ماتم چراست — از پے گنج مسرت غم چراست
زندهٔ در زندگی بے پرده شد — مردگانرا دل چرا افسرده شد
زنده را بزم طرب آراستند — مردگان بہر عزا برخاستند
زنده گرد از دامن جاں برفشاند — مردگان را صبر و آرامش نماند
مرده آں باشد که دہش زندگی است — پیش وہم خویش اندر بندگی ست
مرده پندارد که ما خود زنده ایم — زندگی را لائق وارزنده ایم
زنده آں باشد که مردن جان اوست — خانه ویراں ساختن سامان اوست
زنده آں باشد که از ہستی برست — نیست اندر نیست اندر نیست ہست
زنده آں باشد که بال جاں کشاد — نیست گشت و محو گشت و نامراد
زنده آں باشد که پیش از مرگ مرد — مرده گشت و تن به بجز جاں سپرد
مرگ او جاں داد و جانش زنده شد — در جہاں خوشدلی تا زنده شد
او ز دہم زندگی آگاه نیست — مرگ را ہم سوئے ذاتش راه نیست
شمس ربانی توئی اے نجم دین — بر فراز سبز جاں بر نشین!
ہاں بیا و نعرهٔ دیگر بزن — خامشی تست سرجوش سخن
ہوش را بر درگه کن نثار — ہائے و ہوئے برفگن دیوار
من کجا بودم تو خود بودی ملام — تہمتے بر یافتی از ننگ و نام
طوق ما کردی زنیکی و بدی — راه بنمودی و راه بازدی
مرده گشتم تا مرادی حیات — گم شدم چوں یافتم راه نجات
اندر دم پر عشوه ہائے پر فریب — بے سبب کردی تو مارا ناشکیب
اتحاد تو مرا بیگانه ساخت — عقل و ہوش تو مرا دیوانه ساخت

از نزولِ ذاتِ تو پست آمدم
تو کشیدی جام و من مست آمدم

نوئے از او تو دردِ دائم کشید
تو شدی پنہاں مرا کردی پدید

از غنائے تو شدم من مستمند
علمِ تو مارا بنادانی فگند

وصلِ تو مارا بہ ہجراں در سپرد
حیّ و قائمُ تو شدی ما خورد و برد

عدلِ تو مارا بظلم افگند و جہل
مشکلِ ما جملہ پیشِ تست سہل

تا تو کردی خندہ من گریاں شدم
تو شدے در پوش و من عریاں شدم

تو بیاسودی شدم من پائمال
من بہ ہجر افتادم و تو در وصال

من شدم سرگشتہ تو برخاستی
من شدم تنہا تو بزم آراستی

تو گرفتی جائے و من رفتم ز جائے
سرکشیدی تو من افتادم ز پائے

تو شدی گنجے و من ویرانہ ام
عقلِ کل ہستی تو من دیوانہ ام

تو خرامیدی و من رفتم ز دست
تو شدی بت آفریں من بت پرست

تو ز من گشتی و من گشتم ز تو
تو ز من بگذر کہ بگذشتم ز تو

گر نماند ایں من و تو درمیان
نے ترا سودست نے مارا زیان

چوں تو خود ہستی نمیری زینہار
نیستم من پس کجا گیرم قرار

نجم دین اے مطلعِ انوارِ سماں
نعرۂ دیگر بزن بے این و آں

خود مخاطب باش و خود مسکین خطاب
خود توئی اصلِ سوال و ہم جواب

خود بخود با خود بکن گفت و شنید
نعرۂ از قصرِ جان باید کشید

رمزِ خود بے خویشتن آغاز کن
نعرہ ہائے بے سر و بن ساز کن

آنچہ ناید بر زبان گفتارِ تست
آنچہ مخفی ماند آں اظہارِ تست

من نگویم بلبل و پروانہ
ہاں برائے سوختن مردانہ

بے تپِ ہجراں و بے ذوقِ وصال
خود بسوز و خود بساز و خود بنال

از خزاں و از بہاراں درگذر
در گدایاں قصۂ پیشِ شہ ببر

اے شہِ والا کہ در رہ آمدی
در حریمِ خاص در سیری شدی

بازیِ نیرنگ خوش در باختے
اسپ و فرزین پیل و بیدق تاختے

بر کشادی پا نے رفتار ہمہ
فرق پیدا گشت در کار ہمہ

لیک در معنی بغیر ذات نیست
اندریں بازی تراشہ بات نیست

ذات تو پاکست کے گردد بدل
اے بری از رنج و آفات و خلل

ہر چہ داری نے کم آید نے فزون
نے بہ پیشت فرق بیرون و درون

نے بہ پیشت جسم و جان ہا را وجود
نے مکان و نے زمان دارد نمود

نے بہ پیشت ظاہر و باطن دو چیز
نے بہ پیشت اندک و بسیار نیز

نے بہ پیشِ تو فنا و نے بقا
نے بہ پیشت ابتدا و انتہا

نے بہ پیشت آسمان ہا و زمین
نے شریعت نے حقیقت نے یقین

نے بہ پیشت نام ہا و نے نشان
نے بہ پیشت کفر و دین بے این و آن

نے بہ پیشِ تو وجود ست و عدم
نے بہ پیشِ تو حدوث و نے قدم

پیشِ تو تعلیل و توجیہات نیست
غرفہ توحید جز توحید نیست

نیستی ہم پیشِ تو گردید نیست
پیشِ تو امثال و تشبیہات نیست

چیست توحید آنکہ از غیرِ خدا
فرد آئی در خلا و در ملا!

خود تو گفتی خود تو بشنودی ز خویش
خود تو رفتی آمدی خود پیش پیش

من چہ گویم من باشم من کیم!
خود تو بودی خود تو ہستی من نیم

چون تو بودی چون تو خود ہستی بیا؟
من کجایم من کجایم من کجا

آنچہ باشی باش من باشم نہ تو
خود بہ بین و خود بدان و خود بگو

خواہ پنہان باش و خواہی آشکار
بیدلان را با فضولی ہا چہ کار

من ندانم تو نہانی یا عیان
نے بگنجے در یقین نے در گمان

گر توئی از من نمے آید خبر
در منم از تو نمے یابم اثر

بے من و تو کار نکشاید بگفت
رمز وحدت خود نمے آید بگفت

این عبارات و اشارات و خیال
گشتہ پیشِ سرّ وحدت پائمال

پس چہ باشد زندگانی چیست مرگ ۔ ذات تو قائم بود بے ہیچ برگ

ذات تو لاریب پاکست و صمد ۔ نے ازل گرد تو گردد نے ابد

ہم ازل مستغرق تو ہم ابد ۔ امر کردی قل ہو اللہ احد

قال را بگذارد حال خود بخود ۔ کے بمیرد غرقہ دریائے ہو

حال و قال از تفرقہ ظاہر شود ۔ کیست تا از اصل خود ماہر شود

جمع و تفریقے ہمی گردد عیاں ۔ اصل ایں ہر دو نیاید در بیاں

آگہی از سر مطلق کے بود ۔ آنچہ در فہم تو آید شئے بود

راست نبود ہر چہ گوئی زیں نمط ۔ خود غلط انشاء غلط املا غلط

از صحیح و از غلط ہم دور باش ۔ ہر چہ خواہی گو بخود مسرور باش

نے غلط کردی نیا وردی صحیح ۔ نے حسن پیدا است ایں جا نے قبیح

نے قبیح و نے حسن نے خوب و زشت ۔ نیست کعبہ نیست دیر و نے کنشت

علم و عرفان نیست گشت و فرق شد ۔ زورق اندر بحر وحدت غرق شد

تفرقہ را نبود مقام و منزلے ۔ غیر دریا نیست او را حاصلے

بارگاہ اوست بے جای و مقام ۔ نے نشانے باشد و نے ہیچ نام

ہر کجا سر بر زند خود جائے اوست ۔ بے سر و سامان نیش ماوائے اوست

ہست آزادہ ندارد پائے بند ۔ نے اسیر وقت و نے در جائے بند

ہم زبان و ہم مکاں خیزد ازد ۔ اعتبار جسم و جاں خیزد ازد

نامرادی ہم ازو مقصود ہم ۔ عبد ازو پیدا شود معبود ہم

ہر چہ مے خیزد نہ بیرونش بود ۔ ہر چہ غیر ست آں نہ مادونش بود

ہیچ گردد نے خود ستے و نے خدا ۔ انتہا دے نے حلولے نے جدا

پاک از ناپاک و پاک از پاک ہم ۔ اصل نور و اصل نار و خاک ہم

گفتہ و ناگفتہ یکساں پیش اوست ۔ دیدہ شد نادیدہ چہ دشمن چہ دوست

ہست خود تنہا و ہم خود انجمن ۔ گاہ نو میگردد و گاہے کہن

متعیش واحد عبارتہا بسے — نیست نقصاں گر نہ فہمد کسے
از عبارت تا بمعنی فرق نیست — گر بدانی ظاہر و باطن یکے ست
شد عبارت روئے معنی را حجاب — معنی آمد در عبارت آفتاب
ہم عبارت گشت معنی را شہود — در عدم معنی عبارت در وجود
وز بسنجی ایں مثال ہیچ ہیچ — غیر معنی نیست خود موجود ہیچ
معنی آزاد خود پا بست شد — نیست شد معنی عبارت ہست شد
آں عبارت نیست خود معنی ست آں — در نہاں معنی عبارت در عیاں!
نیست معنی و عبارت جز مثال — جملہ وہم ست و گماں ست و خیال
از عبارت وز معانی پاک شو — خاک مرداں تدارا خاک شو
از بیاں و گفتگو لب بستہ بہ — خامہ گر جنبش کند بشکستہ بہ
ذکر و فکر و فہم و ادراک و قیاس — ایں ہمہ بگذار و ویراں کن اساس
کار دارد سوختن نے ساختن — ہست کار اینجا سپر انداختن

قطعہ تاریخ

شہ آں غوث علی سلطان ذیشاں — کہ مارا قبلۂ دنیا و دیں بود
مآب خلق عالم بارگاہش — تو کوئی آسمانے بر زمیں بود
شہ فقر و فنا دریائے توحید — ورائے عرصۂ علم و یقیں بود
فریدے بے حجابے راست گوئی — بعرفان و حقیقت دور بیں بود
زہر گونہ کمالش بہرہ خاص — نشان اولیں و آخریں بود
دلش تفسیر لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ — کہ فارغ از غم دنیا و دیں بود
بہ ہمت بلکش مرد فرد جریدہ — بکنج خوشدلی عزت گزیں بود
بتوحید و توکل یک سوارہ — بترک دون حق خلوت نشیں بود
باشیار کرم ابر گہر بار — ظہور شان رب العالمین بود

سخن ہائے بلند وارجمندش — مذاق اہل حق را انگبیں بود
کلامش ہر یکے صد باب حکمت — نکاتش طالبان را دلنشیں بود
برات قسمت خود ہر کسے یافت — جہانے خرمنش را خوشہ چیں بود
بجیب اندر محیط سرمدی داشت — رموز وحدتش در آستیں بود
خرابات حقیقت را قلندر — شریعت را امام المتقیں بود
ز آب و گل منزہ ذات پاکش! — اگرچہ درمیان ما وطیں بود
کلیدے بود اسرار ازل را — نقود گنج غیبی را امیں بود
ہمش حق الحقیقت بود دیہیم — ہمش ملک صفا زیر نگیں بود
ندانم من چہ بود آں بحر مواج — نہ خود بود و نہ آن بود و نہ این بُو
بروں از بود و نابود ست بودش — چرا گویم چناں بود چنیں بود
بہ بحر غیب چوں کشتی فرو برد — خرد گفتار کہ خضر راہ بیں بود

۱۸۸۰ء

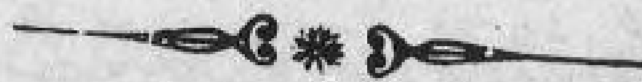
سنہ ۱۸۸۰ء

دیگر

شد غوث علی شہ زمانہ — سلطان حقیقت و طریقت
تاریخ وصال گفت ہاتف — او بود شہنشہ حقیقت

۱۲۹۷ھ

☆☆☆☆☆



ہفتم خاتمۃ الکتاب مشتمل بر بعضے حالات بعد از وصال و حال راقم

جس وقت جناب قبلہ امام و کعبہ خاص و عام کا وصال ہو چکا تو اوّل اس خاکسار دل افگار کو تعمیل وصیت کی فکر ہوئی گیارہ بجے شب کے ہمراہی چند صاحبوں کے اسی میدان میں پہنچا جس کا نشان حضرت نے بوقت وصیت دیا تھا بعد جستجو وہ جگہ پسند آئی جہاں کہ اب مزار مبارک بنا ہوا ہے راقم نے اس زمین کی کیفیت ملکیت وغیرہ دریافت کی تو اہل پانی پت سے معلوم ہوا کہ یہ زمین لا وارث ہے بجز ذات پروردگار کے کوئی اس کا والی وارث نہیں مگر ہاں شاملات طرف افغان کہلاتی ہے کسی کا خاص دعویٰ اور کسی خاص شخص کا قبض و دخل نہیں ہے۔ علی الصباح اپنے چند پیر بھائیوں کو مع دیگر اشخاص کے زمین مجوزہ میں نے دکھلائی سب صاحبوں نے اتفاق رائے کیا اس وقت راقم نے اپنے ہاتھ سے قبر کا نشان بنا دیا اور تیاری قبر شروع کرا دی وہاں سے آ کر تجہیز و تکفین کا سامان کیا ہزارہا آدمی ہندو مسلمان خاص شہر اور گرد و نواح کے رہنے والے جنازہ شریف کو اٹھانے کے لیے جمع ہو گئے دوبار نماز پڑھی گئی مجاوران قلندر صاحب نے بہت شور و غل مچایا کہ ہم حضرت کو اپنی زمین مقبوضہ میں رکھیں گے لیکن ان کا فتنہ و فساد پیش نہ گیا جو کچھ وصیت ہوئی تھی اس کی تعمیل کی گئی جب قبر تیار ہو گئی تو شیخ بو علی بخش صاحب قریشی نے اس مجمع کثیر و جم غفیر میں کہ نائب تحصیلدار و تھانیدار اور مع عمال و اہلکار، اور افسران محکمہ بندوبست اور اکثر عمائد و رؤسائے پانی پت اور ہزاروں ہندو مسلمان جمع تھے یہ بات جملہ افغانان پانی پت سے کہی کہ گو یہ زمین لاوارث شاملات طرف افغانان ہے لیکن چونکہ تمہاری پٹی سے منسوب ہے۔ لہذا تم

..... سب صاحبوں کی خدمت میں عرض ہے کہ یا تو اس زمین کی قیمت لے کر بیعنامہ تحریر کر دو یا اس زمین کے عوض میں اور زمین لے لو یا بنام خدا وقف کر دو ایسا نہ ہو کہ بعد میں کچھ فتنہ و فساد برپا ہو افغانوں نے کہا کہ ہم لوگ باہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں تمام افغانوں نے الگ بیٹھ کر مشورہ کیا اور حکیم موہن خان نے بطور سرگروہ کے سب کی طرف سے علی الاعلان یہ جواب دیا کہ سنو صاحبو ہم لوگوں نے یہ قطعہ زمین حضرت کے مزار شریف کے واسطے وقف کیا ہم کو اور ہماری اولاد کو کسی طرح کا دعویٰ نہیں ہوگا خدام حضرت کو ہر طرح اس قطعہ زمین کا اختیار ہے اس جواب پر ہر طرف سے صدائے آفرین بلند ہوئی اور جسم لطیف و جسد شریف اس چٹیل میدان میں دفن کیا گیا اور حسب وصیت ایک گھنگر سراہنے اور ایک پائنداز میں رکھ کر سب لوگ بادل پر درد و آہ سرد واپس ہوئے اس کے بعد افغان اپنے قول سے منحرف ہو گئے اور لوگ بجائے تحسین کے نفرین کرنے لگے۔

احوال روز سوم

جب کہ تیسرا دن ہوا تو موافق رسم زمانہ ایک مجمع عام واسطے فاتحہ خوانی کے مجتمع ہوا، حافظ سعد اکبر صاحب پانی پت نے اس راقم عاجز کی طرف اس طرح خطاب کیا کہ اس وقت تمام عمائد شہر اور تمہارے اکثر برادران طریق موجود ہیں ان کی خواہش ہے کہ دستار خلافت تمہارے سر پر رکھیں، کیونکہ جناب قبلہ کی عنایت بغایت تمہارے حال پر بہت تھی اور نیز ایام ضعف و علالت میں تمہارے ہاتھ پر چند آدمیوں کو خود حضرت نے بیعت کرایا پس سب کے نزدیک تم اس دستار کے مستحق ہو میں نے بجواب اس بات کے عرض کیا کہ اول میں ایک آزاد و سیاح خانماں برباد آج یہاں کل وہاں نہ رہنے کا ٹھکانہ نہ قیام کا ٹھکانا خلافت کے لیے ایسا شخص چاہیئے جو جانشین و گوشہ گزین رہے دوسرے یہ کہ اگر جناب قبلہ و کعبہ اپنے دست مبارک سے ایک پاپوش بھی میرے سر پر رکھ دیتے تو میں اس کو فخر دو عالم سمجھتا ورنہ غیروں کے ہاتھ سے تو تاج سلطنت

بھی نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ نہ ہمارے قبلہ و کعبہ نے اس طرح کی دستار باندھی نہ میں
باندھوں۔ اور جس طرح جناب قبلہ کو اجازت و خلافت ملی تھی وہ مجھ کو خود عطا
فرما چکے ہیں اب اس دستار کی کیا ضرورت ہے پھر حافظ سعد اکبر نے فرمایا کہ اچھا تم
جس کو کہو اس کو دستار باندھی جاوے کیونکہ ایک آدمی کا رہنا خانقاہ مبارک پر
ضروریات سے ہے میں نے کہا کہ یہ تین صاحب بزرگ موجود ہیں۔ منشی فضل رسول
صاحب حافظ محمد یوسف صاحب۔ صاحبزادہ علی حسن صاحب ان حضرات کو
اختیار ہے۔ خود باندھیں یا کسی کو بندھوائیں یہ جواب سن کر حافظ صاحب موصوف
منشی فضل رسول صاحب کی طرف متوجہ ہوئے منشی صاحب نے جواب دیا کہ
میں ایک دنیادار آدمی ہوں اور یہ دستار فقر ہے نہ تو میں خود اختیار کر سکتا ہوں نہ
کسی کو دے سکتا ہوں اس لیے کہ یہ کام مردان معنی یعنی اہل بصیرت کا ہے کہ جس
کو قابل دستار سمجھیں اس کے سر پر باندھیں اور اگر یہ دستار چودھراہٹ یا
نمبرداری کی دستار ہے تو آپ لوگ مختار ہیں جس کے سر پر جی چاہے آج رکھ
دیجئے کل اتار لیجئے حافظ صاحب نے جواب دیا کہ صاحب ہم لوگ تو آپ کو
فقیر سمجھتے ہیں اور یہ دستار فقیری ہے کیونکہ سجادہ نشینان حضرت قلندر صاحب و
شاہ ولایت صاحب و مخدوم صاحب لائے ہیں۔ منشی صاحب نے کہا کہ
آپ لوگ دنیادار ہیں یا فقیر کہا کہ ہم تو دنیادار ہیں لیکن دستار از جانب فقرا
ہے تب منشی صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ مجھ کو فقیر تصور کرتے ہیں تو جائے
تعجب ہے کہ فقیر دنیاداروں کے ہاتھ سے دستار باندھے ہاں قلندر صاحب و
حضرت شاہ ولایت صاحب یا جناب مخدوم صاحب اپنے دست مبارک سے
ایک پرانی جوتی ہمارے سر پر رکھ تو وہ ہزار دستار سے بہتر و برتر تھی اور اگر ان
سجادہ نشین صاحبوں میں کوئی بھی بزرگ صاحب بصیرت اور مرد خدا ہیں تو
بسم اللہ وہ خود لائق دستار کو چشم باطن سے منتخب کر لیں گے اور دوسری
بات یہ ہے کہ دستار بندی ہمارے خاندان کا دستور نہیں تو ہمارے قبلہ و

کعبہ نے کسی کی دستار باندھی ہے نہ ہم باندھیں جس کو اللہ تعالیٰ منظور و مقبول فرمائے گا اس کو دستار خود عنایت ہوجانے گی بعد ازاں حافظ اسعد اکبر حافظ محمد یوسف صاحب کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ آپ کی کیا مرضی ہے جواب دیا کہ مجھ کو حضرت نے چار دفعہ حیدر آباد جانے کی تاکید فرمائی لیکن مجھ سے بڑی خطا و نافرمانی ہوئی کہ حضور کے سامنے نہ چلا گیا اب عزم مصمم ہے کہ چار روز کے بعد حیدر آباد کو روانہ ہو جاؤں گا پس میں مجبور ہوں۔ البتہ صاحبزادہ علی حسن صاحب کو دستار باندھی جائے تو مناسب ہے اس پر حاضرین مجمع نے کہا کہ صاحبزادہ صاحب کو اختیار ہے کہ مریدوں میں سے جس کو لائق سمجھیں اس کے سر پر دستار باندھیں نہ یہ کہ مرید کی دستار خود صاحبزادہ باندھ لیں یہ امر خلاف طریقہ قدما ہے۔ جب یہ بات طے ہو چکی تو دستار بندی موقوف رہی اور مجلس برخاست ہوئی۔

راقم کی آوارہ گردی و صحرا نوردی

حال اس آوارہ گرد کا یہ ہے کہ جب میری عمر تیرہ ۱۳ برس کی ہوئی تو اس وقت تک پڑھنے لکھنے کی طرف اصلا توجہ نہ تھی لہو و لعب کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا سیر و شکار کے سوا کسی چیز کی رغبت نہ تھی۔ حضرت والد ماجد نے یہ کیفیت ملاحظہ فرما کر از راہ شفقت پدری بغرض اصلاح حال و تحصیل و تکمیل علوم مروجہ بخدمت جناب مولوی عبدالغنی صاحب مدرس اعلیٰ اور مولوی احمد حسن صاحب نائب مدرس مدرسۃ التعلیم المعلمین راولپنڈی روانہ فرمایا۔ مدرسہ میں داخل ہو کر سال بھر تعلیم پائی بفضلہ تعالیٰ امتحان سالانہ میں کامیاب ہوا۔ اور سند حاصل کر کے ملازمت سرکاری اختیار کی دو سال اس شغل میں گذارے۔ پھر احباب نے سوات بنیر کا عزم کیا معلوم ہوا کہ بخدمت جناب و قبلہ اخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ بارادہ بیعت جاتے ہیں میں بھی رخصت لے کر مسافروں کا ہمدم و ہمقدم ہوا۔ لیکن

مجھ کو کچھ تمیز نہ تھی کہ اس کام کا مال اور اس فعل کا نتیجہ کیا ہونا ہے اور پیری مریدی کیا چیز ہے خبر رفت وخبر رقت کا مضمون تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی شرف بیعت حاصل کیا اور واپس آن کر پھر اسی دھندے میں مصروف ہو گیا جب سات برس نوکری میں گذر چکے اور عمر کا اکیسواں سال ہوا تو ایک روز خیال آیا کہ افسوس تو نے دنیا کا علم تو حاصل کیا مگر علوم دینی سے بے بہرہ رہ گیا۔ اسی خیال میں استعفا داخل کر دیا۔ لیکن حاکم نے منظور نہ کیا، دوبارہ دیا۔ پھر سہ بارہ دیا تو یہ حکم آیا کہ اگر تم استعفا دو گے تو سزا ملے گی۔ طبیعت کا یہ حال اور حاکم کی یہ کیفیت نہایت حیران و پریشان ہوا کہ الٰہی اب کیا کروں یہ نوکری تو وبال جان ہو گئی۔ دو تین دن کے غور و فکر کے بعد یہ بات دل میں ٹھانی کہ خیر جو ہو سو ہو چپ چاپ یہاں سے نکل چلو ہم نے کوئی چوری نہیں کی ہے کہ خواہی نخواہی سرکار گرفتار کرے گی۔ یہ سوچ کر ایک رات جنگل کی راہ لی بعد قطع منازل و طے مراحل حضرت سلطان باہُوؒ صاحب کی خدمت میں پہنچا جو ملتان سے تیس کوس بجانب شمال و غرب واقع ہے۔ اور دل میں خیال گزرا کہ ان بزرگ سے اس معاملہ میں استصواب کروں گا کہ اب کدھر کو جاؤں اور کہاں سے میرا مطلب حاصل ہوگا کیونکہ یہ مزار اس بات میں مشہور تھا کہ جو شخص اپنے حل مطلب کا سوال کرتا ہے اس کو کچھ اشارہ ہو جاتا بارہ دن اسی توقع میں رہا مگر کچھ سراغ حصول مدعا کا نہ لگا میرے دل میں نہایت پریشانی اور تردد پیدا ہوا۔ ایک کامل مجذوب اس خانقاہ میں رہتے تھے ایک روز مجھ کو ملول دیکھ کر بولے کہ گل حسن ادھر آؤ۔ مجھ کو نہایت تعجب ہوا کہ اس شخص نے میرا نام کیونکر جان لیا میں ان کے قریب گیا تو فرمایا کہ تم آزردہ مت ہو کیونکہ بادشاہ سلامت دہلی گئے ہیں اور وہاں کے اہل دفتر نے رخصت لی ہے جب وہ تشریف لاویں گے تو ہم تم کو رخصت کرا دیں گے خاطر جمع رکھو، چلو تم کو باغ کی سیر کرا لائیں یہ کہہ کر باغ میں گئے ایک پھول گلاب کا توڑا اور میرے سر پر رکھ دیا سیر کرتے کرتے عصر کا وقت ہو گیا فرمایا کہ چلو نماز پڑھیں ہم دونوں نے ایک کنوئیں پر وضو کیا اور مسجد میں جا کر

میں جماعت میں شامل ہو گیا وہ ایک طرف بیٹھ کر بڑبڑانے لگے بعد نماز مجذوب تو چلد بیٹے میں خانقاہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔ دوسرے دن مجذوب مجھ کو تلاش کرتے ہوئے آئے اور کہا کہ چلو بادشاہ سلامت آگئے ہیں تم کو رخصت کرا دوں میرا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ کے اندر لے گئے جھک کر سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگے کہ بادشاہ یہ شخص بہت دنوں سے بیٹھا ہے اس کا گلا کاٹ دو پھر بڑبڑانے لگے ذرا دیر میں بولے کہ چلو تمہاری رخصت ہو گئی۔ میں چلا آیا رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان کو جاؤ وہاں تمہارے سب مقاصد حاصل ہوں گے۔ غرض پندرھواں دن تھا کہ میں وہاں سے رخصت ہوا براہ ملتان و پاک پتن و ہنگلہ و فتح آباد و حصار و ہانسی و بہادر گڑھ دہلی میں پہنچا چار دن وہاں رہا مگر جی نہ لگا۔ اور دل بہت گھبرایا۔ پانچویں روز دہلی سے بعزم لاہور روانہ ہوا جب آثار عمارت پانی پت نظر پڑے تو دل نے تسکین پائی اس خاک پاک کی آب و ہوا نے میری افسردہ طبیعت میں گویا جان ڈال دی شہر میں داخل ہوا تو خود بخود در و دیوار سے دل کشی و دل آویزی ٹپکتی تھی ؎

گفت از جاہا کدامے خوشتر است

گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

رات کو قلندر صاحب کی خانقاہ میں ٹھہرا دن نکلا تو شہر کی گلی کوچوں میں پھرتا رہا اور بھوتوں والی مسجد میں قیام پسند کیا ؎

سارباناں بار بکشا ز اشتراں　　شہر تبریز است و کوئے دلبراں

پھر مولوی فتح محمد صاحب سے ملاقات ہوئی ان سے میزان و منشعب کا سبق شروع کیا۔ چند روز کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سفید ریش نورانی چہرہ فرماتے ہیں کہ تم قلندر صاحب کی درگاہ میں جایا کرو میں خاموش ہو رہا آنکھ کھلی تو سوچا کہ یہ بھی ایک وہم و خیال ہے۔ دو تین دن کے بعد پھر وہی بزرگ خواب میں آئے اور فرمایا کہ تو گیا نہیں آج سے

ضرور بجا یا کرو ورنہ تیرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ آنکھ کھلی تو گمان گذرا یہ وسوسہ ہے میں طالب علمی کرنے اور پڑھنے کے واسطے آیا ہوں۔ نہ قلندر صاحب کی زیارت کے لیے بہت سی لاحول پڑھی اور خواب کو دل سے محو کیا۔ دو تین دن کے بعد پھر وہی خواب دیکھا وہ بزرگ غصہ کی راہ سے فرماتے ہیں کہ تو ہمارا کہنا نہیں مانتا کیا تیری کم بختی آئی ہے میں نے جواب دیا کہ صاحب میں پڑھنے کے واسطے آیا ہوں مجھ کو قلندر صاحب سے کیا غرض۔ کہا کہ جو ہم کہتے ہیں وہ کر ورنہ تیری گردن توڑ دیں گے میں نے کہا خیر بہت اچھا جایا کروں گا مگر اس شرط پر کہ قلندر صاحب قادری ہوں فرمایا کہ تم کو قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی سے کیا مطلب جو ہم کہتے ہیں سو کرو اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ دل پر خوف طاری ہوا کہ الٰہی یہ کون شخص میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ قہر درویش برجان درویش عصر کے وقت قلندر صاحب کے مزار پر گیا اور فاتحہ پڑھ کر حوض کے گوشہ شرقی و شمالی پر جو چبوترہ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ اس پر آ بیٹھا اور حوض کی سیر دیکھتا رہا تھوڑی دیر کے بعد جناب قبلہ وکعبہ مرشدنا و مولانا سید محمد غوث علی شاہ صاحب مبارز خان صاحب کی مسجد سے تشریف لائے اور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ میں نے جواب دیا سلام عرض کیا۔ پھر استفسار فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور یہاں کیوں آئے ہوں چونکہ طبیعت بالکل وحشت بنی ہیں میں نے جواب دیا کہ آپ کیوں پوچھتے ہیں آپ کو اس سے کیا فرمایا کہ تمہاری صورت مسافرانہ معلوم ہوتی ہے۔ اور ہم بھی نو وارد ہیں چھ مہینے سے یہاں مقیم ہیں۔ قاعدہ ہے کہ مسافر کو دیکھ کر مسافر خوش ہوتا ہے:۔ اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ۔

ہمارا جی چاہتا ہے کہ تمہارا حال سنیں اپنا کہیں تاکہ غم غلط ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں بھی مسافر ہوں اس شہر میں اور بہت سے مسافر ہوں گے کسی کو بلا لیجیئے اور غم غلط کیجیئے میں باتیں کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ آپ ہنس کر بولے کہ اب تو ہماری تمہاری مورچہ بندی ہو گئی۔ جب تک فیصلہ نہ ہولے گا ہم تم کو چھوڑیں گے نہیں چلو حجرہ میں بیٹھیں اور خوب لڑیں یہ فرما کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور حجرۂ شریف کی طرف لے چلے وہاں بیٹھ کر گفتگو ہونے لگی آخر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

رات تھوڑی خسرتیں دل میں بہت صلح کیجیئے بس لڑائی ہو چکی

میں اپنے دل میں بہت نادم ہوا کہ یہ مرد بزرگ تو مہربانی سے پیش آتے ہیں اور تو وحشت اور سخت کلامی کرتا ہے اس میں تیرا کیا ہرج و نقصان ہے، اپنا حال سُنا دے، یہ خیال کر کے میں نے اپنے تمام سرگذشت بیان کر دی۔ فرمایا کہ ہم سے ہر روز ایک دفعہ مل جایا کرو تو کچھ تمہارا ہرج نہ ہوگا۔ اور تمہارے دل پر گرمی ہے یہ درود شریف پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَابِقًا نُوْرُہٗ وَّاٰخِرًا ظُھُوْرُہٗ وَرَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وُجُوْدُہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ـــــ میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا پھر میں نے اپنی گستاخی کا قصور معاف کرایا اور رخصت ہوا۔ اس روز سے یہ معمول ہو گیا کہ ہر روز دو بار حاضر خدمت ہوتا۔ روز بروز محبت زیادہ ہونے لگی اور کمال مہربانی سے قبل از بیعت ہی تعلیم فرمانا شروع کر دیا۔ اور حضور کی فیضان صحبت سے پیری و مریدی کا نتیجہ اور بیعت و ارادت کی حقیقت منکشف ہوئی۔ کمترین نے بیعت کی درخواست کی اور بہت اصرار کیا فرمایا کہ ابھی وقت نہیں آیا چند روز صبر کرو اور حزب البحر کی زکوٰۃ دو۔ بموجب ارشاد کے زکوٰۃ دی فرمایا کہ اس کو ہمیشہ پڑھا کرو، پھر میں نے درخواست کی کہ حضرت کوئی ورد تعلیم فرمائیے۔ ارشاد کیا کہ میاں تم نواح گاڑ گاؤں میں رہا کرو، میں نے

اصرار کیا فرمایا کہ اچھا آج رات کو قلندر صاحب کے مزار کے دروازہ پر بارہ بجے کے بعد پڑھنا کیوں کہ دس گیارہ بجے تک تو ہمارے پاس آدمی ہوتے ہیں اس وقت تمہاری خبر نہ ہو سکے گی وہ ورد یہ ہے: حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہُ مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہِ نُوْرٌ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حسب الارشاد رات کے بارہ بجے در مزار پر بیٹھ کر میں نے یہ ورد شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بیہوشی طاری ہوئی اسی حالت میں ایک مار سیاہ نہایت دراز جس کے سر پر سیاہ بال بالشت بھر لمبے اور آنکھیں شمع کی طرح روشن میرے گرد تین چکر دے اور ران پر سر رکھ کر سو گیا لیکن مجھ کو اصلاً خبر نہ ہوئی جب اس کے سر کی گرمی ران کو پہنچی تو میں بیدار ہوا۔ چراغ روشن تھا اس اژدہا کی صورت دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے تسبیح ہاتھ سے گر پڑی۔ سکتہ کا سا عالم ہو گیا۔ اب کروں تو کیا کروں۔ تھوڑی دیر کے بعد خیال آیا کہ یہ تو بہرطور اُٹھے گا اور جو ہونا ہے وہ ہو کے رہے گا تو ہی اس کو بیدار کر میں نے ران کو جنبش دی وہ گھبرا کر اٹھا اور پھن اٹھا کر میرے سر کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ اور بالشت بھر کی زبان نکالنے لگا یہ کیفیت دیکھ کر حواس جاتے رہے آنکھیں بند ہو گئیں گردن جھک گئی، تھوڑی دیر بعد میں نے کن انکھیوں سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بدستور کھڑا ہے اور بار بار زبان نکالتا ہے پھر میں نے دل کو مضبوط کیا اور سیدھا ہو کر اس سے کہا کہ میں از خود یہاں نہیں بیٹھا مجھ کو تو کسی نے بٹھایا ہے اگر تجھ کو کاٹنا منظور ہے تو کاٹ کھا ورنہ چلا جا ناحق ستانے سے کیا فائدہ اتنا کہتے ہی وہ سانپ اپنے چکر کھول کر قلندر صاحب کے روضہ میں چلا گیا۔ حاجی فرید الدین مرحوم میرے قریب سوتے تھے آواز سن کر جاگ اُٹھے پوچھا کیا ہے۔ میں نے ماجرا بیان کیا وہ لکڑی لے کر اٹھے اور سانپ کو ڈھونڈا لیکن پتہ نہ ملا۔

میں پھر تسبیح سنبھال کر بیٹھا اور ورد شروع کیا۔ جب صبح کا وقت قریب

آیا اور تسبیح رکھ کر دوپٹہ باندھنے لگا۔ پھر جو تسبیح اٹھاتا ہوں تو ایک سانپ میرے ہاتھ کو لپٹ گیا۔ میں نے حاجی صاحب سے پکارا کہ دوڑو مجھ کو سانپ نے کھا لیا۔ حاجی مرحوم لاٹھی لے کر دوڑے اور میں نے بمشکل تمام سانپ کے بل پہنچے اور بازو سے کھولے۔ اور ہاتھ جھٹک دیا۔ سانپ گرا حاجی صاحب نے لکڑی ماری وہ تڑپنے لگا جب غور سے دیکھا تو وہی تسبیح ہے اور اس ضرب سے کئی دانے بھی ٹوٹ گئے ہیں۔ حاجی صاحب بھی حیرت میں رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ یہ کیا بھید ہے میں نے کہا صاحب میں خود حیران ہوں پھر مسجد میں آیا نماز پڑھی کچھ دیر بعد حاضر خدمت مبارک ہوا تو دیکھا کہ جناب وقبلہ حجرہ کا دروازہ کھولے کواڑوں کو پکڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ مجھ کو دیکھتے ہی شعر ارشاد کیا ؎

باجن لگی بانسری اور نکسن لاگے راگ   بانبی پانی بھر گیو اور سر پہ لاگی آگ

پھر فرمایا ارے میاں رات یہ کیا شور و غل تھا میں نے تمام کیفیت عرض کی فرمایا کہ ہاں تم نے بانسری بجائی تو سانپ بھی نکلا میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہی بانسری اور یہی سانپ ہیں تو ایک نہ ایک دن میری روح تحلیل ہو جائیگی آپ ہنسنے لگے پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے فرمایا کہ یہ قلندر صاحب کے بہروپ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضور مجھے تو یہ بہروپ نہ زندہ قلندر صاحب کے معلوم ہوتے ہیں یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔

ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی عمل خضر علیہ السلام کی ملاقات کا بھی ہے فرمایا کہ ہاں بہت عمل ہیں لیکن ہم کو تو کوئی یاد نہیں۔ چند روز کے بعد مجھ کو ایک کتاب ضخیم عنایت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اس کی سیر کرو اور دیکھو اس میں کیا لکھا ہے میں نے مکان پر جا کر اس کا مطالعہ کیا تو ایک مقام پر یہ عمل نظر پڑا! اول دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ تین تین بار آیۃ الکرسی تین بار الم نشرح گیارہ دفعہ سورۂ اخلاص اور بعد سلام اس عزیمت کو

سات بار پڑھ کر سینہ پر دم کرے اور بصورت محمد قبلہ رخ شمال کو سر کرکے زمین پر سو رہے تو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوگا سہ روز یہ عمل کرے یعنی شب چہارشنبہ، پنجشنبہ، جمعہ۔ وہ عزیمت یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَبٌّ قَبٌّ طَبَابِحَقِّ طَاءٍ طِبٌّ شَافِعٌ وَّشَفِیْعٌ وَمُجْتَمِعٌ وَحِرْزٌ وَّ حَرِیْزٌ وَدِیْنٌ وَّجَنَّۃٌ بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

میں نے اس ترکیب کے بموجب عمل کیا تو پہلی شب میں مشرف بزیارت حضرت خضر علیہ السلام ہوا اور جو کچھ دیکھا گیا بیان میں نہیں آسکتا۔ البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت قلب مثل آئینہ ہوگیا تھا۔ صبح کو یہ کیفیت جناب قبلہ وکعبہ سے عرض کی تو فرمایا میاں دوڑو اس کتاب کو لاؤ۔ میں جھٹ پٹ گیا اور لایا فرمایا کہ عمل ہم کو بھی نقل کرا دو میں نے اپنی قلم سے دیوان نیاز پر نقل کر دیا۔ تب ارشاد کیا کہ تم اجازت دو ہم بھی اس عمل کو کریں گے۔ کیونکہ تم اس کے عامل ہوگئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کی اور آپ ہی کا عمل ہے ۔

دیدار می‌نمائی و پرہیز می‌کنی ۔۔۔ بازار خویش و آتش ما تیز می‌کنی

اس کے بعد میں نے بیعت کے لیے باصرار التماس کیا تو فرمایا کہ قصیدہ بردہ حفظ کر لو۔ جب حفظ کر لیا تو اس کی ترکیب ارشاد کی بموجب ارشاد کے رات کو پڑھ کر سو رہا خواب میں دیکھا کہ جناب رسول الثقلین قلندر صاحب کی مسجد میں نماز عصر پڑھاتے ہیں۔ میں بھی وضو کر کے جماعت میں شریک ہوگیا۔ بعد سلام قدمبوس ہوا۔ حضرت نے قرآن شریف کا آخری پارہ عنایت فرمایا۔ بیدار ہوا تو یہ کیفیت جناب قبلہ سے عرض کی، فرمایا کہ آج پھر پڑھو، پھر پڑھا رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مذکور میں نماز فجر پڑھاتے ہیں۔ میں بھی وضو کر کے شامل ہوا اور بعد سلام آپ نے تمام قرآن مجید من اولی الی آخرہ عنایت فرمایا بعد بیداری یہ خواب بھی حضرت قبلہ سے عرض کیا حکم ہوا کہ آج پھر پڑھو۔ جب پڑھ کر سویا تو دیکھتا ہوں کہ جناب رسول کے فراق میں دریا و صحرا اور کوہ وبیابان

طے کرتا ہوا ایک ریگستان میں پہنچا اور بیہوش ہو کر گر پڑا ہوں اور سطح ریگ پر پڑا تڑپتا ہوں کہ ناگاہ محبوب کبریا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کثیر کے ساتھ تشریف لائے اور میرے سر کو اٹھا کر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا اور ردائے شریف سے گرد و غبار میرے چہرہ کا صاف کیا میں ہوش میں آیا تو حضرت کے روئے منور پر نظر پڑی، میں نے رو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری فریاد رسی فرمائیے اس کے جواب میں رسول اکرم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا گھبرا مت اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے گا اور تیرے سارے مقاصد حاصل ہو جائیں گے خاطر جمع رکھ بیقراری مت کر ابھی وقت نہیں آیا تھوڑے عرصہ میں منزل مقصود کو پہنچ جائے گا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو اس وقت ایک عجیب کیفیت طاری تھی کہ عبارت میں نہیں آ سکتی۔ صبح کو یہ تمام حال جناب و قبلہ کی خدمت میں عرض کیا فرمایا کہ تم کو مبارک ہو مبارک ہو میاں یہ حال تو ہم پر بھی نہیں گزرا تھا۔ جو تم پر گزرا لو تم کو حج بھی نصیب ہو گا۔ اور مدینہ منورہ کی راہ میں تم انہیں آنکھوں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو گے اور یہ واردات خواب کی بیداری میں تم پر گذرے گی لیکن تم پہچانو گے نہیں۔

ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت توجہ کیا چیز ہے اور اس میں کیا کیفیت گزرتی ہے اور اس کا حاصل کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ میاں کتابوں میں تو یوں لکھا ہے مرشد طالب کو سامنے بٹھا کر اللہ کی ضرب اس کے قلب پر لگاتا ہے۔ اس وقت ایک نور مرشد کے قلب سے نکل کر مرید کے سینہ میں جاتا ہے، اور توجہ کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں سے ایک توجہ اتحادی ہے کہ پیر مرید کو اپنے جیسا بنا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ دونوں کی شکل صورت ایک ہو جاتی ہے کچھ تفاوت باقی نہیں رہتا ہے۔

اندریں یم ماہیان پر فن اند　　　مار را از سحر ماہی مے کنند

اس توجہ کا اثر قیامت تک رہتا کسی حال میں زائل نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا

کہ حضرت میں کتابی بات کا سوال نہیں کرتا بلکہ میری غرض حصول کیفیت ہے نہ بیان اس کا۔ فرمایا کہ ہاں یہ اور بات ہے۔ آتنے میں کچھ اور گفتگو شروع ہو گئی وہ بات آئی گئی ہوئی۔ اس رات کو میں سویا تو دیکھتا ہوں کہ ایک چار دیواری کے اندر کسی بزرگ کی قبر ہے جانب غرب تو جناب وقبلہ بیٹھے ہیں اور بجانب شرق ایک مجذوب ہیں۔ میانہ قد فربہ اندام سانولی رنگت، کشادہ پیشانی، گھنگھرالے بال ریش گنجان، کچھ سفید کچھ سیاہ اور دونوں حضرات مشغول مراقبہ ہیں۔ میں نے جا کر سلام کیا۔ جناب وقبلہ نے ارشاد کیا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤ، میں مجذوب صاحب کی طرف گیا انہوں نے فرمایا کہ نہیں مولانا صاحب پہلے آپ حضرت فرماتے ہیں کہ نہیں قبلہ پہلے آپ آؤ، مجذوب صاحب نے فرمایا کہ اچھا بیٹھو۔ اور میرے قلب پر ہُو کی ضرب لگائی اس دم آنکھوں میں ایک بجلی سے کوند گئی اور میں بے خود ہو گیا تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا جناب میری تسلی نہیں ہوئی فرمایا کہ اب مولانا صاحب کی خدمت میں جاؤ میں اُدھر آیا تو جناب وقبلہ نے ایک نگاہ کی میں فوراً بیہوش ہو کر تڑپنے لگا ہوش آیا تو وہی سوال کیا کہ حضرت میری تسلی نہیں ہوئی فرمایا کہ بس اب مر جائے گا۔ عرض کیا کہ گو مر جاؤں میری مراد یہی ہے۔ آپ نے دوبارہ القا فرمایا۔ میں بے ہوش ہو گیا۔ بڑی دیر بعد ہوش و حواس درست ہوئے تو درخواست کی حضرت میری تشفی نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ اب تیرا قلب پھٹ جائے گا بس کر اس کے بعد آنکھ کھلی، تمام جسم عرق عرق ہے۔ اور ہر بُن مُو سے اسم ذات جاری ہے قلب کی یہ حالت کہ سینہ سے باہر نکلا پڑتا ہے جسم کو دیکھتا ہوں تو گویا آئینہ جلبی ہے جدھر دیکھتا ہوں شرق سے غرب تک کوئی چیز حاجب نظر نہیں۔ تمام روئے زمین من وعن پیش نگاہ ہے۔ یہ کیفیت مشاہدہ کر کے دل میں خیال آیا کہ عالم بیداری میں ہے یا خواب میں بار بار ہی آنکھیں ملتا اور یہ شعر جامی پڑھتا تھا ؎

یہ بیداری ست یارب یا بخواب است
کہ جان من بجاناں کامیاب است

دو ڈیڑھ گھنٹہ تک یہی حالت رہی اس کے بعد وہ بات جاتی رہی اس کے بعد تو دل میں نہایت بیقراری و بیتابی پیدا ہوئی، فجر کے وقت حاضر خدمت مبارک ہوا دیکھتے ہی آپ ہنسے اور فرمایا کہ تم کوئی ہماری بات لائے ہو گے چونکہ ہم سے محبت زیادہ رکھتے ہیں خواب میں بھی ہم کو دیکھتے ہو گے میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو تو اس سے کچھ مطلب نہیں کہ آپ تھے یا کون تھا۔ لیکن ایک روز آپ نے یہ فرمایا تھا کہ کاملین کی توجہ کا اثر قیامت تک رہتا ہے۔ کسی صورت سے نہیں جاتا سو مجھ کو تو دونوں صاحب کامل معلوم ہوتے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جو بات حاصل ہوئی تھی دو گھنٹہ میں سب زائل ہو گئی۔ فرمایا کہ تم سمجھے نہیں کہ یہ روح کی توجہ روح پر تھی اور اس کی اثر کا دو ساعت تک جسم میں قائم رہنا بہت بڑی بات ہے۔ یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے اگر ایسی توجہ جسم سے جسم پر ہوتی تو تمہارا جسم جل کر خاکستر بن جاتا، میں نے عرض کیا کہ حضور اب تو دونوں طرف جسم موجود ہے آپ مسکرا کر خاموش ہو رہے پھر میں نے پوچھا کہ حضرت وہ مجذوب کون تھے فرمایا کہ جو شکل و شباہت تم بیان کرتے ہو اس سے قلندر صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ الحاصل اس چھ برس کے عرصہ میں جو واردات اور جو واقعات مجھ پر گذرے اگر مفصل تحریر کر دوں تو ایک دفتر عظیم اور کتاب ضخیم جداگانہ درکار ہے ؎

گر آں جملہ را سعدی انشا کند — مگر دفتر دیگر املا کند

اب یہاں سے مختصر حال کچھ بیان کرتا ہوں تاکہ کتاب کو طوالت نہ ہو جائے اور ہمارے احباب کو تکلیف نہ ہو۔

اس چھ سال کے عرصہ میں طالب علمی کی کیفیت یہ تھی کہ منطق میں ملا حسن فقہ میں کنز و شرح وقایہ، ہدایہ، تفسیر جلالین اور پانچ پارہ بیضاوی۔ اصول شاشی

نورالانوار، مشکوٰۃ شریف اور کچھ حصہ بخاری شریف کا یہ سب کچھ کتابیں پڑھیں اور طاق نسیان میں رکھ دیں۔ اس کے بعد میں نے پھر درخواست بیعت کی حکم ہوا کہ جاؤ پہلے مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب رامپوری سے ملو وہاں پہنچا۔ ان کی عظمت و جلال سے لوگ تھراتے تھے۔ بڑی لڑائی جھگڑائی کے بعد ملاقات ہوئی یہ قصہ بہت طویل ہے۔ آخر ان بزرگوار نے اپنا عذر تقصیر کیا۔ بیس دن تک ان کی خدمت میں رہا پھر واپس آیا اور ماجرا گذشتہ خدمت عالی میں عرض کیا۔

چند روز کے بعد حج بیت اللہ کا ارادہ ہوا۔ ایک دن کمر باندھ کر خدمت میں جا کھڑا ہوا۔ پوچھا کہ خیر ہے میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا فرمایا کہ مہینے بھر تک اور توقف کرو۔ اس روز تو زبردستی ٹھہرا اگلے دن پھر وہی اُمنگ آئی اور کمر باندھ کر پھر طلب اجازت ہوا۔ آپ نے خیال فرمایا کہ یہ ٹھہرے گا نہیں اُسی وقت یہ شعر زبان مبارک سے ارشاد کیا ؎

تو عزم سفر کردی در فتنی زبرما — یعنی کمر خویش شکستی کمر ما

جاؤ رخصت اللہ حافظ مگر یہ بات یاد رکھنا ؎

گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اوّل طالب مردے شوی

یہاں سے روانہ ہو کر بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوا جب بعد اتمام حج مدینہ منورہ کا قافلہ چلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ مدینۃ الرسول کی زیارت کو سوار ہو کر جانا بے ادبی ہے پیادہ پا جانا چاہیئے۔ چنانچہ پیدل روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں ایک دنبل پاؤں میں نکلا تمام ٹانگ سوج گئی، چلنا دوبھر ہو گیا درد کی شدت نے بیتاب کر دیا۔ ناچار ایک لق و دق ریگستان میں بے ہوش کر گر پڑا ؎

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من — پیادہ میروم و ہمرہاں سوار انند

کچھ ہوش آیا تو خیال گزرا کہ بس اب تیری مدت حیات پوری ہو چکی۔ اس

بیابان بے آب ودانہ میں زندگی معلوم افسوس کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔ اس حسرت واندوہ میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے میں اسی حالت میں تھا کہ یکایک گوشہ بیابان سے ایک غبار بلند ہوا، ذرا دیر میں دامن گرد کو چاک کر کے ایک جماعت سواران ترک کی نمودار ہوئی وردی پہنے ہتھیار لگائے عربی گھوڑے زیر ران میں اُن کی زرق وبرق کو دیکھ کر حیرت میں تھا کہ وہ جماعت میری طرف متوجہ ہوئی۔ سردار خیل نے میرے پاس آکر فرمایا کہ: یاشیخ قم قافلہ راح میں نے جواب دیا۔ سیدی انا مریض فی مرض شدید وداء کثیر یہ بات سن کر وہ گھوڑے سے اتر پڑے اور میرے سر کو زانو پر رکھا ایک رومال سے چہرہ کی گرد وغبار کو صاف کیا اور فرمایا کہ فَاَیْنَ مَرَضُکَ۔ میں نے ذیل کی طرف اشارہ کیا کہ شف ہذا انہوں نے میری تمام ٹانگ پر ہاتھ پھیرا معًا درد موقوف ہو گیا اس کے بعد بہت تسلی وتشفی کے الفاظ فرمائے اور ایک ناقہ سوار کو حکم دیا کہ تم اس کو قافلہ میں پہنچا دو اور فلاں شخص کو تاکید کر دو کہ باآرام تمام مدینہ تک لے جاوے وہ ناقہ سوار صبا رفتار مجھ کو لے کر چلا۔ راہ میں بار بار کہتا کہ یا شیخ میرے لیے دعا کر۔ آخر کار قافلہ میں جا ملا اور ایک اونٹ پر سوار کرا کے معلوم نہیں کدھر گیا۔ اہل قافلہ نے نہایت خاطر ومدارات کی میں سمجھا کہ یہ سامان واسباب اسی ترکی سردار کا ہے۔ جس کے حکم سے میری خاطر داری ہوتی ہے میرے خیال کو اس بات سے اور بھی تقویت ہوئی کہ جب قافلہ منزل پر مقیم ہوا تو ایک عمدہ خیمہ نصب کیا گیا اور سب سامان اپنے موقع پر لگا دیا گیا۔ میں اس خیمہ کے زیر سایہ منتظر رہا کہ شاید وہ سردار اب آوے گا مگر کوئی نہ آیا اور وہ خیمہ یوں ہی خالی پڑا رہا، اس وقت مہتمم کاروبار سے میں نے کیفیت حال استفسار کی اس نے کچھ نہ بتلایا ہر چند اصرار کیا کہا تم کو اس سے کیا مطلب تیسرے روز قافلہ قریب مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ اس نے شہر سے باہر

مجھ کو اتار دیا اور پھر اس کا پتہ نہ لگا کہاں گیا۔ جب مدینہ منورہ طیبہ میں پہنچ گیا تو مجھ کو وہ خواب یاد آیا جو حضرت قبلہ کے روبرو بیان کیا تھا۔ کف افسوس مل کر رہ گیا کہ اب کیا ہوتا ہے۔ چالیس دن تک وہاں رہ کر واپس چلا آیا۔ اور بمبئی پہنچ کر قیام کیا۔ دوسرے سال پھر حج کیا اور بیت اللہ شریف میں جناب مولانا ابراہیم رشید صاحب محدث مصری سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے خاندان شاذلیہ میں بیعت کر کے تمام مراتب و وظائف اس خاندان کی تعلیم فرمائی اور تعلیم کی اجازت دے کر رخصت فرمایا وہاں سے مدینہ طیبہ کی زیارت کو گیا اور پھر بمبئی میں واپس آیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر جزیرہ سراندیپ یعنی لنکا کی خوب سیر کی اور پھر بمبئی میں آ گیا۔ اس سیر و سفر کے بعد چوتھے سال پانی پت میں پہنچا۔ اور جناب و قبلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور مولوی فتح محمد صاحب کی معرفت درخواست بیعت کی۔ چنانچہ وہ درخواست منظور ہوئی۔ اور شب جمعہ کو قادریہ جدیہ کی تعلیم فرمائی۔ دو برس تک حاضر آستانہ عالیہ رہا۔ تیسرے سال سفر کابل کا اتفاق ہوا۔ اور دو برس تک اس ملک کی سیر کی اور پانی پت میں پہنچ کر دولت دیدار مبارک سے مشرف ہوا، اس کے بعد جناب و قبلہ نے خاندان نقشبندیہ میں بیعت فرما کر مراتب و معمولات اس خاندان کی تعلیم فرمائی۔

ایک روز راقم حاضر خدمت تھا کہ میر نصیر الدین صاحب دہلوی رحمہ منشی نجم الدین صاحب کے دوست ولی کا خط۔ حضور اقدس اس مضمون کا آیا کہ منشی نجم الدین کے فرزند کا انتقال ہوا۔ آپ نے خط کو پڑھ کر تین چار فرمایا کہ منشی جی کے فرزند کا انتقال ہوا ہم کو بڑا رنج اور افسوس ہے دوسرے روز پھر بھی ذکر فرمایا۔ تیسرے دن بھی ارشاد ہوا۔ میں خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہاری ملاقات نہیں وہ تو اکثر آیا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میری ملاقات تو درکنار روشناسی بھی نہیں آپ

خاموش ہو رہے ۔ اگرچہ ڈپٹی نجم الدین صاحب سولہ[16] برس سے جناب و
قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ۔ مگر وہ آزاد میں بے طمع پھر انس ہو
تو کیونکہ ہو ایک دوسرے کے نام سے واقفیت نہ تھی تین مہینے کے بعد
منشی صاحب حاضر خدمت ہوئے اس وقت میں خط لکھ رہا تھا۔ آپ نے
فرمایا کہ میاں نجم الدین آ گئے ہیں ۔ جا کر ملو میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا خط
لکھ کر جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں خط رکھ دو پہلے جا کر ملو غرض تین بار
ارشاد ہوا کہ ابھی جا کر ملو ناچار بتعمیل حکم ان کے جائے قیام پر گیا یہ پہلے
ہی سے میرے منتظر تھے۔ اس وقت ملاقات ہوئی اور طرفین کے دلوں
میں خود بخود ایک ایسا انس پیدا ہو گیا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا اور
اور ہنوز وہی لطف و اتحاد ہے ۔ محبت اخوان الصفا چہ دررو ئے وچہ
در قفا ۔ جناب و قبلہ ان کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ نجم الدین سفید
قلندر ہے ۔ ایک روز کسی شخص نے شکایت کی کہ نجم الدین حضور کی خدمت
میں کبھی عرضی نہیں بھیجتے ۔

آپ نے فرمایا کہ اے میاں وہ سفید قلندر ہے ۔ کبھی کبھی اس کا یہاں
آجانا ہی غنیمت سمجھو اگر نہ آوے تو ہم اس کا کیا کر لیں گے ۔ غرض ان کے
حال پر حضرت ہمیشہ نہایت مہربان رہے ۔ منشی نجم الدین صاحب کے سبب
سے پھر میر نصیر الدین صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ پھر مولوی عبدالحکیم صاحب
میرٹھی سے محبت ہو گئی ۔ ان کی شان میں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مولوی عبدالحکیم
بڑے ظریف و صاحب ذوق و شوق ہیں پھر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دوست
ہمرنگ منشی نجم الدین صاحب سے الفت ہوئی جناب و قبلہ ان کے حق میں
فرمایا کرتے تھے ۔ اسمٰعیل فرشتہ ہے ہر وقت سکوت کے عالم میں رہتا ہے
پھر قاضی فتح محمد صاحب دوست قلبی منشی نجم الدین صاحب سے اتحاد ہوا جناب
قبلہ نے قاضی صاحب کو بہت تعویذ و عملیات ذکر و شغل عطا فرماتے تھے ۔ غرض

کہ حضور اقدس کی شفقت و عنایت و محبت ان صاحبوں کے حال پر بدرجہ غایت تھی اسی واسطے مجھ کو بھی ان صاحبوں سے انس ہو گیا۔ اسی عرصہ میں راجگڑھ علاقہ بندیل کھنڈ کے نواب نے اپنے دو معتمد خاص خدمت عالی میں بھیجے اور درخواست کی کہ یا تو حضور قدم رنجہ فرمائیں یا مجھ کو اجازت حاضری دیں۔ کئی مہینے تک اہل کاران نواب اسی تمنا میں حاضر آستانہ رہے اور متواتر عرائض نواب صاحب کی طرف سے آئے۔ لیکن آپ نے انکار فرمایا آخر اہل کاران نواب نے یہ استدعا کی کہ اپنے کسی خادم ہی کو روانہ فرمائیے بعد بہت اصرار کے یہ بات منظور کی گئی اور راقم کو حکم ہوا کہ معتمدین نواب کے ہمراہ راجگڑھ جاؤ ہم جلدی واپس بلا لیں گے۔ عرض کیا کہ بہ تعمیل حکم مستعد سفر ہوں۔ لیکن میں تو کچھ جانتا نہیں ہوں۔ وہاں جا کر کیا کروں۔ اس وقت ایک بات ارشاد کی اور فرمایا کہ خدا پر بھروسہ رکھو۔ کسی بات کا اندیشہ نہ کرو سے

تو چوں ساقی شوی در د تنگ ظرفی نمی ماند
بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحل ہا

یہ کہہ کر رخصت کیا۔ راجگڑھ میں پہنچا نواب صاحب سے ملاقات ہوئی ان کو ایک ہولناک مرض لاحق تھا کہ جس سے کسی طرح نجات نہ تھی۔ طبیبوں سے عالموں سے، فقراء سے سب سے چارہ جوئی کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اہل طمع بہت آئے اور کھا پی کر چل دیئے۔ نواب سب سے بد عقیدہ اور مایوس ہو گیا۔ لیکن اپنے پیر کا نہایت معتقد اور ان کو بہت یاد کرتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے بارہا یہ کمال دکھلایا کہ بزرگانِ دین کی زیارت عالم بیداری میں کرا دیتے تھے۔ اور اس پیر کے اس کمال کا شہرہ تمام راجگڑھ میں تھا۔ اور اسی کمال کو دیکھ کر یہ نواب ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ مجھ سے بھی نواب صاحب نے اپنے پیر کی صفت و ثناء بیان کی۔ میں وہی بات جو جناب و قبلہ نے ارشاد کی تھی

عمل میں لایا اور نواب صاحب کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور حسن کی زیارت کو
نواب نے کہا وہی شکل وصورت اس کی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ یہ بات دیکھ
کر وہ نہایت گرویدہ اور دنگ ہو گئے۔ لیکن میں نے سر دربار یہ بات کہہ دی کہ
تم اس کو کمال سمجھتے ہو ہمارے نزدیک تو یہ ایک شعبدہ اور بھان متی کا سوانگ ہے
بھلا بزرگوں کو کیا مطلب اور کیا غرض ہے کہ اس طرح جا بجا دوڑتے پھریں
یہ تسخیر جنات کا عمل ہے جس بزرگ کی صورت چاہو نظر آسکتی ہے اس صاف
اور بے لاگ تقریر کو سن کر نواب بہت ہی متحیر ہوا اور بہت اصرار اور التجا سے
مجھ کو ٹھہرانا چاہا مگر یہاں تو صرف تعمیل حکم جناب وقبلہ کی تھی کسی شاہ و نواب سے
کیا مطلب تھا میں نے ٹھہرنے سے انکار کیا اور چند روز میں کرامت نامہ حضرت
بطلب خادم صادر ہوا وہاں سے چل کر حاضر خدمت ہو گیا اور استدعائے ثواب
نسبت ازالہ مرض گزارش کی کچھ دنوں تک آپ خاموش ہو رہتے تھے آخر ایک
روز التماس قبول ہوئی اور اسی کے مطابق چند روز میں خط آیا کہ نواب صاحب
کو صحت کلی ہو گئی جس دن سے کہ میں راجگڑھ سے واپس آیا جناب وقبلہ نے
شام کا کھانا اپنے دستر خوان خاص پر مقرر فرمایا تا ہنگام وصال ہمیشہ اپنے
ساتھ کھلاتے رہے روز اول سے جس ناز و نیاز کے ساتھ دولت دیدار
حضرت کے حاصل ہوئے تھے آخر تک وہی طریقہ جاری رہا۔ غالباً مہینے
میں ایک بار وہی صورت پیش آئی تھی، میں خفا ہو کر چلا جاتا تو آپ نہایت
شفقت و محبت سے کسی خادم کو بھیج کر بلواتے اور فرماتے کہ میاں ہم بھی مسافر
ہیں تم بھی مسافر ہو بس مسافروں کو لڑنا نہیں چاہیئے، صلح وسلوک سے رہنا
مناسب ہے۔ غرض کہ مجھ کو بغیر اس بامزہ جنگ اور پر لطف صلح کے
چین نہیں پڑتا تھا۔ اب بجز آہ وزاری اور لطف یادگاری کے کچھ باقی
نہ رہا۔ اب کس سے لڑیں اور کس سے صلح کریں کس کی شفقت
ہمارے ناز بے جا اٹھا دے کون ہم سے لڑے اور

کون منا وسے سے

صلح بھی دیکھی لڑائی دیکھ لی
اے حسن ساری خدائی دیکھ لی
وصل بھی دیکھا جدائی دیکھ لی
حق نے جو صورت دکھائی دیکھ لی

تمت بالخیر



خاتمۃ الطبع از مؤلّف

اے قلم پھر سنبھل دو چار قدم اور بھی چل کچھ اپنی سرگزشت کہہ کچھ ہمارا حال سن وہ صحرائے لق و دق جو تیرا مولد و مسکن تھا اور وہ بہار و خزاں اور باد و باراں جو تیری پرورش میں مصروف تھی اب کہاں ہیں، اس کتاب کی جذبِ محبت نے تجھ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہموطنوں سے بچھڑا، نیستاں سے اجڑا، بازار میں بکا، قلمدان میں بند ہوا، اور بالآخر اس مونس غمگسار تک پہنچا جس کیلئے تو پیدا ہوا تھا۔ لیکن افسوس کہ تیری خوش قسمتی کے دن بہت کم تھے۔ وہ کتاب جس کی تحریر میں تو نے سال بھر تک جبہ فرسائی کی ہے آج اس کا اخیر صفحہ بھی چھپ چکا اب وہ تجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوتی ہے عمر بھر اس کی ملاقات کو ترستا رہے گا اور ایام وصال کی یاد میں ہماری طرح رویا کرے گا۔

اے قلم آج ہمارا مشغلہ اور تیری سعی ختم ہوئی آہ رخصت ہو اور الوداعی معانقہ کر۔ یہ چند روزہ لطف ملاقات حسن اتفاق سے تھا پھر ہم کہاں تو کہاں اور یہ کتاب کہاں۔ البتہ وہ نقش و نگار جو صفحہ کتاب پر تجھ سے یادگار ہیں۔ تیری جانفشانی کو ہمیشہ یاد دلا دیں گے۔ اے قلم نہ تجھ کو طاقت رفتار تھی نہ ہم کو تاب گفتار یہ مضمون و معنی کے نقش و نگار نہ تو نے ایجاد کئے نہ ہم نے بنائے بلکہ چشم بصیرت سے دیکھ کہ یہ سب قلم قدرت کی صناعی اور نقاش ازل کا کمال ہے نہ ہم کو اس کی حمد کا یارا نہ تجھ کو اس کے وصف کی مجال ہے ؎

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر ‏ ‏ ما ہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندایم

المنۃ للہ کہ آج وہ کلام پورا ہوا جس کا آغاز موہوم اور انجام نامعلوم تھا۔ بار خدایا تیری توفیق رفیق حال نہ ہوتی یہ مضامین و الفاظ جو دل، دماغ کے اندر وجود مثالی بھی نہ رکھتے تھے، آج ایک کتاب کی صورت میں کس طرح جلوہ گر ہوتے خداوندا وہ داعیہ جو تو نے دل میں ڈالا اس شجر کا تخم نہ بنتا اور تیری تائید اس کی آبیاری نہ کرتی تو اس سوختہ آفتاب فراق کو سایہ میں دم لینا کب میسر ہوتا۔ جب حضرت

قبلہ وکعبہ کے اندوہ فراق نے اس جانب طبیعت کو مائل کیا کہ ملفوظات گرامی کی تحریر کا مشغلہ اختیار کرو۔ اس امر اہم کی مشکلات نے ڈرایا کہ نہ تو منشی ہے نہ مولوی نہ صوفی نہ مشائخ یہ کارِ سترگ تجھ سے کس طرح سرانجام ہوگا۔ لیکن الہٰمہ اسم الاعظم کا خیال کرکے کمرِ ہمت کو چست باندھا اور قلم اٹھایا۔

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسیہا

دوسرے روز ایک جزو کتاب کا لکھ کر منشی فضل رسول صاحب کو سنایا نہایت پسند کیا اور باصرار تمام فرمایا کہ ضرور اس کو پورا کرو تمام برادران طریقت پر تمہارا احسان ہوگا اور یہ کام تمہارے سوائے کوئی اور نہیں کر سکتا کیونکہ جناب قبلہ کی خدمت میں عرصہ دراز تک شرفِ صحبت و عز تربیت اس قدر کسی کو میسر نہیں ہوا۔ غرضکہ ہمیشہ اس کام کی ترغیب و تاکید اور اس کے انجام دینے کی نسبت اصرار و تقاضائے شدّ و مد فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک سال کے عرصہ میں کتاب تیار ہوگئی۔ پھر جملہ احباب نے اس کی انطباع کی تمنا ظاہر کی مگر مجھ کو اتنی استطاعت کہاں تھی کہ چھپوا کر دوستوں کو نذر کر۔ اگرچہ مجھ کو یہ صلاح بھی دی گئی کہ کتاب بعد طبع کے فروخت کی جاوے یا قبل طبع پیر بھائیوں سے مصارف میں مدد لی جاوے لیکن میری ہمت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کیونکہ اس کتاب سے نہ کوئی دینی غرض متعلق ہے نہ دنیوی منفعت ملحوظ۔ میں نے خیال کیا کہ اگر اس کا چھپنا اور شائع ہونا منظور خدا ہے تو کوئی سبیل نکل ہی آئے گی۔ مصرع خدا خود میرسامان است اسباب توکل را۔

اور جو خدا ہی کو منظور نہیں تو ہماری سعی لاحاصل ہے۔ ناچار اس کام کو اس وقت کے انتظار میں ملتوی کرنا پڑا جو تقدیر الٰہی میں اس کیلئے مقرر ہوا تھا۔ جب مجھ کو کوئی مشغلہ باقی نہ رہا تو وحشت نے پھر سلسلہ جنبانی شروع کر دیا۔ گرد و غبار اور دشت و بیابان یاد آنے لگے جن میں اکثر حصہ عمر کا بسر ہوا تھا۔ بھلا یہ دل جس نے گھر کا رکھا نہ در کا۔ بچپن ہی سے ملک ملک کی خاک چھنوائی اور جنگل کی ہوا کھلائی

منشی نجم الدین کے بالاخانہ پر کا ہے کو چین لینے دیتا۔ ایک دن علی الصباح اسی دھن میں چل نکلا کہ اوچھ شریف پہنچ کر جہاں جناب و قبلہ کے آبا و اجداد عظام نے اوّل قدم سرزمینِ ہند میں رکھا تھا۔ سلسلۂ نسبی کی تحقیق کروں یہاں سے چل کر ملک پنجاب کے شمالی اضلاع کی راہ لی۔ امرتسر، لاہور ہوتا ہوا شاہ پور تک پہنچا وہاں سنا کہ ایک درویش میاں شادی شاہ خوشاب کے جنگل میں رہتے ہیں۔ میں نے زیارت کا عزم کیا اور ان کی خدمت میں پہنچا فی الحقیقت نہایت بزرگ اور صاحبِ کمال فقیر تھے۔ مگر کسی سے کلام و گفتگو نہیں فرماتے تھے کہ جذب بدرجۂ غایت تھا۔ میں اُن کی خدمت میں تو گیا مگر موسم گرما کی صعوبت اور بیابان ریگ کے شدائد نے ایسا درماندہ کر دیا تھا کہ اب وہاں سے قدم اٹھانا دشوار معلوم ہوا میں نے میاں صاحب سے کہا کہ آپ اور کچھ تو گفتگو فرماتے نہیں اب سواری دلوائیے کہ میں چلا جاؤں آپ ہنسے اور چپ ہو رہے اسی فکر میں تھا کہ آدھی رات کو ایک شتر سوار راہ بھول کر اس طرف آ نکلا اور کہا کہ راستہ بھول گیا ہوں مجھ کو راہ بتاؤ میں نے کہا کہ خیر تو نے راہ گم کی اور ہم نے راہ پائی ہم کو بھی اپنے ساتھ لے۔ میاں صاحب سے میں نے کہا کہ واہ حضرت آپ نے تو خوب راہزنی کی اس پر بھی آپ ہنسے اور چپ ہو رہے پھر میں نے سلام کیا اور اونٹ کرایہ کر کے اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ دریائے سندھ کے کنارے پہنچ کر کشتی میں سوار ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ایک روز بادِ تند کا ایک طوفان آیا جس نے بہت سی کشتیاں تہ و بالا کر کے توڑ دیں، ہماری کشتی میں بہت سا مال و اسباب دریا میں پھینک کر بمشکل تمام سلامت رہے، ڈیرہ غازیخاں تک دریا میں سفر کیا پھر براہ خشکی ملتان بہاولپور و احمد پور شرقیہ ہوتا ہوا چار مہینے کے عرصہ میں اوچھ شریف کی پہنچا۔ اول حضرت مخدوم سید محمد غوث اوچی الجیلانی حلبی الرومی کے مزار شریف کی زیارت کو گیا۔ وہاں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ یکایک خواب نے غلبہ کیا آنکھ لگتے ہی مجھ کو اشارہ ہوا کہ بہت جلد میرٹھ جاؤ وہاں تمہارا انتظار ہے اور انطباع کتاب منشی نجم الدین کا حصہ ہے میں نے اس روز وہاں قیام کیا اور اس خاندان شریف کے بزرگوں سے جو بالفعل وہاں

موجود ہیں ملا اور جو امور تحقیق طلب تھے معلوم و محقق کر لیے۔ دوسرے روز عالم رویا میں پھر وہی اشارہ ہوا جو اول روز ہوا تھا۔ ناچار تیسرے روز وہاں سے چلدیا۔ اور بہاولپور میں مرزا اکبر بیگ صاحب۔ کے پاس پہنچا وہاں منشی نجم الدین صاحب کا خط ملا اور جو اشارہ مجھ کو ملا تھا اس کی بالکل تصدیق ہو گئی۔ چند روز میں میرٹھ آگیا اور طبع کتاب کا تہیہ ہو گیا۔ ہمت مرداں مدد خدا بفضلہ تعالیٰ طبع کتاب کا کام بھی بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا جن احباب کو انطباع کی تمنا تھی ان کے واسطے یہ ہدیہ موجود ہے سب کو سلام ہذا مقطع الکلام فقط۔

محررۂ تاریخ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۰۱ھ مطابق ۹ جون ۱۸۸۴ء بروز دوشنبہ افتتاح برات۔

فرد متضمن تاریخ کتاب از مؤلف بود روز افتتاح ماہ شعبان دوشنبہ ۱۳۰۱ھ

حدیث مصطفےٰ الفقر فخری ۱۳۰۱ھ　　بیار اے گل حسن اسناد تاریخ

رباعی متضمن تاریخ از منشی نجم الدین صاحب

یکدم بنشین میزم رندان زمن　　صد غلغلہ افگند از پیر کہن!
از سینہ چو در سفینہ ریزند سخن　　ارشاداتِ قلندری گویم من

رُباعی از مولوی میر نصیر الدین صاحب دہلوی رح

جوئی بجہان اگر نشانِ تقدیس　　این ست درای کاروانِ تقدیس
تکلیف کنی اگر برائے تاریخ　　گویم بہارِ بوستانِ تقدیس

قطعۂ تاریخ از مولوی عبدالحکیم صاحب متخلص بہ حکیم وجوش

اللہ اللہ این کتاب مستطاب　　شمس نورانی ست کش نبود غروب

گہہ کشد رایت سر قطب شمال | گہہ زند خیمہ گاہ بر قطب جنوب
گر زمین پہلو زند بر تیرگی! | آفتاب آید منزہ از عیوب
حکمتت آوردہ لبعد المشرقین | انت ربی انت علام الغیوب
منتِ ہاتف نبردم اے حکیم | خود بگفتم شرح قطعۂ القلوب

۱۳۰۱ھ

ولہٗ

تو موسیٰ نہ رب ارنی چہ گوئی | کہ آید جواب از خدا لن ترانی
تو احمد نہ نبود کہ در جوف غاری | بتعلیم جبرائیل اقرا خوانی
چراغے و شمعے فرا راہ خود نہ | کہ روزے بجائے رسیدن توانی
بیاور حسن نسخۂ کیمیا بر | کہ بخشد بسیماب نو زندگانی
خزائن بیابی پر از نقد معنی | ذخائر بہ بینی ز سترِ نہانی
ہمہ سیم خام ار بمعیار گیری | ہمہ زر خالص اگر بر فشانی
شمار سنینش گر از جوش پرسی | بگو یدکہ خورشید اوج معانی

۱۳۰۱ھ

قطعہ تاریخ از قاضی فتح محمد رئیس دادری و کلیانہ علاقہ جنید

تذکرۂ غوثیہ دیکھو! | اے اربابِ فہم و درایت
حق حقیقت سے نہیں خالی! | کوئی قصہ کوئی حکایت
عین معارف سے نہیں باہر | کوئی نقل اور کوئی روایت
ہے یہ اوجِ مقصد اقصٰے | ہے یہ موج بحر نہایت
گاہ بطورِ عیان و ظاہر | گاہ بطرزِ رمز و کنایت
لکھ تاریخ اسے فتح محمد | نورِ شمع طورِ ہدایت

۱۳۰۱ھ



قطعہ تاریخ از مولوی محمد اسماعیل صاحب

حسن نبوشت ملفوظات مرشد — بدلہا ریختہ انوار توحید
کتابے مستطابے لا جوابے — ہمانا ابر گوہر بارہ توحید
بہ بین در ہر اشارت میزند جوش — محیط اعظم زخار توحید
قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید — چرائی بوالعجب در کار توحید
چو از توحید دیدم شرح اسرار — بگفتم آیت اسرار توحید

قطعہ تاریخ از شیخ قمر الدین رسالدار رئیس لاوڑ ضلع میرٹھ

مرد حق عریاں بگوید راز را — راز دان خود در جہاں پیدا کم است
فاش گفتن نیز باشد مصلحت — دور باشی از پے نامحرم است
چیست ملفوظات مولانا ست ایں — کاہل حق را بوستاں خرم است
گر بہ پرسی از قمر تاریخ او — عین مطلوب و محیط اعظم است

۱۳۰۱ھ

قطعہ تاریخ از مولوی احتشام الدین احمد کوتانوی رح

☆☆☆

در فیض غوث علی گل حسن ہے — وہ بیت الحقیقت یہ باب حقیقت
یہ حضرت کا اک مختصر تذکرہ ہے — حقیقت میں ہے یہ کتاب حقیقت
اگر چشم تحقیق سے کوئی دیکھے — تو الحق کہ ہو کامیاب حقیقت
سنیں کان کر اہل حق گوش دل سے — نواہائے چنگ و رباب حقیقت
کہو احتشام اس کی تاریخ کیا ہے — کہا حق نما آفتاب حقیقت

۱۳۰۱ھ

☆☆☆

قطعہ تاریخ از قاضی انتظام الدین صاحب کنجاتوی

لکھی مولوی گل حسن نے کتاب — بیاں کیا کروں قابلِ دید ہے
بزرگوں کی ہمت کا ہے یہ اثر — خدا کی طرف سے یہ تائید ہے
لسانِ حقیقت تھے غوث علی — یہ اقوال حضرت کی تمہید ہے
کہیں شرح سرِ بقا و فنا — کہیں رمزِ تجرید و تفرید ہے
مقامِ خوشی ہے نہ جائے ملال — کسی کو اگر فکر تردید ہے
جو تاریخ پوچھے کوئی انتظام — دُرِ دُرج اسرارِ توحید ہے

۱۳۰۱ھ

قطعہ تاریخ از حافظ محمد اکبر خادم ازلی و معتقد دلی حضرت مولانا و مرشدنا قدوۃ الفقرا زبدۃ العرفا ہادی زمن مولوی شاہ گل حسن صاحب قادری مولف تذکرہ ہذا دام فیضہ

سن میری عرض ساقی خم خانۂ صفا — للہ مجھ کو دے مے معنی کا ایک جام
تا چشمِ دل سے دیکھ کے اس تذکرہ کو — ہوں سرِ غیب و رمزِ حقائق سے شاد کام
ہے عطرِ بوستانِ معارف کا یہ کتاب — جس کی شمیم روح کا تازہ کرے مشام
ہر قصہ میں تلاطمِ دریائے فیض ہے — کھلتا ہے بابات میں یاں حال اور مقام
ہر نکتۂ لطیف پہ ہے اہلِ دل کو وجد — تاثیر میں کلام ہے چوں تیغِ بے نیام
ہر نقل میں خزینہ معنی بھرا ہوا — ہوں جس سے طالبانِ خدا فائز المرام
تو جانتا ہے جامع ملفوظ کون ہے — سید ہے شیخِ وقت ہے وہ زبدۂ کرام
ہے وہ دیارِ مرتضوی کا وہ آفتاب — بیشک وہ سالکانِ طریقت کا ہے امام
وہ مصدرِ فیوض ہے اور منبعِ علوم — وہ مجمعِ کمال ہے اور مرجعِ انام
ہے وہ حسینی و حسنی از رہ نسب — باغِ حسن کا گل ہے اور گل حسن ہے نام

جس کے ہر ایک لفظ سے راحت ہے روح کو
ہر حرف سے ہے غنچۂ خاطر کو انقسام
لکھوایا مجھ سے نسخۂ اوّل کتاب کا
کافی ہے میرے واسطے یہ فخر تا دوام
جب ختم کر چکا اُسے اکبر نے یوں کہا
ابرِ بہارِ فیض ہے تاریخ اختتام

۱۳۰۱ھ

قطعۂ تاریخ دیگر از حافظ محمد اکبر

کہاں تو اور کہاں اس تذکرہ صوفیائے اکبر
نہ استعداد ہے اتنی قابلیت ہے!
نہ تو عابد نہ تو زاہد نہ تو مُلّا نہ تو صوفی
نہ جبّہ ہے نہ خرقہ ہے نہ دستارِ فضیلت ہے
نہ ظاہر کی کوئی نسبت نہ باطن کی خصوصیت
نہ تجھ کو فخر بیعت ہے نہ دعویٰ مشیخت ہے
بجا ہے یہ مگر حضرت سلامت تم نہیں واقف
کہ رشید گل حسن سے مجھکو روحانی ارادت ہے
میں اس تالیف کو ان کی شفائے جان سمجھتا ہوں
یہی میری عبادت ہے یہی میری سعادت ہے
اگر پوچھے کوئی مجھ سے سنین ہجری و فصلی
مقاماتِ طریقت ہے مقالاتِ طریقت ہے

۱۳۰۱ھ ۱۲۹۱ھ

تقریظ و تاریخ از محمد صدیق خلف الرشید مولوی عبد الحکیم صاحب

خیز دیک دم بیا بروضۂ انس
وز نخیل رضا رطب برچین
خوش بنہ پا بجادۂ تسلیم
باز بر صفۂ صفا بنشین
اے بسا میوے عنبر بوئے
اے بسا ثمرہ ہائے مشک آگین
اے بسا نار دائے بسا نارنج
اے بسا خوشہ ہائے چوں پروین
کہ بیابی دریں نعیم مقیم
کہ بہ بینی دریں قرار مکین
بر فشان دہ بخورد بگیرد بدہ
ہر چہ یابی ز علم و علین و یقین
تشنگاں بادیہ را
بر رسان بر غدیر ماء معین
دست واماندگان گرفتہ ببر
برفرازِ رواقِ علیین!

بکنایت سخن دقیق شود ۔۔۔ میتوان گفت سہل ہم ازین
ہان بیاؤ ببیں کتاب حسن ۔۔۔ کہ نمودست رازہائے دین
مرحبا رازہا چو مہر منیر ۔۔۔ حبذا نکتہا چو ماہ مبین
مژدہ اے طالبان کہ بہر شماست ۔۔۔ این حصار بلند و حصن حصین
تیر باران کنند اگر خطرات ۔۔۔ اینک اے سالکان دژ روئین
واصلان راست قلعۂ محکم ۔۔۔ عارفان راست بارۂ سنگین
اہلِ حق راست عروۂ وثقیٰ ۔۔۔ اہلِ توفیق راست حبل متین
ناقصان است کم ز سنگ و خزف ۔۔۔ کاملان راست بہ دُرِّ ثمین
ہمہ گفتار شاہ غوث علی است ۔۔۔ آنکہ از فقر داشت تاج نگین
از پس عمرہا طلوع کند ۔۔۔ آفتابے چنان بروے زمین
کردہ بودش خدائے عزّ و جل ۔۔۔ قبلۂ غرر در کعبۂ تمکین
زدہ بودند سکہ بر نامش ۔۔۔ در حدود ہدایت و تلقین
دولتِ پائے بوس آن سلطان ۔۔۔ شدہ چندے نصیب این مسکین
باز گردم بسوئے وصف کتاب ۔۔۔ کہ خزینہ ست از علوم یقین
رہرو وادئ حقیقت را ۔۔۔ از تکاپو ہمی دہد تسکین
در فضائے معانی پاکش ۔۔۔ نورہا بینی از یسار و یمین
گر بہ اسرار او رسی نکنی ۔۔۔ نظر بر جمال حور العین!
سیّدی گل حسن گل افشاندہ ۔۔۔ گل معنی نہ سوسن و نسرین
رنگ و بو دارد از حقیقت حق ۔۔۔ تا نہ بینی بچشم ظاہر بین
بزم اسرار و معرفت خوانم ۔۔۔ بحقیقت نہ در حساب سنین
کنز توحید و معرفت دانم ۔۔۔ نہ بتاریخ بل ز راہ یقین
نور چشم بصیرت ار گویم ۔۔۔ مدح و توصیف شاعرانہ مبین
نہ مرا گفتہ است ملہم غیب ۔۔۔ نہ خبر دادۂ جبرائیل امین

برزبانم برفت اے صدیق — آنچہ فرمودہ اسدت نجم الدین

قطعہ تاریخ از محمد حامد خلف مولوی محمد اسماعیل

جناب گل حسن کی دیکھ تالیف — ہے ظاہر جس سے اہل حق کا ایق
طریق فقر میں یہ رہنما ہے — ہے اہل دل کو حاصل اس سے تسکین
فقط تاریخ کو تحریر یہ مادہ — نہیں کچھ حاجت تعریف تحسین
بہار دانش اہل بصیرت — مزین کوکب تعلیم و تلقین

قطعہ متضمن تقریظ و تاریخ از محمد محمود خلف الرشید مولوی محمد اسماعیل صاحب

دوش گوئی کہ در نشیمن قدس — خیل روحانیاں خراماں است
زدہ انداز نشاط انجمنے — طوبے و سلسبیل و رضوان است
طوطیا نند بال و پر از نور — سایہ و شاخسار و ریحان است
بلبلا نند نغمہ شان تحمید — چمن و گلشن و خیابان است
قمریا نند نعرہ شان تہلیل — سرو و شمشاد و طرف بستان است
آہوا نند از سرشت صفاء — سبزہ و جوئبار و میدان است
ماہیا نند از خمیر ہدے! — خضر ساقی و آب حیوان است
اخترا نند از جلال و جمال — آسمان و زمین زالیقان است
ہمہ از رحمت اہتزاز نسیم — ہمہ از فیض ابرو باران است
خم زنفرید و ساغر از تجرید — طرفہ اجماع بادہ خواران است
چون فراتر شدم ہمی بلیم — کہ فراوان تراز فراوان است
نعرہ لا الٰہ الا اللہ — از دل ہر کہ ہست جوشان است

ہر کہ من بد عوے آویزد
گویم آرے دلیل برہان است

نہ روم بر طریق استدلال !
گر ترا نیز نقد ایمان است

در تفے زین کتاب پاک بہ بر
کہ ہمانا نہ عالم جان است

بہوائے طواف مضمونش
مرغ اندیشہ بال افشاں است

ہر کہ بر فہم معنیش پے برد
دلش از وجد پائے کوبان است

فہم معنی کہ ہست فوز عظیم
نہ ز سعی است بل ز وجدان است

بود لعیت درین جریدہ راتہ
گوہر و لعل و دُر و مرجان است

در و مرجانش از لطائف غیب
لعل رخشان ز سر اعیان است

دیدبان شواہد اکوان!
ترجمان مظاہر شان است

در و مرجان ولے نہ از دریا
لعل اما نہ از بدخشان است

بتعجب مبین در اوصافش
کہ ز ملفوظ شاہ شاہان است

آنکہ در بیش ہمتش لاشے
ہر چہ از اعتبار امکان است

آنکہ در ظل رایت فقرش
ماہمہ رند و پارسایان است

آنکہ در اوج عظمت و شانش
سعی اندیشہ ہم ز نسیان است

آنکہ اندر فضائے مدحت او
رخش فکرت بہ ترک جولان است

طور تحقیق را کلیم اللہ
ملک توحید را سلیمان است

خرد اندیشہ و زبان گوید
شرح اوصاف او نہ چندان است

دو عدد بیتے دگر کنم انشاد
گرچہ اینکار ہم نہ آسان است

یعنے در وصف جامع ملفوظ
کہ مر آن شاہ را ز خاصان است

راشد و مرشد و آل رسول
لمعۂ آفتاب تابان است

آنچہ بعد از نبی بامت ماند
آل پاک وے است و قرآن است

قبلہ گاہش بظاہر و باطن
شاہ مردان و شیر یزدان است

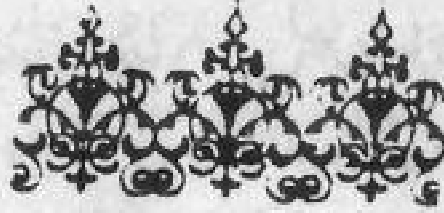
خرقہ او حسینی الحسنی است
رقعۂ حلۂ شہیدان است

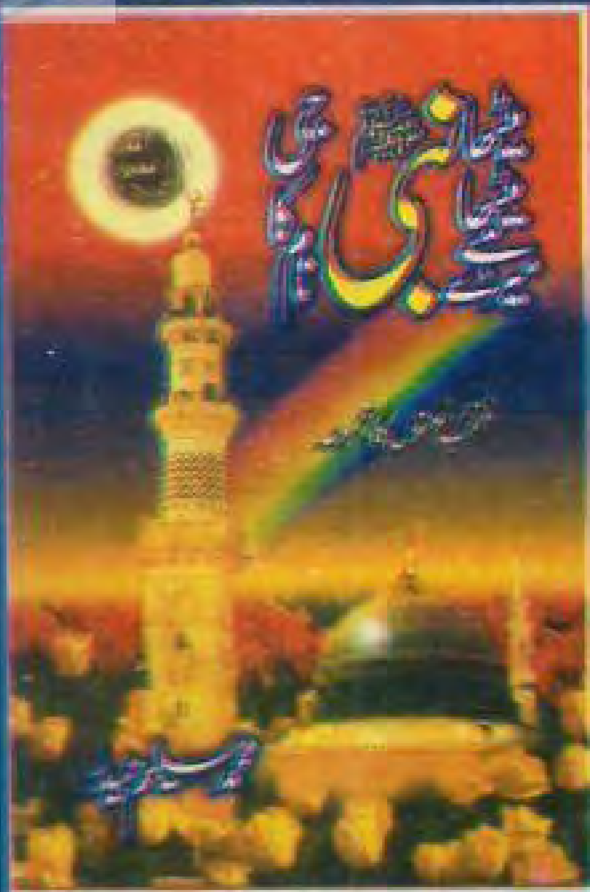
هم بحکم طریق و هم به نسب   جد والاش قطب گیلان است
اصل پاکش ز یثرب و بطحاست   مولدش خطۂ خراسان است

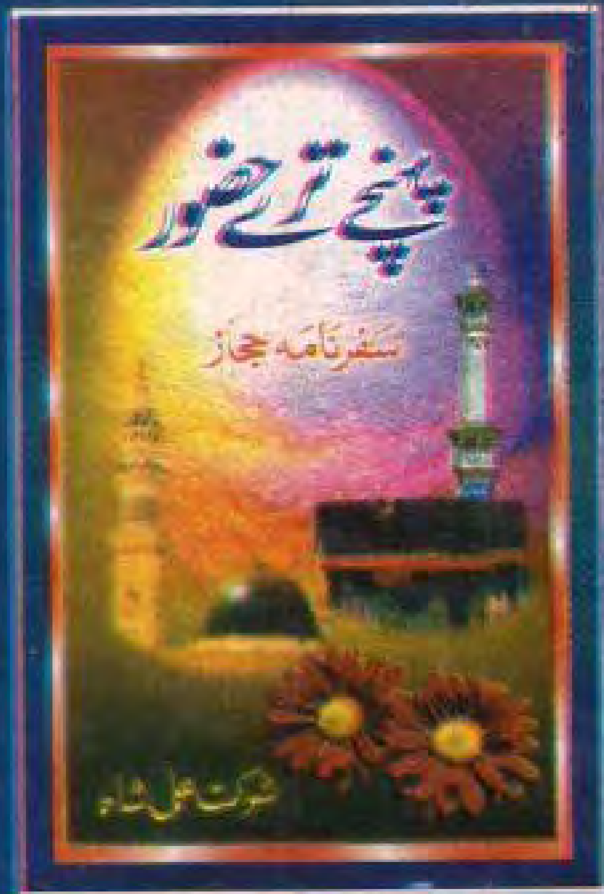
او فتادست در دیارِ غریب   چند روزے به ہند مہمان است
این لآلے که در کتاب کشید   خوانِ یغما برائے اخوان است
چند گویم به لہجہ فادس   نمک میرٹھ نہ یزد و طہران است
گفت محمود سالِ ختم کتاب   بحر توحید و نور عرفان است

۱۳۰۱ھ

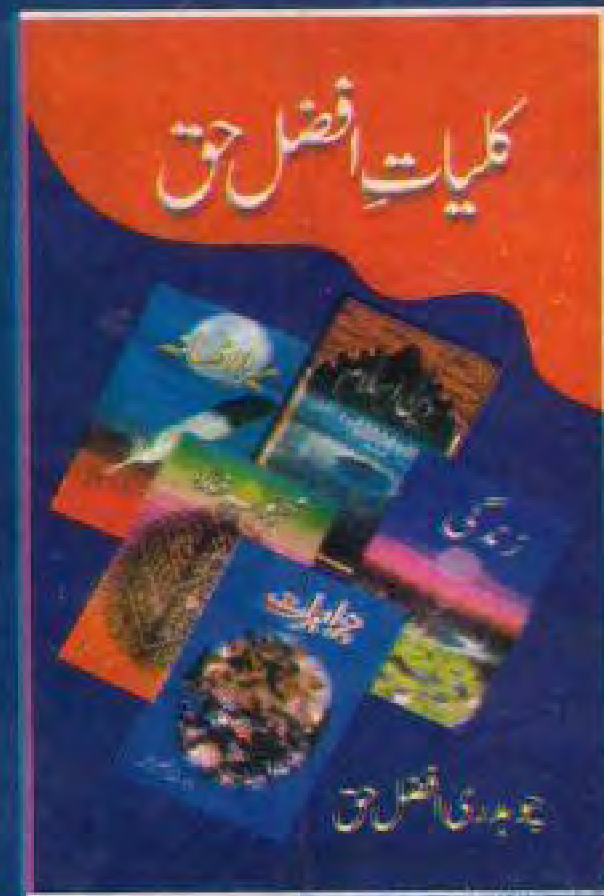
ختم شُد











خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار - لاہور